از افاضات

حضرت قیام الملۃ والدین امام الوقت مولانا مولوی محمد عبد الباری صاحب قبلہ دامت فیوضاتہم

فرنگی محلی لکھنوی

جسکو بوقت درس املا روارشاد فرمایا

مرتبہ مولانا مولوی حاجی شیخ محمد الطاف الرحمن صاحب قدوائی ساکن بڑاگانون ضلع بارہ بنکی

باہتمام کمترین خواجہ قمر الدین احمد منیجر

نامی پریس لکھنؤ مین چھپی

بار اول — جملہ حقوق محفوظ ہین — رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

کلام الٰہی جو کہ ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہین اُسکے بہت سے نام ہین منجملہ اُنکے تین نام ہم یہان پر ذکر کرتے ہین۔ فرقان - تنزیل - قرآن -

فرقان

فرقان بلکہ کُل یہ تینون نام مصدر ہین مگر مقصد ان سے مشتق ہی فرقان کے معنی تو جدائی کے ہین یا جدا کرنے کے ہین مگر نام اس کلام منزل کا فرقان اس وجہ سے ہوا ہی کہ اسکے مضامین باہم جدا جدا اور حصّے اسکے علٰحدہ علٰحدہ سورتین سورتین ہین یا اس وجہ سے اسکو فرقان کہتے ہین کہ یہ فرق کرتا ہے حق وباطل کے درمیان یا اس سے فرق ہوجاتا ہی مسلم وکافر کا جو اسپر ایمان لایا وہ مسلم ہوگیا جس نے اسکی تصدیق نہین کی وہ کافر ہوگیا۔

تنزیل

تنزیل باب تفعیل کا مصدر ہی نزول اسکی اصل اور مادہ ہی نزول کے معنی اوپر سے اُترنے کے ہین جسوقت باب افعال مین جاتا ہی اور انزال مصدر ہوتا ہی تو اسکے معنی دفعۃً اُتارنے کے ہین اور جب باب تفعیل مین جاتا ہی تو اسکے معنی تھوڑی تھوڑی دیر مین کچھ کچھ کسی شی کو اوپر سے اُتارنا ہوجاتے ہین۔

اِس کلامِ منزل کے لئے بھی ارشاد ہوتا ہی کہ ہمنے دفعۃً اُتارا جیسا ارشاد ہوتا ہی انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ہمنے اسکو لیلۃ القدر مین اُتار دیا- اور یہ بھی ارشاد ہوتا ہی کہ خدا نے اسکو رفتہ رفتہ نازل فرمایا یہانتک کہ تنزیل من حکیم حمید فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اسکے اُتارنے کے دونون طریقے ہین پہلے خدا کی ذات سے لوح محفوظ مین دفعۃً نازل کیا گیا پھر جبرئیلؑ کی ذات مین رفتہ رفتہ کر کے نازل ہوا اور دنیا مین بھی دو طریقون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے حاصل کیا- ایک تو وہ طریقہ جسکو ہر شخص جانتا ہی کہ جب کسی واقعہ مین نزول وحی کا خدا نے ارادہ کیا اُسکے متعلق آیت حضرت جبرئیلؑ سے آنحضرتؐ نے حاصل کر لی اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ہر سال رمضان شریف مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیلؑ دَور کرتے تھے اور جب وفات فرمانے والے ہوئے تو اُس سال دوبار دور کیا یہ صورت انزال کی تھی اور وہ پہلی صورت تنزیل کی ہی چونکہ تنزیل کا تعلق عام مکلفین سے ہی اسواسطے اُسکو تنزیل کہنے لگے اور اس کلام کا نام تنزیل ہو گیا-

اس بیان سے ہمارے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل قرآن قبل تنزیل کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مین القاء ہو چکا تھا مگر اُسکی تبلیغ کا حکم نہ تھا بلکہ تبلیغ کے لیے جو نزول ہوا ہی وہ رفتہ رفتہ ضرورت کے اعتبار سے ہوا ہے-

زمانۂ رسالت مین کلامِ الٰہی جمع ہو چکا تھا

ہمارے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مین جمع ہو چکا تھا مگر تبلیغ کے لیے رفتہ رفتہ بھی نازل کیا گیا اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دو نزول اضافہ ہوئے بلکہ وہ نزول جو قلب مین ہوا وہ بطور مذاکرہ کے تھا اور وہ نزول جو رفتہ رفتہ ہوا اور قلب سے زبان پر بھی آیا وہ تدریجًا تھا اور اُسی کا اعتبار ہی اُسی کے لحاظ سے کہا جاتا ہی کہ فلان آیت مکی ہی اور فلان مدنی ہی یعنی قبل ہجرت کے ہی یا بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہی-

یہان یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ تنزیلِ کلامِ الٰہی جس طریقہ پر ہی وہ انزال کلام الٰہی کے مطابق نہین ہی بلکہ کبھی کوئی آیت نازل ہوئی مگر کلامِ الٰہی مین اُسکی جگہ اُس آیت کے بعد تھی جو اُسوقت تک نازل نہین ہوا تھا پھر نازل ہوتا گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو نزول قلبی اور مطابق لوح محفوظ کے اُسکی جگہ پر رکھاتے چلے گئے اور پوری تنزیل کو مطابق نزول قلبی اور ترقیم لوح کے کردیا پھر اُسکو اکثر صحابہ نے یاد کیا اور اسی ترتیب سے جس ترتیب کو نزولِ قلبی سے حضور نے حاصل فرمایا تھا صحابہ کو اسکا علم دو طریقون سے ہوا ایک یہ کہ جب آیت نازل ہوتی حضرت

ارشاد فرما دیتے کہ اس آیت کو فلان سورۃ کی فلان آیت کے بعد رکھدو دہان وہ قایم کردیجاتی
دوسرا طریقہ یہ تھا کہ خود حضرت تلاوت فرماتے خصوصاً نماز مین آپ سورتین پڑھتے جس سے معلوم
ہوجاتا کہ اس سورت کی اسقدر آیتین اور فلان آیت کے بعد فلان آیت ہی۔ خود حضرتؐ بھی
صحابہؓ سے قرآن سنتے اسوجہ سے اُنکو پورے طور سے معلوم ہوجاتا کہ جو وہ پڑھتے ہین وہ صحیح اور مرتب ہی
اسکے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین جب تلاوت فرماتے تو اکثر ترتیب سورتون کی بھی ملحوظ
رکھتے یہانتک کہ عوف ابن مالکؓ و دیگر صحابہؓ سے مروی ہی کہ آپ نے تہجد کی نماز مین پہلی رکعت مین
سورۂ بقر کو دوسری مین سورۂ آل عمران تیسری مین سورۂ نساء چوتھی مین سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام
پڑھی۔ اسی طرح دوسری سورتون کے بارہ مین بھی روایت وارد ہوئی ہی مثلاً سورۂ اعلی پہلی مین
سورۂ غاشیہ دوسری مین پڑھی قل اعوذ برب الفلق پہلی مین قل اعوذ برب الناس دوسری
مین پڑھی غرضکہ کلام الٰہی کو مطابق لوح محفوظ کے بعد تنزیل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے زمانہ مین کردیا تھا۔

حضرت عثمان کو جامع القرآن کیون کہتے ہین

مشہور ہی کہ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ جامع قرآن ہین مگر حقیقت یہ ہی کہ حضرتِ عثمانؓ
جامع سور ہین قرآن کے ایک خاص حرف اور اسلوب پر جسکی سات قرأتین ہین واقعہ اسکا یہ ہی
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین قرآن شریف کے صحابہ حافظ تھے بعض اُن مین سے پورے
قرآن شریف کو حفظ کرچکے تھے جیسے عشرۂ مبشرہ اور زید بن ثابت سالم مولیٰ حذیفہ اور عبداللہ
ابن مسعود وغیرہم اور بعض بعض حصۂ کلام الٰہی کے حافظ تھے اکثر وہ تھے جو اُسقدر یاد کرتے تھے جسپر وہ
عمل کرسکین اور چونکہ سورۂ بقر مین احکام بہت زائد ہین جسکو یہ سورت یاد ہوتی اُسکو صحابہ بڑے
مرتبہ کا سمجھتے تھے بسا اوقات باہم فضیلت حفظ کلام الٰہی اور حفظ سورۂ بقر کی وجہ سے ہوتی تھی چنانچہ
حضرت سالم مولیٰ حذیفہ کو پورے قرآن شریف کے حافظ ہونیکے باعث حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ
اگر وہ حیات ہوتے تو مین اپنے بعد اُنکو خلیفہ کردیتا حضرت عبداللہ بن جعفر کو لشکر کا افسر اسوجہ سے
کیا گیا تھا کہ اُنکو سورۂ بقر یاد تھی غرضکہ صحابہ کو بہت زائد اعتبار و اعتماد کلام الٰہی کے حفظ پر تھا
اُنکو ضرورت کتابت کی نہ تھی باوجود اسکے جو طریقہ اُنکے زمانہ مین کتابت کا تھا اُسکے لحاظ سے
کلامِ الٰہی کو اُنھون نے لکھ بھی لیا تھا چنانچہ کاغذ بہت کمیاب تھا چین وہند سے عرب مین کاغذ
جاتا تھا جہانتک دستیاب ہوا اُسپر کلامِ الٰہی لکھا گیا عرب ہڈی کے اوپر بھی لکھتے تھے چمڑے اور

پتھر پر بھی لکھتے تھے چنانچہ بعض جگہ اُسی پر لکھ لیا گیا لکڑی کے تختہ پر بھی لکھنے کی عادت تھی
اُسپر بھی قرآن لکھا گیا پتون پر درختون کے بھی لکھا کرتے تھے اُسپر بھی لکھا گیا غرضکہ جسقدر
طریقے کتابت سے مقید کرنے کے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین وہ سب عمل مین لائے گئے۔

کلام الٰہی سات حرفون پر نازل ہوا تھا اور ہر حرف اُسکا کافی وشافی تھا حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے وقت مین بزمانۂ جنگ یمامہ بہت سے حفاظ شہید ہو گئے اسواسطے حضرت عمر رضنے
حضرتِ صدیق رضسے کہا کہ ایک جگہ قرآن لکھ لیا جاوے چنانچہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضنے اِسکا حکم دیا
اور ایک جگہ جمع ہو گیا مگر مختلف حروف سے قرآن تھا حضرت عثمان رضکے وقت مین فتوحات ہوئے
لوگ اسلام مین داخل ہونے لگے صحابہ کی شہادت و وفات ہونے لگی اور مختلف صحابہ کی مختلف قرأت سے
لوگون کو انتشار ہوا حضرت عثمان رضسے عرض کیا گیا آپنے اُن سات حروف مین سے ایک حرف جو
بہ لغت قریش تھا اور زیادہ فصیح تھا اُسکو قائم کردیا اور دیگر حروف کو تلف کرنے کا حکم دیدیا کہ بجائے
نفع کے اُس سے نقصان کا اندیشہ تھا اُس ایک حرف پر امت نے اتفاق کرلیا اُسکی نقلین کی گئین
ایک مکہ مین ایک مدینہ مین ایک کوفہ مین ایک بصرہ مین ایک بحرین مین ایک شام مین ایک مصر مین روانہ
کردی گئین اُسکے راوی سات مشہور و متواتر ہین اُنکی طرف سات متواتر قرأتین منسوب ہوگئین اُنمین سے ایک
قرأت عاصم کی ہمارے ملک مین رائج ہی بہرحال حضرت عثمان رض نے قرآن شریف جمع شدہ کو نقلین کراکے
ممالک مین بھیجا اور اس امر کا التزام کیا کہ وہ حروف سبعہ جن پر قرآن نازل ہوا تھا اُنمین سے ایک حرف فصیح کو
تمام ممالک اسلامیہ مین رواج دیا جاوے اور دیگر حروف رائج نہ کیے جاوین تاکہ اختلاف نہو اسکے التزام کے
باعث اور اُس خدمت کے سبب سے جو نقول کرکے ممالک مین قرآن ارسال کیے گئے حضرت عثمان جامع قرآن مشہور
ہوئے ورنہ قرآن شریف عہد نبوی مین مرتب ہو چکا تھا اور عہد صدیقی مین اُسکی نقل تھی البتہ اُسمین مختلف
حروف تھے وہ سب عہد عثمانی مین دور کردیے گئے ایک حرف شافی کافی رہ گیا جسمین نہ تبدیل ہوئی نہ تحریف
نہ زیادتی ہے نہ کمی ہے کسی طرح کی تحریف واقع نہین ہوئی اجلّہ حفاظ صحابہ نے جمع کیا اور کُل نے اجماع کیا۔

قرآن

اسکو قرآن کیون کہتے ہین یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے اسواسطے کہ یہی نام اِسکا مشہور ہی۔ قرآن
کے معنی قرأت کے ہین پڑھنا اِسکا مفہوم ہی یہ پڑھا جاتا ہی اور وحی متلو ہی اسواسطے اسکو قرآن کہتے
ہین وحی اُس القا کو کہتے ہین جو نبی کے لیے ہو اور نبی اُس انسان کو کہتے ہین جسکو اللہ نے واسطے
احکام پہونچانے کے مبعوث کیا ہو یون تو اللہ تعالی نے انسان کو حق دیا ہے کہ اپنے نیک و بد کی

تمیز کرے اگر نیک و بد کی تمیز کرنے مین ایک وقت صرف ہوتا ہی جس سے اُسکے مطابق عمل کرنے کا
وقت رائگان ہو جاتا ہی اسوجہ سے خدا کے فضل کا مقتضی یہ ہوا کہ نیک و بد کی تمیز بعض انسان کو
عطا کر دی جاوے اور اُنکو بُرے اور اچھے افعال بتا دیے جاوین تا کہ وہ لوگون کو اُنکے مفید و مضر احکام
دے سکین اور لوگ اسکے مطابق عمل پیرا ہو کے اپنی صلاح و فلاح دنیا و آخرت کی حاصل کرین تلاش
کی حاجت نہ رہے ان حضرات کو اللہ نے انسان کی نوع مین پیدا کیا ہی مگر انکی عقل و روح کو دیگر انسان کی
عقل و روح سے بہت قوی کیا ہی جس شی کو یہ عقل و روح سے حاصل کرتے ہین اُسکو دوسرے نہین حاصل کر سکتے ہین انکی
قوت بصیرت دیگر انسانون کی قوت و بصیرت سے کہین تیز ہی یہ اُس قوت سے اُن عالمون کو مشاہدہ
کرتے ہین جو دوسرے مشاہدہ نہین کر سکتے اور یہ اُن عوالم کے افراد سے مِلسکتے ہین جنسے دوسرے انسان
نہین مِل سکتے ہین یہ اُن عوالم سے علوم حاصل کرتے ہین جنسے دوسرے حاصل کرنے مین قاصر ہین کیونکہ
انکی عقل و روح تیز ہوتی ہی اور دوسرے انسانون کی قواے جسمانی تیز بھی ہون تو قوتِ روحانی انکی
ایسی تیز نہین ہوتی ہی ایسی ہی انکی قوت خیالی اور حس باطنی مین بھی ایک زیادتی ہی جو دوسرون
کو حاصل نہین ہی انکا خیال واقعی ہوتا ہی اور انکا حسّ صحیح ہوتا ہی جہان غلطی کے گذرنے کا شائبہ
بھی نہین ہی برخلاف دیگر انسانون کے کہ اُنکے خیالات کبھی صحیح ہوتے ہین کبھی غلط ہوتے ہین لہذا
انکی قوت جو بصیر و خیال کو حاصل ہی باعث انکے نبی ہونے کے ہو جاتی ہی اور یہ جو کچھ حاصل کرتے ہین
اُسکو دوسرون پر ظاہر کرنیکے مکلف ہوتے ہین مگر انسان کے روبرو عالم مشاہدات ہین اُنکو وہ اچھی طرح
جانتا ہی اُسکے متعلق جو باتین عمل سے تعلق نہین رکھتی ہین اُنکو نبی کم بتاتا ہی اگر اُنکا ذکر بھی کرتا ہی تو
اس غرض سے کہ اُنسے عبرت حاصل کی جاوے اسیوجہ سے انبیا کے ارشادات مین تم مسائل حکمیہ
فلسفہ وغیرہ کے وہ امور کم دیکھوگے جنکو عموماً عقل انسانی حاصل کر لیتی ہی مگر یہ عالم خیال اور عالم روحانی کی
وہ باتین بکثرت بیان کرتے ہین جنکے ادراک سے عام عقلاے انسانی عاجز ہوتے ہین کیونکہ مقصود اہم
اُنکی تبلیغ کا یہ ہی ہوتا ہی اس سے تمکو واضح ہو گیا ہوگا کہ انسان کی تین طرح کی قوتین ہین ایک
مشاہدات کی مدرک دوسری خیالات اور احساسات کی مدرک تیسری ورا خیالات و مشاہدات کی مدرک
وہی عقل ہی اور اُسکے کمال کے ساتھ انبیا کو بصیرت ہوتی ہی اسیطرح عالم بھی کم سے کم تین ہین
ایک عالم محسوسات جسکو عالم اجسام کہتے ہین دوسرے عالم معقولات جو عالم مجردات ہین تیسرے
عالم مثال جو چیزین عالم اجسام مین ہین وہ متحیز بھی ہین اور مشاہد بھی ہین اُنمین خواہ اعراض ہون
یا جواہر کل اپنا ایک خاص وجود رکھتے ہین اور عالمِ مثال مین تمام اشیاء عالم اجسام کی بھی ہین

اور عالم مجردات کے بھی ہین ایک سرا اُس عالم کا عالم روحانی سے تعلق رکھتا ہی دوسرا عالم جسمانی سے
یہ مجردات سے اشخاص کو حاصل کرتا ہی اور اُنکو وہ ذی صورت اور ممتاز کردیتا ہی مجرد جب اس عالم
مین ہوتا ہی تو ممتاز ہوجاتا ہی اور اُسکی ایک صورت بھی ہوتی ہی مگر وہ صورت مشابہ وسعت و احاطہ
کے ساتھ ہوتی ہی جو شان مجرد کی ہی اسی طرح جو حصہ عالم اجسام سے قریب ہی اُسمین جسمانی موجودات
جسم کے خواص سے مجرد ہوکے پائے جاتے ہین اور قائم بالذات ہوتے ہین اسیوجہ سے اعراض و جواہر سب
متحیز و ممتاز ہوتے ہین جو حصہ اسکا اس عالم جسمانی سے تعلق رکھتا ہی اُسکو برزخ کہتے ہین نبی اپنی قوت باطنی سے برزخ کو
دیکھتا ہی اور عالم مثال کو دیکھتا ہی جہان اُسکو عالم روحانی کے اشخاص بھی ملتے ہین اور عالم روحانی کو بھی دیکھتا ہی جہان
وہ روحانیات اسے اُنکے وجود حقیقی سے اتصال کرتا ہی خدا کا مرتبہ فوق الفوق ہی وہ نہ روحانی ہی نہ جسمانی مگر روحانیہ
کو ایک قرب ہی جو عالم جسمانی کو حاصل نہین ہی اسی قرب کی وجہ سی جانب علی روحانی کہا جاتا ہی اگرچہ یہ علو و رفعت مکانیت
کی ہی نہ کہ مکان کی ہی اسیوجہ سی جو القا عالم روحانی سے ہوتا ہی اُسکو نزول سے تعبیر کرتے ہین اب اگر عالم جسمانی کے موجود کو
جسمانیت سے تجرد ہوگیا تو اُسکو بھی عالم مثال بلکہ عالم روحانی منکشف ہوتا ہی کبھی یہ تجرد اختیاری ہوتا ہی کبھی
بے اختیاری. بے اختیاری مین جو عام طور پر ہوتا ہی وہ سونے کی حالت ہی کبھی اُس حالت مین یہ عوالم منکشف
ہوتے ہین جنکو رویائے صادقہ کہتے ہین لیکن وہ لوگ جو روحانی تجرد کو تقویت نہین دیتے اس بے اختیاری
تجرد مین کبھی صحیح ادراک کرتے ہین کبھی غلط اور جو لوگ تجرد کو تقویت دیتے ہین
وہ اکثر صحیح ادراک کرتے ہین یہ رویاے صادقہ القاء باطنی ہی اور مخصوص انبیاء کے ساتھ نہین ہی انبیاء
کے رویا مین تقویت زاید ہوتی ہی اسواسطے کہ وہان احتمال خطا کا نہین ہی اگرچہ بساتا دل مین لغزش
ہوجاتی ہی اسیوجہ سے اُنکا رویا بھی وحی ہوتا ہی اور دوسرون کا رویا وحی نہین ہوتا ہی اس مرتبہ سے
بڑھ کر دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ انسان اپنے تصور کو قوت دے اور بصیرت صحیحہ اُسکو حاصل ہوجاوے اگر خدا
نے اُسکی بدء فطرت سے عقل سلیم دی ہی اور قوت روحانی کامل کی ہی تو اُسکی بصیرت جو ادراک کرتی ہی
اُسمین خطا نہین ہوتی اور اگر فطری نہین ہی تو اُسکے ادراک مین احتمال خطا ممکن ہی انبیاء کی فطری
بات ہی اسواسطے اُنکا یہ ادراک و القا بھی وحی ہی اور غیر انبیا کا الہام ہی پھر اگر اس بصیرت سے عالم مثال
و عالم روحانی کا ادراک ہونے لگا تو فطری قوت والے کو کمال اتصال ہوجاتا ہی اور ملاقات اجسام
روحانی سے جنکو ملک کہتے ہین ہونے لگتی ہی اُسکو ملک کا وحی کرنا کہا جاتا ہی اور اگر غیر نبی کو اس قسم کی
ملاقات ہو تو احتمال خطا بالکلیہ مرتفع نہین ہوتا اگرچہ خطا نہین ہوتی ہی وہ کشف کہلاتا ہے اگر
روحانی تعلق اس طرح مضبوط ہوا کہ خود بصیرت روحانی وجود کے قول کو سُننے لگے تو وہ مرتبہ ہے

جسکو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان روح القدس نفث فی روعی لن تموت نفس حتی تستکمل رزقہا روح القدس نے میرے دل مین پھونک دیا کہ کوئی جان نہ مریگی جبتک اپنا رزق پورا نہ کرلے اس سے زائد یہ حالت ہوتی ہے کہ روحانی اشخاص عالم مثال مین ظاہر ہوتے ہین اور نبی کی روح مجردات کے اوصاف پیدا کرتی ہے اور تجرد جسمانیات سے کرتی ہے تو یہ سخت تر ہے اسیوجہ سے جب یہ کیفیت آنحضرت کو ہوتی تھی تو وہ پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے اور اس کامل تر یہ ہوتا ہے کہ خود شخص روحانی مثال ادنیٰ مین مرتبہ برزخ مین آتا ہے کبھی برکت نبی کے دیگر اشخاص پر بھی عالم مثال بیداری مین ہویدا ہوجاتا ہے تو وہ بھی اُس شخص روحانی کو کسی صورت مثالی مین دیکھتا ہے جیسے دحیۂ کلبی یا حدیث رجل ثائر را س مین حضرت جبرئیل کا مشاہدہ صحابہ نے بھی کیا اور جب وہ ایمان و اسلام و اخلاص وغیرہ کا سوال کرکے لوٹے تو آپنے فرمایا کہ تلاش کرو یہ کون آیا تھا توگون کو اُسکے سُراغ سے جب عاجز پایا تو بتا دیا کہ یہ جبرئیل تمھاری تعلیم کے لیے آئے تھے تاکہ تمکو دین سکھا دین کبھی نبی بلاواسطہ مجردات کے خدا سے ہمکلام ہوتا ہے مگر وہ بے کیف ہے وحی عموماً بواسطہ ہوتی ہے اور کلام بھی پردہ سے ہوتا ہے یہ کلام الٰہی اور ایسے ہی دوسرے انبیا پر جو کلام الٰہی نازل ہوا وہ بواسطہ ایک شخص روحانی کے جسکو جبرئیل کہتے ہین مگر دوسرے کلام الٰہی مین جبرئیل نے معنی انبیا پر نازل کیے اور اس کلام الٰہی مین الفاظ و معنی دونون اور وہ بھی بطور قرأت کے نازل کیا اسوجہ سے اسکو قرآن کہتے ہین۔

قرآن شریف مین ارشاد ہوتا ہے لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ و قرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبرئیل علیہ السلام قرآن لاتے اُسکی قرأت کرتے تو آنحضرتؐ جلدی جلدی پڑھنے لگتے تاکہ یاد ہوجاوے کیونکہ تکرار کرنے سے حافظہ مین صورتین منقش ہوجاتی ہین پھر آدمی بھولتا نہین ہے یہ امر بشریت کی وجہ سے تھا مگر یہان اسکی ضرورت نہ تھی اسواسطے کہ قرآن عالم روحانی سے نازل ہوتا تھا جسکو لازمی طور پر روحانی قوٰی اپنے مین حاصل کرلیتے تھے وہ بھول نہین سکتے تھے اسواسطے ارشاد ہوا کہ تم اپنی زبان کو حرکت نہ دو تاکہ جلدی کرو یہ امر تو ہم پر لازم ہے کہ اُسکو تمھارے سینہ مین جمع کردین اور تم سے پڑھوا دین پس جب ہم پڑھ چکین تو تم اُسکی اتباع کرو پس ہمارے اوپر لازم ہے کہ اُسکو تمھارے لیے واضح کردین تمھاری قوت حافظہ سے نہ اُسکے الفاظ جا سکتے ہین نہ اُسکے معنی جا سکتے ہین۔

اس جگہ خدا نے اُس وحی کو جو جبرئیل کی وساطت سے پہونچی اپنی قرأت فرمایا ہی اسلیے
اسکو سمجھنا چاہیئے کہ خدا کی قرأت کیونکر ہے ظاہر ہی کہ نقوش قرآن کے خدا کے نقوش نہین
ہو سکتے اسواسطے کہ کبھی وہ کوفی خط مین لکھا جاتا تھا کبھی وہ عربی مین نسخ مین نستعلیق مین مغربی
خط مین جسمین چاہو لکھ سکتے ہو یہ قرآن نہین ہی جو تم تلفظ کرتے ہو اور کلام الٰہی ہی اس کو تم
اپنی زبان سے ادا کرتے ہو جو ادا ہوتا ہے اُسکو بھی کلام کہتے ہین جو ادا کرتے ہو اس فعل کو
بھی کلام کہتے ہین۔ یہ تکلم وکلام دونون لفظی ہین انھین کے تقابل مین کلام اور تکلم نفسی ہی تو کلام الٰہی
بھی کلام نفسی اور تکلم نفسی ہی۔ دیگر انبیاء کے لیے جو وحی نازل کیگئی وہ کلام الٰہی تو ہی مگر تکلم الٰہی نہین ہی
اور قرآن مین کلام بھی الٰہی نفسی ہی اور تکلم بھی الٰہی نفسی ہی اسیوجہ سے اسکو اپنی قرأت کر کے ارشاد
فرمایا ہی اور یہ قرآن کہلاتا ہی وہ ہی کلام نفسی الٰہی ہمارے لئے کلام نفسی ہوجاتا ہی اور وہی تکلم نفسی الٰہی
ہمارے لئے تکلم نفسی الٰہی ہوتا ہی فرق اسقدر ہی کہ ہمارے تکلم نفسی اور کلام نفسی خارج اور جسمانیات سے
حاصل ہوتا ہی کلام لفظی اور تکلم لفظی سے خواہ نبی کے یا اُستاد کے ذریعہ سے برخلاف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اُنکو وہ کلام نفسی الٰہی اور تکلم دونون عالم مجردات سے حاصل ہوتا ہی ہم جس طرح نقوش سے
حاصل کرتے ہین اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو جبرئیل سے حاصل کیا جبرئیل حضرت کے لیے
اُستاد نہ تھے بلکہ اُنکی حالت ویسی تھی جیسی کہ ہمارے لیے مکتوب قرآنی کی ہی اللہ جل شانہٗ نے اپنے
کلام وتکلم نفسی کو جبرئیل مین خالی کردیا اور اُسکو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے حاصل کرلیا
جس طرح ہمارے لیے آواز بند کرنے کا آلہ ہی اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جبرئیل ہین
مگر جبرئیل کی ایک حقیقت روحانی ہی جو اپنے عالم مین موجود ہی پھر اُسکا وجود کبھی مثال اعلی مین ہوتا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکو اصلی قطع مین مین نے دیکھا کہ افق کو بھرے ہوئے تھے
یہ احاطہ وتتمہ روحانی کی مثال تھی اور یہ اصلی اور اولی قطع تھی اور کبھی اُسکو عالم مثال ادنیٰ برزخ مین دیکھا
جیساکہ اوپر گذرچکا ہی باوجود اسکے وہ ایک حقیقت واقعی روحانی ہین مگر عالم جسمانی مین وہ علین فراتِ
علمِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہین اور اُنکے احوال بلحاظ اختلاف عوالم اور اُنکے عوارض کے ہی
جس طرح آفتاب کو تم دیکھتے ہو اور پھر وہ عالم حس اور عالم خیال وعالم ذہن مین موجود ہوتا ہی مگر اُسکے
احوال بدلتے جاتے ہین عقل مین وہ تمھارے ذہن کا موجود ہوتا ہی اور اعراض ذہنیہ کے ساتھ
متکیف ہوتا ہی۔ جبرئیل ایک روزن کے ساتھ زیادہ مشابہ ہین جنسے اللہ کی قرأت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو حاصل ہوتی ہی اُنکا تشریف لانے کا حال ویسا ہی ہی جیساکہ تم عالم مثال مین دیکھتے ہو کہ

فلان آیا اور فلان گیا مگر نہ اُنکی مسافت ہوتی ہی نہ اُسکا راستہ ہوتا ہی باوجود اسکے پھر دروازہ سے آتے ہوئے خواب مین اشخاص کو دیکھتے ہو۔

بہرحال چونکہ تمنے قرأت آلہی یعنی کلام و تکلم دونون کو پایا ہی اسواسطے تم اہل قرآن ہو لیکن یہ مرتبہ بہت بڑا ہی کہ تم جب قرأت کرتے ہو تو متصف ہوجاتے ہو صفت آلہیہ کے ساتھ گویا سلوک کا اعلیٰ مرتبہ طی ہوتا ہی اور بارگاہ قرب مین باریابی پاتے ہو اسواسطے اُس بارگاہ کے لیے ایک دروازہ ہی وہ دروازہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہی قرآن مین فرماتا ہی اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ؕ چاہیے تھا کہ استعذ باللہ کہتے مگر عبداللہ بن مسعود نے جب استعیذ باللہ پڑھا تو آپنے فرمایا کہو اعوذ باللہ اسی طرح مجھے جبرئیل نے بتایا اور اُنھون نے لوح محفوظ سے اور لوح محفوظ مین جناب باری سے لفظ اعوذ باللہ نازل ہوا لہذا لفظ اعوذ باللہ اختیار کی گئی بجاے لفظ استعیذ باللہ کے اگرچہ لفظ قرآنی اسکے موافق ہے اسکے معنی ہین کہ ای اللہ مین پناہ مانگتا ہون تیری ذات کے وسیلہ سے شیطان رجیم مردود سے۔

قرآن کے معنی سمجھنا آسان نہین ہی اسواسطے کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی اور جسقدر وجوہ اعجاز ممکن ہین وہ سب اسمین موجود ہین اور ہمیشہ موجود رہینگے کہ آنحضرت کی نبوت کے اوپر دلالت کرتے ہین اور نبوت عام اور ہمیشہ رہنے والی ہی اسواسطے دلیل بھی ویسی ہی عام اور شامل تمام وجوہ اعجاز کو اور ہمیشہ رہنے والی ہونا چاہیے اُن تمام وجوہ کا احصا تو ناممکن ہی مگر مدعا موافق ضرورت کے سمجھنے کے لیے علم لغت عربی کا جاننا اور قواعد اور نحو عربی سے واقف ہونا علم معانی و بیان اور بدیع سے آگاہ ہونا اور حدیث اور اصول حدیث سے واقف ہونا اور فقہ اور اصول فقہ سے اور علم تجوید و قرأت سے واقف ہونا ضروری ہی باوجود اسکے فہم مستقیم اور فراست صحیحہ کا ہونا بھی ضروری ہی اور تفسیر بالرائے کرنا درست نہین ہی مراد تفسیر بالرائے سے یہ ہی کہ خلاف علوم مذکورہ کے دل سے گڑھ لینا معنی کا صحیح نہین البتہ فراست اور علم سے کہنا درست ہی بلکہ نکات صوفیہ ایک خاص لطف دیتے ہین اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ قرآن کا ظاہر ہی اور باطن ہی ایک مطلع اور حد ہی حد سے تجاوز نہ ہو تو تاویل بھی درست ہی۔

سُورَةُ الفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَات

سورہ فاتحہ مکی ہے اور وہ سات آیتین ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

شروع اللہ کے نام سے ہی جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ مٰلِكِ يَوْمِ

سب تعریف اللہ کو ہی جو سارے جہان کا پالنے والا ہی بہت مہربان نہایت رحم والا ہی مالک

الدِّيْنِ ٥ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ٥ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

انصاف کے دن کا تیری ہی بندگی ہم کرتے ہین اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہین چلا ہمکو

الْمُسْتَقِيْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ٥ غَيْرِ

سیدھی راہ راہ اُن کی جن پر تونے فضل کیا نہ جن پر

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ اٰمِيْن

غصہ کیا گیا نہ جو بھٹکے ہوئے ہین اے اللہ قبول کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفاتحہ سورۃ یہ لفظ سور البلد سے ماخوذ ہی اسکے معنی شہر پناہ کے ہین وہ محدود و ممتاز کرنے کے لیے ہی اسی طرح جو کلام محدود و ممتاز ہی اور سابق و لاحق سے اُسکو جدائی ہی اُسکو سورۃ کہنے لگے ہین قرآن شریف مین اس طرح کے ممتاز کلام کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علامت

ٹھرائی گئی ہی جس جگہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی سوائے سورۂ نمل کے کہ جزو اور داخل ہی وہ جگہ سورۃ کی ابتدا کی ہی اور اُسکے اوپر اگر کوئی کلام ہی تو اُس سے جدا کرنے کی علامت ہی۔
اس لحاظ سے قرآن شریف مین ایک سو چودہ جگہ بسم اللہ لکھی ہی سورتون کی بھی یہی تعداد ہی کیونکہ سورۂ براءۃ کے شروع مین بسم اللہ نہین ہی اسواسطے اُسکو مستقل سورہ نہین کہا جاتا ہی بلکہ سورۃ انفال کا تتمہ ہی بعض نے اسکو بھی سورۃ مانا ہی اور بسم اللہ نہ ذکر کرنے کی یہ وجہ بتائی ہی کہ اُسمین چونکہ جدال وقتال کا حکم ہی اور غضب الٰہی کا وعدہ ہی اسواسطے اُس سورۃ کو آیۂ رحمت سے شروع کرنا مناسب تھا اس اعتبار سے ایکسو پندرہ سورتین قرآن شریف کی ہوئین۔
جو سورۃ قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہی اُسکو مکّی کہتے ہین اور جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہی اُسکو مدنی کہتے ہین اس اعتبار سے یہ سورۃ جسکو سورۃ فاتحہ کہتے ہین مکّی ہی اس واسطے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سورۃ قبل ہجرت بلکہ قبل بعثت نازل ہوئی کیونکہ وقت نزول مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شریک زندگی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے شکایت کی کہ جب مین تنہا ہوتا ہون تو یا محمد یا محمد کی صدا سنتا ہون اُنھون نے مشورہ دیا کہ حضرتِ ابوبکر کے ساتھ جا کے حضرت ورقہ بن نوفل سے اس حالت کو ذکر کیجیے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو ورقہ نے آپ کو ہدایت کی کہ جب اس قسم کی آواز آپ سُنیے تو اُسکی طرف متوجہ ہو جیے چنانچہ آپ نے پھر جو یا محمد کی ندا سُنی تو آپ نے فرمایا لبیك تو اُسوقت یہ سورۃ نازل ہوئی ارشاد ہوا کہ پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آخر سورہ تک اس سے معلوم ہوا کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی اُسوقت تک ورقہ زندہ تھے اور ورقہ قبل بعثت کے وفات کر گئے یہ ایک بزرگ تھے جنھون نے شرک کو ترک کرکے توحید اختیار کی تھی اور عیسائیت مین داخل ہو گئے تھے توریت اور انجیل کو عبرانی سے عربی مین ترجمہ کرتے تھے اہل کتاب کے علوم سے آگاہ ہو گئے تھے انکے پاس اول نزول کے وقت بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود لیگئی تھین اور پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھیجا۔ اس سورۃ کو سورۂ فاتحہ اسواسطے کہتے ہین کہ ترتیب قرآنی مین یہ سورۃ سب سے پہلے ہی اگرچہ اسکے پہلے اقرأ اور ن اور مزمل ومدثر نازل ہو چکی تھین۔ سورۃ کے نام توقیفی یعنی شارع کی طرف سے معین ہین جس طرح کتب منزلۂ سماویہ مین اجزا کے نام ہین اسی طرح سورتون کے بھی نام ہین کسی نہ کسی مناسبت کو ملحوظ رکھا گیا ہی کبھی جزو اول سے نام رکھا گیا ہی کبھی مقصد قصّہ سے کبھی ممتاز شخص کے ذکر سے کبھی بلحاظ حکم کے نام

رکھا گیا ہی کسی نہ کسی مناسبت سے اسماء سورتون کے شارع علیہ السلام نے ارشاد فرمائے ہین ایک سورۃ کے مختلف نام بھی ہین چنانچہ اسی سورۂ فاتحہ کے اور بھی بہت سے نام ہین منجملہ اُن کے اسکو شافیہ کافیہ کہتے ہین سورۂ شفاء کہتے ہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ یہ شفاء تمام بیماری کی ہی سوائے موت کے اس سے امراض قلبی کو تو بالیقین شفا ہوتی ہی اور صدق دل سے پڑھنے کے سبب امراض ظاہری کو بھی شفا حاصل ہوتی ہی جیسا کہ تجربہ شاہد ہی اسکو سورۂ حمد سورۂ شکر بھی کہتے ہین اسواسطے کہ حمد کے معنی شکر کے ہین خصوصًا جبکہ نعمت کے مقابل ہو اور ابتدا ہی اس سے اِس سورت کی ہی اسکو سورۂ دعاء اور سورۂ سوال بھی کہتے ہین کیونکہ اسمین دعا کرنے کا اور سوال کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہی اسکو سورۂ کنز یعنی خزانہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین حدیث وارد ہوئی ہی اللہ نے سورۂ فاتحہ کو عرش کے کنز وخزانہ سے نازل فرمایا ہی اسکو سورۂ اساس بھی کہتے ہین اور اسکو ام القرآن وام الکتاب بھی کہتے ہین اسواسطے کہ یہ اصل وبنا ہی تمام معانی قرآنی کی کیونکہ قرآن شریف مین یا تو ذات وصفات توحید باری اور اُسکے اسماء وافعال کا ذکر ہی یا آخرت کا اثبات ہی یوم الجزاء کے احوال مذکور ہین اسیطرح طریقۂ عبادت واحکام طاعت ہین جبر وقدر کا ذکر ہی امثال اچھون کے اور برون کے ہین احوال آخرت صالح وطالح نیک کار وبدکار کے ہین یہ سب امور مجملاً اس سورۃ مین مذکور ہین جیسا کہ مفصل آگے آتا ہی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس سورۃ کو سبع مثانی اور سورۃ الصّلوٰۃ بھی کہتے ہین سورۃ الصّلوٰۃ اسواسطے کہتے ہین کہ ہر نماز مین اسکا پڑھنا لازم ہی خواہ فرض ہو جیسا کہ امام شافعی کا قول ہی کہ اگر یہ نہ پڑھی جاویگی تو نماز ہی نہ ہوگی چاہے عمداً ہو یا سہواً سہواً بھی سجدۂ سہو اسکے نقصان کو دور نہین کرسکتا ہی امام پڑھنے والا ہو یا منفرد ومقتدی ہو یا لاحق یا سابق ہر شخص پر فرض ہی کہ یہ سورۃ نماز مین پڑھے خواہ اسکو پڑھنا فرض نہ سمجھا جاوے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہی واجب ہی لازم ہی صرف فرق ہی تو یہ ہی کہ اگر سہواً کسی نے اسکو ترک کیا اور سجدۂ سہو کرلیا تو اُنکے نزدیک نماز ہوجاویگی اور باقی صورتون مین اُنکے نزدیک بھی اعادہ لازم ہوگا۔ اسی طرح نماز مین اِسکا ہونا خواہ حقیقۃً ہو یا حکمًا کافی ہی یہانتک کہ امام کے پیچھے اگرچہ مقتدی نہ پڑھے مگر بقاعدۂ قرأۃ الامام قرأۃ له امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہی نماز بغیر فاتحہ نہین کہی جاسکتی ہی اسیطرح امام اگر مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو تو حنفیہ کے نزدیک جب وہ دو رکعتین اپنی ادا کرنے لگے تو بقدر قرأۃ فاتحہ کے خاموش کھڑا رہے کیونکہ وہ حکمًا امام کے پیچھے ہی

اور امام کی قرأۃ حکماً وہان موجود ہی ایسے ہی جبکہ صلوٰۃ خوف مین اپنی نماز مقتدی ادا کرنے لگین تو بھی
بقدر قرأۃ فاتحہ کھڑے رہین بعض احناف نے بھی ان دونون صورتون مین سورۂ فاتحہ کے
پڑھنے کا حکم دیا ہی بعض نے جہریہ کے علاوہ سریہ مین پڑھنے کو افضل سمجھا ہی بعض سکتات امام مین
قرأۃ کا اس سورۃ کے حکم دیتے ہین باقی اور تمام صورتون مین سب متفق ہین کہ اسکو نماز مین پڑھنا
ہوگا اور چونکہ ہر نماز مین مکرر پڑھی جاتی ہی اسواسطے سبع مثانی کہتے ہین اور سبع اسوجہ سے کہتے ہین
کہ سات آیتین اس سورۃ کی بالاتفاق ہین بعض بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو ایک آیت مستقل لیتے
ہین اور انعمت علیہم کو آیت نہین مانتے ہین بعض انعمت علیہم پر آیت مانتے ہین مگر بسم اللہ
الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین کو ایک آیت مانتے ہین اور فرق کرنے کو ناپسند کرتے ہین
یہ مسلک شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کا ہی بعض بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو ایک مستقل آیت مانتے ہین
پھر یہ اختلاف کرتے ہین کہ اسکو قرآن مین داخل سمجھنا چاہیے یا نہین ایک گروہ قلیل کہتا ہی کہ مستقل
آیت نہین ہی بلکہ سورۂ نمل مین جزو آیت نازل ہوئی ہی مگر محققین اسکو آیت مستقل سمجھتے ہین قرار
و فقہا رمکہ و کوفہ تو اسکو جزو سورہ مانتے ہین اور دیگر فقہاء و قرار مدینہ و شام و بصرہ اور تمام عراق
اسکو جزو سورۃ نہین مانتے ہین جو لوگ اسکو جزو سورۃ سمجھتے ہین اُنکے نزدیک ضروری ہی کہ جب سورۃ
پڑھی جاوے تو اسکی بھی تلاوت کرنا چاہیے اور جس طرح نماز مین سورۃ پڑھی جاوے اُسیطرح اسکو بھی
پڑھنا چاہیے صلوٰۃ جہریہ مین بالجہر اور صلوٰۃ سریہ مین بالخفاء والسر پڑھنا چاہیے امام شافعی کا یہی
مسلک ہی امام ابوحنیفہ اور دیگر کبار فقہاء اسکے قائل ہین کہ یہ آیت فصل سورۃ کے لئے نازل کی گئی ہی
جزو سورت نہین ہی اس آیت کا نزول مرارًا ہوا ہی جتنی سورتین ہین اُتنی بار بلکہ ایک مرتبہ زائد سورۂ
نمل مین جزو آیت ہو کے نازل ہوئی ہی اس لحاظ سے بسم اللہ جزو فاتحہ نہین ہی اور سات آیتین
اُسکے علاوہ اس سورۃ کی ہین اور اسکا پڑھا جانا فاتحہ کے طور سے نہ چاہیے بلکہ افتتاح کی دعا کے
طور پر قبل سورۂ فاتحہ کے پڑھے اور ہر نماز مین خواہ سری ہو یا جہری قرأۃ بسم اللہ کی بالسر ہونا چاہیے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ و دیگر کبار صحابہ سے یہی مروی ہوا ہی کہ وہ لوگ الحمد للہ
رب العالمین سے اپنی نماز کو پکار کر پڑھنے لگتے تھے اگر بسم اللہ جزو سورۃ ہوتی تو اُسکو بھی اُسی
سورۃ کے طور پر پڑھتے۔

یہ کہنا کہ اُس حدیث سے جسمین ذکر ہی کہ حضرت اور صحابہ الحمد للہ سے شروع کرتے تھے مقصد
اُس سے سورۃ الحمد للہ رب العلمین ہی یہ کہنا محض تفنن عبارت اور تحسین کلام ہی ورنہ کوئی شخص

اِس طرح سے سورۃ کے نام کو ادا نہین کرتا ہی اسی طرح یہ کہنا کہ ابن عباس رض کہتے ہین کہ جس شخص نے
آیت بسم اللہ کو قرآن سے جدا کیا تو اُسنے ایکسو چودہ آیتین ترک کردین اور قرآن سے نکال ڈالین مسلک
حنفیہ پر اس کہنے سے کوئی اعتراض نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ احناف اسکو آیت گرداننے سے تو انکار
کرتے ہین آیت قرآنی سمجھتے ہین مگر جز و سورۃ نہین اعتقاد کرتے ہین اگر سرے سے آیت نہ سمجھتے تو البتہ
قول ابن عباس رض اُنکے مقابل دلیل ہوتا اس مسلک کی بنا پر جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پکار کر پڑھے
تو ویسا ہی ہی کہ جو قبل فاتحہ کے انی وجہت وجہی للذی الآیۃ پکار کر پڑھین حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہی۔
سورۂ فاتحہ کے قبل بسم اللہ پڑھنا حنفی کو بھی لازم کرلینا چاہیے اسواسطے کہ شافعی کی
اُنکے عقب مین نماز ہوجائے اُن کے بعض اکابر لکھتے ہین کہ اگر امام نے قبل فاتحہ کے اسقدر سکوت کرلیا
کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جاسکتی ہی اور حسن ظن کا مقتضی بھی ہی کہ یقین کرے
کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اس امام نے پڑھی اور جواز اقتداء کی صحت مین شک نہین اور اگر
اسقدر سکوت نہین کیا ہی تو ظاہر ایہی حکم ہوگا کہ نماز مین فاتحہ بدون بسم اللہ کے پڑھی اور ناقص ہی۔ لیکن
فقہائے حنفیہ کے نزدیک قول مفتی بہ یہ ہی کہ ختم سورۃ کے وقت بسم اللہ نہ پڑھنا چاہیے اگرچہ بعض نے
اسکے خلاف کہا اور ضمن آیات غیر سورہ مین بسم اللہ کا پڑھنا کسی کے نزدیک نہین لازم ہی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لوگون نے اس امر مین اختلاف کیا ہی کہ آیا یہ طریقہ کہ بسم اللہ سے کام شروع کیے جاوین
اسلام کی ایجاد ہی یا اگلے امم مین بھی یہ طرز تھا ایک گروہ کہتا ہی کہ پہلے اسلام مین یہ شروع ہوا
کہ بسم اللہ سے کام کی ابتدا ہوئی دوسرا کہتا ہی کہ یہ طریقہ ہمیشہ سے ہی خصوصاً کتب مقدسہ مین
ابتدا بسم اللہ سے ہوتی چلی آئی ہی اور خطوط و کتب کی ابتدا بھی اس طریقہ سے صلحاء و انبیاء کرتے
رہے ہین جیسا کہ خود قرآن شریف مین حضرت نوح کا قول بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا اور حضرت
سلیمان کا قول انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مروی ہوا ہی اور بعض کتب سے
معلوم ہوتا ہی کہ انجیل کی ابتدا بسم الاب والابن والام سے ہوئی ہی اور بعض کتب مین بجائے
الام کے روح القدس کی لفظ مروی ہی یہ بھی کتابون سے معلوم ہوتا ہی اور قدیم نسخ تورات و زبور
بلکہ اساطیر وغیرہ کے دیکھنے والے ذکر کرتے ہین کہ ان کتب کی ابتدا مین ہم معنی بسم اللہ کے عبارت مذکور
ہوتی ہی۔ جو لوگ اسکو اسلام کی ایجاد کہتے ہین اُنکا خیال ہی کہ کتب قدیمہ مین دراصل اس قسم کی عبارت
نہین تھی بلکہ بعد کو قرآن شریف کی دیکھا دیکھی اس قسم کی عبارات لکھ دیے گئے مگر صراحۃً اس کے

خلاف وہ روایت ہی کہ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ کفار قریش اپنے کتب وخطوط کو اپنے بتون کے
نام سے شروع کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باسمك اللهم سے شروع کرنا اختیار کیا مگر
جب قل ادعوا الله اوادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فله الاسماء الحسنیٰ نازل ہوا تو آپ نے
بسم الله الرحمن سے شروع اختیار کیا پھر جب سورہ نمل مین حضرت سلیمان کی عبارت نازل ہوئی
تو آپنے بھی اُسی کو اختیار کیا بسم الله الرحمن الرحیم اس سے معلوم ہوا کہ قریش کی عادت تھی
کہ بتون کے نام سے شروع کرتے تھے ظاہر ہی کہ اسی طریقہ سے موحدین اہل کتاب خدا کے نام سے
شروع کرتے ہونگے حق یہ ہی کہ خدا کے نام سے شروع کرنا تو قدیم ہی مگر اس عبارت مخصوص سے اسمار کے
ساتھ شروع کرنا اسلام سے شروع ہوا ہی۔ حضرت سلیمان کی عبارت کا ترجمہ عربی مین ان اسمار کے
ساتھ کیا گیا ہی اسمین شک نہین ہی کہ عبارت عربی مخصوص مین جو قواعد ہین وہ دوسری زبان
مین حاصل نہین ہو سکتے ہین اُنکے لحاظ سے اگر اسکو مخصوصات اسلام سے شمار کیا جاوے تو بالکل
بجا ہی جو لوگ زبان عربی کے قواعد سے صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع سے واقف ہین اُنکو معلوم
ہی کہ اس عبارت مین کیا خوبی ہی مختصر اُسکے لیے چند امور کو ہم یہان ذکر کرتے ہین لفظی تحقیق سے اس
امر کی وضاحت ہو جاویگی کہ یہ الفاظ سرچشمہ خوبیون کا ہین۔ پہلا حرف باء ہی جو حروف جارسے ہی
حرف جار کا محل مفعولیت ہی اسی وجہ سے بار مثلا فعل لازم کو متعدی کر دیتی ہی جیسے مررت بزید
مین یا قام بہ مین فعل کو زید پر واقع کرا دیا ہی اس حرف کو اختیار کرنے مین بہت سی خوبیان ہین
منجملہ اُنکے یہ ہے اس کے معنی مصاحبت کے اور استعانت کے اور برکت کے یہان صحیح ہوتے ہین اور
بھی معانی ہین جیسے قسم اور انصاف وغیرہ انکے احتمال کو بعید سمجھا جاتا ہی اور اسرار اس حرف کے ساتھ
ابتدا کرنے مین یہان چند امور ذکر کرتا ہون اگرچہ اُسکے اسرار بہت ہین منجملہ اُنکے یہ ہی کہ پہلا حرف
الف ہی مگر الف مین ترفع وتکبر ہی اور بے مین تکسر وتواضع ہی الف کو اختیار نہ کرنا اور بار کو اختیار
کرنا اشارہ اس جانب ہی کہ جو تواضع کرتا ہی اُسکو تقدم دیا جاتا ہی اور اُسکو اللہ رفعت عطا فرماتا ہی
دوسرے بار مقدم کیا گیا اسواسطے کہ وہ الصاق کے لیے ہی اور الصاق مقدم ومقصود ہی تیسرے بار
ہمیشہ مکسور ہوتی ہی اور اللہ فرماتا ہی انا عند منکسرة القلوب۔ چوتھے اسمین انکسار ہی اور اسکے ساتھ
ہر ایک ہی نقطہ کو قبول کرتی ہی جس سے شائبہ صدیقین کا اسمین پایا جاتا ہی کہ وہ انکسار فروتنی کے
باوجود محبوب واحد کے طالب ہین پانچوین اسمین صدق طلب کی جانب اشارہ ہی کہ قربت حق کی
طلب مین دنیا کو جو منزلہ نقطہ کے ہی زیر پا کر دینا چاہیئے چھٹے الف حرف علت ہی کلام پاک کی ابتدا

اُس سے بہتر و مناسب نہین ہی ساتوین حرف تام با ہی اُسکے قبل کوئی حرف تام نہین ہی آٹھوین بار
حرف عامل ہی اور الف عمل نہین کرتا ہی اسلیے با مقدم ہی نوین یہ حروف شفوی سے ہی کہ اُس کے ادا
کرنے مین ہونٹھ کو اُٹھانا پڑتا ہی تو اسوجہ سے اسمین رفعت ہی دسوین یہ حرف ہی کہ سبکے پہلے انسان
نے اسی سے کلام کی ابتدا کی ہی جیسا اللہ جلّ شانہ نے فرمایا کہ الست بربکم کیا مین تمہارا پروردگار
نہین ہون تو اُسوقت مخلوق انسانی نے کہا بلیٰ ہان اے رب تو ہمارا پروردگار ہی تو لفظ بلیٰ سے
ابتداء تکلم ہوا اسوجہ سے ابتداء کلام قدیم بھی با سے ہوئی۔
اسم کے معنے نام کے ہین اللہ پر اسکا اطلاق بلحاظ ذات باری کے ہوتا ہی جیسے اللہ کا اطلاق کہ
اُس سے مراد ذات جامع ہی جیساکہ آگے آتا ہی یا بلحاظ صفت کے ہوتا ہی خواہ صفات سلبیہ ہون
جیسے قدوس یا صفات ثبوتیہ ہون جیسے علیم یا بلحاظ فعل کے ہوتا ہی جیسے خالق۔ اسم کی اصل
اخفش کے نزدیک اسم یا سم سے ہی اور فعل ماضی کو الف لام داخل کرکے اسم کرلیا ہی جس طرح
آن یآن کو الآن کردیا ہی بصری ناقص واوی خواہ یائی کہتے ہین سمو یا سمی سے اسکو ماخوذ کرتے ہین
جسکے معنی علو کے ہین بعض سمو اسکی اصل لیتے ہین ہرحال مین واؤ یا یا یا واو وغیرہ کو آخر سے حذف
کرکے الف اصل اول مین داخل کرکے اسم کردیا ہی کوفی اصل سمۃ سے لیتے ہین جیسے وزن یزن زنۃ
تا حذف کرکے ہمزہ اول مین داخل کردیا سمت کے معنی علامت کے ہین مگر اس طرح تصرف کرنیکی
نظیر کلام عرب مین نہین ہی اسوجہ سے معتبر پہلا قول معلوم ہوتا ہی کہ سمو بمعنی رفعت کے ہی۔ اس لفظ
کے مختلف لغات ہین مگر مشہور چار ہین اور وہ بنا بر قول بصریون کے ہی۔
ایک اسم دوسرے اسم بضمہ تیسرے سِم بکسر سین چوتھے سُم بضم سین جو لوگ ناقص واوی
کہتے ہین وہ ادعو کے وزن پر لیتے ہین اگر ہمزہ ذکر کیا جائے تو اسم بضم ہمزہ ورنہ بضم سین کہتے ہین
اور جو یائی کہتے ہین وہ ارم کے وزن پر کہتے ہین اور مکسور الہمزہ پڑھتے ہین اور اگر ہمزہ حذف
ہو تو مکسور السین پڑھتے ہین جسوقت با کو دراز لکھتے ہین تو الف کو نہ لکھتے ہین نہ پڑھتے ہین
اور جب با دراز نہین لکھتے ہین تو اُس وقت الف لکھا جاتا ہے یہ رسم خط ہے اسی وجہ
سے بسم لکھتے ہین اقرأ باسم ربك لکھتے ہین با کی درازی کی بہت سی علتین ہین
مگر بڑی علت یہ ہی کہ الف کے گرنے پر دلالت کرتی ہی اور تعظیم ابتداء کلام کی مقصود ہوتی
ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نے کاتب کو حکم دیا کہ با بسم اللہ دراز لکھو۔ اللہ تعالےٰ کے
اسماء توقیفی ہین یعنے شرع کے ظاہر کرنے پر موقوف ہین منجملہ اُن کے اللہ ہی جس طرح ذات اُس کی

عقول کے ادراک سے باہر اسی طرح نام اُسکا ادراک کرنے سے انسان قاصر ہے اسی وجہ سے مختلف اقوال
مین بعض کہتے ہین یہ عبرانی ہے اور بعض کہتے ہین کہ عربی ہے پھر عربی ہونے کی صورت مین اسم ہے یا صفت
ہے مشتق ہے یا جامد ہے علم ہے تفسیر بیضاوی مین ہے کہ یہ صفت ہے مگر ایسی صفت ہے جو بمنزلہ النجم کے ہے
کہ ثریا ہی اُس سے مراد لیا جاتا ہے اسی وجہ سے اسپر دلائل علمیت کے بھی قائم کیے جاسکتے ہین اور
عدم علمیت پر بھی قائم ہوتے ہین جیسے کہا جاتا ہے یہ علم ہے ورنہ لازم آئیگا کہ کلمۂ شہادت جو بالاتفاق
کلمۂ توحید ہے کلمۂ توحید نہ رہے کیونکہ مشتق ہونے کی صورت مین ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور ذات مبہم
مانع شرکت کو نہین ہے اور اگر اسکو علم مانئے تو ذاتِ معینہ پر دلالت کریگا اور وہ مانع شرکت ہے اور دوسری
دلیل یہ ہے کہ اللہ موصوف ہوتا ہے جیسا کہ اسی مقام بسم اللہ الرحمن الرحیم مین دو صفتین ہین جو لوگ
کہتے ہین علم نہین ہے وہ کہتے ہین کہ اللہ اسم صفت ہے اور اسم صفت علم نہین ہو سکتا ہے علمیت مین
شئ مشارٌ الیہ ہو سکتی ہے اور اللہ مشارٌ الیہ نہین ہو سکتا ہے قرآن شریف مین آیا ہے وھو اللہ فی
السموٰت وَهُوَاللهُ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم صفت ہے اِسکو صفت کے
طور پر قرآن شریف مین ذکر کیا ہے العزیز الحمید اللہ الذي مگر اسکو دلیل مین پیش کرنا صحیح نہین ہے
اسواسطے کہ احتمال رکھتا ہے کہ مرفوع ہو ابتداسے یا من قبیل ھذہ الدار ملك للعالم الفاضل
زید کے ہے قرآن شریف مین یہ بھی آیا ہے کہ ھل تعلم له سمیا اس سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ اِس اسم
مین اُسکا کوئی ہمنام نہین ہے بہر حال قاضی بیضاوی کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ جو لوگ اسکو جامد
کہتے ہین وہ کہتے ہین کہ جس طرح اللہ کی ذات پر تسلسل وجود ختم ہے اسی طرح لفظ اللہ پر بھی تسلسل لفظی
تمام ہے اشتقاق کی صورت مین تسلسل لازم آتا ہے مگر یہ دلیل نہین لطیفہ ہے اور جامد کی قسم کلام ہونے کی
توجیہ ہے۔ جو لوگ اسکو مشتق کہتے ہین وہ اسکی اصل نکالنے مین اختلاف کرتے ہین بعض کہتے ہین کہ
اسکی اصل افعال کے وزن پر الٰہ ہے فا کلمہ کو حذف کرکے الف لام داخل کیا اور اسپر دلیل اُنکے
نزدیک یا اللہ ہے کہتے ہین کہ یہ الف لام حذف نہین ہوتا ہے اسوجہ سے کہ عوض مین فا کلمہ کے ہے
اور بعض کہتے ہین اله یا له الاهة والوهة بمعنی بندگی کے ہین اللہ معبود حق کو کہتے ہین اور الٰہ مطلق
معبود خواہ حق ہو یا باطل بعض کہتے ہین اله یاله بکسر العین فی الماضی و فتحہا فی الغابر اسکی اصل ہے
اور معنی اسکے تحیر کے ہین الٰہ کی حقیقت کے ادراک مین ہر عقل متحیر ہے بعض کہتے ہین الھت الی فلان
سے ماخوذ ہے اسکے معنی سکنت الیہ کے ہین قلوب اللہ کے ذکر سے تسکین پاتے ہین بعض کے نزدیک
ولہ سے ماخوذ ہے جسکے معنے تخبط عقلہ کے ہین جو اللہ کی حقیقت کے ادراک مین عقل کو زور دیتا ہے

تو وہ آخر مین متحیر اور عقل باختہ ہوجاتا ہی- بعض کہتے ہین لاہ یلاہ ولاھًا سے ماخوذ ہی جسکے معنی
ارتفع کے ہین اللہ مرتفع عقول سے ہی اور اُسکے معنی اس مادہ سے محتجب کے بھی ہین اللہ عقل سے محتجب ہے،
بعض کہتے ہین الہ الفصیل اذا ولع بامہ سے ماخوذ ہی یا الہ الرجل یالہ اذا فزع بامر نزل علیہ سے
ماخوذ ہی بہرحال اسکے اشتقاق مین تحیّر ہی پتہ ٹھیک نہین ہی لطیفہ اسم اور مسمّی ایک ہی یا علیحدہ علیحدہ
یہ بڑی بحث ہی مقصود یہ نہین ہی کہ تسمیہ اور اسم ایک ہی یا نہین اسکے اوپر اسم کا اطلاق ہوتا ہی بلکہ
بحث اسمین ہی کہ آیا باللہ اور بسم اللہ مین فرق ہی یا نہین حق یہ ہی کہ فرق ہی اور ظاہر بھی یہ ہی معلوم
ہوتا ہی مثلاً شکر کا نام اور شکر اگر ایک ہی ہو تو چاہیئے کہ نام سے زبان شیرین ہو جاوے اسیطرح بہت سے
غیر موجودات ہین جنکا تسمیہ ہی مثلاً عنقا ہی کہ اُسکا وجود کہین نہین ہی کتنے موجود ہین جنکا کوئی نام نہین
ہی اسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اسم اور ہی مسمّٰی اور ہی باللہ اور مقصد رکھتا ہی بسم اللہ اور مقصد
رکھتا ہی بسم اللہ مین مقام مدح کے ساتھ مناسبت خاص ہی جو باللہ مین نہین ہی نام جسکا برکت والا
ہی اُسکی برکت ذاتی کا کیا ذکر ہی اور استعانت و امداد اُسکے نام سے کافی ہی الرحمٰن فعلان کے وزن پہ
مبالغہ کا صیغہ ہی اور الرَّحِیْمِ فعیل بھی وزن مبالغہ کا ہی عرب کا دستور ہی کہ اگر الفاظ مین زیادتی
کرتے ہین تو معنی مین بھی کثرت ہو جاتی ہی خواہ کمیت کے لحاظ سے یا کیفیت کے لحاظ سے اسیوجہ سے
راحم سے رحیم اور رحمٰن دونون مین زیادتی ہی رحمٰن وہ ہی جو رحمت کرے ہر کس و ناکس پر یہ محلِّ
رحمت دنیاوی ہی کہ خداوند عالم گنہگار اور اطاعت شعار دونون پر رحم فرماتا ہی پرورش کرتا ہی روزی
دیتا ہی مقاصد پورے کرتا ہی حوائج برلاتا ہی- رحمٰن مین بلحاظ کیفیت کے مبالغہ ہی مگر یہ رحمت مخصوص
دنیا کے ساتھ ہی رحیم مین بھی مبالغہ ہی مگر بلحاظ کمیت کے کہ اُسکی رحمت دائمی ہی مگر وہ مخصوص ہی
دار آخرت کے ساتھ اطاعت شعار اور ایماندار کے لیے یہ رحمت ہی کفار رحمتِ رحیم سے محروم ہین
اسیوجہ سے حدیث شریف مین رحمٰن الدنیا و رحیم الاٰخرۃ وارد ہوا ہی کبھی رحمٰن الاٰخرۃ بھی کہتے
ہین اور رحیم الدنیا بھی کہتے ہین مراد اُس سے جلیل رحمت اور حقیر رحمت ہی وہ دنیا مین بھی ہوتی
ہی ہر قسم سے رحمت اللہ کرتا ہی اور آخرت مین بھی بلا استحقاق رحمت کرتا ہی- رحمت کے معنی رقّت قلب
کے ہین مگر وہ یہان صحیح نہین ہوتے بلکہ مراد ارادہ خیر ہی یا ایصال المقصود ہی اسیوجہ سے رحمتِ الٰہیہ
دو قسم کی ہین ذاتی اور صفاتی ذاتی بھی دو قسم کی ہین ایک عام مطیع و عاصی دونون کے لیے
دوسری صرف مطیع کے لیے اسیطرح صفاتی بھی دو قسم کی ہین ایک عام دونون کے لیے دوسری
خاص صرف مطیع کے لیے اسی وجہ سے اس جگہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہا گیا اور ایک جملہ کے بعد

پھر الرحمن الرحیم کہا گیا اگر اس جگہ اسم ذات کو موصوف ٹھہرایا ہی اور بلا واسطہ رحمت رحمانی ورحمن کو عطف کیا ہی اسمین اشارہ رحمتِ ذاتی کے دونون قسمون کا ہی دوسری جگہ بواسطہ رب العٰلمین کے صفت ذات کی الرحمن الرحیم ذکر کی گئی ہی اسمین اشارہ رحمت صفاتی کا ہی اور اُس کی دونون قسمون کو وہان ظاہر فرمایا ہی رحمتِ ذاتی کی مثال وجود ہی اور وجود خاص انبیاء وصلحاء کا رحمت ذاتی خاص کی مثال ہی اور وجود عالم رحمت ذاتی عام کی مثال ہی رحمت صفاتی خاص کی مثال جنت ہی اور عام کی مثال دنیا ہی۔

توضیح کے لیے یہ سمجھو کہ جس طرح ریاست نظام مین ایک صرف خاص ہی اُس سے بھی داد و دہش ہوتی ہی مگر وہ مملوکہ رئیس کا ہی اور ایک دیوانی کا داد و دہش ہی کہ وہ بھی رئیس کا ہی مگر اعتبار بادشاہت کا اُسمین ہی یا ایک ترکہ رئیس کا دوسری ریاست ایک ذاتی ہی دوسرے بلحاظ وصف رئیس کی ہی خدا کی رحمت خواہ ذاتی ہووے یا صفاتی محتاج استحقاق کی نہین ہی اسیوجہ سے بلا استحقاق کے بھی اُسکی رحمت ہوتی ہی اسیوجہ سے اصل رحمت اُسکے لیے ہی خصوصًا وہ جسمین کوئی استحقاق کسی قسم کا ملحوظ نہ ہو وہ رحمت رحمانی ہی اسیوجہ سے رحمٰن مخصوص اللہ کے لیے ہی کسی دوسرے پر اطلاق نہین کیا جاسکتا ہی اور بمنزلہ علم کے ہی قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن وارد ہوا ہی یہ صفت ہی تو بھی مختص حضرت آلہی کی ذات کے ساتھ ہی اسی خصوصیت سے الرحمٰن ذکر مین مقدم کیا گیا ہی اور اللہ کے ساتھ لایا گیا ہی برخلاف رحیم کے کہ وہ مخصوص نہین ہی حالانکہ چاہیے تھا کہ پہلے رحیم ذکر کرتے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتے اُسکے بعد رحمٰن ذکر کرتے مگر لحاظ اس خصوصیت کا کیا گیا کہ رحمٰن خاص اللہ ہی یہ بھی ممکن ہی رحمتِ رحمانی مقدم ہی رحمت رحیمی کے ساتھ یہ امر ظاہر ہی کہ اللہ کے سواے اور جو رحمت کرتا ہی اُس رحمت کی کوئی نہ کوئی علت و داعی ہوتا ہی مثلاً ثواب کی غرض سے رحم کیا جاتا ہی کسی سے اعانت چاہی جاتی ہی اُسکی وجہ سے رحم و مہربانی کرنے کی ضرورت ہوتی ہی کبھی اس غرض سے مہربانی کرتے ہین کہ لوگ تعریف کرین کبھی مال دولت کی محبت دور کرنے کی غرض سے صفت بخل سے نجات حاصل ہونے کی باعث مہربانی سے پیش آتے ہین اور ایسے اسباب ہوتے ہین برخلاف اللہ تعالیٰ کے کہ اُسکی رحمت بلا داعیہ ہوتی ہی اسواسطے رحمتِ رحمانی اُسی کے ساتھ مخصوص ہی۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ رحمٰن کو خصوصیت اسوجہ سے ہی کہ اُسمین مبالغہ زائد ہی اور رحمت اللہ کی تمام مخلوق سے بڑھی ہوئی ہی خواہ اس لحاظ سے کہ اکمل اور اوسع ہی خواہ اس اعتبار سے کہ جو کوئی مخلوق کسی پر مہربانی کرتا ہی وہ شے قدرت آلہی سے اُس مخلوق کے اختیار مین آئی ہی تو درحقیقت وہ مہربانی

اللہ کی ہی اور یہ مخلوق واسطہ اُس مہربانی کا ہی تو کوئی رحمت کسی رحم کرنے والے سے صادر ہو اللہ ہی کی رحمت ہی اور اُسکی رحمت علاوہ اس مخلوق سے ظاہر کرنے کے بہت زائد ہی کسی کو کوئی گیہون دیتا ہی وہ اُگائے ہوے اللہ کے ہین پھر پانی وہوا اُسکی رحمت ہی اور بھی ظاہر ہے کہ مخلوق اپنے فوائد کی غرض سے انعام کرتا ہی اور خدا مخلوق کے اور منعم علیہ کے فوائد کی غرض سے انعام کرتا ہی اُسکو خود کوئی فائدہ نہین ہی اسواسطے رحمت اُسی کی ہی وہ احوال عباد سے واقف ہو کے اُنکے موافق انعام کرتا ہی اور بادشاہ بغیر واقفیت حال منعم علیہ کے انعام کرتا ہی جو انعام انعام نہین رہتا ہی بلکہ باعث بربادی ہو جاتا ہی اسواسطے صحیح معنی مین انعام اللہ کا انعام ہی اُسکے لیے صیغہ مبالغہ رحمٰن مخصوص ہی بحث رسم خط اوپر بار کا مذکور ہو چکا ہی اب دیگر کلمات کا بھی ذکر کر دینا مناسب ہی اللہ دو لام سے لکھا جاتا ہی اور ایک سے لکھنا صحیح نہین ہی برخلاف الذی کے کہ وہ ایک لام سے لکھی جاتی ہی اسکے وجوہ مین ایک وجہ یہ ہی کہ اللہ منصرف ہی اور الذی مبنی دوسرے اگر ایک لام اللہ سے حذف کر دیا جاوے تو التباس آلہ سے ہو جاوے برخلاف الذی کے کہ اُس مین کوئی التباس کا اندیشہ نہین ہی اسی طرح رحمٰن مین الف گرا دیا گیا مگر رحیم مین یا گرائی نہین گئی اسواسطے کہ رحمٰن مین کوئی التباس نہین اور رحیم مین رحم سے التباس ہی جسکے اندیشہ سے رحیم مین یا باقی رکھی گئی۔

بحث اس امر کی کہ بسم اللہ جزو فاتحہ ہی یا نہین سورۂ فاتحہ کے نام کے ذکر مین بیان ہو چکی ہی اور اسی طرح سورۂ فاتحہ کے ساتھ اُسکے پڑھنے کی بھی بحث ہو چکی ہی یہان پر اسقدر اضافہ کیا جاتا ہی کہ احناف کے نزدیک بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورۂ فاتحہ کے ساتھ رکعتِ اولیٰ مین واجب ہی اور جب سورۂ فاتحہ پڑھی جاوے بسم اللہ پڑھنا واجب ہی یا نہین اسمین دو قول ہین مگر مقدم وہی ہی کہ پڑھنا واجب نہین ہی مستحب کے سب قائل ہین حضرت انس بن مالک کی روایت پر احناف نے عمل کیا کہ فرماتے ہین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا کے پیچھے نماز پڑھی آنحضرت نے الحمد للہ سے نماز کی ابتدا کی اور بعض روایت مین ہی کہ وہ لوگ بسم اللہ ذکر نہین کرتے تھے ایک روایت مین ہی مین نے اُن سے بسم اللہ نہین سُنی ایک روایت مین ہی وہ حضرات بسم اللہ کو بالجہر نہین پڑھتے تھے اور عبد اللہ بن مغفل کی روایت مین ہی کہ اُنھون نے بسم اللہ پکار کے پڑھی تو اُنکے والد نے فرمایا کہ اے بیٹے نئی بات کو دین مین نہ پیدا کر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی وہ لوگ بسم اللہ کو

بالجہر نہین پڑھتے تھے۔
حاصل یہ ہی کہ بسم اللہ جزو قرآن ہی مگر جزو سورۂ فاتحہ نہین ہی اسی وجہ سے اُسکو جہریہ مین بھی بالجہر نہین پڑھتے ہین اور بسم اللہ کے پڑھنے کو لازم سمجھتے ہین تو جو روایتین بسم اللہ کے پڑھنے پر دلالت کرتی ہین وہ ہمارے مذہب کے منافی نہین ہین جو بالجہر پڑھنے پر دلالت کرتی ہین اُن سے بیان جواز یا اعلام قرأت بسم اللہ سمجھا جاتا ہی نہ تو لزوم جہر ثابت ہوتا ہی کہ جزئیت پر دلالت کرے نہ افضلیت جہر کی ثابت ہوتی ہی جیسے ابو ہریرہ کی حدیث یا جابر بن عبداللہ کی یا علی کرم اللہ وجہہ کی یا ام سلمہ کی یا ابن عباس رضی اللہ عنہم اُن سب سے بسم اللہ کے پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہی یہی مذہب ہمارا ہی۔ فضائل بسم اللہ احادیث صحیحہ مین بہت منقول ہوئے ہین منجملہ اُنکے یہ ہی کہ جنت کی نہرین بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے قبہ سے نکلتی ہین اور ایک روایت سے ثابت ہوتا ہی کہ جس کاغذ پر اللہ کا نام لکھا ہوتا ہی اور وہ زمین پر پڑا ہوتا ہی اُسکو اگر کوئی اُٹھاتا ہی اللہ کے نام کی عزت کے خیال سے تو وہ شخص صدیقین کے زمرہ مین شمار ہوتا ہی۔ حضرت عمر کو قیصر روم نے اپنے دردِ سر کی شکایت لکھ بھیجی آپنے اُسکو ایک ٹوپی مرحمت فرمائی جب وہ پہنتا تھا دردِ سر جاتا رہتا تھا اُس ٹوپی کو کھول کر اُسنے دیکھا تو اُسنے مکتوب پایا بسم اللہ اُسکی برکت سے دردِ سر دفع ہوجاتا تھا۔ دُرِ مختار مین ہی کہ میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھدی گئی تو عذاب کے فرشتے واپس ہوگئے اللہ کے نام کی بڑی برکت ہی اور اُسکے نام کے یاد کرنے سے دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہین۔ حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا کہ دنیا زہر قاتل ہی اور میرا نام تریاق ہی۔ حضرت رابعہ کے گھر مین چور آئے جب متاع لیکے چلے تو اندھے ہوگئے تین بار ایسا ہی واقعہ ہوا کہ جب چھوڑا تو بینا ہوگئے جب لے چلے تو اندھے ہوگئے آخر مین آواز آئی کہ یہ ہر وقت ہمکو یاد کرتی ہین اسواسطے اسوقت وہ سو رہی ہین ہم اس کی پاسبانی کرتے ہین جس شے پر بادشاہ کا نام لکھدیا جاتا ہی اُسکو چور سرقہ نہین کرتے ہین جہان اللہ کا نام ہوتا ہی نہ شیطان اثر کرسکتا ہی نہ چور نہ درندے جسکے متعلق قصص مختلف کتب مین مروی ہوئے ہین۔ بسم اللہ مین ایک اسم جامع جلالی و جمالی ہی دو اسم جمالی ہین اسمین اشارہ ہی کہ قہر سے ہمیشہ رحمت زائد ہی یہ تین اسم اسوجہ سے اختیار کیے گئے کہ اقسام مخاطب قرآن کے تین ہین فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات آخر کے لیے اسم اللہ اور مقتصد کے لیے اسم رحیم اور ظالم لنفسہ کے لیے اسم رحمٰن ہی۔ واللہ اعلم
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ال استغراق کا ہی یا عہد کا ہی اور لام یا اختصاص کا ہی یا ملک کا ہی

یا استیلا و قہر کا ہی جیسے الجل للفرس اور الدار لزید اور البلد للسلطان ان سب معنون مین لام صحیح ہو سکتا ہی۔ شکر خالص طور پر اُس خدا کے لیے ہی جسکے سوائے کوئی معبود حق نہین ہی اُسکے علاوہ کوئی مستحق شکر نہین ہی خواہ وہ معبود باطل ہون یا دوسرے مخلوق ہون کیونکہ جسقدر انعام ہین سب اُسی سے ہین اُسنے طاعت و فرمانبرداری کے لیے ہمارے اجسام و آلات صحیح و درست عطا فرمائے ہمارے بدنی اعضا ہمارے قابو مین بنائے ہم اُن سے اُسکی فرمانبرداری و عبادت کر سکتے ہین فرائض ادا کر سکتے ہین اُسنے ہمکو رزق دیا اور اُسکو ہمارے جرمون کے باعث کم نہین کیا بلکہ وسعت رزق عطا فرمائی اور غذا دی جس سے اچھی طرح زندگی بسر ہوتی ہی بغیر اسکے کہ اِن انعامات کا ہمکو استحقاق ہو یا اُسکے اوپر یہ انعام لازم ہون پھر اُسنے اِن انعامات پر یہ انعام کیا کہ ہمکو اپنی طرف متوجہ کرنیکو تنبیہ کی غفلت سے ہوشیار کیا اور دینِ حق کی دعوت دی اور اُن اسباب کو مہیا کیا جنسے ہم دائمی خلو و جنت مین حاصل کر سکین اور عذاب مخلد سے نجات پائین یہ انعام ہین جنکے باعث ہم اُسکی ثنا کرتے ہین اُسکی مدح کرتے ہین وہی لائق شکر ہی وہی سزاوار حمد ہی اُسکا شکر زبان سے بھی دل سے بھی اعمال سے بھی ظاہر بھی باطن بھی اول بھی آخر بھی ہر آن و ہر لحظہ ادا کرنا چاہیئے جہانتک ممکن ہوتا ہی ہم اُسکا شکر ادا کرتے ہین مگر صحیح حمد و شکر اُسکا ادا کرنے سے ہم قاصر ہین خصوصًا جس طرح وہ خود اپنے افعال سے اپنی حمد کرتا ہی اُس طرح تو ہماری قدرت سے باہر ہی کہ ہم اُسکی حمد کرین اُسکا نام اللہ ہی جسکی تفسیر اوپر گذر چکی ہی وہ رب ہی کلام عرب مین رب کے معانی مختلف ہین سید مطاع سردار جسکی اطاعت کی جاتی ہی اُسکو بھی رب کہتے ہین اور اُس شخص کو بھی رب کہتے ہین جو کسی شے کی اصلاح کرتا ہی اور اُسکو بھی رب کہتے ہین جو کسی شے کا مالک ہوتا ہی تو یہ یا تو معنی مین فاعل کے ہی اسم صفت یا مصدر ہی کہ اطلاق اُسکا فاعل پر مبالغتًہ ہی جیسے زید عدل یہ ظاہر ہی کہ ہمارا پروردگار سردار و سید ہی جسکے مشابہ و مثیل کوئی دوسرا نہین ہی اُسکی سرداری ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہی اور اصلاح خلق اُسی کے ید قدرت مین ہی اُسی کی وجہ سے درستی عالم کی ہی وہ مالک ہی جسکے اختیار مین امر و خلق دونون ہین۔ عالم ماسوا اللہ ہی یہ جمع ہی جسکا واحد نہین ہی اسکے اجناس و انواع ہین اور ہر نوع عالم ہی اور ہر نوع کے افراد موجودہ اپنے زمانہ مین عالم ہین اس لحاظ سے اُنکی جمع کی جاتی ہے عالم جن عالم ہی اور اس زمانہ کے موجود جن عالم ہین اسی طرح عالم ملائکہ عالم ہین عالم انسان عالم ہین اور اس زمانہ کے انسان عالم انسان ہین سب اقسام حیوانات وغیرہ مگر چونکہ عالم مین انسان اور فرشتہ بھی ہین اور وہ ذوالعقول سے ہین اسواسطے جمع اُنکی ذوالعقول کی جمع کے طور پر آتی ہی

العالمون اسیوجہ سے یہان رب العلمین ارشاد فرمایا وہ اللہ مالک ہی سید ہی درست کرنیوالا ہی تمام عالمون کا خواہ وہ عالم ملک ہون یا ملکوت جن ہون یا انس حیوان ہون یا نباتات غرضکہ سب کا سردار مصلح مالک ہی۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہی اور ہم چونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جزو فاتحہ نہین سمجھتے ہین اسواسطے اسکی توجیہ کی ضرورت نہین کہ تکرار کیون کی گئی ہی اسپر بھی ہم اسکی طرف اوپر اشارہ کر چکے ہین مگر جو لوگ اسکو جزو کہتے ہین اُنکے لیے توجیہ کرنا ضروری ہی ورنہ ہمارا اعتراض اون پر واقع ہوتا ہی کہ تکرار بلا فصل ہی اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہی الحمد للہ الرحمن الرحیم رب العالمین مالک یوم الدین تاکہ اوصاف مناسب یکجا ہو جاوین کلام عرب مین اس قسم کی تقدیم و تاخیر اکثر ہوتی ہی جیساکہ الحمد للہ الذی انزل الکتاب ولم یجعل لہ عوجًا قیمًا قیما مقدم ہی معنًا اور مؤخر ہی لفظًا جیساکہ آگے انشاء اللہ آویگا۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بعض مالک پڑھتے ہین یہی مختار احناف ہی اور اسکے پڑھنے مین اجر زائد ہی بوجہ اسکے کہ ایک حرف زائد ہی اور قرآن کے ثواب مین مروی ہوا ہی کہ ہر حرف کا ثواب ملیگا اور بعض ملک بمعنی بادشاہ کہتے ہین یہ مختار دیگر علماء کا ہی بعض نے مالک کو نصب سے پڑھا اور اُنکی تاویل یہ ہی کہ یا مالک یوم الدین تاکہ آگے کا خطاب ایاک نعبد صحیح ہو جاوے مگر یہ امر قابل لحاظ نہین ہی اسواسطے کہ غیبت سے حضور کی جانب التفات شایع ہی اور متواتر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالجر مروی ہوا کہ وہ صفت بعد صفت اللہ کی ہی البتہ بلحاظ معنی کے ملک پڑھنے مین فائدہ زاید ہی اسواسطے کہ اسمین تخصیص اس بات کی ہی کہ مالک تو وہ عالم بھر کا ہی جیساکہ رب العالمین سے معلوم ہوگیا مگر ملک بھی اُس دن اُسی کے لیے ہی اور یہ جو مدعی بادشاہت ہین یا دنیا کے بادشاہ ہین اُسدن کسیکی بادشاہت نہ رہیگی اللہ ہی کے لیے بادشاہت ہو جاویگی اسلیے ارشاد ہوا ہی یوم ہم بارزون لا یخفی علی اللہ من شئ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار یوم الدین جزا کا دن اور حساب کا دن اسواسطے کہ دین کے معنی حساب و جزا کے کلام عرب مین آئے ہین اور یہی معنی دین کے ہین مگر اس جگہ مراد اُس سے مناسب تر یہی معنی ہین فلولا ان کنتم غیر مدینین سے یہ ہی سمجھا جاتا ہی۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ ای اللہ ہم تیرے ہی لیے خشوع و خضوع ذلت و مسکنت کرتے ہین اور تیرے ہی لیے اقرار ربوبیت کرتے ہین کسی دوسرے کے لیے ربوبیت نہین سمجھتے ہین۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تیری ہی مدد ہم طلب کرتے ہین تمام اپنے امور مین یہانتک کہ تیری اطاعت

ذ فرمانبرداری مین تیری عبادت مین سب مین تیری مدد درکار ہی تیرے سوائے جو معبود باطل ہین اُنکی مدد کی ہمکو حاجت نہین نہ اُن سے ہم طلب اعانت کرتے ہین۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہدایت کے معنی توفیق کے ہین پورے جملہ کے معنی یون ہوئے ای اللہ ہم تیرے ہی عبادت کرتے ہین کسیکو شریک نہین کرتے ہین نہ کسی بُت کی عبادت کرتے ہین یا کسی اور شی کی سوائے تیرے سب کی عبادت سے روگردانی کی ہی تو ہمکو مدد دے اپنی اطاعت کرنے کی اور توفیق دے اُس راہ کی اور ثابت قدم رہنے کی جسپر تیرے دوست اور منعم علیہم انبیا روغیرہ چلے۔ اور مراد الصراط المستقیم سے راہ کشادہ ہی کہ جسمین کسی قسم کی کجی نہین ہی مگر زبان عرب مین پھر استفادۃً ہر وصف اور قول ہی اور عمل کو صراط مستقیم کہنے لگے مراد اس سے اسلام ہی قرآن ہی طریقۂ نبوی و طریقۂ خلفاے راشدین خصوصًا حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مراد طریقہ و ہدایت و منہاج انبیار و صلحار و مؤمنین کے ہی جسطرح ارشاد ہوتا ہی ولو انہم فعلوا یوعظون بہ الی حسن اولئك رفیقا مراد یہ ہی کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرمائیے کہ ای اللہ ہمکو ایسی راہ کی توفیق دے عبادت و طاعت مین جو راہ تیرے انبیا اور دوستونکی ہی اور صدیقین و شہدا کی ہی۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ جایز ہی کہ نصب غیر کو پڑھا جاوے مگر قرأت متواترہ اسکے خلاف ہی اس جہت سے دو اعراب اسکے ہوسکتے ہین یا تو صفت انعمت علیہم کی ہی یا عطف اُسپر ہی اور غیر کے معنی نفی کے ہین نہ کہ استثنا یا سوی کے کہ اس جگہ محاورۂ عرب کے لحاظ سے درست نہین ہوسکتے ہین اس لحاظ سے معنی یہ ہونگے کہ وہ لوگ جنپر تونے انعام کیا ہی وہ ہین کہ جو نہ اُنپر تونے غصّہ کیا ہی نہ وہ گمراہ ہین یا یہ معنی ہونگے کہ ہمکو توفیق دے ایسی راہ کی کہ جو منعم علیہم کی ہی نہ ایسی راہ کی جو راہ مغضوب علیہم اور گمراہ ہونیکی ہی قرآن شریف مین وصف وباؤ بغضب من اللہ یہود کا ذکر کیا گیا ہی اور نصاری کے حق مین ارشاد ہوا اضلو اکثیرا و اضلوا عن سواء السبیل اور ایسا ہی احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مراد مغضوب علیہم سے یہود ہین اور ضالین سے نصاری ہین حاصل یہ ہوا کہ ای اللہ تو راہ ہمکو اپنے دوستونکی دکھا اور اسی پر قایم رکھ انھین کی اتباع کی توفیق دے نہ کہ اُنکی راہ جو تیرے غضب کے مستحق ہین جنپر تونے اُن کی بداعمالیون کی وجہ سے غصہ کیا ہی نہ اُن لوگون کی اتباع کی توفیق دے کہ جنھون نے گمراہی اختیار کی نہ یہود کے ایسے ہوجاوین نہ نصاری کے ایسے ہوجاوین جسکی وجہ سے سیدھی راہ انبیا کی ہمارے ہاتھ سے جاتی رہے۔

آمین کے معنی اجب یعنی قبول کر ہماری دعا وارد ہوا ہی یہ لفظ عربی کا ہی یا غیر عربی ہی اسپر اختلاف کیا گیا ہی مگر اسکا استعمال عربی مین ہوا ہی یہ بالاتفاق کلام اللہ سے نہین ہی اسکا پڑھنا قرآن شریف کے ساتھ مسنون ہی مگر اسکا لکھنا قرآن کے طور پر درست نہین ہی۔ جب سورۂ فاتحہ پڑھی جاوے اُسوقت پڑھنا

اس لفظ کا بھی سنت ہی مگر حنفیہ کہتے ہین کہ بالجہر آمین نہ کہنا چاہیئے اسواسطے کہ دعا ہی اور دعا کیلئے قرآن شریف
مین ادعوا ربکم تضرعًا وخفیةً وارد ہوا ہی اور جسقدر اذکار صلوٰتی ہین سب بالسر ہین تو یہ بھی بالسر ہونا
چاہیے اور شافعیہ اور اہل حدیث اسکو بالجہر پڑھنے کے قائل ہین اختلاف افضلیت مین ہی نہ کہ حرمت مین
یا عدمِ جواز مین مگر یہ امر یقینی ہی کہ آنحضرت اور صحابہ نے دونون باتین کین بالجہر بھی آمین کہا اور بالخفا بھی
ہم اول کو بیان مسئلہ اور ابتدا امر کے اوپر محول کرتے ہین اور ہمارے مخالف اسکو دوامی مانتے ہین مگر فحوائے
حدیث سے یہ ہی معلوم ہوتا ہی کہ آمین بالسر ہونا چاہیئے اسواسطے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جسوقت امام آمین کہے
تم بھی آمین کہو یا جسوقت امام ولا الضالین کہتا ہی تو فرشتے آمین کہتے ہین تم بھی آمین کہو تو جسکی آمین امام کے
یا فرشتون کی آمین کے مطابق اور اُسکے ساتھ ہوگئی اُسکی بخشش ہو جاویگی۔ ظاہر ہی کہ اگر آمین امام بھی پکار کے پڑھے
اور مقتدی بھی تو یہ امر اتفاقی نہین رہتا ہی نہ ایسا کوئی امر ہی جسمین بہت غور اور احتیاط کی ضرورت ہو بلکہ
یہ تو محض امام کے آمین کہتے ہی آمین مقتدی کے کہنے سے حاصل ہو سکتا ہی فمن وافق تامینہ تامین الامام
کے جملہ کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔ بہرحال آمین کے لیے بالسر کہنے کی افضلیت ہمارے نزدیک قوی ہی۔
لطیفہ بعض اہلحدیث آمین اسقدر چیخ کے پڑھتے ہین کہ دوسرے نمازی کی نماز مین خلل پڑتا ہی ایسا ہی ہمارے محلّہ کی
مسجد مین بھی ایک وہابی کرتے تھے اُنکو ہمارے والد جناب مولانا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر سے روکا تو مولانا
عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آمین بالجہر بھی تو حدیث سے ثابت ہی اسکے جواب مین برجستہ مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ
موہانی نے فرمایا کہ آمین بالشر حدیث سے ثابت نہین ہی۔ بالجہر شافعی کہتے ہین ہم اُنکو نہین روکتے ہم تو بالشر کو روکتے ہین۔
اتباع سنت شئ آخر ہی اور تعصب ائمہ مجتہدین کے ساتھ شئ آخر ہی ایک دوسرے مین امتیاز کرنا چاہیئے واللہ اعلم۔
یہان پر ایک مسئلہ اور بھی سمجھ لینے کا ہی وہ یہ کہ اگر کوئی شخص الحمد کا ترجمہ پڑھے تو آیا وہ ادائے واجب کریگا
یا نہین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ قرآن اور ہی اور ترجمہ اور ہی حکم قرآن پڑھنے کا ہی ترجمہ سے وہ
ادا نہین ہوتا ہی چاہے قادر عربیت پر ترجمہ پڑھے یا غیر قادر پڑھے امام ابوحنیفہ سے مروی ہی کہ قرآن کے معنی بھی
قرآن ہین چاہے غیر قادر معنی پڑھے یا قادر ہر حالت مین ادائے واجب ہو جائیگا مگر اس قول سے امام صاحب نے
رجوع کی ہی۔ امام محمد و امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جو عربی کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ ترجمہ پڑھے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی
یہان پر دو مسئلہ قابل بحث ہین ایک یہ کہ وہ لوگ جو عربی نہین پڑھ سکتے مگر ترجمہ اپنی زبان مین مثلاً انگریزی مین پڑھ
سکتے ہین تو اُنکو جبتک قرآن عربی نہ سیکھ لین ترجمہ پڑھنا کافی ہی مگر اُنکو قرآن عربی سیکھنا لازم ہی دوسری
جو لوگ حروفِ عربی نکال نہین سکتے اُنکو تا بامکان تصحیح مخارج کرنا چاہیئے ورنہ اُن سے تکلیف ساقط ہی
اور محقق یہ ہی کہ جبتک معنی نہ بدل جاوین نماز صحیح ہو جاتی ہی۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُونَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ بقر مدنی ہے اور وہ دوسو چھیاسی آیتین اور چالیس رکوع ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم والا ہی

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ

اس کتاب مین کچھ شک نہین راہ بتاتی ہی پرہیزگارون کو جو

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○

یقین کرتے ہین غیب کے ساتھ اور درست کرتے ہین نماز اور ہماری دی ہوئی چیزونسے کچھ خرچ کرتے ہین

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ

اور جو یقین کرتے ہین اُسکے ساتھ جسکو اُتارا ہمنے تجپر اور جسکو اُتارا تم سے قبل اور آخرت کے ساتھ

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

یقین رکھتے ہین اُنھون نے پائی ہے راہ اپنے پروردگار کی اور وہی مراد کو پہونچنے والے ہین

سورۂ بقرہ مدنی ہی صرف ایک آیت واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ حجۃ الوداع مین نازل ہوئی ہی مگر بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہی اسواسطے اسکو مدنی کہتے ہین یہ سورۃ پہلی سورۃ بعد ہجرت کے ہی کہ جو نازل ہوئی ہی اسکے تین نام مشہور ہین۔ سورۂ بقر کیونکہ اسمین ذبح بقر کا ذکر ہی حضرت عبداللہ بن مسعود نے جس جگہہ یہ سورۃ نازل ہوئی اُس مقام کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ھذا مقام انزل علیہ سورۃ البقرۃ۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ سورۂ بقر کہنا ناجائز ہی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ سورۃ جسمین ذبح بقر کا حکم ہی مگر محققین کہتے ہین جائز ہی اور جو نہی مروی ہوئی ہی وہ منسوخ ہی اسواسطے کہ ابتدا اسلام مین کفار سورۂ بقرہ کہنے سے مذاق اُڑاتے تھے تو اُسوقت لوگون کو اس نام سے پکارنے سے روکا گیا مگر جب اسلام شایع ہوگیا اور شعار اسلام کی تعظیم ہونے لگی تو اس سورۃ کو بقرہ کہا جانے لگا۔

خالد بن سعدان اسکو فسطاط القرآن یعنی قرآن شریف کا خیمہ کہتے تھے اسواسطے کہ یہ

سورۃ سب سے بڑی سورۃ ہی دو سو [٢٨٦] چھیاسی یا ستاسی [٢٨٧] آیات ہین اور چھ ہزار [٦١٢١] ایکسو اکیس کلمات
ہین اور پچیس [٢٥] ہزار حروف ہین اور چالیس [٤٠] رکوع ہین ایک ہزار [١٠٠٠] امر ہین ایک ہزار [١٠٠٠] نہی ہین
ایک ہزار [١٠٠٠] خبرین ہین اور پندرہ [١٥] مثل ہین انمین اس کثرت سے احکام ہین کہ جو اس سورۃ کو یاد
کرلیتا تھا وہ صحابہ مین رتبۂ جلیل پاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آٹھ برس تک اسکی تحصیل مین
مصروف رہے اسکے کثرت احکام اور عظمت کے باعث آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مثل بادلون کے یا مثل غول پرندون کے قیامت مین یہ دونون سورتین سورۂ بقر اور آل عمران
آئینگی اور اپنے پڑھنے والون کے لیے سایہ ہونگی اور شفاعت کرینگی حضرت عباس رضی اللہ عنہ
وغیرہ سے اسکا نام سنام القرآن بھی مذکور ہوا ہی سنام اعلی کو کہتے ہین حدیث شریف مین آیا ہی
کہ آپ نے فرمایا ای القرآن افضل کون حصّہ قرآن کا افضل ہی صحابہ نے عرض کیا اللہ اور
اللہ کا رسول زیادہ جانتا ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ بقرہ ہی پھر فرمایا کہ اُسکے آیات سے کون
افضل ہی فرمایا آپ نے کہ آیۃ الکرسی ہی اُسکو سیدۃ الآیات بھی کہتے ہین۔ حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آپنے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اپنے گھرونکو
قبر نہ بنالو بلکہ اُسمین قرآن پڑھو شیطان اُس گھر سے بھاگتا ہی جہان سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہی۔

اس سورۃ کو سورۂ فاتحہ سے مناسبت ہی اسواسطے کہ اسمین ربوبیت حق مذکور ہی اسمین
معرفت رب کا ذکر ہی یؤمنون بالغیب اسمین عبودیت مذکور ہی اسمین احکام عبادت ہین اسمین
طلب ہدایت ہی اسمین ہدایت ہی اُس طریقہ کی جس سے سب مایحتاج معلوم ہو جاوے۔

سورۂ فاتحہ کے آخر مین طلب ہدایت اور اُسکی دعا ہی اور اسمین ابتدا ذکر ہی کہ ہدایت کن
لوگون کو ہو سکتی ہی سورۂ فاتحہ کی ابتدا الحمد سے ہوئی جو ظاہر ہی سورۂ بقر کی ابتدا الم سے ہوئی
جو اسرار سے ہی اسوجہ سے اسکی تاویل مین اختلاف ہو گیا ہی بعض کہتے ہین کہ یہ متشابہات سے ہی
اسکی تاویل کرنے کی ضرورت ہی نہین اسواسطے کہ اسکا علم اللہ ہی کو ہی ہمکو اُسپر ایمان لانا کافی ہی
یہ ایک قسم کی تکلیف عقل پر ہی کہ باوجود اسکے کہ معنی نہ سمجھے جائین پھر بھی ایمان لے آئے حضرت ابو بکر
اور حضرت علی وغیر ہما سے ایسا ہی مروی ہوا ہی بعض کہتے ہین کہ اسکی تاویل معلوم ہو سکتی ہے
بعض کہتے ہین صرف آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو سکتی ہی جو اصل مخاطب ہین اور بعض کہتے ہین
کہ سب کو ہو سکتی ہی اسواسطے کہ سب مخاطب ہین تو جو اسکی تاویل سے واقفیت کے مدعی ہین وہ
کہتے ہین کہ اسماء ہین یا تو سورۃ کا اسم ہی یا قرآن کا یا اللہ کا اور بعض کہتے ہین کہ یہ حروف مخففا

کلمات کے ہین جیسے اللہ اعلم بعض کہتے ہین کہ انکی ترکیب کے جان لینے سے اسم اعظم معلوم ہو سکتا ہے
جیسے الرحیم ن سے الرحمٰن کی ترکیب ہوئی بعض کہتے ہین کہ یہ اقوام کی ترقی کی مدت کی جانب
اشارہ ہے حروف جمل کے طور پر زیادہ تر صحیح قول صحابہ سابقین کا معلوم ہوتا ہے و اللہ اعلم۔
ترکیب مین مجرور یا منصوب ہونگے اگر مجرور ہون تو یا حرف قسم کے حذف سے یا بلا حذف حرف
قسم یا ابتدا کی وجہ سے یا خبر کی وجہ سے رفع ہوگا یا اسم کی وجہ سے رفع ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ یہ معدودۃ
ہین۔ اور بلا ترکیب ہین۔ اخفش کہتے ہین انکا ذکر محض انکے شرف کے باعث سے ہوا کیونکہ یہ مبانی کتب مقدسہ
ہین یا اسکا ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ باوجود اُمّی ہونے کے ان حروف سے باخبر کردیے گئے لہذا ترکیب
مین داخل کرنا انسب نہین ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ یا تو اشارہ اس سے وہ قرآن کا حصہ ہے جو اس سورۃ کے قبل نازل ہوچکا ہے
یا پورا قرآن یا یہ سورۃ مراد ہے اور ذلک بمعنی ہٰذا کے ہے یا مراد اُس سے وہ کتاب ہے جسکے نازل ہونیکا
وعدہ انبیاء سابقین نے کیا تھا اور قرآن کے بارہ مین مشرکین کو شک تھا کہ وہ کتاب موعود نہین ہے
اس سے لوح محفوظ مین جو مکتوب ہے اسکا بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔

لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اسمین شک نہین ہے یقیناً یہ اللہ کی جانب سے ہے اور یہ حق و صدق ہے یا یہ خبر ہے
بمعنی اللہ کے جیسے لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج یعنی اس کتاب مین ہرگز شک نکرنا چاہیے

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اسمین رشد و ہدایت ہے تقوی کرنے والون کے لیے یا یہ بلا شک کتاب الٰہی
ہے حالانکہ اسمین ہدایت ہے تقوی کرنے والون کے لیے۔ تقوی پرہیزگاری کو کہتے ہین متّقی جو شرک
اور کبائر سے تقوی کرے یہ ابتدائی درجہ ہے یا اسکے بعد مرتبہ اسکا یہ ہے کہ ہر اُس شے سے پرہیز کرے
جو خدا سے غافل کردینے والی ہو پھر اسکا مرتبہ اعلیٰ یہ ہے کہ ماسواء اللہ سے پرہیز کرے ادنی درجہ متقی کا
موحد ہے پھر سالک ہے پھر عارف ہے۔

حضرت عمرؓ نے کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ تقوی کیا ہے تو اُنھون نے کہا کہ اے امیرالمومنین
کیا آپ کبھی ایسی راہ چلے ہین جسمین درخت خاردار ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ ہان تو کعب الاحبار نے کہا
کہ آپ نے کیا کیا کیونکر راہ طے کی آپ نے فرمایا کہ دامن کشان راہ طے کی کعبؓ نے کہا کہ یہی تقوی ہے

شہر بن حوشب نے کہا ہے کہ متقی وہ ہے جو اُس شے سے بھی پرہیز کرے جسمین چندان حرج نہو اِس
خوف سے کہ اسمین رفتہ رفتہ اُس شے مین گرفتار نہو جاوے کہ جسمین حرج ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے
کہ تقوی محرمات الٰہی کے ترک کرنے کو فرائض کی ادائی کو کہتے ہین اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ اللہ کا

وہ بہتر ہی بہتر ہی اور بعض نے کہا ہی کہ تقوی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی اور بعض کہتے
ہین کہ تقوی آیات اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء و
المنکر والبغی مین مذکور ہی۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہین کہ تقوی یہ ہی کہ اپنے کو کسی دوسرے سے بہتر نہ سمجھے۔
تخصیص متقین کی اسواسطے ہی کہ اصل منتفع بہ اس کتاب کریم کے یہ ہی حضرات ہین ورنہ نزول قرآن شریف کا
سب کے لیے ہی ادنی درجہ تقوے کا عامۂ اہل اسلام کو حاصل ہی کیونکہ سب موحد ہین۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان تصدیق قلبی ہی یہی تحقیق ہی بعض کہتے ہین ایمان مفرد ہی جیسے
تصدیق قلبی بعض کہتے ہین مفرد تو ہی مگر تسلیم ہی یا معرفت ہی یا محبت ہی بعض کہتے ہین مرکب ہی اور اُسکے
دو جزو ہین تصدیق و اقرار مگر جزو ثانی محتمل السقوط ہی جیسے گونگون سے اور حالت اکراہ مین ساقط
ہو جاتا ہی بعض کہتے ہین کہ مرکب تین جزو سے ہی مگر اطلاق نفس تصدیق سے بھی ہونے لگتا ہی اگرچہ
کمال ایمان نہین حاصل ہوتا جبتک تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان اور عمل بالارکان نہ ہو یہ قول
اہلحدیث کا ہی اور معتزلہ کہتے ہین کہ ایمان کے یہ تینون جزو ہین مگر عمل نہ ہونے سے وہ شخص کفر مین
داخل نہین ہو جاتا ہی اگرچہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہی تو وہ نہ مؤمن ہی نہ کافر بلکہ منافق ہی اور یہ منزلہ
بین المنزلتین ہی خوارج کہتے ہین کہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہی اور کفر مین داخل ہو جاتا ہی چاہیے انقیاد ظاہری کی وجہ
اُسکو مسلم کہین مگر عامۂ اہل اسلام کہتے ہین کہ گنہگار مصدق کافر نہین ہی جبتک کہ اُس سے کوئی امر
منافی تصدیق کے ظاہر نہ ہو اور احناف کے نزدیک ایمان و اسلام کے مصداق مین کوئی فرق نہین ہی
اگرچہ کبھی اسلام انقیاد ظاہری پر بھی بولا جاتا ہی اور اعمال پر بھی بولا جاتا ہی اعمال کے داخل کرنیکی
صورت مین ایمان گھٹتا بڑھتا ہی اور غیر مرکب ہونے کی صورت مین خصوصاً تصدیق قلبی کے مذہب
پر بربنائے قول احناف نقصان نہین ہو سکتا ہی البتہ شدّت و ضعف عارض ہو سکتا ہے معنی
ایمان کے امن سے ماخوذ ہین کہ جس شے سے متعلق ہی وہ تکذیب سے امن مین آگئے مثلاً ایمان
بما جاء بہ النبی ہی اور ایمان بالغیب ہی۔

بِالْغَيْبِ۔ یا تو مصدر ہی اسم کی جگہ پر استعمال کیا گیا ہی یا غائب کے معنی مین ہی بعض کہتے ہین
کہ جو آنکھون سے غائب ہو ابن عباس فرماتے ہین غیب سے یہان مراد ہر وہ شی ہی جسکے ایمان کا
حکم دیا گیا ہی اور وہ حاسۂ بصر سے غائب ہی جیسے ملائکہ جنت دوزخ بعثت صراط میزان وغیرہ
بعض کہتے ہین غیب سے مراد اللہ کی ذات ہی بعض کہتے ہین مراد اُس سے قرآن ہی حسن بصری
فرماتے ہین کہ مراد اُس سے آخرت ہی بعض کہتے ہین کہ وحی ہی ابن کیسان کہتے ہین کہ فوراً

ایمان لانا یا بعد حضرت کے تشریف بری کے ایمان لانا۔

ویقیمون الصلوٰۃ ۔ وہ لوگ ہمیشہ نماز پڑھتے ہین اور اُسکی حفاظت کرتے ہین اور اُس کی شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہین اور اوقات کی پابندی سے نماز ادا کرتے ہین مراد اس سے پانچون وقت کی نماز ہی اور صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہین مگر شریعت مین افعال مخصوصہ کا نام ہوگیا ہی بعض کہتے ہین کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت کرنا ہی فرشتون کی صلوٰۃ استغفار کرنا ہی مسلمانون کی صلوٰۃ دعا کرنا ہی۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔ اور وہ لوگ جس سے ہمنے اُنکو دیا ہی اُسمین سے خرچ کرتے ہین یعنی خدا کی راہ مین محتاجون کو دیتے ہین مراد اس سے صدقہ مفروضہ زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا عام خیرات ہی۔ رزق کہتے ہین اُس شے کو جس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی عام اس سے کہ وہ کھانے کی چیز ہو یا کپڑا ہو گھر ہو اہل ہو اولاد ہو۔ مراد اس آیت سے مشرکین عرب سے جو لوگ ایمان لائے وہ ہین اصل ہدایت پانے والے یہی لوگ تھے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ۔ یعنی قرآن شریف

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۔ یعنی توراۃ وانجیل وزبور اور تمام کتب حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے ہین۔

وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۔ اور وہ لوگ آخرت کے دن کے اوپر یقین کامل کرچکے ہین وہ اس ہدایت کے مستحق ہین اور متقی ہین۔ بعض کہتے ہین کہ ایقان اور یقین علم استدلالی کو کہتے ہین اسیوجہ سے اللہ جل شانہ کو عالم کہتے ہین موقن نہین کہتے ہین۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ ۔ وہی لوگ اپنے پروردگار کیجانب سے ہدایت پر ہین سیدھی راہ لگادیے گئے ہین

وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وہی لوگ نجات پائے ہوئے ہین اور کامیاب ہین اور فلاح کے معنی بقا کے بھی ہین اور فلاح کے معنی قطع کے بھی ہین اُن کو یقینی بقا ہی۔

فائدہ ۔ اہل الکتاب وہ ہین جو رسول سابق جسکے اوپر کتاب نازل ہوئی ہو جیسے حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام اور اُنکی کتاب پر ایمان لائین اُنکی فضیلت زاید ہی ارشاد ہوا ہی اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین اسلام لاؤ سلامتی مین آجاؤ اللہ دو مرتبہ تمکو اجر دے۔ حنفیہ کہتے ہین یہ حکم اور اسکے موافق جتنی تخصیص اہل کتاب کی ہی آنحضرت کے وقت کے اور اسوقت کے سب یہود وعیسائیون کے لیے ہی بلکہ جو مشرک عیسائی ہو وہ بھی اسمین داخل ہی اور شافعیہ کہتے ہین جو قوم قبل سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان رسول سابق پر رکھتی تھی وہی اہل کتاب ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ
جن لوگون نے کفر کیا ہے اُن پر آپ کا ڈرانا یا نہ

تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی
ڈرانا دونون برابر ہین وہ ایمان نہین لائینگے اللہ نے مُہر کردی اُن کے دلون پر اور اُن کے

سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝
کان پر (یا اُن کے سننے پر) اور اُنکی آنکھون پر پردہ پڑا ہوا ہی اور اُنکے لیے بڑا عذاب ہے

اس لحاظ سے پوری اقوام عیسائی حنفیہ کے نزدیک سب اہل کتاب ہین بلکہ ویسے مشرک جو عیسائی ہوئے وہ بھی اہلِ کتاب مین داخل ہین اور شافعیہ کے اصول کے موافق اُن سے خارج ہین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ الخ یہ آیت بعض مخصوص کفار کے حق مین وارد ہوئی ہی جیسے ابولہب اور ابوجہل وغیرہ کہ انکو اس درجہ عناد ہی کہ وہ کسی طرح ایمان قبول نہ کرینگے۔ اس جملہ کو اول جملہ سے کوئی اتصال ایسا نہین ہی جس سے ایک جملہ دوسرے جملہ پر عطف ہو اسلیے عطف کا جو حرف ہی وہ ذکر نہین کیا گیا ہی مثلاً واو یہان نہین ہی پہلا جملہ تو اس مقصد کے لیے بولا گیا ہی کہ ہدایت اس کتاب سے کن لوگون کو ہوتی ہی دوسرے جملہ مین محض ایک قسم کفّار کا ذکر ہی اور اُنکو اس ہدایت سے کوئی فائدہ ہو ہی نہین سکتا ہی۔ باوجود اسکے کہ عطف نہین ہوسکتا ہے مگر مناسبت تو موجود ہی وہ یہ کہ جس طرح دو گروہ ایک مشرکین مین سے ایمان لائے دوسرا اہل کتاب مین سے ایمان لائے ہدایت حاصل کرنے والون کے گروہ سے ہین اسی کے انکے مقابل دو گروہ ہین جن کو ہدایت نہین ہوسکتی ہی وہ لوگ ہین جنھون نے کفر کیا لفظ کفر کے خواص سے پوشیدگی اور ستر ہی اسیوجہ سے لیل کو کافر کہتے ہین اور زراع کسان کو کافر کہتے ہین جو شخص اپنے انکار کے باعث حق کو چھپادے وہ کافر ہی اسکی چند قسمین ہین ایک تو کسی نے خدا کو نہ پہچانا نہ مانا وہ کفر انکار ہی دوسرے پہچانا مگر مانا نہین نہ اقرار کیا یہ کفر جحود ہی جیسے یہود کی شان مین ہی من بعد ما عرفوہ وھم یعلمون یا یعرفونہ کما یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَھم تیسرے کفر عناد یعنی پہچانا بھی اور مانا بھی مگر اقرار نہین کیا محض تعصب اور تعلّی نفس کی غرض سے جیسے ابو طالب کا کفر ہی یا ابولہب کا کفر ہی کہ اُنھون نے باوجودیکہ پہچانا اور یقین بھی ہوا مگر اسلیے قبول ایمان نہ کیا کہ اپنی کسر شان اور وجہ عار سمجھتے تھے ابولہب نے تو حضرت ابوسفیان سے کہدیا کہ مجھے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے کوئی عداوت نہین ہی وہ میرا لڑکا ہی اُسکی نبوت قطعی ہی مگر اُسکے خدا سے ناراضگی ہی کہ اُسنے گھرانے کو بنو ہاشم کے مرتبہ دینا چاہا تو بڑے کو چھوڑ کے چھوٹے کو

کیون رسول کیا چچا محروم کردیا گیا اور بھتیجا رسول کر کے بھیجا گیا تو یہ کفر عناد ہی کہ باوجود معرفت کے محض تعلّی کے خیال سے ایمان قبول نہین کیا - چوتھے کفر نفاق ہی کہ جو دل سے انکار اور زبان سے اقرار کی صورت مین ہوتا ہی یہ تمام صورتین کفار کی ہین اور ان مین سے کوئی بھی نجات کا مستحق نہین ہی یہان صرف دو قسمین ذکر کی گئی ہین اسواسطے کہ اعلیٰ فرد وہی ہی کہ جسکا انکار کسی طرح زایل ہی نہ ہو خواہ کفر جحود ہو یا کفر عناد یا کفر انکار یہ تینون قسمین مقابل اُس قسم کے ہین جو نفاق ہی -

ارشاد ہوتا ہی کہ خواہ کسی قسم کا کفر ہو مگر کفار سے وہ ہین جو ایمان نہ لائین گے خواہ آپ اُنکو ڈرائیے یا نہ ڈرائیے انذار کہتے ہین کسی امر کا حکم دینا یا نصیحت کرنا خدا کا خوف دلا کے یہ لوگ جنکے کفر کے متعلق تقدیر آلٰہی ہو چکی ہی وہ اب بدل نہ سکے گی اُن کے ڈرانے کا مقصد یہ نہین ہی کہ وہ ایمان لائین بلکہ اُسکا مقصد صرف یہ ہی کہ نبی اجر پائین اور خدا کی حجت تمام ہو -

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ - اللہ نے مہر کردی اُنکے دلون پر اور اُن کے کان پر یا اُن کے سُننے پر - مراد ختم سے مشیت ایزدی ہی یا وہ کیفیت ہی جسکی وجہ سے نور ہدایت قلب سے بالکل خارج ہو گیا اور پھر داخل نہین ہو سکتا ہی -

مقصود ختم سے حفاظت ہی مثلاً سر بمہر لفافہ اسواسطے ہوتا ہی کہ جو مضمون لکھدیا گیا ہی اُسپر کوئی مطلع نہ ہو نہ اُسمین کسی قسم کا اضافہ ہو سکے نہ کم کیا جا سکے اسی طرح ہر وہ شی جس سے نہ کوئی باہر کا اندر آسکے نہ اندر کا باہر ہو سکے اُسکو ختم کہنے لگے تو اس کیفیت کے بعد نہ تو دل سے کفر جا سکتا ہی نہ باہر سے ایمان آسکتا ہی معتزلہ کے نزدیک یہ ہی کہ مراد ختم سے وہ علامت ہی جس سے فرشتہ جان لے کہ یہ شخص کافر ہی جسکے اوپر وہ لعنت بھیجتا ہی اور اُسکے لیے استغفار نہین کرتا ہی - اور سمع یا تو کان کے معنی مین ہی تو چونکہ سمع کے واحد لانے مین کسی قسم کا التباس نہین ہی یا معنی مین مصدر کے ہی کہ سمع سننا ہی ہر تقدیر پر واحد کا صیغہ لانا انسب ہی -

وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ - اُنکی آنکھون پر پردہ پڑا ہوا ہی کہ کسی شی کو اندر جانے سے روکتا ہی اسمین اشارہ اس جانب ہی کہ قلب اور سمع پر تو ایک قسم کی روک ہی اور آنکھون پر دوسری قسم کی روک ہی - کفر قلب کے اندر بیٹھا ہوا ہی اور اس طرح خلاف باتین کانون مین سما گئی ہین کہ اب نکل نہین سکتی ہین دلائل نبوت ظاہر و باہر ہین مگر اُنکا انکشاف باہر سے اندر نہین ہو سکتا ہی نہ باہر سے صورتین اندر آسکتی ہین اس طرح کا پردہ پڑا ہوا ہی -

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - اُنکے لیے بڑا عذاب ہی اسکے حروف کی ترکیب مین روک کے معنی ہین یہ مقصود کے درمیان حائل ہوتا ہی عظیم مقابل صغیر کے ہی اور کبیر مقابل حقیر کے ہی -

حاصل یہ ہی کہ جنکے بارہ مین تقدیر سابق مین ہو گئی ہی کہ ایمان نہ لائین گے اُن کو نبوت رسول اور نزول قرآن سے کوئی فائدہ نہین ہی نہ وہ مخاطب اس غرض سے ہین کہ ایمان لائینگے بلکہ مقصد اس کے علاوہ ہی کہ اُن کے نصیحت کرنے مین اور خدا کے خوف سے ڈرانے مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجر تبلیغ ملیگا اور اُن کفار کو موقع عذر کا باقی نہ رہیگا۔ مدار تکلیف درستی اسباب و جوارح کی ہی مدار تکلیف یہ نہین ہی کہ بالفعل اُس سے مکلف بہ صادر ہو سکے اسی وجہ سے ہم لوگ کہتے ہین کہ باوجودیکہ قطعی طور پر وہ ایمان نہین لائینگے پھر بھی ایمان کے مخاطب ہوئے ہین کیونکہ صحت جوارح موجود ہی درستی عقل و حواس کی بھی ہی اگرچہ تقدیر الٰہی مین اُنکا کفر لکھا ہوا ہی۔ معتزلہ کے نزدیک افعال عباد اُنکے مخلوق ہین اسواسطے اُنھون نے ختم مین تاویل کی ہی اور خطاب کے بارہ مین اُنھون نے کہا ہی کہ خطاب ہونا بوجہ بندہ کے قادر ہونیکے بالکل درست ہے ہم لوگ بندہ کے افعال کو اُسکے خلق سے نہین سمجھتے ہین بلکہ خلق اللہ سے ہی بندہ اُسکا کاسب ہی تو اسوجہ سے ہم کو یہان مذکورہ بالا تاویل کرنے کی ضرورت پڑی ہی یہان پر بہت سے شبہات ہین جو بوجہ خوف طوالت نظر انداز کر دیے گئے خلق افعال عباد کی بنا پر بعض لوگ کہتے ہین کہ ختم اللہ مین ختم کی اضافت اللہ کی جانب اُسی طرح ہی جس طرح بنی الامیر المدینۃ یعنی حاکم نے شہر بنایا مین شہر کے بنانے کی نسبت حاکم کی جانب ہی درحقیقت بنانیوالا معمار ہی اسی طرح ختم تو درحقیقت کافر نے اپنے قلب پر کر لی ہی کہ ایمان کسی طرح قبول ہی نہین کرتا ہی مگر چونکہ اُسکے وجود کی اسناد اللہ کی جانب ہی تو جو اُسپر مرتب ہوتا ہی اُسکی نسبت بھی اللہ کی جانب ہو سکتی ہی۔

اس آیت مین معتزلہ کے اس قول کی تردید ہوتی ہی کہ اللہ پر اصلح واجب نہین ہی ظاہر ہی کہ اُسپر اگر اصلح واجب ہوتا تو ختم و مہر کرنا اُسپر محال ہوتا یہان پر بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ جواز تکلیف مالا یطاق جیسا کہ مذہب اشعریہ کا ہی ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ ایمان لانے کا ایسے شخص کو حکم ہوا ہی جو ایمان نہ لائیگا بلکہ یقینی اُسکے ایمان نہ لانے پر نص وارد ہوئی ہی تو اُسکو مخاطب کیا گیا ہی اور حکم دیا گیا ہی کہ ایمان لاؤ اس امر پر کہ ایمان نہ لاؤ گے اجتماع نقیضین ہی اور اسکا بجالانا طاقت سے باہر ہی تو جب اسکی تکلیف ہوئی تو تکلیف مالا یطاق ہو گی یہ واقع ہو گیا جب تکلیف مالا یطاق واقع ہو گئی تو پھر اُسکے عدم جواز کی صورت باقی نہین رہی کیونکہ بعد وقوع کے امکان سے بحث بعد از وقت ہو جاتی ہی مگر یہ دلیل مخدوش ہی اسواسطے کہ علم الٰہی مجہول ہی اور اسباب و شروط موجود ہین جو کہ مدار تکلیف کا ہین جیسا کہ اوپر گذر گیا ہی اسیقدر امر سے بجالانا فعل کا ممکن ہوا اور جو ممکن نہین ہی وہ تکلیف سے بھی باہر ہی علم باری کے اعتبار سے تکلیف نہین ہی۔

حق یہ ہی کہ انبیا کی بعثت نہ تو اُن لوگون کے لیے ہی جو یقیناً ایمان لائینگے اور انکا ظرف اسقدر صالح ہی کہ اگر نبی نہ آتے اور اللہ کا خوف بھی نہ ہوتا تو بھی گناہ نہ کرتے انکے لیے نبی کا آنا محض اس لحاظ سے نعمت ہی کہ ان کو عمل کا موقع زاید ملگیا غور و فکر اور تامل کی ضرورت نہ رہی جو وقت فکر مین صرف ہوتا ہی وہ بچ گیا ایسے ہی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بعض لوگون مین وہ ہی کہ کہتا ہی کہ ہم ایمان لائے ہین اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ ایماندار نہین ہین

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اللہ کو اور ایماندارون کو وہ اپنے نزدیک دھوکا دیتے ہین حالانکہ وہ اپنی ہی جانون کو دھوکے مین ڈالے ہوئے ہین اور اُنکو اس بدبختی کا شعور نہین ہی

اُن لوگون کے لیے بھی ابعاث بالنبوۃ انبیاء کا نہین ہی جو بالیقین ایمان نہ لائین گے جیسے ابوجہل وغیرہ اُنکے لیے ابعاث بالنبوۃ محض اس غرض سے ہی کہ اللہ کی حجت تمام ہو جاوے اور انبیاء کو تبلیغ احکام کا اجر ملے وبس درحقیقت ابعاث بالنبوۃ اُن لوگون کے لیے ہی جو مخلوط ہین نبی کے آنے سے امتیاز ہو جاتا ہی صالح طالح سے متقی عاصی سے مومن کافر سے ممتاز ہو جاتا ہی یہان پر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جو علمائے ظاہرین کے پیرو ہین اُنکو متکلمین کہتے ہین اور متکلمین اہل اسلام یا تو معتزلہ ہین جو عقل پر دلیل کو چسپان کرتے ہین یا اشاعرہ ہین جو دین پر عقل چسپان کرتے ہین اگر امام احمد حنبل کے اصول کے موافق ہین تو حنابلہ کہلاتے ہین اور اگر امام ابو منصور ماتریدی کے پیرو ہین تو ماتریدیہ اور اگر امام ابوالحسن اشعری کے پیرو ہین تو اشعریہ کہلاتے ہین اور علمائے باطن کو صوفیہ کہتے ہین حکماء کی دو قسمین ہین ایک مشائیہ اور دوسرے اشراقیہ۔

وَمِنَ النَّاسِ الی آخر الآیہ۔ اس جملہ کا عطف اوپر کے جملہ الذین کفروا پر ہی۔ مراد ناس سے یہان ایک قسم کے انسان ہین جو دل سے اقرار رسالت نہین کرتے اور اللہ پر اعتقاد اور یوم آخرت پر ایمان نہین رکھتے ہین مگر زبان سے کہتے ہین کہ ایمان لائے اِن دونون کے یہی لوگ منافق کہلاتے ہین یہ بدترین اقسام کفر سے ہے اسی وجہ سے ارشاد ہوا ہی کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ نفاق رکھنے والے جہنم کے نیچے کے طبقہ مین ہین۔ یہ لوگ ان کفار سے بدتر ہین جو زبان سے انکار کرتے ہین اور ظاہرا کافر ہین اسواسطے کہ اُنکے شر کے دفع کرنے مین سہولت ہی اور اُنکے شر کے دفع کرنے مین مشکل ہی۔ اوپر کی چار آیتین تو ایماندارون کی شان مین ہین اور دو آیتین عمومًا کفار کی شان مین ہین اور بعد کی یہ تیرہ آیتین منافقون کی شان مین ہین اسواسطے کہ اُنکا شدت کفر باعث ہوا ہی کہ اُنکی تفضیح کی جاوے تاکہ لوگ اُن سے عبرت حاصل کرین اور اُنکو یا ہدایت ہو یا اُنکا راز فاش ہو جاوے تاکہ اُن کے دھوکہ مین لوگ نہ آوین۔ لفظ ناس ماخوذ ہی انس و انسان سے جسکے معنی انسیت کے ہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ آنکھون سے دکھائی دیتے ہین جسطرح جن کو جن اسواسطے کہتے ہین کہ وہ پوشیدہ رہتے ہین ترکیب ن س مین اکثر ظہور ہی اور ترکیب ج ن مین پوشیدگی ہی لیکن ناس مین اگرچہ اصل مین اناس ہی الف لام کے ساتھ ہمزہ جمع نہین ہوتا ہی بوجہ تخفیف کے لہذا الاناس کہنا جائز نہین ہی کہ مراد اس الناس سے عمومًا منافق ہین اور خصوصًا عبداللہ بن ابی ابن سلول

اور اُسکے گروہ کے لوگ ہین جنھون نے خوف سے اپنی جان بچانے کے ایمان قبول کرلیا تھا۔ جس طرح ابی لہب کو خاص اثر اس امر کا تھا کہ گھر کا بڑا ہی اور چھوٹے پر ایمان لانے کا مکلف کیا گیا ہی اُس مین اُسکی کسر شان ہی اسی طرح عبداللہ بن ابی ابن سلول کو بھی خاص دشمنی و عداوت تھی خصوصا اس وجہ سے کہ قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار پر بلکہ یہود مدینہ پر بھی اسکا بہت اثر تھا یہانتک کہ اس کے لیے تاج بنایا گیا تھا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہ کرلیتے تو مدینہ اور گرد اگرد مدینہ کے سب لوگ اسکو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیتے مگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے باعث یہ منصوبہ رہگیا اسوجہ سے اس کو ایک خاص رنجش پیدا ہو گئی۔

اِن منافقون نے یہ ظاہر کیا کہ ہم ابتدائے مدارج ایمان سے آخر مرتبۂ ایمان تک فائز ہو گئے ہین اسی وجہ سے ابدی اور سرمدی دونون وہ امور جنپر ایمان لایا جاتا ہی ذکر کئے پہلے اللہ کو ذکر کیا اور اُسکی ذات وصفات وغیرہ سب اسکے ضمن مین آگئے پھر یوم آخرت کو ذکر کیا مراد یوم سے مطلقاً وقت ہے اور آخرت سے مراد وہ وقت ہی جسکی کوئی انتہا نہین یا وہ دن ہی جبکہ حشر و نشر و حساب و کتاب دخولِ جنت و نار ہوگا اس قول کے باوجود ارشاد ہوتا ہی کہ وہ ایماندار نہین ہین اسوجہ سے کہ اُنکے دل مین تصدیق نہین ظاہری اقرار ہی یہ نہین فرمایا کہ یہ قول اُنکا ایمان نہین ہی بلکہ اُنکی ذات کو ایمان دارون کے زمرہ سے خارج کردیا اسمین اُنکی خاص اہمیت ہوتی ہی یا مراد اُس سے نفی ایمان کی ہی مگر مبالغۃً انکی ذوات کی نفی کر دی گئی تاکہ نفی ایمان مین اور غلبہ ہو جاوے اس آیت سے کرامیہ کے قول کی تردید ہو گئی اسواسطے کہ وہ محض قول کو اور اقرار کو ایمان کہتے ہین برخلاف اہلسنت کے کہ وہ تصدیق قلبی کو یا تصدیق قلبی اور قول و اقرار کو ایمان کہتے ہین ظاہر ہی کہ اگر اقرار باللسان ایمان ہوتا تو اِن منافقون کو خدا یہ نہ فرماتا کہ وہ ایماندار نہین ہین۔

جمع مؤمنین کی بلحاظ معنی من کے ہی ورنہ لفظاً مؤمن کہنا چاہیئے تھا۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ الی آخر الآیۃ۔ خداع کے معنی یہ ہین کہ کسی شئ کو ظاہر کیا جاوے جو واقع مین نہین ہی اور مخادعۃ اور خداع اس جگہ ایک ہی معنی پر مستعمل ہوا ہی اسی وجہ سے وما یخادعون بھی بعض قراء نے پڑھا ہی اس جگہ خدع کا مطلب یہ ہی کہ وہ لوگ کفر کو پوشیدہ رکھتے ہین اور ایمان کو ظاہر کرتے ہین اسوجہ سے کہ اُن پر وہ احکام جو عام طور پر کفار کے ہین صادر نہ ہون اُن سے مقاتلہ نہ کیا جاوے اُن سے جزیہ نہ طلب کیا جاوے اُنکو غنیمت مین شریک کیا جاوے وغیر ذلک من الاحکام انکے متعلق ارشاد فرماتا ہی کہ یہ عارضی منفعت کا خیال کرتے ہین اور ظاہرا منفعت دکھائی دیتی تھی درحقیقت منفعت نہین ہی بلکہ عذاب آخرت ہی اور ذلت و خواری دائمی اور مصائب و آلام ہمیشہ رہنے والے ہین بعض نے کہا ہی

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اُن کے دلون مین مرض وبیماری ہے تو اللہ نے اُنکی بیماری زاید کردی اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہی

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا

اسوجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہین اور جب اِن منافقون سے کہا جاتا ہی کہ زمین مین فساد نہ کرو تو کہتے ہین

اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

کہ ہم ہی اصلاح کرنے والے ہین آگاہ رہو کہ یقینی وہی منافقین ہی فساد کرنے والے ہین اگرچہ وہ اپنے فساد کرنیوالے ہونیکو محسوس نہین کرتے ہین

بقیہ صفحہ (۳۶) کہ اللہ تعالیٰ کو یہ کیا دھوکا دینگے بلکہ مراد یہان رسول اللہ سے ہی کہ اُنکو یہ دھوکا دیتے ہین مضاف یہان سے محذوف ہی اور اِس حذف سے فائدہ یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اعلاء ورفعت ظاہر ہوتی ہی کہ آپ کو دھوکا دینا بعینہ اللہ کو دھوکا دینا ہی جس طرح آپ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہی اِس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ جو لوگ محض اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہین اس غرض سے کہ احکام اسلام اُن پر صادر ہون مگر اُنکو رسول اللہ پر ایمان نہین ہی تو وہ درحقیقت ایماندار نہین اور اُنکو دھوکا ہی وہ سمجھتے ہین کہ اُنکے دھوکے مین لوگ آگئے مگر وہ خود اِس دھوکے مین ہین ورنہ اُنکا حال خود رسول اللہ اور مومنین پر بھی ظاہر ہوگیا ہی بعض صحابہ مثل حضرت حذیفہ بن الیمان کو ایک خاص بصیرت تھی کہ مُنھ دیکھ کر منافق کا وہ پہچان لیتے تھے۔ اور شعور اور حس کے ایک ہی معنی ہین مشاعر حواس کو کہتے ہین اس لفظ کے اختیار کرنے سے منافقون کی نہایت درجہ تفضیح کی گئی ہی کہ اُنکا خداع اپنے نفسون کو اسقدر ظاہر ہی کہ بمنزلہ محسوس کے ہی مگر یہ ایسے غفلت کے پردون مین پڑے ہوئے ہین کہ انکو اپنی حالت ظاہری کی تمیز نہین ہی اور مطلقاً حس جاتا رہا ہی نفس سے مراد یہان ذات ہی یعنی وہ اپنی ذاتون کو خود ہی دھوکے مین ڈالے ہوئے ہین اور بالکل احساس وادراک اُنکو اپنی ابتر حالت کا نہین ہی فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ الی آخر الآیہ۔ یہ تو اُسوقت ہی جب یکذبون بلا تشدید کے پڑھا جاوے اور جب یکذبون ذال کو تشدید ہو تو اُسکے معنی یہ ہونگے کہ اُنکو الم پہونچانیوالا عذاب ہی کیونکہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور مراد مرض سے نفاق ہی نفاق کو مرض اسوجہ سے کہا ہی کہ مرض صحت کے مقابل ہی اور صحت کے مقابل فساد ہی اور نفاق فساد ہی اس مناسبت سے نفاق کو مرض کہا ہی یا اسوجہ سے کہ نفاق بوجہ شک کے ہی اور شک مین تردد ہوتا ہی اور حالت مرض مین بھی مریض موت وحیات مین متردد ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ کو اس شک کے زاید کرنے کی وجہ نہین مگر چونکہ انکے مقدر مین ایسا ہی ہی اسواسطے تو دفع شک مین عاجز کردیے گئے ہین اور اُنکو کوئی صورت مدد دینے کی باقی نہین رہی ہی کہ کوئی اُنکی مدد کرے اور اُنکا اس قسم کا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ

اور جب اُن منافقون سے کہاجاتا ہی کہ جس طرح اور لوگون نے ایمان قبول کیا اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہین کیا ہم اسطرح ایمان لائین جیسے

اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

بے سمجھ لوگ ایمان لائے آگاہ رہو بلاشبہہ وہی نا سمجھ ہین اگرچہ وہ اپنی ناسمجھی کو جانتے نہین ہین

بقیہ صفحہ ۳۷ معالجہ کرے کہ یہ صحیح ہوجائین۔بعض لوگ کہتے ہین کہ مراد اس سے یہ ہی کہ برابر امثال نفاق اُنکے قلوب مین پیدا ہوتے جاتے ہین اور جس طرح ایمان گھٹتا بڑھتا ہی اسی طرح کفر و نفاق بھی زیادہ و کم ہوتا ہی تو اللہ نفاق زائد کرتا ہی یعنی اُسکے امثال پیدا کرتا ہی تاکہ وہ باقی رہے اور عذاب الیم مین گرفتار ہون مگر یہ ہمارا مذہب نہین ہی۔

وَاِذَا الخ اِس جگہ عطف یا تو یکذبون پر ہی یا آمن الناس پر ہی اور فساد ضد صلاح ہی جس سے گڑبڑ زمین مین ہو اور لوگ کھیتی باڑی تجارت معاملات دینی و دنیوی نہ کرسکین جیسے جنگ وغیرہ تو اسکو فساد کہتے ہین تو جب ان سے کہاجاتا ہی کہ تم فساد مت کرو اِدھر کی اُدھر نہ لگاؤ کفار سے مومنین کے اسرار مت کہو تو اُسکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم ہی اصلاح کرنے والے ہین ہمارے سوائے کوئی اصلاح کرنے والا نہین ہی یا اصلاح ہمارے ہی لیے ہی دوسرے اصلاح سے بے نصیب ہین اسواسطے کہ ادھر مومنین مین بھی شامل ہین اُدھر کفار مین بھی ہین تو اپنے نزدیک دوطرفہ موالات و مدارات کو وہ اصلاح سمجھے ہوئے تھے جیساکہ ہمارے زمانہ کے بعض ضعفار عقول ہین۔

الا الخ اس جملہ مین بلحاظ عربیت کے بہت سی تاکیدین اور مبالغہ ہی تاکہ جس طرح اُنھون نے اپنے ہی مین حصر کیا اصلاح کا اُسی طرح اُنکو جواب دیا گیا۔

یہان منافقون کی غایت درجہ ضلالت و جہالت ظاہر کی گئی بلکہ یہ امر ظاہر کیا گیا کہ وہ فساد سے باز نہین آتے پھر یہ بتایا گیا کہ اُن کو جب عقلار کی تقلید کا حکم دیا جاتا ہی اور اُن کو نصیحت کی جاتی ہی کہ اگر خود تمھین شعور نہین ہی تو اپنے ذیشعور اشخاص کو دیکھ کے اُنکی پیروی کرو تو بجاے اسکے کہ اپنے عقلار کی وہ پیروی کرین اُلٹے اُنکو وہ ناسمجھ بتاتے ہین اسمین علمار کی بھی تسلی ہی کہ ایسا ہمیشہ ہوتا آیا ہی کہ جو خود کم عقل ہین وہ حکمار و علمار کو ناسمجھ سمجھتے ہین۔

مراد یہان الناس کے الف لام سے یا تو اعلیٰ ترین افراد لوگون کے مراد ہین جو فرد کامل ہین یا یہ مراد ہی کہ جو ایمان لائے وہ ایسے عقلا ہین کہ وہی مصداق الناس کا ہین اُن کے سوائے گویا کوئی ناس کے مصداق مین داخل ہی نہین ہی بلکہ بمنزلہ بہایم و جماد کے ہی یا مخصوص وہ لوگ مراد ہین جو انکے قبائل سے تھے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی
اور جب ایمانداروں سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لاچکے ہین اور جب اپنے

شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ○
شیاطین سے خلا ملا کرتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم تمھارے ساتھ ہین ہم تو مسلمانون سے ٹھٹھول کرنیوالے ہین استہزا کیا کرتے ہین

بقیہ صفحہ ۳۸ - یا مہاجرین و انصار مراد ہین یا اُن کے مخصوص علمار مراد ہین یا خاص عبد اللہ بن سلام مراد ہین کہ وہ یہود کے بڑے پایہ کے عالم تھے چونکہ یہ منافق سمجھے ہوئے تھے کہ اُنکی روش عقلمندی کی ہی تو اُنھون نے اپنے مقابل جو لوگ پیش کئے گئے اُنکو ناسمجھ کہا اسی وجہ سے اُنکے جواب مین اُنکی جہالت ظاہر کی گئی اور کہا گیا کہ وہ علم نہین رکھتے ہین - یہان یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ ایمان کو آدمی استدلال سے شناخت کرتا ہی جسمین دخل عقل کو ہی اور علم کی ضرورت ہی مگر یہ علم نہین رکھتے ہین اِس واسطے اِنکو ایمان کی شناخت نہین ہوتی ہی یہ بے علم ہوئے اور فساد زمین مین برپا کرنے کی بُرائی مشاہدہ مین آتی ہی استدلال کی حاجت نہین ہی اسواسطے جب اُس مُشاہدہ کے برخلاف کرتے ہین تو محض بے علم نہین بلکہ بے شعور ہین ان کو حس بھی نہین ہی -

اوپر تو منافقون کے اعتقادی حالات اور اُن کے ذاتی نقائص کا ذکر تھا اب اُنکا معاملہ ایماندارون کے ساتھ کیسا ہی اُسکا ذکر آتا ہی یہ ممکن تھا کہ اُن سے اغماض کیا جاتا اگر اُن کے شر سے امن ہوتا مگر وہ تو ایسے ہین کہ اُنسے ایماندار محفوظ بھی نہین ہین اُنکا شر برابر نقصان وہ ہی اسواسطے کہ وہ ایمانداروکو دھوکا دیتے ہین جب ایماندارون کے پاس آتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لے آئے مگر یہ کہنا وہ خود بھی دل سے نہین کہتے ہین اسیوجہ سے جملۂ فعلیہ بلا تاکید کے کہتے ہین اور اس خیال سے بھی کہ ہمارے احوال معلوم نہین انصار و مہاجرین سے پوشیدہ بھی ہین یا نہین ہمارا قول اُنکو باور ہوتا ہی یا نہین اس تردد کے باعث یہ تاکید نہین کرتے ہین برخلاف اسکے جب مسلمانون سے علحدہ ہوکے صرف کفار ہی سے ملتے ہین تو جملۂ اسمیہ جو خود دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہی مؤکد حرف اِنّ سے کرکے کہتے ہین خواہ اس وجہ سے کہ اُنکے دل کی بات ہی یا اس وجہ سے کہ اُنکو امید ہی کہ اُن کے دوست وسوسہ دلانے والے یہود اُنکی بات کو قبول کرلین گے شیاطین اُنکو تمرد اور طغیان کے باعث کہا گیا ہی شیطان کے نون کو بعض نحوین اصلی کہتے ہین اور کہتے ہین کہ اس باب سے تشیطن آتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ اصلی نہین ہی بلکہ زائد ہی یہ بھی ہوسکتا ہی کہ اشتقاق اُسکا شطن سے ہو اُس کے معنی بعد کے ہین کیونکہ یہ بعید ہی خیر سے یا مشاط سے ہو اُسکے معنی باطل کے ہین یہود کا تمرّد ظاہر ہے

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ

اللہ انکو اُنکے مسخرہپن کی جزا دیتا ہی اور اُنکو اُنکے حد سے تجاوز کرنے مین مہلت دیتا ہی جسمین وہ بہکتے ہوئے ہین وہی لوگ ہین جنھون نے

اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝

گمراہی کو خریدا ہدایت دیکے تو اُنکی تجارت نفع بخش نہوئی اور نہ اُن لوگون کو راہ راست ملی

بقیہ صفحہ ۲۹ اس وصف کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ہی کہ ظاہر ہو کہ اِن منافقون کی معیت بھی یہود کے ساتھ اس وصف مین ہی کہ وہ تمرد و طغیان اور وسوسہ مین اِن سے بڑھے ہوئے ہین اور انکا کام کررہے ہین وہ بھی اسلام کی تردید کرین مین مسلمانون کو اذیت پہونچانے مین اُن کے ہلاک کرنے مین اور اُنکی بربادی مین اُتنا ہی ساعی ہون جتنا یہود ساعی تھے۔

اللہ کا استہزا یا دل لگی اور ہنسی یہی ہی کہ اُنکو انکی ہنسی کی جزا دے جزا کو بھی ہنسی کہا اُسیطرح جسطرح جزاء سیئہ کو سیئہ کہا ہی فرماتا ہی وجزاء سیئة سیئة مثلها ظاہر ہی کہ برُائی کا بدلہ اور اُسکی سزا برائی نہین ہی اسی طرح یہان پر استہزا بولا گیا ہی مگر مراد اُس سے جزاء استہزا ہی اور اُسکو اللہ تعالی اُن کو وقتاً فوقتاً دیتا رہتا ہی اسیوجہ سے فرمایا یستهزئ بهم حال کے صیغہ سے مستهزئ بهم نہین کہا تاکہ تجدد پر دلالت کرے رفتہ رفتہ کرکے وہ ہلاک و برباد کیے گئے اور عذاب آخرت مین گرفتار ہوئے اُنکو اسکا ادراک نہ ہوا کہ اللہ تعالی اُنکی حرکت کی جزا دے رہا ہی اور چونکہ اُسکی جزا اُسکی قدرت کے موافق ہی جیسی قدرت ہی ویسی ہی جزا ہوگی اسواسطے اس جملہ کو اُسنے عطف نہین کیا کیونکہ اُسکی جزا بدرجۂ اتم ہی اُسی کی جزا کا باعث ہی کہ ہمیشہ یہ منافق اپنے اس تمرد اور شیطنت پر قائم رہین گے اور بھٹکتے پھرینگے اس آیت مین بھی معتزلہ کے مذہب کی تردید ہوتی ہی اسواسطے کہ اصلح یہ نہین ہی کہ اللہ تعالی اُنکے ساتھ استہزا کا برتاوا کرے اور اُنکو مہلت دیتا رہے اگر اصلح واجب ہوتا تو ایسا ناممکن تھا۔

چونکہ یہ لوگ ایمان لائے اور پھر کفر کیا اسواسطے فرض کیا گیا کہ انکے پاس ہدایت تھی اُس کو دے کے اُنھون نے گمراہی لی ایمان دیا اور کفر لیا یا اسوجہ سے کہ پہلے یہ یہود سے تھے اور تورات کے باعث انکو نبی آخر الزمان پر ایمان تھا مگر جب وہ تشریف لائے تو کفر جحود کیا اور ایمان نہین لائے بلکہ اُسکو رائگان کرکے کفر اختیار کیا تو گویا ایمان دیا اور کفر لیا اسواسطے کہ اسباب ہدایت اس درجہ واضح عام و شامل تھے کہ بمنزلہ اسکے تھے کہ وہ لوگ ہدایت پاچکے تھے اُسکے بعد اُنھون نے اُسکو دیکے کفر گمراہی لے لیا اللہ نے ہدایت کی مگر اُنھون نے اُسکو قبول نہین کیا ہدایت پھیر دی اور کفر پر اڑے رہے۔

فائدہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ بیع بالتعاطی جائز ہی مراد اس سے یہ ہی کہ کوئی شخص کسی سوداگر کی

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ
مثال اُن منافقون کی حالت کی اُس شخص کی حالت کے مانند ہی جسنے آگ سلگائی اور جب گرداگرد اپنا روشن کر لیا
ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ○
تو اللہ اُن کی روشنی لے گیا اور اُن کو اُسنے اندھیاریون مین چھوڑدیا کہ کچھ دیکھتے نہین ہین

بقیہ صفحہ (۴۰) دوکان پر جاوے اور کوئی شی اُٹھائے اُسکی قیمت اُسکو دیدے وہ لے لے زبان سے کوئی حرف نہ اسکے نکلا نہ اُسکے تو یہ بیع جائز ہی واللہ اعلم۔

کسی قصہ یا حالت یا صفت مین اِس قسم کی ندرت ہوتی ہی کہ وہ زبانزد ہوجاتا ہی اُسکو ضرب المثل کہتے ہین اور اُس سے اکثر لوگ واقف ہوجاتے ہین یہانتک کہ دوسری حالت یا وصف یا قصہ کی توضیح اُسکی وجہ سے کی جاتی ہے اور بعض مواقع مین کسی تشبیہ کو جس سے وضاحت ہو اور اُسمین ندرت ہو مثل کہنے لگتے ہین جیسا کہ اس جگہ حالت منافقون کی واضح کرنیکے لیے آگ جلانے والے کی حالت جسکو عموماً لوگ جانتے ہین بیان کرکے اللہ جل شانہ نے مثال دی ہی۔یہان پر الذی استوقد مین صیغہ واحد کا ہی مگر حالت جماعت کے منافقون کی ظاہر کی گئی ہی اس وجہ سے بعض مفسرون نے لکھا ہی کہ الذی بمعنی الذین کے ہی جیسا کہ بعض جگہ قرآن شریف مین الذی بمعنی الذین کے آیا ہی مگر یہ قول مناسب نہین ہی اسوجہ سے کہ جہان الذی بمعنی الذین کے آیا ہی دہان کوئی نہ کوئی قرینہ ہی یہان پر اس معنی کے اختیار کرنے کے لیے کوئی قرینہ نہین ہی اسواسطے قول مناسب یہی ہی جسکے اعتبار سے اوپر بیان کیا گیا کہ الذی اپنے معنی پر ہی مگر حالت منافقون کی واضح کرنے کے لیے حالت آگ سلگانے والے کی ذکر کی گئی ہی اور یہ ہوسکتا ہی کہ ایک جماعت کی حالت سے ایک شخص کی حالت کی مشابہت دیجاوے کیونکہ وہ مشابہت گروہ کی واحد کے ساتھ نہین ہی بلکہ واحد کی واحد کے ساتھ ہی۔

استوقد کے معنی بظاہر یہ ہین کہ جلانے کی خواہش کی حالانکہ خود جلانے کا بیان مقصود ہی اسیوجہ سے اکثر مفسرون نے کہا ہی کہ استوقد کے بعد فاوقد محذوف ہی یعنی جلانا چاہا پس سلگا لیا آگ کو چونکہ یہ ظاہر تھا اسواسطے اُسکے ذکر کرنے کی ضرورت نہین مگر اس حذف کی ضرورت نہین ہی اس واسطے کہ استوقد معنی مین اوقد کے بھی لغت عرب مین استعمال ہوتا ہی لہذا یہی معنی جو ہمنے اوپر ذکر کیے مناسب ہین نار کے معنی آگ کے ہین کہ جو ایک عنصر ہی روشن گرم جلانے والا مگر یہ ظاہر آگ ہی ورنہ حکماء کے نزدیک حقیقی آگ مین نہ احراق ہی نہ رنگ ہی بلکہ وہ ایک حرارت کی قوت ہی جو کرہ ہوا سے بالاتر ہی مگر جو اصل اُسکے وجود پر قایم کی جاتی ہی درحقیقت وہ موقوف ہی کہ فلک قمر کا ثبوت بھی ہو ورنہ آگ کا کرہ

موجود ہونا کوئی ضروری نہین ہی البتہ مجرد حرارت ایسی شے ہی جس کا انکار ناممکن ہی اور نورانی اجرام کی شعاعون سے ہوا کا حار ہو جانا اور حرارت پیدا ہونا یہ مشاہدہ ہی اسپر دلیل کی حاجت نہین ہی۔

اَضَاءَتْ کے معنی روشن کرنے کے بھی ہین اور خوب روشن ہو جانے کے بھی ہین دونون یہان صحیح ہین اگرچہ اول معنی زائد مناسب ہین ضیاء اور نور کے ایک ہی معنی ہین اور بعض کہتے ہین کہ ضیاء وہ روشنی ہی جو ذاتی ہو اور نور وہ ہی جو مستفاد ہو اسی وجہ سے قرآن شریف مین ارشاد ہوا جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا اللہ نے آفتاب کو ضیاء کہا کہ اُسمین از خود روشنی ہی اور قمر کو نور کہا کہ اُسکی روشنی مستفاد شمس سے ہی بعض کہتے ہین کہ ضیاء نور کی قوت اور کثرت پر بولتے ہین اسیوجہ سے اللہ جل شانہ نے فرمایا ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ اللہ اُنکی روشنی لیگیا اگر نور نہ کہتا ضیاء کہتا تو بالکل روشنی جاتے رہنے پر لفظ دلالت نہ کرتی۔ احتمال تھا کہ پوری روشنی نہ رہی ہو تھوڑی روشنی رہگئی ہو مگر جب فرمایا کہ سرے سے روشنی ہی لے گیا تو بالکل روشنی کا احتمال جاتا رہا۔ ظاہر ہی کہ نور کی جگہ پر ضیاء کہتا تو اس معنی کے لحاظ سے بالکل روشنی جاتی رہنے کا ثبوت نہ ہوتا بلکہ کچھ روشنی جو بمعنی نور کے ہی باقی رہنے کا احتمال قایم رہتا اس ضیاء کے لفظ کو اختیار کرنے سے مبالغہ زاید ہو گیا۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ کے معنی یہ ہین کہ اُنکی روشنی لے گیا اور اذہب نورھم کے معنی یہ ہین کہ اُنکی روشنی اُسنے اُنسے دور کردی ذھب اللہ بنورھم مین مبالغہ زائد ہی اسواسطے کہ اسمین مصاحبت اور ہمراہی ظاہر ہوتی ہی کہ برابر وہ روشنی کو باز رکھتا ہی رہا اور اذہب مین یہ بات نہین ہی ممکن ہی کہ دور کرنے کے بعد پھر روشنی آجاوے مگر جب مانع ساتھ ہو تو یہ احتمال نہین رہتا ہی اسیوجہ سے عربی مین مفسرون نے اسکے معنی کہے ہین اخذ اللہ بنورھم وامسکہ اور ظاہر ہی وما یمسک فلا مرسل لہ جسکو وہ قدرت والا روک لے اُسکو کون چھوڑ سکتا ہی۔

تَرَكَهُمْ کے معنی چھوڑ دیا اُن کو جس قدر اور الفاظ یہان پر ہین مثل جعل وغیرہ کے اُن سے اس لفظ مین بھی مبالغہ زاید ہی اسواسطے کہ روشنی لے جانے کے بعد چھوڑ جانا مفید ہوتا ہی بالکل بےنصیبی کو۔

فِيْ ظُلُمٰتٍ ظلمات جمع ظلمۃ کی ہی مقابل نور کے ہی اسکو جمع لانا بھی مبالغہ کے لیے ہی کیونکہ صیغۂ جمع سے کثرت افراد کی ظلمۃ کے معلوم ہوئی اور نکرہ لانے سے تعمیم اور وسعت ظلمت کی سمجھی گئی۔

لَّا يُبْصِرُوْنَ سے اور تاکید ہوئی کہ حالت مذکورہ کون کم ہی کہ مزید بران بصارت کی قوت ہی سلب ہو گئی خواہ اس وجہ سے کہ یہ اندھیاریان باعث عدم ابصار کا ہوئین یا اس حالت اضطراب مین اُنکی قوتِ حاسہ بصارت ہی کمزور ہو گئی اگر کیفیت بالا نہ بھی لاحق ہوتی تو صرف یہی حالت عدم شعور اور

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

وہ بہرے گونگے اندھے ہین اس لیے وہ لوٹ نہین سکتے ہین

بقیہ صفحہ (۴۲) عدم بصارت کے لیے کافی تھی واے برحال انکے کہ باوجود روشنی جاتی رہنے کی بالکل محروم بصارت سے کردیے گئے کہ کچھ دیکھتے ہی نہین ہین۔ اوپر منافقون کے چند اوصاف بیان کیے گئے تھے جنسے اُنکی حقیقت کا پتہ چلتا تھا اور کچھ اُنکے تصور مین مدد ملتی تھی اب اُنکی تمثیل ذکر کیگئی اُنکے اوصاف کو کہ جو غیر مرئی و غیر شاہد تھے مشاہدات سے مثال کے دیکر ظاہر کیا گیا تاکہ اچھی طرح اُنکی حقیقت ہویدا ہو جاوے اور اُنکے مآل بد اور حال ابتر سے کماحقہ آگاہی بن جائے۔ آگ سلگانے والے کی تمثیل منافقون کی تھوڑے نفع مند ہونے سے ہی کہ انھون نے اس اظہار ایمان سے تھوڑا ہی فائدہ اُٹھایا تھا کہ اُنکا پردہ فاش کردیا گیا جس طرح آگ جلانے والے نے تھوڑی ہی روشنی حاصل کی تھی کہ وہ آگ بے نور ہو گئی ضرر عظیم اُنھون نے اُٹھائے کیونکہ نور ایمان سلب کرلیا گیا ظلمت کفر ظلمت جہالت ظلمت عداوت مین ہمیشہ پڑے رہین گے کہ جس سے کبھی نجات نہین ملسکتی ہی بلکہ اسفل السافلین ہین تمام درکات جہنم کے نیچے ہمیشہ عذاب مین مبتلا رہینگے۔

بعض مفسرین کہتے ہین کہ اس تمثیل کا تعلق اوپر تمام قصون سے نہین ہی بلکہ صرف آخری وصف سے منافقون کے ہی۔ اشتروا الضلالۃ بالھدی انھون نے گمراہی کو لیکے ہدایت دیدی اسی سے صرف تعلق ہی یعنی اُنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی اس طرح خریدی جس طرح کسی نے آگ روشن کی مگر روشنی ہوتے ہی اُسکو خدا نے بجھا دیا اور ظلمت کفر و نفاق مین گرفتار ہو گئے جس سے نجات مشکل ہے نفاق کے بعد مشکل سے امر حق تسلیم کرلیا جاتا ہی بلکہ وجوہ اتباع حق کے مفقود ہو جاتے ہین ظاہری ایمان ہمیشہ کے لیے خسارہ کا باعث ہو گیا ہی۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ - یہ بھی نتیجہ اوپر کی حالت کا ہی کہ جب اس طرح وہ گمراہ کردیے گئے ہین تو پھر اُنکی حالت یہ ہو گئی کہ وہ بہرے گونگے اندھے ہین اسلیے وہ لوٹ نہین سکتے ہین اس جملہ سے اسکا اظہار ہی کہ نفاق نے اُنکو اگرچہ اللہ نے عقل دی تھی حواس عطا فرمائے تھے سب رائگان کردیے ہین بہرا کردیا ہی کہ حق بات نہین سنتے گونگا کردیا ہی کہ حق بات زبان سے نہین کہتے ہین بلکہ دلمین کفر ہی اُسکو ظاہر نہین کرتے اندھا کردیا ہی کہ صحیح واقعات دیکھتے نہین ہین اور روا ضح دلائل اُنکی نظرون مین نہین آتے ہین جب اُنکے حواس کی یہ حالت ہی تو پھر اُنکی ہدایت کسی طرح متوقع نہین ہی نہ وہ گمراہی سے ہدایت کیجانب لوٹ سکتے ہین نہ وہ گمراہی کو کہ خرید چکے ہین اُسکو پھر واپس کرکے ہدایت لیسکتے ہین اُنکے تحیر کی حالت یہ ہی کہ آگے بڑھ سکتے ہین نہ پیچھے ہٹ سکتے ہین نہ یہ جانتے ہین کہ اُنکو کیا کرنا چاہیے نہ اُنکے پاس کوئی مامن ملگیا ہی جہان وہ پھر آئین۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ

یا انکی مثال ایسی ہی جیسے مینھ برستا ہو آسمان سے جسمین بہت سی اندھیاریان ہون اور کڑک ہو اور چمک ہو اُسکی وجہ سے اُنھون نے

فِيٓ اٰذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكٰفِرِينَ ○

اپنے کانون مین اپنی انگلیون کو رکھ لیا ہو بجلیون سے ایسی خوف زدہ حالت مین جو موت کی خوف سے ہوتی ہی اور اللہ کافرون کو گھیرے ہوئے ہے

اُس سے مراد یہ ہی کہ منافقون کی حالت کی تمثیل دونون ہوسکتی ہین چاہے اوپر کی مثال کہو یا یہ مثال کہو اسکی ضرورت نہین ہی کہ اَوْ کے معنی واؤ کے لیے جاوین یا اور کوئی تاویل کی جاوے۔

صیّب کے معنی ابر کے بھی ہین اور مینھ کے بھی ہین اور مینھ بھی وہ جو لگاتار برستا ہو جسکو موسلا دھار کہتے ہین

سماء کل ما علاک فھو سماء کے اعتبار سے ہر وہ شی کہ جو تمھارے اوپر ہو وہ سماء ہی اسیوجہ سے اسکے معنی فلک کے بھی ہین ابر کے بھی ہین اور آسمان کے بھی ہین۔

ظلمت کو جمع لانے کی غرض یہ ہی کہ پانی کے پے درپے برسنے سے جو حالت ہوتی ہی اُس کی تصویر کھینچی جاوے یا ابر کے اندھیاری رات کے اندھیاری پانی کے اندھیاری جمع لانے کا باعث ہو کہ یہ سب اندھیاریان موجود ہین۔

رعد وہ آواز ہی جو بخارات کے چڑھنے یا اُترنے کے باعث ابر مین پیدا ہوتی ہی۔ برق رگڑ سے اسکے جو روشنی ہوتی ہی۔

صاعقہ جو بخار کثیف نیچے کی جانب آتا ہی جسکو بجلی کہتے ہین۔

دین اسلام کی تشبیہ برستے ہوئے پانی سے دی گئی ہی اسواسطے کہ جس طرح مینھ زمین کی تازگی اور زندگی کا باعث ہوتا ہی اسی طرح ارض قلوب اور دل کی سطح کو مساوات کرنے والا اور دل کو زندگی تازہ دینے والا اسلام ہی اور رعد اور برق سے مراد وہ مکافات ہین جو اہل ایمان سے دشمنون کو پہونچنے والے تھے اور وہ مصائب ہین جن مین دشمنانِ دین گرفتار ہوگئے تھے یا احکام آلٰہی اوامر و نواہی حکم جہاد حکم عدم موالات وغیرہ کہ وہ بہت شاق تھا سوائے اہل اسلام کے اُنکو خوشی سے عمل کرنے والے منافق نہ تھے بلکہ اُن کے باعث اُنکا پردہ فاش ہوتا تھا کانون مین اُنگلیان ڈالنے سے اُنکی حالت اعراض عن الحق کو تشبیہ دی گئی ہی۔

اس دوسری تشبیہ مین اور بھی حالت منافقون کی ذلیل وخوار دکھائی گئی ہی کہ پہلی تشبیہ مین اظہار ایمان سے اُنکو بہت دیر تک نفع مند نہ ہونا دکھایا گیا ہی اور اس تشبیہ سے اسلام کی حالت اُنکے ساتھ اُنکے احوال بد اور نکبات دینی و دنیاوی ظاہر کیے گئے ہین دکھایا گیا ہی کہ ایمان جس سے سراسر

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

قریب ہی کہ چمک اُنکی آنکھون کو اُچک لیجاوے جب اُنکے لیے روشنی ہوتی ہی تو وہ اُس روشنی مین چلنے لگتے ہین اور جب اندھیارا کر دیا جاتا اُنپر

قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

تو وہ ٹھہر جاتے ہین اور اگر اللہ چاہے تو اُنکی قوت سننے کی اور آنکھین لے جاوے یقیناً اللہ تمام چیزون پر قدرت رکھنے والا ہی

بقیہ صفحہ (۴۴) حیات تلوب کی ہوتی ہی اُنکی شامت اعمال سے انکے لیے وبال ہوگیا ہی اور ہر دن اور ہر آن اُنپر تازہ ستم ڈھایا جاتا ہی یہانتک کہ اُنکی حالت ہر وقت خوف وہراس کی ہی اور اُن کو کسی قسم کا اطمینان نصیب نہین ہی اگرچہ اُنھون نے جوکچھ کیا تھا وہ محض راحت کے طلب اور اطمینان کے خاطر تھا وہ بھی مفقود ہے۔

اُس سے اُنکی حیرت اور نادست رسی کی حالت بتائی گئی ہی لاچار و بے یار و مددگار ہین جب کبھی اُنکو نور ایمان دکھائی دینے لگتا ہی یا اُسکو اظہار کرتے ہین تو اُس سے تھوڑا فائدہ اُٹھا لیتے ہین ورنہ اُنکی حالت یہ ہی کہ آگے بڑھتے ہین نہ پیچھے ہٹتے ہین جہان قدم ہین وہین پر ہین کھڑے ہوئے ہین راہ نہین ملتی ہی۔

فائدہ آسمان اور ابر و باد و برق و بجلی کے متعلق چند امور یہان پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی یہ خیال رکھنے کی بات ہی کہ انبیاء اس غرض سے تشریف نہین لائے ہین کہ لوگون کو ایسے امور تعلیم فرماوین جنکو فلاسفہ اور حکماء بتاتے ہین بلکہ اُنکی تشریف آوری محض ہدایت خلق کے لیے ہوتی ہے اُنکی تعلیم اعمال و افعال مکلفین کے متعلق ہوتی ہی باوجود اسکے خلاف واقع کوئی امر وہ نہین کہتے ہین اسی وجہ سے اُنکے اقوال حکماء کی تحقیقات صحیحہ کے خلاف نہین ہوتے ہین جہان کہین اختلاف پایا جاتا ہی یا تو انبیاء کے اقوال غلط طور پر جو مروی ہوتے ہین اُنمین پایا جاتا ہی یا حکماء کے اقوال خلاف واقع ہوتے ہین ایسی جگہہ پر اکثر غلطی ہو جاتی ہی متکلمین اقوال انبیاء اور ارشاد الٰہی کی تاویل موافق اُن غلط اقوال حکماء کے کرتے ہین پھر اگر غلطی ہوتی ہی تو دوسری تاویل کرتے ہین یہ متکلمین کا قصور ہی درحقیقت تاویل غلط ہوتی ہی نہ کہ حکم الٰہی غلط ہو اُسی قبیل سے ہی کہ جو حکماء و علماء نے قرآن شریف کے سبع سمٰوات کو بطلیموس کے افلاک تسع پر محول کیا اور عرش و کرسی کو ملا کے دونون کی تعداد موافق کر دی حالانکہ کہان خدا ئی آسمان اور کہان بطلیموس کے افلاک خدا کے آسمان پر آبادی ہی فرشتے ہین آسمان کے دروازہ ہین کھلتے ہین بند ہوتے ہین برخلاف بطلیموس کے افلاک کے کہ وہان آبادی کی گنجائش نہین ہی خرق و التیام محال ہی درحقیقت ایک دوسرے پر محول نہین ہو سکتے ہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کو تمام تارون بلکہ تارون کے اوپر بتلایا ہی اور یہ بہت سے تارون کو اوپر بتاتے ہین مثلاً آسمان دنیا مین قمر ہی اور

سب سے نیچے ہی تو جس قدر سیارے و ثوابت ہین اسکے اوپر ہین یہ بالکل خلاف شرع ہی اب حکمار نے فیثا غورث کا مذہب اختیار کیا اور تحقیق جدید سے یہ ظاہر ہو گیا کہ افلاک بطلیموسی تقویم پارینہ ہین انبیار کے ارشاد کی ایسی تاویل جس سے بطلیموس کا مذہب موافق ہوتا ہو فضول و لایعنی ہی اسواسطے اسکی ضرورت ہی نہین کہ سمار کی تاویل کی جاوے اور تحقیق جدید جسکا دار و مدار مشاہدہ پر ہی انبیار کے ارشادات کی تکذیب نہین کرتی ہی اسواسطے کہ ابھی تک مشاہدات کی انتہا نہین ہوئی اور برابر تارون کا پتہ چلتا جاتا ہی اس لحاظ سے وہ مقام ابھی بہت دور ہی جہان پر آسمان کے ہونے کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہی بلند سے بلند تارہ پانچ کھرب میل دور زمین سے محسوس ہوا ہی اور ابھی دیگر تارون کے وجود کا احتمال ہی تو معلوم ہوا کہ ابھی آسمان کی جگہ تک احساس کو رسائی نہین ہی یہ دوسری بات ہی کہ آسمان کی دوری اسقدر ہے کہ جہانتک بلند ہوتی چلی جائے اُسکی جگہ اور قرب و بعد مین فرق نہین آتا ہی ممکن ہی کہ مرئی وہی آسمان ہو یا حد نظر ہو اسمین کوئی زائد کلام کی ضرورت نہین ہی ظاہر ہی کہ معمولی آنکھ بہت دور کی شی نہین دیکھ سکتی ہی اگر آسمان نہ دکھائی دے تو کوئی عجیب بات نہین ہی معمولی تارون کی حالت یہ ہی کہ جن درجات کے تارے بلا دوربین دکھائی دیتے ہین اُنکی دوری زمین سے دو لاکھ پچیس ہزار گنا اُس دوری کے ہی جو ہمارے سورج سے زمین کے درمیان فاصلہ ہی جسکی مقدار اندازاً دس کروڑ بیس ہزار میل تک پہونچتی ہی اُسکی روشنی چار برس چار ماہ مین زمین تک آتی ہی بہر حال ابھی تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہان آسمان ملاحظہ فرمائے ہین وہان تک احساس کو رسائی نہین ہوئی جسکو ہو وہ مشاہدہ کر سکتا ہی اور بدون اِس کے کسی کو حق تکذیب حاصل نہین ہی۔

ایسے ہی رعد اور برق کے متعلق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی حقیقت روحانی کی طرف اشارہ کیا ہی کیونکہ مراد اُس سے رب الانواع و ملائک مؤکلین ہین جو تمام انواع کے تحفظ کے لیے بلکہ ہر ہر قطرہ کی حفاظت کے لیے خدا نے بنا رکھے ہین تو جو امور کہ درمیان مین دخان و بخارات سے حادث ہین اُن کے تحفظ وجود کے جو مؤکل ہین اور اُن کے افعال و اعمال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے امیون کے لیے فرشتہ اور اُس کے کوڑے کی چمک کرکے ظاہر فرمایا ہی۔

اس طرز ادا کے سوائے وہ اُمّی لوگ سمجھ بھی نہین سکتے ہین۔

فائدہ ثانیہ علی کل شئ قدیر مین شئ سے مراد ہر ممکن ہی اسیوجہ سے صحیح عقیدہ یہ ہی کہ ممتنع اور واجب تحت قدرت سے خارج ہی اور وہ نقائص جو وجوب وجود باری کے منافی ہین وہ ممتنع ہین بلکہ وہ جن کو شرع نے ظاہر کر دیا کہ ممتنع ہین وہ بھی قدرت سے باہر ہین جیسے شریک باری اور کذب باری وغیرہ واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ

اے لوگو اپنے ایسے پروردگار کی عبادت کرو کہ جس نے تم کو عدم سے موجود کیا اور جس نے تمھارے

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا

پہلون کو مخلوق کیا شاید کہ تم پرہیزگاری کرنے لگو وہ پروردگار ایسا ہے جسنے تمھارے لیے زمین کو فرش بنایا

وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ

اور آسمان کو خیمہ اور چھت کیا اور آسمان سے پانی اُتارا پھر اُس پانی کے ذریعہ سے

الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

پھلون مین تمھارے لیے رزق بنایا پس اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی اور شریک نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا انسان کے اقسام ذکر کرکے کی کہ لوگ کئی قسم کے ہین ایک مُومن چاہے پہلے اہل کتاب تھے پھر ایمان لائے یا مشرک تھے ایمان لائے دوسرے کفار جنکے ایمان لانے کی امید نہین تیسرے منافق جنھون نے باوجود کچھ فائدہ اُٹھانے کے اسلام کو دل سے حق نہین مانا اور وہ تھوڑا نفع سخت نقصان کا باعث ہوا بلکہ اُنکی اس بداندیشی کے باعث ہمیشہ کے لیے ہدایت کی امید جاتی رہی اِن تینون فرقون کا ذکر کرکے اللہ جلشانہ نے تمام لوگون کو خواہ کسی فرقہ کے ہون مخاطب کیا یہ صنعت التفات کہلاتی ہی کیونکہ فرقون کو ذکر کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے ہمراہیونکی شناخت ہوگئی وہ بھی اپنی حقیقت کے ظاہر ہونے اور اپنے راز کے افشا ہو جانے سے متوجہ ہوگئے۔

یَا اَیُّھَا اگرچہ خطاب بعید کے لیے ہی مگر قرآن شریف مین اکثر جگہ اس عنوان سے خطاب محض تاکید کی غرض سے اور کامل توجہ دلانے کے باعث ہی مخاطب اسکے تمام مکلفین ہین چاہے کفار ہون یا ایماندار عرب ہون یا عجم مگر خصوصیت سے خطاب اہل مکہ سے ہی اسی وجہ سے بعض مفسرین کہتے ہین کہ جہان کہین یَا اَیُّھَا النَّاس قرآن شریف مین آیا ہی مشرکین مکہ مراد ہین اور جہان کہین یا ایھا الذین اٰمنوا آیا ہی مدینہ مین جو ایماندار رہتے تھے وہ مراد ہین اگرچہ مفہوم عام ہی اس جگہ یہ شبہہ ہوتا ہی کہ اگر خطاب عام ہی تو اس آیت مین حکم عبادت کا دیا گیا ہی اُس سے کفار کا بھی مخاطب ہونا خصوصاً عبادت کے عمل کرنے پر ثابت ہوتا ہی حالانکہ مشہور یون ہی کہ کفار مخاطب عبادت کے نہین ہین مگر یہ شبہہ نکالڈالنا چاہیے اسوجہ سے کہ اوّلاً یہ تحقیق کے خلاف ہی کہ کفار مخاطب نہین ہین بلکہ حق یہ ہی کہ وہ بھی مخاطب ہین ثانیاً مراد یہان یہ ہی کہ عبادت کرو بشرط اور شرط ایمان ہی بدون ایمان کے عبادت مقبول نہین ہوتی ہی تو کفار بشرط ایمان مخاطب ہوئے ہین یعنی ایمان لاکے عبادت کرو جیسے

نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہی تو مقصود یہ ہی کہ طہارت کر کے وضو کر کے نماز پڑھو یہ مراد نہین ہے کہ
بلا اداے شروط نماز پڑھو تا لثاً بعض مفسرین کہتے مین کہ جہان کہین عبادت کا حکم ہوا ہی مقصود اس سے
توحید ہی تو مراد یہ ہی کہ اے لوگو وحدانیت اللہ اور خدا کے ایک ہونے کا اقرار کرو اور شرک چھوڑ دو
اس خطاب مین تمام مسلم و غیر مسلم ایماندار و غیر ایماندار مشرک و غیرہ سب شامل ہین اور اسکے مکلف سب
ہین اُن لوگون کو جو ایمان نہین لائے ہین اُن سے بھی عبادت کا حکم ہوا ہی اس طور پر کہ اُنکے عذر کو
دفع کر دیا گیا ہی اسواسطے کہ عبادت کرنا ایسے کی مقتضی عقل کا ہی کہ جو پالنے والا ہی پیدا کرنے والا ہی
روزی دینے والا ہی جگہ دینے والا ہی کیونکہ یہ امور اصل انعامات کے ہین اِن امور کو دینے والا ہی
اصل تعظیم اور غایت تکریم اور نہایت خشوع اور خضوع کا مستحق ہی اُسکی جناب مین عبادت پیش کی
جاوے جو مشتمل ان امور کے اوپر ہو اُسکے سواے کسی کی عبادت نہ کی جاوے اگرچہ حسب حیثیت تعظیم
و تکریم دوسرون کی بھی ہو سکتی ہی مگر غایت اور نہایت اِن امور کی اُس کے لیے ہی جو انتہاے انعامات عطا
کرنے والا ہی تا کہ شکریہ انعام کے مناسب ہو یہ نہین چاہیے کہ وہ جو ظاہری انعام کرتا ہی درحقیقت وہ
منعم نہین ہی اُسکی عبادت کی جاوے جو ہرگز مناسب نہین ہی وہ آلہ جو باطل ہین اور جنکی مشرکین
عبادت کرتے ہین بلکہ اُنکو رب کہتے ہین وہ مستحق عبادت کے نہین ہین مستحق عبادت وہی پروردگار
ہی جس نے خلق کیا ہی تمکو اور تمھارے اگلون کو چاہے اُنمین سے وہ بھی ہون جنکو تم رب کہتے ہو اور اُنکی
پرستش کرتے ہو۔ خلق کے معنی ایجاد معدوم کے ہین کہ جو اندازہ سے اور استحکام کے ساتھ ہو اور معتزلہ
بجاے معدوم کے شے کہتے ہین کہ خلق ایجاد کرنا شئ کا ہی اُنکے نزدیک شے کا اطلاق معدوم پر بھی صحیح ہی
اسواسطے کہ ہر وہ جسکو جان سکتے ہین اور اُس سے خبر دے سکتے ہین وہ شے ہی چاہے معدوم ہو یا
موجود برخلاف اہل سنت کے کہ وہ معدوم کو شے نہین کہتے ہین اس لحاظ سے شئ سے موجود ہی مراد ہوگی
جیسا کہ اوپر گذرا ہی۔ کفار سے جب دریافت کیا جاتا تھا کہ تمھارا پالنے والا کون ہی تو کہتے تھے کہ
اللہ ہی آسمان و زمین کو کسنے پیدا کیا تو جواب دیتے تھے کہ اللہ نے پیدا کیا روئیدگی کسکی قدرت سے
ہوئی تو کہتے تھے کہ اللہ کی قدرت سے ہوئی اسی وجہ سے اس جگہ رب کی وہی توصیف کی گئی جس کا
اقرار خود مشرک بھی کرتے تھے اور خدا کے لیے اِن صفات کا ثابت ہونا اُنکو بھی تسلیم تھا ان صفات
کا ذکر کر کے حکم عبادت و توحید دینا کمال درجہ کا قوی طریقہ ہی کہ دعوی مع دلیل کے ہی کہ عبادت اِن
اوصاف سے کیجاتی ہی اور یہ اوصاف اُسمین پائے جاتے ہین لہذا اُسکی عبادت کرو مگر یہ عبادت اُسکو
فائدہ بخش نہین ہی وہ غنی ہی تم عبادت کرو یا نہ کرو وہ معبود ہی اس عبادت کا حکم اُسنے محض اسوجہ سے

دیا ہی کہ تمھاری نجات اسپر موقوف ہی اسواسطے کہ اس عبادت کا ثمرہ یہ ہی کہ تمکو پرہیز گاری کی توفیق ہوگی اور پرہیز گار جنّت مین جائین گے فلاح پائین گے۔

یہان لعل کا لفظ جو شک کے لیے آتا ہی ذکر کیا گیا ہی مگر معنی مین یا تو ترجی کے ہی یا کے کے یعنی امید یہ ہی کہ پرہیز گاری کی توفیق تمکو ہو مگر امید کریم سے ہی جسکو وعدہ کے قایمقام سمجھنا چاہیے کیونکہ اُسکے کرم سے بعید ہی کہ وہ امید دلائے اور اُسکے خلاف کرے اور اگر کے کے معنی مین ہی تو ظاہر ہی کہ عبادت سبب ہوگا پرہیز گاری کا کیونکہ عبادت نفس کُشی کا باعث اور تزکیہ کا سبب ہوتی ہی اور روح کی تازگی اور قلب کی روشنی کا ذریعہ ہوتی ہی جس سے کسر نفس حاصل ہوتا ہی اور روحانیت بڑھتی ہی اچھے کام اُسکی سرشت ہوجاتے ہین اور بُرے کامون سے محفوظ ہوجاتا ہی لہذا نجات اُسکو خواہ نخواہ ہوتی ہے تو یہ فائدہ دل سے عبادت کرنے والون کو ہوا خدا کو عبادت سے کوئی فائدہ نہین ہوا اس فائدہ کو چھوڑنا عقل کا کام نہین ہی اور جو علم رکھتا ہے اُسکو زیبا نہین ہی خصوصًا یہ امر کہ ایسے غنی رب اور کریم اللہ کی عبادت چھوڑ دی جاوے اور دوسرون کی جسکو اُس نے تمھارے ہی طور پر بنایا ہی اُنکی عبادت کی جاوے یا اُس کی عبادت بھی ہو اور اُس کے ساتھ دوسرون کو بھی اُسکا شریک کرو تو یہ سخت ناشکر گزاری ہی اُسنے تمھارے لیے زمین کو بنایا اور فرش کیا جسپر تم رہتے سہتے ہو زمین کو تم مثل فرش کے استعمال کرتے ہو اس جگہ زمین سے یہ حصہ مخلوق مراد ہی جس پر انسان آباد ہی یہ کیا ہی ایک گروہ حکمار کا کہتا ہی کہ عالم کا مرکز ہی اور اُسکے گرد تمام کُرات گردش کرتے ہین اور یہ ساکن ہی دوسرا گروہ کہتا ہی کہ یہ ایک سیّارہ ہی مثل اور سیّارون کے جو اس عالم کے آفتاب کے گرد گھومتا ہی حکماے اسلامیین مین سے بعض اہل تصوف اسی راے کی جانب گئے ہین کہ زمین ایک متحرک کرہ ہی اور اُسکے ساتھ ایک نفس ذیشعور ہی جس سے فضاے عالم بحکم آلہی گھومتی ہی اور اُس نفسِ ذیشعور کے تحت مین ارواح ہین جنکو ملائکہ ارضی کہتے ہین وہ کارکنان عالم ارض ہین ان دونون مذہبون مین سے کوئی بھی صحیح ہو یا غلط لفظ فرش کے منافی نہین ہی اسوجہ سے کہ کشتی مین لوگ سوتے ہین پہاڑ جو مسطح نہین مگر اُن کا استدارہ اسقدر دراز ہی کہ اُسکے باعث سکون اُسپر آسان ہوگیا ہی اسی طرح زمین ہی کہ اُسکے باوجود مستدیر ہونے کے آسایش سے بسر کرنا ممکن ہی یہ بڑی نعمت ہی کہ اللہ نے ربع مسکون کو پانی سے بلند کرکے اُسکو مسکن سانس لینے والون کا بنایا ہی ورنہ اس مخلوق کا وجود ہی دشوار تھا اُسپر بسنے والون کے لیے آسمان بنایا جو مانند خیمہ کے یا چھت کے ہی ظاہر ہی کہ اس سے مراد یا تو حد نظر ہی یا وہ آسمان ہی جسکی خبر انبیاء نے دی جس کی زینت یہ تمام

تارے ہین اور سب اُس آسمان کے ماتحت ہین اُسکا وجود ہمارے عالم کے تحفظ کا باعث ہے
اُس کی جانب سے پانی آتا ہے خواہ ابر سے آوے یا خود فضاے آسمانی سے آوے دونون صحیح
اور دونون مراد ہو سکتے ہین وہ پانی اس غرض سے برسایا جاتا ہی کہ تمھارے لیے رزق نکالا جاوے
برستا ہی روئیدگی ہوتی ہی پھل نکلتے ہین۔

مِنَ الثَّمَرَاتِ۔ سے یا تو مراد یہان بعض ثمرات ہین تو اس صورت مین من تبعیض کا ہے
اور رزقًا مفعول لہ ہے معنی یہ ہوئے کہ اُس نے اُگایا زمین سے بعض ثمرات تاکہ تمھارے لیے
وہ رزق ہون یا من بیانیہ ہی اور رزقًا مفعول بہ ہی فاخرج کا تو معنے یہ ہونگے کہ اُسنے نکالا پانی
کی وجہ سے تمھارے رزق کو کہ جو ثمرات ہین اکثر رزق ثمرات ہی ہوتے ہین لہذا تمکو چاہیے کہ تم
سواے اسکے کسی کو نہ پوجو اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

اَنْدَادًا جمع ند کی۔ ند کہتے ہین شریک مخالف کو تو ارشاد ہوتا ہے کہ جب اصل نعمتین اللہ نے
دی ہین تو پھر تمکو اُسی کی عبادت کرنا چاہیئے اور اُسکے ساتھ کسی شریک مخاصم کا اقرار
تمکو زیبا نہین ہے حالانکہ یہ امر تمکو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس انعام کا عطا کرنے والا
خدا ہے اور وہ شریک اور ند کو اختیار نہین کرتا ہے نہ اُس کو تمھارا یہ شرک پسند ہی بلکہ وہ
سخت ناپسند کرتا ہے۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حال ہے مراد اُس سے یا تو وہی ہے جو ہمنے کہا کہ تم اُسکے منعم حقیقی
ہونے کو جانتے ہو یا یہ کہ تم ایسا فعل کرتے ہو کہ جو شان اہل علم کی نہین ناواقف جاہل کی
حرکت ہی تمکو تو اُسنے علم دیا ہی تمکو زیبا نہین کہ اس قسم کی حرکت کرو۔

دلائل وحدانیت اس قدر واضح ہین کہ اُس کے لیے صرف عقل سلیم کی ضرورت ہی کسی ہادی
یا مرشد نبی کی حاجت نہین ہی وہ لوگ بھی مکلف ہین جن تک دعوت نبوت نہین پہونچی ہی
برخلاف نبی کے کہ اولاً نبوت خود فضل الٰہی ہے تاکہ جو باتین عقل سے ادراک نہین کی جاتی
ہین یا اُن کے ادراک کرنے مین دشواری ہے اُن کی تعلیم کے لیے نبیون کو اللہ نے بھیجا
اُن کے واسطے دعوٰی نبوت کے ساتھ دلیل بھی قائم کی تاکہ کاذب سے صادق کو
تمیز کی جا سکے جو لوگ کہ دعوت نبوت اُن تک نہین پہونچا ہے وہ محض عقل سلیم
سے مکلف اعتقاد نبوت کسی نبی کے نہین ہین دلیل نبوت چونکہ ضروری ہے اس واسطے
خداوند عالم آگے ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور اگر تمکو کچھ شک ہو اُس شے مین جسکو ہمنے تھوڑا تھوڑا کرکے اپنے بندہ پر اُتارا ہی تو تم اُسکے مانند ایک سورۃ لے آؤ

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

اور تمکو چاہیے کہ تم اس سورۃ کے لانے مین اپنے گواہون اور اپنے مددگارون کو مدد کے لیے اللہ کے سوائے آؤ اگر تم سچے ہو پھر اگر تم ایسا نہین کر سکتے

وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○

اور ہرگز ایسا نہ کرسکوگے تو تمکو ڈرنا چاہیے اُس آگ سے جسکے ایندھن آدمی اور پتھر ہین اور منکرون کے لیے تیار رکھی گئی ہی

پہلے اللہ جل شانہ نے اپنی عبادت اور وحدانیت کی دلیل بیان فرمائی اُسکے بعد رسالت کی دلیل ذکر فرماتا ہی تاکہ حجت تمام ہو جاوے خداوند عالم نے جس طرح آنحضرت کو نبی تمام عالم کا کیا ہی اسی طرح دلیل بھی آپکی نبوت پر ایسی ہی کی ہی جو تمام عالم کے لیے کافی ہو جاوے اور جس طرح آپ کی نبوت تا بہ قیامت ہی اسی طرح دلیل بھی جو عطا فرماتا ہی وہ ایسی ہی کہ ہمیشہ قائم رہ سکتی ہی قرآن شریف ایسی دلیل ہی کہ جس مشرب کا انسان ہو اُسکے لیے یہ دلیل ہی بعض وہ لوگ ہین جنکو قرب مرتبہ نبوت سے ہی جب وہ روحانی باتین سنتے ہین تو جس طرح ہموطن اہل وطن کو لب ولہجہ سے پہچانتا ہی اسی طرح وہ پہچان سکتے ہین قرآن مین وہ کیف روحانی ہی کہ عالم قدس سے لیکے ایک بشر بھی اُسکے سننے سے روح کو تازہ کرتا ہی اور جان لیتا ہی کہ اس کلام قدسی نظام سے تراوٹ کلام قدسی ہونے کی ظاہر ہی جو قرب نبوت نہین رکھتے وہ اسکے حکم دقیقہ اور احکام صحیحہ کو دیکھ کے متعجب ہو جاتے ہین اور اُنکو ماننا پڑتا ہی کہ بے شبہہ یہ کلام ذریعہ نجات دارین کا ہی اور سبب تہذیب نفوس اور اصلاح قلوب وصلاح وفلاح کا ہی جو عامی ہین عجائب پرست ہین وہ اُسکی فصاحت وبلاغت کو دیکھ کے متحیر ہو جاتے ہین طرح طرح کے شبہات کرتے ہین مگر وہ سب زائل ہو جاتے ہین ماننا پڑتا ہی کہ یہ کلام بلاشبہہ معجزہ ہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قوم مین ظاہر ہوئے جو فصاحت وبلاغت ہی اپنا معراج کمال سمجھتی تھی یہانتک کہ اپنے سوا سب کو عجم کہتے تھے عجم کے معنی یا تو گونگے کے ہین یا جانور کے ہین جو ناطق نہ ہو تو وہ اپنی فصاحت وبلاغت کے مقابل دوسرے لوگون کو یا تو آدمی ہی نہین سمجھتے تھے یا گونگا سمجھتے تھے اللہ نے اُسکی صنف کا معجزہ عطا فرمایا تاکہ اُنکو کمال کے ادعا کے باوجود جب اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑے تو زاید ذہن نشین ہو جاوے کہ یہ معجزہ ہی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عرب متعجب ہو گئے جواب جب نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ اگر اللہ کی طرف سے یہ کلام ہوتا تو تھوڑا تھوڑا نہ اُترتا یکدم سے پورا نازل ہو جاتا کیونکہ اللہ قادر ہی کہ وہ یکدم سے نازل فرما دے یہ تو مخلوق عاجز کا طریقہ ہی کہ تھوڑا تھوڑا کلام وہ کرتا ہی سوچ سوچ کے مضمون نگاری کرتا ہی شعر کہتا ہی تو کبھی آج کبھی کل اس طرح کہنا اللہ کا کام نہین نہ یہ طاقت بشری سے

باہر ہی اُنکا عجز ظاہر کرنیکے لیے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی مصلحت عباد کی غرض سے بقدر مناسب
نازل فرماتا ہی اِس طرح کے نزول سے اگر تم اس کے معجز ہونے مین شبہہ کرتے ہو تو تم بھی ایسا ہی
کر دکھاؤ اگر تمکو اسکے معجز ہونے مین شک ہی تو تم بھی ایک حصّہ کلام کا جس سے اندازہ فصاحت
و بلاغت کا ہو سکے اس کلام منزل کی طرح لا کے دکھاؤ اور اپنے اس اعتراض مین سچے ہو جاؤ
اس تفسیر کے لحاظ سے من مثلہ کی ضمیر ما انزلنا کی جانب ہے اور اگر عبدنا کی طرف مثلہ
کی ضمیر راجع ہو تو مراد یہ ہوگی کہ اس طرح سورۃ کہ جو ایک حصّہ کلام کا ہی جس سے فصاحت و بلاغت
کا اندازہ ہو سکتا ہی ایسے شخص کے مانند جیسے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی محض ہین نہ کسی
مکتب مین بیٹھے نہ کسی استاد سے کچھ سیکھا حالانکہ تم لوگ فصاحت و بلاغت کی تحصیل کی سعی مین عمر گذار دیتے
ہو اور پھر بھی اس درجہ فصاحت و بلاغت تمھارے کلام مین نہین ہوتی ہی ایسے اُمّی سے اِس
قسم کا کلام خود معجزہ ہی اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہے
جس سے مطالبہ قرآن کی ایک سورۃ لانے کا کیا جاتا ہی ظاہر ہی کہ قرآن کا مانند لانا محال ہی وہ
اگر محال دیگر کو مستلزم ہووے تو کیا بعید ہی درحقیقت مثلیت یہان صرف بشر ہونے مین اور اُمّی
ہونے مین ملحوظ ہی نہ کہ من جمیع الوجوہ اسواسطے کہ ایسے شخص سے جو من جمیع الوجوہ مثل آنحضرت کا
ہو قرآن کی ایک سورۃ کا پورا قرآن لانا ممکن ہی مگر ایسی مثل وجود محال ہی بہرحال اللہ تعالے
اس امر کو ظاہر کرتا ہی کہ یہ کلام معجز ایسے اُمّی محض سے ظاہر ہونا اس کے من اللہ ہونے کی واضح
دلیل ہی مزید تقویت کے لیے ارشاد فرماتا ہی کہ تم صرف اپنی قوت سے کام نہ لو بلکہ اپنے ساتھیون
یا اپنے اُن معبودون سے جو تمھارے نزدیک اللہ کے سوائے تمھاری مدد کر سکتے ہین اُنسے اس عمل مین
مدد لو اگر تم اپنے اس دعوے مین سچے ہو کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہین ہی یا اس دعوے مین کہ
اگر ہم چاہین تو ایسا قرآن لا سکتے ہین یا اس دعوے مین کہ دفعۃً آتا تو شاید اللہ کی طرف سے
ہوتا بھی مگر رفتہ رفتہ آن حضرت لائے ہین اس واسطے یہ اللہ کی طرف سے نہین ہی اس تاکید
پر اور مبالغہ ہوتا ہی اور بطور پیشین گوئی کے ارشاد ہوتا ہی کہ اگر تم نہین ایسا کر سکتے ہو یعنی اُسکا
ایسا ایسے شخص سے نہین لا سکتے ہو اور یقیناً تم ایسا نہین کر سکتے کہ اُس کے مانند ایک سورۃ بھی
لاؤ اس پیشین گوئی سے ایک دوسری دلیل کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جو کہتے ہین کہ نبی کو
علمِ غیب ہونا چاہیے اور نبی کو لازم ہی کہ وہ آیندہ کے واقعات سے بھی مطلع ہو اُس کا ثبوت بھی
دیدیا گیا کہ نبی کو اللہ نے غیب کی بات بتا دی ہی اور وہ آگاہ ہی کہ تم نہین لا سکتے۔

ان تفعلوا مین اللہ نے اِذا جو تحقیق کے لیے آتا ہی ذکر نہین کیا بلکہ جس مین امکان ہی وقوع کا
اُس کو ذکر کیا ہی یا تو بہ لحاظ اُن کفار کے اعتقاد کے یا بلحاظ اس امر کے کہ امکان بشر مین لانا ہی
مگر اللہ نے ثبوت نبوت کی غرض سے تمھارے لیے ناممکن کر دیا ہی اور مقصود اِنْ تفعلوا
سے یہ ہی کہ تم اُس کا مانند ایک سورۃ یا اُس کے ایسے شخص سے ایک سورۃ اس طرح کی نہین
لاسکتے ہو اس جملہ کو بغرض اختصار یا بغرض شمول کے ان تفعلوا کے کلمہ سے ادا کیا ہی اُسکے بعد
اُس نتیجہ کی طرف توجہ دلاتا ہی کہ اِس تکذیب کے باعث جو کلام الٰہی کی کی جاتی ہے خصوصًا
بعد اس اثبات اور عجز کے وہ نتیجہ گمراہی و ضلالت ہی اور وہ باعث عذاب آخرت اور خلود
فی النار کا ہی لہذا ارشاد ہوتا ہی کہ پھر اگر تم نہین کر سکتے اور ہرگز ہرگز تم نہین کر سکتے ہو
تو تمکو چاہیے کہ بچو آگ سے جس کا ایندھن لوگ ہین جو باوجود دلیل قایم ہونے کے اور نبی کے
آنے کے ایمان نہین لاتے ہین اور اُس کے ایندھن پتھر ہین یا تو مراد اس سے یہ ہی کہ اُس کی
آگ بہت تیز ہی کیونکہ پتھر کی آگ تیز ہوتی ہے یا مراد پتھر سے وہ بت ہین جنکو وہ پرستش مین
رکھتے تھے اور اُن کی عبادت کرتے تھے کیونکہ قرآن شریف مین ہی اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ تم اور جس کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ سب جہنم کے ایندھن
ہین اس آگ کے ایندھن کو بتا کے ارشاد ہوتا ہی کہ منکرون کے لیے اُٹھا رکھی گئی ہے اس سے
معلوم ہوا کہ اگر انکار تم نہ چھوڑو گے اور شک وشبہہ کو دور نہ کر دگے تو تمھارا حال یہ ہوگا کہ جو
آگ منکرون کے لیے اُٹھا رکھی گئی ہے اُس مین تم جلائے جاؤ گے اور اگر انکار چھوڑ دو گے شک
دور کرو گے تو تم اُس آگ سے بچ جاؤ گے لہذا تم کو چاہیے کہ اس آگ سے اپنے نفس کو بچاؤ
اور شک دور کر دو اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آگ یعنی نار جہنم اس وقت موجود
ہے ایسا نہین ہی کہ وہ قیامت مین پیدا کی جاوے گی بلکہ وہ اللہ کے علم مین مخلوق ہے اور
اُسکا محل و قرار ارض ہے خواہ جانب فوق ہو یا جانب تحت ہو بلکہ وہ نزق السماء یا تحت السماء
ہی اگر کروی شکل ہے تو فوق بھی کہا جا سکتا ہے اور تحت بھی کہا جا سکتا ہے اسی وجہ سے
اہل کشف کے کلام مین دونون باتین پائی جاتی ہین جہنم اعمال کے اسی طرح ہی جس طرح
جنت اعمال ہی جس کا حال بعد کو معلوم ہوگا لہذا معتزلہ کا یہ خیال صحیح نہین ہی کہ جنت اور
دوزخ ابھی مخلوق نہین قیامت مین مخلوق ہونگی نہ اُن لوگون کا قول صحیح ہی جو محض عمل کو
جنت اور دوزخ سمجھتے ہین —

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور خوشخبری دو اُن لوگون کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے اس امر کی کہ انکے لیے درختون کے باغ ہین جنکے نیچے نہرین بہتی ہین

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ

جب کبھی اُنکو اُس جنت سے اُسکے میوے کھلائے جاتے ہین تو وہ کہتے ہین کہ یہ تو وہی ہی جو ہمکو پہلے کھلایا جاچکا ہے

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝

اور اُنکے پاس ایک ہی طرح کے میوے لائے جاتے ہین اور اُنکے لیے اُس جنت مین بیویان ہین جو پاک و صاف کیگئی ہین اور وہ لوگ اُس جنت مین ہمیشہ رہنیوالے ہین

خداوند عالم نے دعوت اسلام مین اس درجہ دلآویز اسلوب رکھا ہی کہ جس سے تھوڑے زمانہ مین بہت سے اشخاص اسلام کے حلقہ بگوش اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہوگئے اُسی اسلوب سے یہ ہی کہ جہان کہین اللہ جل شانہ نے کسی شے سے خوف دلایا ہی اُسی کے بعد کسی دوسری شے کا شوق دلایا ہے ترہیب کے ساتھ ہی ترغیب بھی کی ہی دوزخ کے ساتھ جنت کا بھی ذکر ہی غضب کے بعد رحمت بھی مذکور ہی تاکہ مایوس ہوکے کوئی ایمان سے روگردانی نہ کرے نہ امیدوار ہوکے جرأت کر بیٹھے اسی طور پر یہان بھی اللہ نے کیا۔

چونکہ کلام الٰہی کو بطور معجزہ اور دلیل نبوت رسالت پیش کیا گیا تھا اور اُسکے ضمن مین بطور ثمرہ و نتیجہ کے ذکر آگیا تھا کہ منکرین اور تنگ کرنے والون کے لیے جہنم اُٹھا رکھی گئی تو اُسکے بعد مناسب ہوا کہ تصدیق کرنے والے اور ایمان لانے والے کس ثواب کے مستحق ہین اُسکا بھی ذکر کردیا جاوے تاکہ ترہیب کے ساتھ ہی ترغیب بھی ہوجاوے۔

جملہ وبشر کا عطف اسی طرح ہی جس طرح کہا جاوے کہ فلان قبیلہ کے لیے بوجہ اُسکے ظلم و تعدّی فتنہ و بغاوت کے قتل و غارت کا تصفیہ اُٹھا رکھا گیا ہی اور فلان جماعت کو بوجہ اُسکے نیک ردیہ کے خوشخبری دیجاوے کہ اُن کے واسطے بہت قدر و منزلت ہی یا عطف قصّہ کا قصّہ پر ہی جہنم کی وعید سے بُرون کا حال معلوم ہوگیا اُسی پر اچھون کے احوال کا عطف کیا گیا ہی۔

بشارت اُس خبر کو کہتے کہ جس سے سننے والا خوش ہو اور اُسکے چہرہ پر آثار مسرت کے نمایان ہون اُس کے بعد ہر مسرور کرنے والی بات کو خوشخبری کہنے لگے ہین بعض جگہ بشارت محض تہکم اور استہزا کے طور پر بولا گیا ہی جیسے کہا گیا ہی وبشرھم بعذاب الیم اُنکو خوشخبری دو عذاب دردناک کی تو یہان مقصود اُسکے حقیقی معنی نہین ہین بلکہ برعکس نہند نام زنگی کافور کے طور پر ہی۔

بَشِّرْ امر ہی اسکے مخاطب یا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر ہین کہ آپ نے فرض تبلیغ

پورے طور پر اور باحسن اسلوب انجام فرمائے جب عذاب کی وعید سنا چکے تو ثواب رحمت کا مژدہ بھی دیجیے جہنم کے بعد جنت کا وعدہ بھی سُنا دیجیے۔ یا ہر ذی علم اس امر کا مخاطب ہی اسواسطے کہ اُسکو بوجہ قایم مقامی آن حضرت کے یہ منصب حاصل ہی یا مراد اس سے عام مخاطب ہین مقصود اس عام خطاب سے یہ ہی کہ دخول جنت ایمانداروں کے لیے ایسا محقق امر ہی کہ ہر واقف کار ذی شعور کو اُسکا یقین ہی اسواسطے اُسکو لازم ہی کہ ہر دوسرے شخص کو اُسکی خوشخبری دے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہین جنکو تصدیق قلبی بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے گو اتنے ہی عمل پر جنت کا دخول ممکن ہی کیونکہ ہر ایمان والے کو جنت مین جانا ضروری ہی مگر بلا سبقت عذاب اس قدر عمل پر کہ صرف ایمان لائے وعدہ دخول جنت کا نہین دیا جاتا ہی جسنے صرف ایمان قبول کیا وہ اگر گنہگار رہی تو پہلے جہنم مین بقدر اپنے عمل کے عذاب پانے کا مستحق ہوگا چاہے توبہ سے یا مجرد فضل سے اللہ اُسکو بخشدے مگر استحقاق دخول جنت کا پہلے اُسکو نہ ہوگا اسواسطے کہ ایمان سے دخول جنت کا استحقاق ہوا اور گناہ سے جہنم مین جانے کا استحقاق ہوا ایمان دائمی و سرمدی اعتقاد ہے اسواسطے اُسکی جزا بھی دائمی ہونا چاہیے اور عمل وقتی ہی اسواسطے اُسکا عذاب بھی وقتی ہونا چاہیے۔ اور رحمت کے بعد عذاب مین مبتلا کرنا رحیم کی شان سے بعید ہی اسواسطے جہنم مین بقدر عمل سزا بھگتنے کے بعد عاصی جنت مین جائیگا برخلاف اسکے جو عملوا الصّٰلِحٰت کے مصداق ہین یعنی جنھون نے اچھے کام کیے وہ جنتی ہین اُنکو پہلے ہی سے جنت کا استحقاق ہی بلا استحقاق جہنم کے تو اُن کے لیے یہ وعدہ مطلقًا ہی اس جگہ عملوا الصّٰلِحٰت کا عطف اٰمنوا پر اس امر کا فائدہ دیتا ہی کہ ایمان ایسا عمل ہے کہ جسمین دوسرے اعمال داخل نہین ہین جیسا کہ مذہب احناف کا ہی برخلاف اسکے اہلحدیث اور شوافع ایمان کی حقیقت کاملہ مین عمل کو داخل کرتے ہین اور معتزلہ و خوارج مطلقًا ایمان کی حقیقت مین عمل کو داخل کرتے ہین یہانتک کہ جو عمل نہ کرے اُسکو مؤمن نہین سمجھتے ہین برخلاف شوافع کے کہ وہ مؤمن تو سمجھتے ہین مگر مؤمن کامل نہین سمجھتے ہین معتزلہ اُسکو نہ مؤمن سمجھتے ہین نہ کافر خوارج اُسکو مؤمن نہین سمجھتے ہین بلکہ کافر سمجھتے ہین ہم لوگ اُسکو مؤمن سمجھتے ہین مگر مستحق جنت بلا سبق عذاب نہین سمجھتے ہین بہر حال عمل کا ہونا ایمان کے ساتھ دخول جنّت اور تحفظ عذاب کے لیے ضروری ہی اور بدون عمل کے جنت ملنا محض فضل پر موقوف ہی استحقاق نہین ہی اور مراد اعمال صالحہ سے اس بحث مین امور قطعیہ ہین صالحات جمع صالحہ کی ہی مؤنث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہی مراد اُس سے ہر وہ شی ہی جو درست اور ٹھیک ہو عقل سلیم اور شرع مستقیم اُسکو اچھی سمجھے بعض نے صالحہ سے طاعت مراد لی ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

فرماتے ہین کہ صالحہ وہ عمل ہی جسمین اخلاص ہو ریا سے پاک ہو۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ چار اعمال کو صالحہ مین شمار کرتے ہین علم۔ نیت۔ صبر و اخلاص کو۔

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ جمع جنت کی ہی جیم و نون کے مادہ کے خواص سے ہی کہ اُس سے ستر و پوشیدگی ضرور محسوس ہوتی ہی جیسے جنون جنین جن وغیرہ لہذا اُس جگہ کو جہان درخت ہون اور خوب گھنے ہون اُسکو جنّت اور جنان کہتے ہین بعض لوگ پھلدار درختون کے قطعۂ ارض کو جنت کہتے ہین۔ فرار کے نزدیک جنان وہ جگہ ہی جہان کھجور کے درخت ہون اور فردوس وہ جگہ ہے جہان انگور کی بیل ہو۔ مراد اس جگہ دار الرضوان ہی جو اللہ تعالی کی خوشنودی کا محل ہی جس طرح جہنم اللہ کے غضب کا محل ہی جنّت کی حقیقت کیا ہی اسکو عالم غیب سے تعلق ہی جسکا ادراک حسیات سے باہر ہی اُسکو نبی کریم اور دیگر انبیار علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے بتایا اور اُنکے واسطے سے اللہ نے خبر دی ہی کما حقہ اُسکی کیفیت عقل مین نہین آسکتی ہی نہ بدون بتائے نبی کے کچھ اُسکی حالت کُھل سکتی ہی جو کچھ کبار نے ارشاد فرمایا ہی مجملاً ذکر کیا جاتا ہی کہ اسم رحمٰن جسکی تجلی حقیقت عالم پر ہی اور اُس حقیقت کا وجود جسمیات مین بصورت عرش ہی اُسکے دو جانب تجلی کے ہوگئے ایک اسم رحیم کی تجلی دوسرے اسم منتقم کی تجلی خواہ اُسکو جمالی و جلالی تجلی کہیے جس طرف رحمت کا ظہور ہی وہ جنت ہی اور جسپر اسم رحیم متجلی ہے وہ جنتی ہی اسی طرح دوسری جانب صفت جلالی ہے غضب کا ظہور اور انتقام کی تجلی ہی جو اُس کے مظہر ہین وہ جہنمی ہین اُسکی حقیقت تعلیمات انبیار بالخصوص تعلیم اسلامی مین تو کما حقہ ہی اسکے علاوہ اسکے متعلق جسقدر مذاہب ہین وہ سب تخمینی ہین وہ لوگ جو جہنم کے قائل ہین یہ نہین کہتے ہین کہ روح برابر اسی عالم مین دوسرے اجساد حاصل کرکے بُرے اور اچھے اعمال کی سزا و جزا بھگت لیتی ہی انکے علاوہ جسقدر لوگ دوسرے عالم کی حیات کے قائل ہین اُن مین بڑا فرقہ حکمار کا ہی وہ محض اس امر کی خوشی کو کہ جو علم نفس کو حاصل ہوا ہی اور مطابق علم واقعی کے ہی جنت کہتے ہین مثال اُس خوشی کی دی جاتی ہی کہ جس طرح ریاضی کے کسی سوال کو حل کرو اور وہ صحیح ہو تو اُس وقت خوشی ہوتی ہی اسی طرح نفس جب عقول عالیہ کے مطابق اپنے علم کو پائیگا خوش ہوگا اگر مطابق نہ پائیگا تو کبیدہ ہوگا اسی کبیدگی کا نام جہنم ہی اس لحاظ سے جنت اور جہنم محض ذوقی ہین بعض قرب الٰہی کو جنت اور بُعد کو جہنم کہتے ہین اس اعتبار سے یہ امر روحانی ہی بعض سمجھتے ہین کہ جس طرح یہ عالم اجسام ہی اسی طرح ایک عالم جسمانی ہی کہ جہان غایت درجہ کی راحت ہی وہ جنت ہی اور جہان انتہائی درجہ کی تکالیف ہین وہ جہنم ہی انکے نزدیک جنّت اور دوزخ ایک عالم جسمانی ہی درحقیقت انبیاے کرام اور بالخصوص ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہی وہی قابل قبول ہو سکتا ہی اسواسطے کہ ہم یقین کرتے ہین

کہ انبیار کی تشریف آوری انھین امور کے بتلانے کے لیے ہی جو ہمارے عقول کے ادراک سے باہر ہا جنکا ادراک کرنا مشکل ہی ہم کو جب نبوت کا اقرار ہو گیا تو پھر اُنکے ارشاد کو متعلق ایسے امور کے ماننا ہی چاہیے احادیث شریف اور آیات قرآنیہ اور اُسکی تفاسیر کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جنت بلاشبہہ امر موجود ہی موہوم نہین ہی اور اُسکا وجود ممتاز ہی اسی طرح جہنم بھی ممتاز ہی محض روحانی نہین ہی نہ اس عالم جسمانی کے ایسے اجسام ہین لذت روحانی اور لذت جسمانی دونون اُسمین ہین جنکو تجرّد کامل ہو گیا اور لذت جسمانی کے لذت ہونے سے اُنکا نفس اعلی وارفع ہو گیا اُنکے لیے محض جسمانی جنت عذاب کا حکم رکھتی ہی اسواسطے ضروری ہی کہ روحانی ہو اُسکو ہم جنت قرب کہتے ہین اسی طرح جو لوگ تزکیہ کامل نہین کر سکے جو لطف ولذت روحانی سے آشنا نہین ہو سکے اُنکے لیے اگر جسمانی جنت ہو تو بیکار ہی اسکو ہم جنت اعمال کہتے ہین قرآن شریف مین ارشاد فرماتا ہی کہ اِنَّ المتقین فی جنّٰت ونھر فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر انھین دونون مراتب جنّت کا ذکر اس آیت مین ہی جنت اعمال کے درجات ہین جنکو تفحص کرکے علمار نے سات مرتبون مین منحصر کیا ہی۔

دارالجلال اُسکی حقیقت کو اس عالم جسمانی سے اگر مشابہ کیا جاوے تو وہ نور سے زیادہ مشابہت رکھتی ہی اسی وجہ سے کہا جاتا ہی کہ سرتاسر نور ہی وہان کے مکان نور ہین خیمہ نور ہین وہان کے برتن نور کے ہین وہان کی زمین نور کی ہی وہان کے میوہ نور کے ہین درخت نور کے ہین نہرین نور کی ہین دارالسلام جسکی حقیقت مشابہ یاقوت سرخ کے ہی جنت عدن اُسکی کیفیت کیا بیان کی جاوے صرف اُس کے پھاٹک کی کیفیت یہ ہی کہ دونون پٹ اُس کے زمرد ویاقوت کے ہین اور دونون کے درمیان وسعت درمیان مشرق اور مغرب کے جو وسعت ہی اُس سے مشابہ کہی جاتی ہی جنت الماوی جسکو سونے کا کہا جاسکتا ہی جنت الخلد چاندی کی سی ہی جنت الفردوس موتیون کی ایسی ہی جنت النعیم زمرد کی ایسی ہی اسکو چاہے چاندی سونا کہو چاہے چاندی سونے کا ایسا کہو اسواسطے کہ اُسکے اعراض واحوال بالکل اس عالم کے اعراض واحوال سے جدا ہین جن امور کو آن حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا اُسکے اعراض ایسے ذکر کیے ہین کہ یہ نہین کہا جاسکتا ہی کہ وہ اس عالم کی چیز ہی حدیث شریف مین آیا ہی کہ حضرت ابراہیم نے ارشاد فرمایا کہ جنت ایک کھُلا میدان ہی اُسکے درخت تسبیح ہین ظاہر ہی کہ یہان کے درخت جس زمین مین اُگتے ہین اُسمین ضرورت ہی کہ بیج ڈالا جاوے پانی سے سینچا جاوے دھوپ کی گرمی پہونچائی جاوے جب کہین درخت اُگتے ہین اور پھل نکلتے ہین وہ کیسی زمین ہی جسکے درخت تسبیح وتہلیل سے پیدا ہوتے ہین ایک حدیث مین ہی کہ جب ایماندار جنت مین داخل ہوتا ہی تو ستر ہزار باغچہ اُس کو

دکھائی دیتے ہین ہر باغچہ مین ستر ہزار درخت ہوتے ہین ہر درخت مین ستر ہزار پتے ہوتے ہین ہر پتہ
مین لکھا ہوتا ہی لآ الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ امۃ مذنبۃ ورب غفور ہر پتہ اسقدر چوڑا ہوتا
ہی جتنا عرض درمیان مشرق و مغرب کے ہی اسی سے معلوم ہوگیا کہ جنت مین باغ اور درخت ہین مگر وہ کیسے
باغ ہین وہ اس دنیا کے ایسے نہین ہین یون تو جنت مین تمام راحتین ہین لیکن خصوصیت سے اللہ جلشانہ
نے یہان تین چیزون کا ذکر کیا ہی رہنے کی جگہ کھانے کے اشیار اور ازدواج اسواسطے کہ عموماً انسان
انھین چیزون کے ساتھ مانوس ہوتا ہی رہنے کے لیے مکانات ہین مگر پُر فضا مکان کی قدر کی جاتی ہی
خصوصاً باغون کی زیادہ قدر ہی اسواسطے مکانات کے اوصاف سے قطع نظر کرکے باغون کے متعلق جو
چیزین ہین وہ مذکور ہوئین اگر جنّت سے مراد مکان درختون کے اُگنے کا لیا جاوے تو تجري من
تحتہا الانھٰر سے مراد یہ ہوگی اُسکے درختون کے نیچے اُسکے مکانات کے نیچے نہرین بہتی ہین جس طرح بساتین دنیا مین
مشاہدہ ہوتا ہی وہ جگہ بڑی پُر فضا سمجھی جاتی ہی اور اگر جنات سے مراد درخت جنّت ہین تو ظاہر ہی کہ
پھر اس تاویل کی ضرورت نہین بلکہ یہ امر ظاہر ہی کہ درختون کے نیچے نہرین بہتی ہین خصوصاً وہ درخت
جو کنارہ پر نہر کے ہون اُنکی ڈالیون کے سایہ مین نہرین جاری ہوتی ہین جنت کے انہار دنیا کی
نہرون سے بالکل مختلف ہین انکا سرچشمہ زمین نہین ہی بلکہ اسمارالٰہیہ ہین یہ بغیر اسکے بہتی ہین کہ کوئی
گہرائی ہو بسم اللہ کے اوصاف مین اوپر گذر چکا ہی کہ اسکا سرچشمہ اسمارالٰہیہ ہین اور حدیث شریف
مین ہی انھار الجنۃ تجری فی غیر اخدود جنت کی نہرین بغیر گہرائیون کے بہتی ہین چند انہار کا پتہ
احادیث و قرآن سے ملتا ہی نہر الماء پانی کی نہر ہی جب اُسکو کوئی پیے گا تو وہ ہمیشہ زندہ رہیگا پھر موت
نہین آئیگی نہر اللبن دودھ کی نہر اُسکو پینے سے بالیدگی جسم کی قایم ہو جاویگی نقصان جسم مین نہو گا
نہر العسل شہد کی نہر اُسکے پینے سے بیماری مفقود ہو جاویگی ہمیشہ آدمی صحیح و سالم رہیگا نہر الخمر شراب کی
نہر سے پانی پینے کے بعد سے ہمیشہ طرب و سرور کی حالت رہیگی نہر کہتے ہین دریا کو جیسے نہر النیل نہر دجلہ
اور بحر سمندر کو کہتے ہین اسی طرح چشمہ کو عربی مین عین کہتے ہین جنت مین عیون بھی ہین اور ایک
حوض بھی ہی عین الکافور عین الزنجبیل عین الرحیق المختوم عین السلسبیل ان چارون چشمون سے فرشتے
لاکے لوگون کو سیراب کرینگے اور حوض کوثر جنت مین ہی۔ جہان یہ سب نہرین گرتی ہین قیامت مین
یہ میدان حشر مین لایا جاویگا ایماندار اُس سے سیراب ہونگے اُس کے بعد سے پھر کبھی پیاس نہ لگیگی
اسکے علاوہ شراب طہور ہی جس سے اللہ خود اپنے بندون کو سیراب کریگا۔
کُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا سے وہان کے کھانون کی حالت ارشاد فرماتا ہی کہ جب اُس جنّت سے اُس کے

بعض میوون سے ایمانداروں کو کچھ کھلایا جاتا ہی تو وہ کہتے ہین کہ یہ وہی میوہ ہی جسکو ہم پہلے کھا چکے
مراد پہلے کھا چکنے سے یا تو یہ ہی کہ یہ وہی میوہ ہی جسکو ہمنے دنیا مین کھایا ہی جنت کے میوے دنیا کے
میوون کے مشابہ ہونگے اسواسطے کہ نئی شے کھانے سے انسان کو پس وپیش ہوتا ہی یا مراد اس سے یہ ہی
کہ جنت مین جو اسکے قبل ہمنے کھایا ہی وہ ایسا ہی ہی چونکہ پھل سب مشابہ ہونگے مزہ مختلف ہوگا تو وہ جب
کھانے لگین گے تو کہین گے کہ یہ تو وہی میوہ ہی جسکو ہمنے کھایا مگر جب مزہ دوسرا پائین گے تو تعجب ہوگا یا مراد
اس سے یہ ہی کہ بلحاظ مراتب کے میوون کا تفاوت ہوگا تو ہر مرتبہ کا شخص اپنے ہی مرتبہ کے موافق میوہ پاکے
کہیگا کہ یہ تو ویسا ہی ہی جیسا ہم پہلے پا چکے ہین جنت کے میوے بڑے بڑے ہونگے انار وہان کا انگور وہان کا
بہت بڑے قد کا ہوگا۔

وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا سے مراد یہ ہی کہ اُنکو ہمیشہ ایک طرح کے میوہ ملینگے امام حسن بصری اور قتادہ کہتے ہین کہ
سب پھل عمدہ قسم کے ہونگے اسواسطے اُنکو اشتباہ ہوگا بعض کہتے ہین کہ نام کا اشتباہ ہوگا ذائقہ مختلف ہوگا
ابن عباس فرماتے ہین کہ یہ جو دنیا مین پھل ہین یہ براے نام ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہودی نے
کہا کہ آپ فرماتے ہین کہ جنت مین کھانا پینا بھی ہوگا تو پھر حاجت ہوگی تو کیا کرینگے جنت تو نجاست کا محل
نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک اہل جنت کو تمھارے ایسے سو آدمیون کی قدرت کھانے پر ہوگی وہ کھائیگا
مگر فضلات اس طرح کے دنیاوی نہ ہونگے بلکہ خوشبو مشک کی خارج ہوگی دوسری حدیث مین ہی کہ اہل جنت
کھائین گے پئین گے پیشاب پاخانہ کی اُنکو حاجت نہ ہوگی ناک نہ بہیگی نہ تھوکینگے جس طرح یہان سانس لیتے
ہین اس طرح حمد و تسبیح کرینگے اس سے صاف ظاہر ہی کہ یہ کھانا پینا ویسا کھانا پینا نہین ہی جیسا کہ اس
دنیا مین ہوتا ہی اسکی اصلی حقیقت اللہ کو معلوم ہی یہان غیب ہی مگر اسکو خیالی و وہمی ذوقی سمجھنا صحیح
نہین کہ اُسکی حقیقت سے ہم باخبر ہین۔

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اُنکے لیے جو لوگ جنت مین جاوینگے ازواج ہین کہ جنکو اللہ نے طاہر
کردیا ہی مطہرۃ سے مراد یا تو بہت اچھی طرح طاہر ہین یا مراد اُس سے یہ ہی کہ اللہ نے طاہر کردیا ہی اور
طاہر کو طاہر کرنے والا اللہ ہی اسواسطے اُنکی طہارت بھی کامل ہوگی مراد یہ ہی کہ وہان کے ازواج بول و براز
گندگی سے حیض و نفاس سے پاک ہین آلایش سے تھوک و رینٹھ کے محفوظ ہین کثافت سے منی اور بچہ کے
مبرا ہین ان سے جو لطف اُٹھایا جاویگا وہ اس دنیا کا ایسا نہ ہوگا بلکہ اُسی عالم قدس کا ایسا ہوگا ابراہیم
نخعی کہتے ہین کہ جنت مین جماع تو ہوگا مگر بچہ اُس سے تولید نہ ہوگا امام حسن بصری کہتے ہین کہ اُنکی
حالت ویسی ہی ہوگی جیسی ہمارے یہان کی بوڑھی عورتون کی ہوتی ہی حیض و نفاس بچہ کی تولید

پاک وصاف ہونگی مگر سب جوان دوشیزہ اور حسین ہونگی کہ اگر اُن مین سے کوئی عورت زمین کی طرف
جھانکے تو تمام زمین روشن ہوجاوے اور خوشبودار ہوجاوے اُسکی اوڑھنی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہی ایسا ہی
ابوہریرہؓ کی حدیث مین آیا ہی اور حضرت ابوسعید حذری فرماتے ہین کہ آنحضرت صؐ نے ارشاد کیا کہ ہر ایک شخص کو
دو دو بیویان ملینگی ہر ایک بیوی ستر ستر حلہ پہنے ہوگی اُسکی پنڈلیون کا مغز اوپر سے دکھائی دیگا۔
وَّهُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ۔ وہ جنت مین جانے والے جنت مین ہمیشہ رہینگے اوپر گذر چکا ہی کہ نہر الماء سے
پانی پیتے ہی موت کا ڈر جاتا رہیگا ظاہر ہی کہ جب یہ ہمیشہ جنت مین رہینگے تو جنت بھی ہمیشہ رہیگی اور
اُسکے سایہ اور میوون کے ہمیشہ رہنے کی بھی خبر اللہ نے دی فرمایا اکلها دايم وظلها اس سے معلوم
ہوتا ہی کہ جنت دائمی اور ابدی ہی برخلاف اسکے کہ جو جہمیہ کہتے ہین کہ جنت ایک مدت کے بعد فنا ہوجاویگی
اسکی دو وجہ عقلی بتاتے ہین ایک یہ ہی کہ اللہ ابدی ہی جنت اور اہل جنت اگر ابدی ہون تو مساوات خدا
کے ساتھ لازم آتی ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ اللہ اول و آخر ہی اگر جنت ابدی ہو تو اللہ آخر نہ رہیگا مگر
اسکا جواب صاف ہی کہ اللہ ازلی ابدی ہی جنت کے صرف ابدی ہونے سے مساوات کیونکر لازم آتی ہی
اور آخر کا مطلب یہ ہی کہ وہ نہ ہو اور کوئی دوسری شے ہو تو ایسا نہین ہی بلکہ وہ ہمیشہ رہنے والا ہے
کوایف اہل جنت سے ایک حدیث وارد ہوئی ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو گروہ سب سے پہلے جنت مین داخل ہوگا اُسکی صورتین مثل چودھوین رات کے
چاند کے درخشان ہونگی پھر جو اُن سے متصل داخل ہونگے اُنکے چہرہ مثل روشن تارون کے ہونگے جو
فضائے آسمان مین پورے طور سے تابان و درخشان ہین وہ نہ تو پیشاب کرینگے نہ پاخانہ کی ضرورت اُنکو
ہوگی نہ تھوکین گے نہ ناک چھنکین گے اُنکی کنگھیان سونے کی ہونگی اُنکے پسینہ سے مشک کی خوشبو آئیگی
عود اُنکے یہان سلگایا جاویگا اُنکی ازواج حور عین ہونگی کُل کی کُل ایک ہی شکل کی مثل حضرت آدم
علیہ السلام کے ہونگی جنکا قد ساٹھ گز لمبا ہوگا۔

یہ لوگ کن اوصاف اور خصائص کے ہونگے ان سے خود معلوم ہوتا ہی کہ اعراض جسمانیت سے
جو اس عالم مین ہین پاک و مبرا ہونگے بعض آثار سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اسقدر لطیف ہونگے کہ اُنکو سوائے
اُنکی صنف کے جن نہ دیکھ سکین گے بلکہ جس طرح اس عالم مین جن کو انسان نہین دیکھتا ہی مگر انسان کو
جن دیکھتا ہی اُسکے برعکس ہوگا علاوہ برین یہ بھی بعض احادیث مین آیا ہی کہ جنت مین لوگ اپنی پسند کے
موافق اپنے اشکال حاصل کرلین گے ایک حدیث مین ہی کہ جنت مین بازار ہین جن مین خرید و فروخت کسی
شے کی نہین ہوتی ہی سوائے اسکے کہ وہان مردون اور عورتون کی صورتین ہین جب کسی کو کوئی صورت

پسند ہوتی ہی وہ اُس صورت مین داخل ہوجاتا ہی اس بازار مین ایک اجتماع ہی خواہ اُسکو میلا کہو کہ وہان عورتین ہوتی ہین وہ نہایت خوش آوازی سے کہتی ہین کہ ہم ہمیشہ رہنے والیان ہین ہم کبھی ہلاک نہ ہونگی ہم نرم اندام ہین کبھی ہم مین جھریان نہین پڑینگی ہم خوش رہنے والیان ہین کہ کبھی ہمکو غصہ نہین آتا ہی مبارک ہو وہ جس کے لیے ہم ہین اور جو ہمارے لیے ہی حضرت انس رضؓ بن مالک سے بھی ایسا ہی مروی ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت مین ہر جمعہ کو ایک بازار لگیگا اُس مین شمالی ہوا چلے گی جس سے چہرے خاک آلودہ ہو جائین گے اور کپڑون پر گرد پڑیگی اس کے باعث اُنکے حسن وجمال مین زیادتی ہو جاویگی پھر جب جنتی لوگ اُس بازار سے لوٹ کے اپنی جگہون مین جاوینگے تو اُن کے اہلخانہ کہین گے کہ تمھارا حسن وجمال زاید ہو گیا ہے وہ بھی گھر والیون سے کہین گے کہ تمھارا بھی حسن وجمال ہمکو زاید معلوم ہوتا ہی اُس بازار سے جب یہ لوگ لوٹین گے تو واقعتہً دونون کے حسن وجمال مین زیادتی ہو جاوے گی۔

اِن احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایک عالم ہی دوسرا ہی اُس عالم کا قیاس اس عالم پر نہین کیا جاسکتا ہی بلکہ اُس عالم کے اشیاء سے بطور تشبیہ کے ذہن نشین کیے جاتے ہین یہ شبہہ کیا گیا کہ یہ درخت اور نہرین اور انگور وانار سب گرم ملک کے ہین معلوم ہوتا ہی کہ جنت عرب لوگون کے لیے ہی اسکا جواب یہ دیا گیا کہ عرب کی پسندیدہ اشیاء کا ذکر مفصّل ہی اور دوسرون کے لیے ارشاد کر دیا گیا ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم تمکو اُس جنت مین تمھاری حسب خواہش سب کچھ ہی جو چاہو گے ملیگا۔ یہ تو حال جنت اعمال کا ہی جنت قرب کے احوال اس مرتبہ کے ہین کہ اُنکو اس عالم کی کسی شے سے تشبیہ بھی نہین دی جاسکتی ہے اسیوجہ سے وہ بطور معمّہ کے رکھا گیا ہی اور فرمایا گیا ہی لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب احد من البشر نہ کسی آنکھ نے اُسکو دیکھا نہ کسی کان نے اُسکو سُنا نہ کسی شخص کے دل پر اُسکا خطرہ بھی گذرا رزقنا اللہ وایاکم بفضلہ وبحرمۃ نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین۔

اوپر کی آیت کے متعلق ایک شبہہ پیش کیا گیا ہی جسکی تفصیل کرنا بہت ضروری ہے وہ یہ کہ فرماتا ہی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لہٰذا تم اللہ کا کسی کو شریک وساجھی نہ ٹھہراؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ جو شخص اس امر سے واقف ہی کہ اللہ ہی نے ہمکو پیدا کیا اور سب کو پیدا کیا ہی اور اُسی نے آسمان اور زمین کو بنایا اور ہمارے لیے اُسکو خیمہ اور فرش بنایا اور آسمان سے پانی برسایا اور مختلف میوون کو ہمارے لیے رزق بنایا وہی شخص اس امر سے مخاطب ہی کہ کسی کو خدا کا شریک نہ کرے لیکن جو شخص اس امر کا علم نہین رکھتا ہی اُسکو اس آیت سے ممانعت نہین ہی کہ وہ اللہ کے ساتھ

شریک کرے وہ شریک کر سکتا ہو مثلاً افریقہ کے باشندے ہین کہ اُنکو اسکا علم ہی نہین ہو کہ اللہ ان اوصاف سے متصف ہو پھر جب لا تجعلوا کے وہ لوگ مخاطب نہین ہین تو آگے اور پیچھے جسقدر امر یہان مذکور ہوئے ہین اُنمین سے کسی کے وہ مخاطب نہین ہین نہ تو اعبدوا کے مخاطب ہین اور نہ فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ کے مخاطب ہین - اسکا جواب یہ ہو کہ اگر تعلمون کے یہ معنی ہین کہ مفعول اُسکا مذکورۂ بالا اوصاف آلٰہی ہین تو یہ حال اور قید واقعی ہے احترازی نہین ہو جس طرح کہا جاتا ہو کہ تم اُس شخص کو جو گھوڑے پر سوار ہو یہ روپیہ دے آؤ تو اسکا یہ مقصد نہین ہو کہ اگر وہ اُتر پڑے تو اُسکو وہ روپیہ نہ دیا جاوے کیونکہ دینے کے لیے یہ قید احترازی نہین ہو اسپر سیاق وسباق خصوصاً لفظ یا ایھا الناس دلالت کرتا ہو کہ یہ مخاطب عام ہو اُس شخص کو بھی مخاطب کیا ہو جو علم اوصاف مذکورہ کا رکھتا ہو اور وہ بھی مخاطب ہوا ہو کہ جو علم نہین رکھتا ہو مگر اسپر یہ شبہہ کیا گیا کہ اس صورت مین اس جملہ وانتم تعلمون کا ذکر کرنا اور نہ کرنا بیکار وبلا فائدہ ہوا اسکا جواب یہ دیا گیا فائدہ اسکا یہ ہو کہ عام مخاطبین مین ایک جماعت علماء کی ہو اُسکی تفضیح اس جملہ سے ہوتی ہو اگرچہ احتراز کا فائدہ اس سے حاصل نہین ہو -

یہ تو اُس صورت مین ہو جبکہ خطاب عام ہو اور حالت خاص ہو اور اگر خطاب خاص اہل مکہ یا یہود ونصاریٰ سے ہو جو ان اوصاف سے آگاہ تھے تو پھر ظاہر ہو کہ یہ پورے طور پر موافق ہو اس صورت مین یہ خطاب مخصوص ہوگا اگرچہ دوسری آیات سے مامور بہ کا عام ہونا ظاہر ہوتا ہو -

اسی طرح اگر انتم تعلمون سے انتم تعقلون یا تشعرون مراد ہو اور اُسکا کوئی مفعول نہین ہو تو مطلب یہ ہو کہ حالانکہ تم علم یا عقل یا شعور والے ہو یہ تمام مکلفین کو شامل ہے تو جس طرح اعبدوا اور لا تجعلوا واتقوا عام ہے اسی طرح وانتم تعلمون عام ہے وہ لوگ وہ عقل اور علم بمعنے اِس کے کہ قوت ادراکیہ نہین رکھتے ہین وہ مخاطب نہین ہین کیونکہ وہ غیر مکلف ہین مگر جو عقل رکھتے ہین اگرچہ وہ اوصافِ مذکورہ سے واقف نہین ہین تو وہ شکر منعم کے مکلف ہین چاہے مخصوص احکام وعقائد کے مکلف نہ ہون اُن کو اگر دعوت پہونچ گئی تو وہ مسئول ہونگے ورنہ مسئول نہ ہون گے جس طرح کوئی آنکھ آفتاب کو نہ دیکھے تو وہ قصور وار ہو اگر آنکھ پر سبز عینک لگالے اور کہے آفتاب سبز ہے تو اُس کی عینک کو دور کرنا لازمی ہو ورنہ اُس کا سبز کہنا قابل گرفت نہ ہوگا اسی طرح جو لوگ اوہام فاسدہ اور خیالات باطلہ سے تفاصیل صفات مین کچھ کا کچھ اعتقاد کرے تو اُس کو تبلیغ کرنا ہوگا اگر تبلیغ نہ ہوگی تو وہ معذور سمجھا جاوے گا -

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا

یقینا اللہ شرم نہین کرتا ہے کہ بیان کرے کوئی مثال کسی تری کی ہو جاہے مچھر ہو یا اُسکے اوپر کے پھر

الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا

جو یقین رکھتے ہین وہ جانتے ہین کہ وہ ٹھیک ہی اُنکے رب کی طرف سے اور جو منکر ہین

فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ

تو وہ کہتے ہین کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہی اُس سے بہتون کو اور راہ پر لاتا ہی

كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ

بہتون کو اور گمراہ اُنھین کو کرتا ہی جو نافرمان ہین اور جو

عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

عہد مضبوط کرنیکے بعد توڑ ڈالتے ہین اور قطع کرتے ہین اُس شے کو جس کو اللہ نے

يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

جوڑنے کا حکم فرمایا ہی اور فساد کرتے ہین ملک مین وہی نقصان اُٹھانے والے ہین

اوپر وعدۂ جنّت ایمان والون کے لیے محض ترغیب کے لیے مذکور ہوا ہی اور ترغیب کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہی کہ اوپر اُسکے جہنم کی وعید ارشاد کی گئی تھی اور وعید محض نتیجہ دلیل کے طور پر مذکور ہوئی تھی ورنہ مقصد اس جگہ اقسام مکلفین کے ذکر کرنے کے بعد توحید و رسالت کے دلائل و براہین ذکر کرنے کا تھا اور دلائل سے قرآن شریف ہی اسواسطے اُسکا مذکور ہوا جب ظاہر فرما چکا کہ وہ معجزہ ہی اور اس کے مقابل کلام لانے کی تمکو طاقت نہین ہی تمکو ماننا چاہیے اسواسطے کہ حجت تمام ہو گئی ہی اور جب حجت تمام ہو گئی ہی تو اب اُسکے نتیجہ کے طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان نہ لانے اور تکذیب کرنے کا ثمرہ عذاب ہی اور ایمان لانے اور تصدیق کرنے کی جزا جنت ہی تو اب پھر اُس اعتراض کا جواب دیتا ہی جو متعلق دلیل نبوت یعنی قرآن شریف کے مخالفون کی طرف سے وارد کیے گئے تھے کفار کہتے تھے کہ گو ہم اس کلام کے مماثل لانے سے عاجز ہین مگر اسپر بھی یہ کلام خدا کا نہین معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ جو بڑے لوگون کے کلام کی شان ہی وہ اسمین نہین پائی جاتی ہی اسمین تو معمولی چیزون کے ساتھ مثال دیگئی ہی یہ کیسا اللہ ہی کہ حیا نہین کرتا ہی حقیر اشیا کے ساتھ تمثیل دینے سے تو اُسکا جواب دیا [illegible] کے کلام مین فحش اور مبتذل الفاظ نہ ہونا چاہیے نہ مثال مین اسواسطے کہ مثال توضیح کے لیے [illegible] کی

کبیر کے ساتھ حقیر کی حقیر کے ساتھ پھر اللہ کے لیے تو سب برابر ہین اسی وجہ سے قرآن پر کیا موقوف ہی اللہ
کے دیگر کتب سماویہ مین بھی ایسی مثالین دی گئی ہین اللہ کو ان مثالون کے لانے مین کوئی امر مانع نہین ہی
بعض کہتے ہین کہ یہان اس اعتراض کا ذکر نہین ہی بلکہ دلیل کے بعد محض اتمام فائدہ کے لیے جواب
مذکور ہی ورنہ اعتراض یہ تھا کہ یہود نے کہا کہ قرآن شریف کی طرف ہمکو رُخ کرنے کی ضرورت نہین وہ اللہ کے
کلام کی شان نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ اللہ کو کیا ضرورت ہی کہ حقیر اشیار کا ذکر اپنے کلام مین کرے
اس کلام مین تو ذباب مکھی اور عنکبوت مکڑی کا ذکر ہی اسمین اشارہ اُس تمثیل کی طرف ہی جو مذکور ہوئی ہی
مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت منہا اور ان الذین تدعون
من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ یا بعض مشرکین کہتے تھے کہ ہم ایسے شخص کو اپنا معبود
نہین بنانا چاہتے جو اپنے کلام مین محقرات اشیار کا ذکر کرتا ہی اور اُسکے ثبوت مین یہی دو آیتین پیش کرتے
تھے اس صورت مین تقریر جواب کی یہ ہوئی کہ اللہ کی عادت ہمیشہ سے ہی کہ برابر مثالون مین تفہیم کرتا ہی
وہ کبھی شرماتا نہین ہی جیسا کہ انجیل و تورات وغیرہ مین بھی یہ امر موجود ہی لہذا یہود کو کوئی حق نہین کہ
اسوجہ سے اس کلام کو خدا کی شان کے خلاف سمجھین اور مشرکین کے لیے اس جانب ایما ہی کہ مثال پیش
کرنا قابل گرفت نہین ہی محقرات کی مثال سے متکلم یا کلام حقیر نہین ہوتا ہی جو رب بنانے کے قابل نہ ہو
بلکہ اُسکے لیے کوئی یہ بات قابل مذمت کے نہین ہی۔ مثال ذکر کرنے سے فائدہ حاصل ہونا چاہیے چاہیے
حقیر سے مثال ہو یا عظیم سے مثال ہو حاصل یہ ہی کہ مثال مین مثال دینے والے کی شان کا لحاظ کرنا
ضروری نہین ہی اسواسطے کہ اس مفید طرز تفہیم کو ترک کرنے سے باز نہ رہیگا۔

بعض کہتے ہین کسی ایسے اعتراض کے جواب دینے کا مقصود نہین ہی جو یہان مذکور نہ ہو چاہے اُس
اعتراض کا بھی جواب ہو جاوے بلکہ یہان ذکر سے مثالون کے جو شبہہ ہوا ہی وہ دفع کیا جاتا ہی اللہ تعالی
نے جبکہ منافقون کی مثال آگ سلگانے والے اور پانی سے دی تو اُسنے شبہہ کو بھی دفع کر دیا کہ مثال لانے سے
جو تم شبہہ کرتے ہو اُس سے مثال لانا ترک نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اُسکے بہت بڑے فوائد ہین۔

لا یستحیی استحیار سے ہی جو حیا کے اوپر مزید کا فعل بنایا گیا ہی۔ حیا انقباض نفس کو کہتے ہین قبیح باتون
کے عمل کرنے سے یعنی دل رُکے بُرائی کے کرنے سے یہ حیا ہی اور اسکی زیادتی ہو تو خجالت ہی اور استحیا حیار
کرنے کی خواہش کرنا اسکے معنی ہین تو اس لفظ کے اختیار کرنے کے بعد دو قول علمار کے ہو گئے ہین ایک گروہ
کہتا ہی کہ استعمال مجازی ہی اور خدا کے اوپر اسکا اطلاق روا نہین ہی اسکی صورت استعمال محض مقابلہ کی
ہی چونکہ معترضین کہتے تھے کہ اللہ کو شرم نہین آتی ہی کہ وہ اس قسم کے حقیر اشیار کی مثال دیتا ہی اُسکے

جواب مین ارشاد ہوا ہی کہ اُسکو شرم نہین آتی ورنہ مقصود شرم کا ثابت کرنا نہین ہی اور دوسرے اگر وہ کہتا ہی کہ اسکا اطلاق اللہ پر ہو سکتا ہی کیونکہ برابر اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہین جنمین اثبات حیا کا اللہ کے لیے ہوا ہی بعض کہتے ہین کہ بلا تاویل ہم اسکے اطلاق کو روا رکھتے ہین اور ایمان لاتے ہین کہ جس قسم کی حیا اُس کے لیے زیبا ہی اُسکے کلام مین اُسکا اثبات ہی وہ اُسکے لیے ثابت ہی اگرچہ اُسکی حقیقت سے ہم واقف نہین تو اُنکے نزدیک یہ متشابہات سے ہوگا اور بعض لوگ کہتے ہین کہ معنی حیا کے دو کنارے ہین ایک انقباض نفس کا جو ابتدا ہی دوسرا انتہا جو ترک ہی تو یہ معنی اُسکے لیے اُسی طرح ثابت ہین جس طرح معنی رحمت کے ثابت ہین یا یہ کہو کہ لازم حیا کا ترک ہی وہی مراد ہین تو مطلب اِس بنا پر استحیٰ کا یہ ہی اِنَّ اللہ لایترك اللہ چھوڑتا نہین ہی مثال لانے کو۔

یَضْرِبَ - ضرب کے معنی تو ایک چیز کا دوسری چیز پر مارنا ہی مگر ضرب مثل بولتے ہین جس طرح سکہ منقوش کرنے کو ضرب سکہ کہتے ہین مراد اس سے ذکر کرنا ایسی شے کا ہی جسکا اثر ظاہر ہو غیر مین اس وجہ سے اسکے معنی بعض نے یذکر کے لکھے ہین کہ اللہ ترک نہین کرتا ہی مثال ذکر کرنے کو اور بعض نے بیین لکھا ہی اور بعض نے یضیع لکھا ہی اور کہتے ہین کہ اسی معنی کی مثال دوسری جگہ قرآن شریف مین ہی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ اور مراد اس سے وضعت علیہم الذلۃ ہی اُنپر ذلت اور مسکنت قائم کر دی گئی ہی ہر معنی کے اعتبار سے مقصود لانا مثال کا ہی۔

بَعُوْضَةً مچھر کو کہتے ہین اور **مَا فَوْقَهَا** سے مراد یا تو یہ ہی کہ جو جثہ مین مچھر سے بڑا ہی جیسے مکھی اور مکڑی یا مراد اس سے یہ ہی کہ جو مچھر سے بھی زیادہ چھوٹا ہو اور اس صفت حقارت مین اُس سے بڑھ کر ہو جیسے مچھر کا پر کہ اُسکی مثال دیجاوے تو وہ بھی اللہ لا سکتا ہی دونون معنی مراد ہو سکتے ہین دوسرے معنی مین مبالغہ زاید ہی اور پہلے معنی کے لحاظ سے اعتراض یہود کے ساتھ یہ جواب زاید مناسب ہی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لیکن جو لوگ ایمان لائے مراد اس سے یہ نہین ہی کہ وہ جو مثال پر ایمان لائے ورنہ کوئی فائدہ نہین ہی بلکہ مراد اُس سے فریق اہل اسلام ہین یعنی وہ لوگ جو ایمان لا چکے ہین خدا اور رسول پر **فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ** جو اہل اسلام ہین تو وہ جانتے ہین کہ وہ حق ہی اُنکے پروردگار کی طرف سے انہ کی ضمیر یا تو مثل کی جانب پھرتی ہی یا اُس مفہوم کی جانب پھرتی ہی جو ان یضرب مثلا سے حاصل ہوتا ہی یا عدم استحیا کی جانب پھرتی ہی یا قرآن کی جانب راجع ہوتی ہی مراد سب سے یہ ہی کہ اُنکو یقین ہی کہ یہ اعتراض بے محل ہی اور جو ارشاد ہی وہ حق ہی حق خلاف باطل ہی اُسکے معنی مین اصل مین مطابقت اور موافقت کے ہین اور اُس اعتقاد کو بھی کہتے ہین جو واقع کے مطابق ہو اور اُس حکم کو بھی کہتے ہین جو واقعہ کے

مطابق ہو اسکا اطلاق اقوال عقاید و ادیان اور مذاہب سب پر ہوتا ہی اس وجہ سے کہ وہ حکم حق پر مشتمل ہوتے ہین اور اسی وجہ سے اعتقاد واقع کے خالق و موجد کو بھی حق کہتے ہین مشہور یہ ہی کہ حق و صدق دونون مرادف ہین کوئی فرق نہین ہی اور بعض نے حق مین اور صدق مین فرق بتایا ہی کہتے ہین کہ صدق اُس قول کو کہتے ہین جو مطابق واقع کے ہو اور حق اُس اعتقاد کو کہتے ہین جو مطابق واقع کے ہو اور بعض اس اعتبار سے فرق نکالتے ہین کہ اگر اعتبار کیا جاوے کہ واقع مطابق حکم یا قول یا اعتقاد کے ہی تو اُسوقت لفظ حق بولا جاتا ہی اور اگر اعتبار کیا جاوے کہ حکم یا قول یا اعتقاد مطابق واقع کے ہی تو اُسوقت لفظ صدق کا استعمال ہوتا ہی اگرچہ مطابقت دونون جانب سے ہر وقت ہوتی ہی اس لحاظ سے یہ فرق مجرد اعتبار کے باعث سے ہوگا مراد یہان پر حق سے وہ حکم ہی یا اعتقاد ہی دونون ہو سکتے ہین یعنی ضرب مثل یا قرآن اللہ کی جانب سے ہی اور اُسکا اعتقاد ہی کہ واقع مین ایسا ہی ہی اور واقع مین ہی بھی ایسا ہی لہذا ایمان والون کو اس قسم کا شبہہ نہین ہوتا ہی بلکہ وہ مثال سے جو فائدہ ہی وہ حاصل کرتے ہین۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور لیکن جو لوگ کافر ہوئے یعنی وہ فریق جو ایمان نہین لایا ہی اور منکر ہی چاہے منافق ہو یا مشرک یہودی ہو یا نصاری اس جگہ بھی مراد یہ نہین ہی کہ جو منکر ہوئے مثل کے بلکہ مطلقًا فریق کفار کے مراد ہی۔

فَيَقُوْلُوْنَ اس جگہ مثل سابق کے یہ ارشاد نہین فرمایا کہ تعلمون انه باطل ليس من عند الله اسوجہ سے کہ اسمین اُنکی جہالت و انکار کا اظہار اچھی طرح سے ہی اسواسطے کہ ماذا اراد الله استفہام ہی یہ جہل کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہی اور انکار کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہی اسی وجہ سے بعض لوگ کہتے ہین یہان یقولون اس لیے کہا ہی کہ یہ شامل ہو دونون قسمون کو خواہ جہالت کی وجہ سے یہ انکار ہو یا عناد کی وجہ سے برخلاف یعلمون کے کہ اُسکے کہنے سے یہ فائدہ نہین ہو سکتا ہی اور بعض کہتے ہین کہ پہلے یعلمون کہا پھر یقولون کہا اسوجہ سے کہ مومنین نے تو اکتفا کی محل پر اور خضوع و انقیاد کر دکھایا نہ کہ محض قول کرتے یا دل مین بھی اعتقاد کر کے اور زبان سے بھی انه الحق کہتے تو اس سے افشار اعتراض کا ہوتا اس سے اُنکو کوئی فائدہ نہ تھا اسلیے یعلمون کہا اور منکرون کے دل مین کسی طرح رک نہین سکتا تھا خواہ مخواہ اُن کے جو اعتقاد مین تھا زبان پر آیا۔ وہ اُن کا حسب ذیل قول ہے۔

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا اللہ نے اس مثل سے ارادہ قصد نفس کا ہی کسی شی کی جانب کبھی قصد کی انتہا پر ارادہ بولتے ہین وہ حکم ہی اُس شی مین کہ کی جاوے یا نہ کی جاوے کبھی اُسکی ابتدا پر کہ محض توجہ نفس کی ہی ارادہ بولتے ہین ارادہ مین اور شہوت مین فرق ہی ان دونون کے درمیان مین عموم و

خصوص من وجہ ہو اسواسطے کہ شہوت مین لذت کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہو اور ارادہ عین نفس شے کے ساتھ تعلق
ہوتا ہو اسی وجہ سے کبھی ارادہ ہوتا ہو اور شہوت نہین ہوتی ہو جیسے کڑوی اور تیز بدمزہ دوا پینے کا ارادہ
ہوتا ہو خواہش و شہوت اُسکی نہین ہوتی ہو اور کبھی شہوت ہوتی ہو مثلاً کسی لذیذ شے کے کھانے کی حالانکہ
اُسکے کھانے سے ہلاک ہوجانے کا یقین ہو تو اسکی جانب ارادہ نہین ہوتا ہو شہوت ہوتی ہو کبھی اشتہا بھی
ہوتی ہو اور ارادہ بھی ہوتا ہو جیسے لذت دار کھانا ہو۔ قوت مین اور ارادہ مین فرق ہو قوت متعلق وقوع
کے ہوتی ہو اور ارادہ متعلق ایقاع کے ہوتا ہو قوت فعل کے ساتھ ہوتی ہو نہ قبل ہوتی ہو نہ بعد فعل کے
برخلاف ارادہ کے کہ وہ قبل فعل کے ہوتا ہو۔ اللہ کے ارادہ کی تفسیر مین اختلاف ہوگیا ہو کلبی اور نجار
کہتے ہین اللہ اپنے فعل کا ارادہ کرتا ہو اسواسطے کہ وہ جانتا ہو اُس فعل کو اور جو کچھ اُسمین مصالح ہین اور
افعال غیر کا وہ حکم دیتا ہو اور اُسکو طلب کرتا ہو لہذا اس بنا پر معاصی اُسکے ارادہ سے نہین ہوتے ہین
اور جاحظ اور دیگر معتزلہ کہتے ہین کہ باری عزاسمہ کا علم موجودات کے ساتھ ازل سے ابد تک اُسکا ارادہ ہو
اور اسی کو عنایت آلٰہیہ بھی کہتے ہین کیونکہ اسمین ہر شے کی مناسب یا محل وقوع کا علم اُس کو ہوا ہو اور
بعض لوگ ارادہ کو علم کے علاوہ صفت زائد سمجھتے ہین مگر سمجھتے ہین کہ وہ حادث ہو اور خدا کی ذات مین قائم ہین اور
بعض کہتے ہین کہ موجود ہو مگر اُسکے لیے کوئی محل نہین ہو اور اہلسنت کہتے ہین کہ ارادہ ایک صفت ذاتیہ
اور قدیم ہو اور صفت وجودی ہو زاید ہو علم پر اور مغایر ہو علم کے بھی اور قدرت کے بھی اسکی وجہ سے
مقدور کے دو طرفون مین سے ایک طرف یعنی وقوع کی تخصیص کردیتی ہو قوت مین وقوع کے ترجیح ہوتی ہو اور قدرت ساتھ فعل کے
ہوتی ہو برخلاف ارادہ کے کہ قبل فعل کے ہوتا ہو جیسا کہ اوپر گذر چکا ہو بیضاوی نفس ترجیح کو ارادہ
کہتے ہین مگر اس صورت مین ارادہ صفات افعال سے ہوجاویگا جسکا کوئی قائل نہین ہو تعریف اہلسنت
کی صحیح ہو اسواسطے کہ نصوص شرعیہ اسپر دلالت کرتے ہین جیسے ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن
اور اصح تفسیر حضرات اہل تصوف کی ہو اُن کے نزدیک نفس ذات عین علم و ارادہ و قدرت و مشیت
سب مین آثار سے مختلف ہین پھر اس جگہ فرماتا ہو کہ کیا ارادہ کیا ہو اللہ نے اس مثل سے یہ وہ لوگ
کہتے ہین جو اہل کفر ہین اسکے بعد فرماتا ہو۔

یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ بہتون کو اُس مثل کی وجہ سے گمراہ کرتا ہو اور بہتون کو
ہدایت کرتا ہو یہ بمنزلہ بیان کے ہو کہ خدا اس مثل کے لانے سے کیا کرتا ہو جو منکر ہین اُنکو گمراہی اس
مثل کی وجہ سے اور بڑھتی ہو کہ وہ عناد و کفر مین زیادہ حصہ لیتے ہین اور جو یقین کرتے ہین خدا پر اُنکو ایک مثل ہو
اور نور ایمان ملتا ہو جس سے ہدایت ہوتی ہو۔ بعض کہتے ہین کہ یہ جواب ہو اصل شبہہ کا کہ خدا فرماتا ہو

کہ تم جو کہتے ہو کہ اس طرح کی امثال سے کیا فائدہ ہی تو وہ فائدہ یہ ہی کہ بہت سے لوگ ایمان والے ہین اُنکو ہدایت بڑھتی ہی اور بہت سے کفار ہین اُنکی گمراہی ظاہر ہوتی ہی۔ بعض نے اسکو وصف کے محل مین مثلاً کے کہا ہی تو اس صورت مین یہ کلام کفار سے ہوا اور بعض نے یضل بہ کثیرا کلام کفار سے لیا ہی اور یھدی بہ کثیرا کلام خدا مراد لیا ہی مگر یہ بلا دلیل ہی اور بعض نے یضل کے معنی یہلک کے لیے ہین اور بعض نے یخطی کے لیے ہین لہذا اسکے معنی یہ ہوئے کہ بہت ہلاک ہوتے خطا کرتے ہین عذاب پاوینگے یہان اس امر کو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کے لیے اس آیت مین اضلال اور ہدایت کی اضافت کی گئی ہی اور قدرت اور مشیت اور ارادہ کا بھی ذکر آگیا ہی اور اُسکا کچھ بیان اوپر ہو بھی چکا ہی تو اب اللہ کے افعال و ربندہ کے افعال کے درمیان کیا نسبت ہی تاکہ بہت سے شبہات دفع ہوجاوین خداوند عالم کے متعلق جو حکما اعتقاد رکھتے ہین وہ کہتے ہین کہ وہ مبدء فیاض ہی اُس سے وجود عالم اس طور پر ہوتا ہی جس طرح آفتاب سے روشنی ظاہر ہوتی ہی اُس جانب سے کوئی بخل نہین ہی مگر مقابل کی استعداد کے مطابق فیضان ہوتا ہی جس طرح آفتاب سے دھوپ نکلتی ہی اور مختلف مراتب بلحاظ قابل کے تاثیر کرتی ہی اور کیچڑ پر پڑتی ہی تو اُسکو صرف خشک کر دیتی ہی اگر آتشین شیشہ پر پڑتی ہی تو اُس کے پس پشت روئی کو جلا دیتی ہی یہ ہی کیفیت فیاض مطلق کی ہی اس صورت سے خدا کے فعال اضطراری ہوتے ہین اور بندہ سے جو کچھ صدور ہوتا ہی وہ باعتبار ایجاب کے ہوتا ہی اُس سے خواہ مخواہ وہی سرزد ہوگا جو اسکے استعداد کا مقتضی ہی اگر بُرائی سرزد ہوگی تو وہ جہنم مین جائیگا اُسکا ثمرہ بھگتے گا اگر اچھائی سرزد ہوگی تو وہ دارالنعیم مین جائیگا اور خواہ مخواہ راحت مین رہیگا نہ توبہ کوئی تاثیر کر سکتی ہے نہ عفو کوئی شے ہی قوانین قدرت کا مجرم چھوڑا نہین جاسکتا ہی۔ معتزلہ کہتے ہین کہ خداوند عالم نے حقائق وجواہر تمام عالم کے پیدا کر دیے پھر اُن جواہر سے اعراض خود پیدا ہوتے ہین انسان جوہر مجسم ہی اُسکے افعال اُس سے خود ہوتے ہین وہ چاہے کرے یا نہ کرے اگر وہ بُرائی کرتا ہی برباد ہوتا ہی اگر اچھائی کرتا ہی نجات پاتا ہی البتہ نجات کا اعتبار آخر پر ہی اسواسطے توبہ مقبول ہی مگر اللہ پر واجب ہی کہ عمل صالح کی جزا دارالنعیم دے اور معاصی کی سزا کی وجہ سے عذاب کرے وہ غیر تائب کو کسی طرح بخشیگا نہین اور عفو کوئی شے نہین ہی اہل سنت کہتے ہین کہ خداوند عالم نے انسان کو بھی پیدا کیا اور اُسکے افعال کو بھی پیدا کیا اسمین دو گروہ ہوگئے ہین اکثر اشعریہ کہتے ہین کہ خدا کو اختیار ہی کہ بندہ کو ایسے احکام کا مکلف کرے جسکے اوپر عمل کرنے کی بندہ کو طاقت نہ ہو اور اگر وہ چاہے تو گنہگار کو جنت مین داخل کرے اور مطیع کو جہنم مین داخل کرے اُن کے نزدیک کوئی شے اللہ پر واجب نہین ہی

اور ہر خیر و شر اللہ کی جانب سے ہی بندہ کا عمل موافق تقدیر آلہی کے ہوگا اور نتیجہ بھی موافق تقدیر آلہی کے ہوگا بعض کے نزدیک تکلیف مالایطاق واقع مین ہوئی بھی ہے اور بعض کہتے ہین کہ واقع مین نہین ہوئی ہی امکان مین ہی اور امکان مین اسی طرح جنت مین عاصیون کا داخل کرنا ہی اور اطاعت شعارون کا جہنم مین ڈالا جانا ہی اگرچہ واقع نہ ہوگا یہ اُسکا وعدہ ہی اُنکے نزدیک عدل اُسپر واجب نہین جاہے وہ ظلم کرے مگر ظلم کریگا نہین اسواسطے کہ یہ جو اُسکی قدرت مین ہی وہ ظلم نہین ہی کیونکہ ظلم اُن کے نزدیک تصرف فی ملک الغیر ہی اور یہ خدا کے ان افعال پر صادق نہین آتا ہی اسواسطے کہ تمام دنیا اُسی کی ملک ہی اس اعتبار سے توبہ بھی اثر کرتی ہی اور اسکے علاوہ عفو بھی ہوسکتا ہی بندہ جو عمل کرے اللہ کو اختیار ہی کہ جو چاہے اُسکے عوض دے مگر رحمت و فضل سے وہ مطیع کو جنت مین داخل کریگا اور عدل سے وہ عاصی کو جہنم مین داخل کریگا اور مشرک کو جہنم مین ڈالیگا اگرچہ وہ جنت مین داخل کرسکتا ہی اور دیگر گنہگارون کو اگر اُنھون نے توبہ کی ہی بخشدیگا اگر توبہ نہین بھی کی ہی تو بھی وہ اپنے فضل سے بخشے تو بخش سکتا ہی اور وہ ایسا کریگا اس لحاظ سے بندہ جو کچھ کرتا ہی اُسپر اُسکے اختیار کی ضرورت نہین ہی خدا کی مرضی سے وہ سب کچھ کرتا ہی اور خدا ہی کی مرضی سے اُسکو ثواب و عقاب ہوگا وہ جسکو چاہے گمراہ کرے جسکو چاہے ہدایت دے جسکو چاہے مسلمان بنائے جسکو چاہے کافر کرے اُنکے نزدیک تمام اشیا محض اُسی کے ارادہ سے اور قدرت سے پیدا ہوتی ہین یہ جو کہا جاتا ہی کہ فلان شے فلان شے کی علت ہی اسکا مطلب اشعریہ کے نزدیک صرف یہی ہی کہ اللہ کی عادت یون ہی اس شے کے بعد اُس شے کو پیدا کرتا ہی اور وہ چاہے تو پیدا نہ کرے مثلاً آگ کسی ملایم جسم مین مس کرے تو اللہ کو اختیار ہی کہ چاہے تو احراق پیدا کرے چاہے نہ پیدا کرے مگر عادت اُسکی یون جاری ہی اس قسم کی ملاقات کے بعد وہ احراق پیدا کرتا ہی برخلاف حکماء کے کہ وہ نتیجہ اور ثمرہ اور معلول علت پر لازم سمجھتے ہین اور معتزلہ کے کہ وہ بالتولید کے قائل ہین کہ اللہ نے آگ کو پیدا کیا اُس سے احراق پیدا ہوتا ہی۔

اکثر ماتریدیہ عادت کے تو قائل ہین مگر تکلیف مالایطاق کے قائل نہین ہین اور اُن کے نزدیک بندہ اپنے فعل کا کاسب ہی اور خدا خالق ہی۔

کسب کو وہ علاوہ خلق کے ایک فعل سمجھتے ہین جیسے افیون کو بونے والا بمنزلہ خالق کے ہی اور کھانے والا بمنزلہ کاسب کے ہی کسب مین قوت کی ضرورت ہی قوت کا مقصد یہ ہی اسباب صحیح ہون اور آلات درست ہون اگر آلات صحیح نہ ہون تو پھر قدرت سے شے باہر ہی اُسکی تکلیف نہین ہوسکتی ہی اسی وجہ سے مجنون مکلف نہین ہی بندہ پر جو الزام ہوتا ہی وہ بوجہ کسب کے ہوتا ہی کہ وہ قائم بندہ کے

ساتھ ہی اگرچہ خلق کسب بھی فعل اللہ کا ہی لہذا اُسکا گمراہ کرنا یہ ہی کہ اسباب ضلالت کے جمع کردے اور وہی
اسباب موجود ہون جنکی بنا پر کہا جا سکتا ہی کہ چاہے کرے یا نہ کرے مگر اسباب ضلالت کو تقویت تقدیر
کے باعث ہو جاوے اور بندہ سے ارتکاب معصیت کا ہو جاوے اس صورت مین بندہ کاسب ہونے کے
باعث مکلف ہی اور جوابدہ ہی اور اسباب کے موجود ہونے کے باعث مختار ہے اگرچہ وہ اختیار بدست
قادر مختار ہی اور یہ اختیار اسقدر بدیہی ہی کہ اس کا انکار نا ممکن ہی ہر شخص جانتا ہی کہ جو گر پڑتا ہی وہ قابل
رحم ہی اور جو پھاند پڑتا ہی وہ موجب ملامت ہی اگرچہ دونون فعل خدا کی مشیت اور ارادہ سے ہوئے ہین
مگر ایک مین ارادہ بندہ کا ہی اور دوسرے مین نہین ہی۔

یہی کیفیت قانون قدرت کی ہی کہ وہ بمنزلہ تقدیر الٰہی کے ہی اور شخصی قوت بمنزلہ کسب کے ہی ایک بڑھئی میز
بناتا ہی یہ سب قانون قدرت کے تابع ہی مگر بُری بنتی ہی تو اُسکو سزا دیجاتی ہی اور اچھی بنتی ہی تو اُس کو
انعام دیا جاتا ہی اختیار ظاہر ہی وہی مدار ہی تکلیف کا اور تابع ہونا اُس اختیار کا مشیت الٰہیہ کے
یہ غیر معروف تھا یہ ثابت نصوص مذہب سے ہی جیسے وما تشاءون الا ان یشاء اللہ اس اعتبار سے
خدانے بندہ کو کسب پر قادر کر دیا اُسکے اعتبار سے اُسکو سزا و جزا ہی اور وہ مشیت کے موافق کریگا اسکے
اعتبار سے اضلال و ہدایت ہی خدا کے فعل پر سزا و جزا نہین ہی نہ اُسکے لحاظ سے کوئی شے بُری ہے
بلکہ اُسکا خلق اگرچہ وہ ابلیس کا بھی ہو اچھا ہی مگر ابلیس کے حرکات کے لحاظ اور بندون کے کسب کے
اعتبار سے بُرائی آتی ہی یہان پر ایک مثال انجیل کی ہی کہ اُسکو تعلق اوپر کے اعتراض سے بھی ہے مگر
شیطان کا حال معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے گیہون کا کھیت بو لیا اُسکے دشمن نے سرسون اُسمین
لا کے بو دی جب وہ گیہون کے ساتھ نکلی تو اُسکے خدام نے کہا کہ اسکو کاٹ ڈالنا چاہیئے مگر اُس شخص نے
منع کیا اور کہا کہ اسوقت کاٹنے سے گیہون بھی کٹ جائیگا جب تیار ہو گیا تو اُسنے خدام کو حکم دیا کہ
وہ سب جدا کر دیا جاوے یہ مثل آدم علیہ السلام اور شیطان کی ہی کہ اُسنے آدم کے ساتھ بُرائی کی
بیج کو بو دیا اور خدام فرشتے ہین اُن سے کہدیا گیا کہ ابھی ٹھہرے رہو جب کاٹنے کا وقت آیا تو اچھا اور
بُرا علیحدہ کر لیا گیا یہی چھوڑ دینا گویا اضلال اللہ کا ہی مگر تحقیق صوفیہ یہ ہی جیسا کہ حافظ نے کہا ہی ؎

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ — تو در طریق ادب کوش گو گناہ من ست

مگر جو لوگ آزادی چاہتے ہین اُن کے نفس کا دھوکا ہی اگر سب اللہ کی طرف سے سمجھ لیا جاوے
تو خیر ورنہ اچھا اچھا اپنا اور بُرا بُرا اُسکا بہت مذموم ہی۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ یہ تتمہ ہی کلام سابق کا اور ضمن مین جواب کے ہی مقصد اس سے

اس امر کا ظاہر کرنا ہی کہ گمراہی اسی کے باعث پیدا نہین ہوئی ہی بلکہ جو اس کی وجہ سے گمراہ ہوئے وہ پہلے ہی سے گنہگار تھے فاسق مطلقًا نافرمان پر بولا جاتا ہی مگر یہان مراد وہی ہے جو بالکلیہ اطاعت سے باہر ہوگیا ہو وہ مشرک ہین کافر ہین منافق ہین۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ یہ وصف اُنکا بیان کیا گیا ہی جو ان امثال بجائے ہدایت کے گمراہ ہوتے ہین اُنکا ایک وصف کفر کا ذکر ہوچکا ہی اب ارشاد ہوتا ہی کہ علاوہ کفر کے اُنھون نے اُس عہد کو جو اللہ سے ہوچکا تھا بعد اُسکی مضبوطی کے توڑ ڈالا میثاقہٖ کی ضمیر یا اللہ کی طرف پھرتی ہی یا عہد کی طرف پھرتی ہی اَولیٰ یہی ہی کہ عہد کی طرف پھیری جاوے مراد عہد سے یا تو وہ ہی جو باعتبار عقل کے قایم ہوا ہی کہ عقل سلیم کے روبرو ایسے دلائل اور براہین پیش کئے گئے ہین کہ اُسنے سمجھ لیا کہ خدا کی وحدت اور رسول کی رسالت کا مطالبہ ہم سے ہی اُسکا میثاق اور تقویت دلائل قائم کرنے سے اور رسولون کے بھیجنے سے اور معجزات ظاہر کرنے سے ہوئی اور نقض اُسکا یہ ہی کہ اُسکے موافق عمل پیرا نہین ہین کفر کرتے ہین شرک مین مبتلا ہین یا مراد اُس سے وہ عہد ہے جو الست بربکم کے وقت ہوا یا مراد عہد سے وہ کہ جو انبیاء علیہم السلام سے کیا ہی یا مراد عہد سے وہ امانت ہی جسکا ذکر قرآن مین آیا ہی یا مراد عہد سے بنی اسرائیل سے جو انبیاء نے کیا وہ ہی اُسکے خلاف کرنے کی صورت بھی مناسب ہوگی۔

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ یہ تیسرا وصف ہی کہ وہ لوگ منکر ایسے ہین کہ اُنھون نے قطع کیا اُس شے کو جسکے ملانے کا اللہ نے حکم دیا مراد ما سے یا تو نسبت رسالت آن حضرت کی ہی کہ اُسکو ملانے کا حکم دیا گیا تھا یا مراد اُس سے یہ ہی کہ حکم دیا گیا تھا کہ رسولون کے درمیان فرق نکرین یہ چاہتے ہین کہ رسولون کے درمیان تفریق ڈالین بعض کو مانین اور بعض کو نہ مانین یا مراد اس سے رشتہ ناتا ہی کہ اُس کے صلہ کا اور ملانے کا حکم ہی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار تمام عرب تھے اُنھون نے اُس رشتہ کو قطع کردیا اور بجائے اسکے کہ رشتہ ناتے کے لحاظ سے آپکی اعانت ونصرت کرتے عداوت کی لڑے گھر سے نکال دیا یا مراد خاص مسلمانون سے رشتہ توڑنا ہی کہ ایمان کے باعث اُن سے دشمنی کرنے لگے اور اُنکو تکالیف پہونچانے لگے یا عام رشتہ مراد ہی کہ اُنھون نے خدا کے عہد کو بھی توڑا اور مخلوق کے حق سے بھی روگردانی کی یا امر الٰہی مراد ہی کہ اُسکے خلاف اُنھون نے کیا بعض لوگون نے یہ آخری احتمال قوی سمجھا ہی اسواسطے کہ اسمین عموم زاید ہے۔

وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ یہ چوتھی مذمت ہی کہ وہ زمین مین فساد کرتے ہین اس سے عام طور پر اُنکے

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کیونکر تم کفر کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالانکہ تم مردہ تھے تو اُسنے زندہ کیا پھر تمکو مار یگا پھر تمکو جلائیگا پھر تمکو اُسکی طرف لوٹ جانا ہے

بقیہ صفحہ (۷۱) فساد کے اثر کا اظہار کیا گیا ہے فساد اُنکا کیا تھا کہ وہ لوگون کو ایمان لانے سے روکتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاونت ونصرت کرنے سے لوگون کو باز رکھتے تھے یا فساد سے مراد معاصی اور عیوب ہین جور وظلم ہے کہ اُس سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ یہ اُنکے اعمال کا نتیجہ ہے کہ ارشاد فرماتا ہے کہ وہی نقصان اُٹھانے والے ہین کہ اُنھون نے جو صورت اپنے فائدہ کی سمجھی ہے وہ اُنکے نقصان کا باعث ہوگی بعض صحابہ روایت کرتے ہین کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اُسکے لیے ایک گھر جنت مین اور ایک گھر جہنم مین بنا دیا جاتا ہے مگر جب ایمان لاتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے تو اُسکا جہنم کا گھر اُس سے لے لیا جاتا ہے اور دوسرے گھر جنت سے جو کفار سے چھوٹ جاتے ہین اُسکو دیدیے جاتے ہین اسی طرح جو کفر کرتا ہے اور عناد کی راہ چلتا ہے اُسکا جنت کا گھر اُس سے لے لیا جاتا ہے اور جہنم کے اور چھوٹے ہوئے مؤمنین کے گھر اُسکو دیدیے جاتے ہین تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ خسارہ مین کفار رہتے ہین اور نفع مین مؤمن رہتے ہین اسواسطے کہ جنت کے گھرون مین آسائش وآرام اور تمام انعامات الٰہیہ ہین اور جہنم کے گھرون مین انعامات کے بدلے طرح طرح کے عذاب ہین اور ہر صورت سے سختی اور تکالیف ہین تو جو چھوٹتا ہے وہ نفع مند ہے اور جو ملتا ہے وہ ضرر رسان ہے اس واسطے خسارہ کافرون کو ہوا واللہ اعلم۔

اوپر اللہ نے دلائل توحید ورسالت کے ذکر فرمائے اور اُنکے شبہات دفع کیے اب تیسرا امر ایمان کا آخرت ہے اُسکو ارشاد فرماتا ہے اُسکے لیے نہایت خوش اسلوبی سے دلائل اُسنے قائم فرمائے ہین جنکو غور سے دیکھنے کے بعد بعثت کا یقین کرنا لازم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ اسی پر مدار نجات کا ہے بعض فرقون کے نزدیک امامت بھی اُن امور سے ہے جنپر مدار نجات کا ہے مگر یہ مسلک صحیح نہین ہے اسواسطے کہ امامت امور ظنیہ سے ہے اور بعد اکمال دین کے واقع ہوئی ہے اسپر ایمان نجات کا دارومدار نہین ہوسکتا ہے اور اگر فرض کیجیے تو یہ عجب اتفاق ہے کہ اس کلام کے بعد مسئلہ امامت ذکر کیا گیا ہے اگرچہ وہ موافق اہلسنت کے ہے جیسا کہ آگے اُسکی تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ ہوگی یہان پر ایک سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خدا پر اور یوم جزا پر ایمان لائے اور رسول پر ایمان نہ لائے یا رسول پر بھی ایمان لائے مگر سب رسولون پر نہ لائے تو اُسکے لیے جنت کا دخول ہوگا یا نہین اور جہان یقینی طور پر انبیاء کی تعیین نہین ہے جیسے ہندوستان تو وہان کے اوتار مثل بدھ اور رام کے نبی ماننے جاوین گے یا نہین جواب دیا گیا کہ جو لوگ ایک رسول پر بھی

ایمان نہین لائے تو وہ مسلم نہین ہین اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین وہ جہنم مین جلیگا اگرچہ مراتب جہنم کے متفاوت ہین باہم بقدر انکار کے تفاوت ہوگا اور ہندوستان کے اوتارون کو بھی نہین مان سکتے ہین اگرچہ اُنکی توہین نہین کرسکتے ہین خصوصا بدھ اور کرشن کی مگر رام اگر وہی ہی جسکی تعلیم مشہور ہی تو وہ نبی نہین ہی۔ فرما سکتا تھا کہ کفر مت کرو اللہ کے ساتھ حالانکہ وہ ایسا ہی مگر اسمین اسقدر مبالغہ نہ ہوتا جیسا کہ اس عنوان سے ہوا ہی کہ فرماتا ہی کہ کیونکر تم کفر کرتے ہو کیونکہ کفر کرنا بعد دلائل کے اور براہین کے جو وجود و وجوب پر باری عز اسمہ کے قائم ہین عقل والون کے لیے ناممکن ہی تمکو اللہ نے عقل دی ہی شعور رکھتے ہو تم سے اس قسم کا فعل بالکل مستبعد ہی کیونکر تمسے سرزد ہوتا ہی۔

اموات سے کیا مراد ہی اس مین مفسرون کا اختلاف ہی اُن سب کو ذکر کرنا تطویل بلا فائدہ ہی چند قول ہم یہان ذکر کرتے ہین ایک یہ کہ موت کے معنی یہ ہین کہ حیات نہ ہو عام اس سے کہ قبل اس کے حیات ہو چکی ہو یا نہ ہو چکی ہو جیسے موات کہتے ہین زمین کو۔ دوسرے یہ کہ موت وہ عرض ہی کہ جو ضد حیات ہو اور بعد حیات کے طاری ہو تیسرے یہ کہ موت عرض مقابل ہی حیات کا مگر اُسکے لیے جسکی شان سے ہو کہ وہ حی ہو سکے اس لحاظ سے موات زمین پر اطلاق کرنا مجازی ہوگا۔

آب اِن معانی کے بعد مفسرون کا اختلاف ہی کہ مراد پہلے اموات سے کیا ہی بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے لاشے محض ہونا ہی بعض کہتے ہین تم پہلے نطفہ بے جان تھے ان دونون پر بلحاظ معنی اوّل کے موت کا اطلاق حقیقی ہی اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مجازی ہی ہوسکتا ہی کہ مراد یہ ہو کہ پہلے جزو حی یعنی باپ مان سے جزو میت یعنی نطفہ ہوئے پھر زندہ کیے گئے اس لحاظ سے اُسکی شان سے تھا کہ زندہ ہو اسواسطے معنی اوّل و ثالث کی روسے حقیقۃً ہی اور معنی ثانی کی روسے مجاز ہی۔

ظاہر امعلوم ہوتا ہی کہ مراد اموات سے حالت سابقہ ہی قبل زندگی دنیاوی کے اُسکو ارشاد ہوتا ہی فاحیاکم تمکو زندہ کیا جب تمھاری عمر پوری ہوگئی تو تمکو پھر وہ موت دیگا مرجاؤگے جو موت نطری ہی اس موت کا ذکر یا تو بطریق حالات کے ہی یا انعام مین اسکو شمار کیا ہی یہ احتمال بھی صحیح ہی اسواسطے کہ انعام سے موت طبیعی ہی جیسا کہ فلاسفہ نے فوائد موت ذکر کیے ہین اور ظاہر ہی کہ موت سے خواہ کافر ہو یا مؤمن کمال زیادہ ہوتا ہی اسواسطے وہ حال سابق سے بہتر ہی اس کے بعد چند مدت کے پھر تمکو زندہ کریگا ثمّ لانے سے وہ زندگی بظاہر نہین معلوم ہوتی ہی جو وقتی طور پر قبر مین ہوگی اور بعض نے اُسی زندگی کو مراد لیا ہی جب مردہ قبر مین جاتا ہی تو فرشتے منکر نکیر آکے اُس سے سوالات کرتے ہین اُسکے بعد

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى

وہی اللہ ہے جس نے تمھارے نفع کے لیے اُن چیزون کو پیدا کیا ہی جو زمین مین ہین پھر متوجہ ہوا

السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

آسمان کی جانب پھر اُن کو سات سموات ٹھیک کر دیے وہی اللہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے

بقیہ صفحہ (۷۳) اُسکی ایک حالت ہوتی ہے جسکو نوم کرکے تعبیر کیا ہی بعض کہتے ہین پھر قبر مین زندہ ہوکے مرتا نہین ہے بلکہ اُسکو یا انعامات مین وقت صرف ہوتا ہی یا عذاب مین اسی وجہ سے ارشاد فرماتا ہے من عمل صالحا فلانفسہم یمہدون اور النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا اور حدیث شریف مین ارشاد ہوتا ہی کہ قبر یا تو باغچہ ہی جنت کے باغچون سے یا گڑھا ہی جہنم کے گڑھون سے بہرحال مراد اس جگہ بعض قبر کی زندگی لیتے ہین اور کہتے ہین کہ قبر کے بعد پھر نفخ صور مین موت ہوگی یا نہ ہوگی اسی وجہ سے اُسکے بعد موت اور حیات کا ذکر نہین کیا گیا بلکہ ارشاد ہوا کہ ایک مدت کے بعد پھر خدا کی طرف حساب وکتاب کے لیے رجوع کرنا ہی سب رجوع کرجائینگے یعنی میدان حشر مین جمع ہونگے۔

اس آیت سے اس جانب اشارہ ہی کہ جس خدا نے اول مرتبہ تمکو پیدا کیا ہی وہ قادر ہی کہ دوبارہ تمکو پیدا کرے تمھارا جینا و مرنا تمکو بالیقین محسوس ہوتا ہی اور وہ کسی دوسرے کی قوت مین ہی کہ تم اُسپر قادر نہین ہو وہی تمھاری دوبارہ زندگی کرنے پر بھی قادر ہی قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ فرما دیجیے کہ وہی اس کہنہ ہڈی کو زندہ کریگا جسنے اُسکو پہلے زندہ کیا ہی پہلے زندہ کرنا مشکل ہی پھر زندہ کرنا اسقدر مشکل نہین ہی اور پہلے زندہ کرنے کو تم خود مشاہدہ کرتے ہو اُسی پر دوبارہ زندگی کا قیاس کرو۔

یہان سوال ہوتا ہی کہ اس آیت سے تناسخ کی جو صورت ہنود کہتے ہین اُسکی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہی کیونکہ ثم یحییکم ممکن ہی کہ اسی عالم مین دوبارہ حیات ہو جواب دیا گیا کہ تناسخ کی رو سے یہ آیت ساکت ہی مگر ثبوت تناسخ اس سے نہین ہوتا ہی کیونکہ احیاء اُسی شخص کا جب ہوگا کہ جب اُسی جسد سے ہو تناسخ کے قائل تو دوسرے اجساد مین جنم کے قائل ہین اُسکی حیات نہ ہوئی بلکہ اُسکا دوبارہ آنا ہی البتہ صوفیہ کے مذاق پر ثم یحییکم سے اس عالم کی حیات کا بھی احتمال نکل سکتا ہی اسواسطے کہ وہ تجدد امثال کے قائل ہین و ابہ قطب الدین ... فرماتے ہین ع ہر زمان از غیب جانی ... +

پہلی آیت دلیل ہی خدا کی ذات اور اُسکی حیات اور اُسکی توحید پر بلحاظ اسکے کہ اُسمین بندے اپنے نفسون کی جانب توجہ دلائی گئی ہی اس آیت مین آفاق کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا ہی مقصد یہ ہی

کہ خود اپنی ذاتون مین اگر ملاحظہ کرو تو دلائل موجود ہین اگر گرد عالم ملاحظہ کرو تو دلائل موجود ہین اُسنے تمھارے لیے تمام اشیار زمین کے پیدا کیے تمام اشیار بلحاظ انتفاع مخلوق ہوے ہین اگرچہ بعض اُن مین مضر بھی ہین اور اُنکی تخلیق نفع حاصل کرنے کے لیے ہی اس سے اصل اشیار مین حلت معلوم ہوتی ہی بعض نے کہا ہو کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہرشے ہر انسان کے لیے جائز ہی یہی قول اباحیہ زنادقہ کا ہی مگر مراد اس سے یہ نہین ہی کہ ملک غیر پر تصرف جائز ہی بلکہ جسکے ید و قبضہ کو سبقت ہو گئی اور استحقاق ہو گیا اُسکے مقابل دوسرے کو استحقاق باقی نہین رہا اسواسطے کہ اُسکے لیے بھی بدو خلقت سے برابر نسبت تھی مگر سبقت کی زیادتی ہو گئی پھر اُسکی مرضی ہی اسیوجہ سے تجارت کی صورت مشروع کیگئی ہی اور دیگر صورتین اخذ و اعطار کی نکاح و بیاہ کی مقرر کی گئی ہین اس سے عموم منفعت کے خلاف نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ حال ابتدائی اور بلحاظ اصل خلقت کے ہی اور اُسکے بعد بلحاظ سبقت ید کے ہی۔

اس قسم کے قواعد بنا ناضروری ہین کہ جس سے باہم نزاعات دفع کئے جاسکین اور انتفاع کی صورت نکل سکے ورنہ ترجیح بلا مرجح کی صورت مین کسی کے لیے بھی صورت تحصیل کی آسان نہ رہیگی۔

پھر جب خداوند عالم نے زمین کے اشیار کی طرف توجہ دلائی تو آسمان کی طرف بھی نظر کرنیکی ضرورت تھی کہ وہ روبرو ہمارے ہی اور اُسکی خلقت زیادہ تر عالم آخرت کے اشیار سے مناسبت رکھتی ہے اسکے لیے ارشاد فرماتا ہی ثم استوی الی السماء پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا مراد اس سے یہ نہین ہی کہ محض زمین کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا بلکہ ثم یہان پر محض تعداد انعامات کے لیے ہی اور بعض لوگون نے ترتیب کے لیے لیا ہی اور کہا ہی کہ پہلے مادہ زمین بنایا گیا پھر آسمان درست کیا گیا پھر زمین پھیلائی گئی بہرحال مراد سمار سے یا تو وہی آسمان ہین جنکی خبر انبیار نے دی ہی یا مجرد بلندی ہی ایسے ہی سموات مین بھی مراد ہو سکتی ہی اور سبع سموات سے مراد یا تو مجرد کثرت ہی جیسا کہ عرب کا دستور ہی کہ وہ لفظ سبع کو محض کثرت کے معانی کے اوپر بولتے ہین مراد اُس سے محدود عدد نہین ہوتا ہی یا سبع سے مراد سات آسمان ہین تو اس جگہ قدیم فلسفہ کے خلاف ہوتا ہی اسلیے علمار نے تاویل کی ہی بعض کہتے ہین عرش و کرسی بھی شامل ہی بعض کہتے ہین کہ سات ہی آسمان ہین اور دلائل اُنکے نو ہونے کے غیر تام ہین بعض کا خیال ہی کہ آسمان اور ہین اور افلاک اور ہین گو یہ قول مجھے صحیح معلوم ہوتا ہی مگر جو مقصد اُنکا ہی وہ پورا صحیح نہین ہی اسواسطے کہ افلاک بطلیموسی ثابت کرتے ہین جنکے بطلان مین مجھے شبہہ نہین ہی البتہ افلاک سے دوائر اور سیر دورہ کواکب مراد ہو تو یہ قول صحیح ہو سکتا ہی رہ گئے وہ آسمان جن کا یہان ذکر ہی وہ بلا شبہہ سات ہین اور اُنکے محل وقوع تک ابھی حس نہین پہونچا ہی۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ

اور جب کہا تمھارے رب نے ملائکہ سے کہ ہم زمین مین خلیفہ کرنے والے ہین

بقیہ صفحہ (۷۵) لفظ استوی مین دو قول ہین ایک تو اسکو متشابہات سے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ استوی معلوم ہی کیفیت مجہول ہی اسپر ہم ایمان لائے اور دوسری جماعت کہتی ہی کہ مراد اس سے توجہ اور غلبہ ہی اسواسطے کہ استوی کا لفظ ان معانی مین مستعمل ہی۔

پھر ارشاد فرماتا ہی کہ یہ جو کچھ خلقت ہی یہ اضطراری یا بے دیدہ و دانستہ نہین ہی بلکہ وہ اللہ سب چیزون کا علم رکھتا ہی علم باری مین بہت سے اقوال ہین مگر محقق یہ ہی کہ وہ صفت ذاتیہ ہی جس سے تمام غیر اللہ بلکہ خود ذات مین معلوم ہوتے ہین ان آیات سے اللہ تعالی اور اُسکی ذات اور توحید اور صفاتِ ذاتیہ حیات و قدرت علم و ارادہ کلام سب کا ثبوت ہوتا ہی اور صفات ذاتیہ اور اسمائیہ اور صفت افعال سب کا ایماء ہوتا ہی ساتھ ہی اسکے رسالت پر اور بعثت پر دلائل قائم کئے ہین اور انعام کا ذکر کیا ہی تاکہ شکر منعم واجب ہو قاعدہ سے ایمان لازم ہو جاوے۔

واؤ بعض کے نزدیک زائد ہی گویا اوپر سے کوئی تعلق نہین بمنزلہ ایک سورۃ کے ہی اور بعض واو کا عطف اوپر کرتے ہین عطف قصہ کا قصہ کے اوپر کیونکہ اوپر اللہ نے پیدا کرنے کی اور جگہ اور مکان دینے کی منت رکھی ہی آسمان و زمین کی پیدائش کا احسان جتایا ہی اسکے بعد اب خاص مخاطب اور اولاد آدم پر جو احسان کیا ہی اُسکا ذکر فرماتا ہی یہ بھی نعمت ہی یہ بھی کہا جا سکتا ہی بعد رسالت و آخرت کے چونکہ بعض فرق اسلامیہ امامت کو بھی مدار نجات کہتے ہین اسواسطے عنوان بدل کے اُسکے متعلق بھی خداوند عالم نے احکام ارشاد فرمادیے بہر حال اوپر سے تعلق ہو یا نہ ہو امتنان کے تحت مین یہ واقعہ کہ جو آگے بیان کیا جاتا ہی داخل ہی۔

اِذْ کو بعض لوگون نے کہا ہی کہ زاید ہی اور تحقیق کے معنی مین مستعمل ہی جسطرح قد اور بعض اسکو زاید نہین کہتے ہین اور چونکہ ظرف زمان ہی اسواسطے اسکو اذکر فعل کے متعلق کہتے ہین جو مقدر ہی اذ فعل ماضی کے لیے آتا ہی اور اگر مستقبل پر داخل ہو تو معنے اُسکے ماضی کے کر دیتا ہی جس طرح اذا جسوقت ماضی پر داخل ہوتا ہی تو مستقبل کے معنی کر دیتا ہی معنی اُسکے جب اور جسوقت کے ہین اور اذکر کے حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پر قرآن شریف مین اذکر کا فعل آتا ہی جیسے واذکر فی الکتٰب مریم وغیرہ تو جو فعل یہان حذف کیا جاوے وہ بھی مناسب اُس فعل کے ہو جو ایسے مقامات پر مذکور ہوتا ہی۔ یہان چند شبہات دفع اس طرح ہوتے ہین کہ کہا جاوے کہ لفظ اذ لفظ قال کا ظرف نہین ہو سکتا ہی اسواسطے مقصود خبر دینا ہی نہ کہ

شرط و جزا مقصود ہی اور اذکر کے بجاے اذکروا کیون نہ محذوف ہوا اسوجہ سے کہ اسکے بعد ایک ارشاد
ہوا ہی انعام سب پر ذکر کیا گیا ہی سب کو اذکر کا فاعل کرنے سے فائدہ نہین ہی بالخصوص ایسے انعام سے
کہ جو خبر صادق کے بدون مشاہدہ سے یا عقل سے حاصل نہین ہو سکتی ہی۔

مطلب یہ ہی کہ یاد کیجیے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خبر دیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب اسکے
آن حضرت ہین اسواسطے کہ آگے ایک کا کلمہ اسپر دلالت کرتا ہی اس جگہ آن حضرت کو مخاطب کرنا اور
ایک کا لفظ لانا لطیف نکتہ ہی اس جانب کہ اصل خلیفہ تو آپ ہین اور اصل مین خلیفہ کی حقیقت آپ ہی
خوب سمجھ سکتے ہین یا خلیفہ کی حالت سے کما حقہ آپ ہی واقف ہین اسمین اشارہ اس جانب ہے کہ
آنحضرت کو علم اُن باتون کا جو قبل ولادت کے ہوئین فطری طور پر اور ایجاد سے حضرت حق کے پہلے سے
حاصل تھا یہی شان نبی کی ہی کہ اُسکو علم غیب اللہ کی طرف سے حاصل ہوتا ہی یون تو خدا کے سوائے
کسی کو علم غیب نہین ہی بلکہ بالاستقلال کوئی قوت وصف بندہ مین نہین ہی کہا جاتا ہی لا موجود الا ھو
اسی طرح ولا یعلم الغیب الا ھو مگر اُسکے وجود عطا فرمانے سے تمام موجود ہین اُسکے بتانے سے دوسرے غیب دان
ہو سکتے ہین اسمین کوئی محال شرعی یا عقلی لازم نہین آتا ہی اور نصوص اسپر دلالت کرتے ہین یہ دوسری
بات ہی کہ کسکو کسقدر علم غیب عطا ہوا ہی اسکو علام الغیوب ہی خوب جانتا ہی۔

اعتقاد ہمارا آنحضرت کے بارہ مین یہ ہی کہ آپ کو بلحاظ تمام مخلوق کے علم غیب زاید ہی کسی شی کو یہ نہین
کہا جا سکتا ہی کہ اُسکا علم آنحضرت کو بہ تعلیم حضرت حق نہین ہی نہ یہ کہنا درست ہی کہ تمام اشیاء کا علم
بالاستقلال آنحضرت کو حاصل ہی بلکہ اسیقدر اعتقاد ہی کہ علم خواہ مشاہدہ یا غیب اضافی ہو یا حقیقی سب آنحضرت
کو عطا ہوا جسقدر چاہا اللہ نے آپ کو تعلیم دی اور جس غیب کا آپ کو علم ہوا وہ بمنزلہ شہادت کے ہو گیا
اسواسطے آپ کو عالم الغیب کہنا کوئی وصف نہین بلکہ آن حضرت کے اسماء توقیفی ہین اس واسطے بھی
عالم الغیب کا اطلاق آن حضرت پر صحیح نہین ہی باوجود اسکے کتنا ہی علم آنحضرت کو ہو بلحاظ شان الوہیت
کے تھوڑا ہی ہی اگرچہ شان مخلوق کے لحاظ سے تمام عالمون سے زاید علم ہوا اسی وجہ سے ارشاد فرماتا ہی
وعلمك مالم تكن تعلم آپ جو کچھ نہین جانتے تھے وہ سکھا دیا یہ امر ایک حکیم اور صوفی کے نزدیک مستبعد نہین ہی
اگرچہ ایک رسمی عالم کے نزدیک مستبعد ہو کیونکہ جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم اللہ جل شانہ
کے ہین اور اسم جامع کا ظہور آپ مین ہی تو پھر کون سی شے خواہ ماکان ہو جو ہو چکے یا مایکون ہو جو آیندہ
ہو گی آپ کی ذات سے پوشیدہ ہو اگرچہ التفات نہ ہونے کے باعث بہت سے اشیاء بالفعل حاضر قوت
علمیہ کے ساتھ نہ ہون بلکہ خزانہ مین جمع ہون اسی لحاظ سے آنحضرت نے کبھی فرما دیا کہ ماکان و مایکون کو

اللہ نے مجھپر ظاہر فرما دیا اور کبھی فرمایا کہ انتو اعلم بامور دنیاکو یہ شان حضرت حق کی ہو کہ اُس کو
علم بالاستقلال ہو غیب کو غیب کے اعتبار سے اور شہادت کو شہادت کے اعتبار سے جانتا ہے بلکہ
اشیاء کو قبل غیب و شہادت ہونے کے بھی جانتا ہو اس خطاب سے آن حضرت کی رفعت درجات کا
اظہار ہوتا ہو کہ آپ اپنے علم کے موافق خبر دیجیے کہ جب فرمایا آپکے پروردگار نے ملائک سے۔ ملائکہ مین
تاء تانیث ہو بوجہ اسکے کہ جمع ہے یا مبالغہ کی تاء ہے جیسے علامہ و فہامہ مین جمع ہو ملائک کی جس کو
اکثر عرب ملک بلا ہمزہ کے استعمال کرتے ہین جیسے شمائل جمع شمأل کی ہو معنی اسکے رسول کے ہین کیونکہ
ماخذ اسکا الوکہ سے سمجھا جاتا ہو جسکے معنی رسالت کے ہین۔ ملائکہ کی حقیقت اوپر بیان کر دی گئی
مع شئے زاید اُسکا اعادہ کرنا یہان مناسب ہو۔ جو لوگ ملائکہ کے وجود کے قائل ہین اُنمین چند اقوال
ملائکہ کے بارہ مین ہوگئے ہین مقصود و تجرد ہو اکثر مسلمان کہتے ہین کہ وہ اجسام نورانی ہین یا ہوائی ہین
اور اُنکو قدرت شکل مین آنے کی اور اُسکے تبدل کی حاصل ہو۔
نصاریٰ کی ایک جماعت کہتی ہو کہ نفوس ناطقہ ہین جو بدن سے مجرد ہو جاتے ہین اگر خیر ہین تو ملائکہ
ہین اور اگر شر ہین تو شیاطین اور اکثر بت پرست کہتے ہین کہ وہ کواکب ہین جو سعید ہین وہ ملائکہ ہین اور
جو نحس ہین وہ شیاطین ہین فلاسفہ کہتے ہین کہ وہ جواہر مجردہ ہین جو علاوہ نفوس ناطقہ کے ہین بعض حکماء
کہتے ہین کہ وہ نفوس فلکیہ ہین جنسے افلاک کو حرکت ہوتی ہو بعض کہتے ہین کہ عقول عالیہ ہین جنمین سے
عقل وغیرہ ہے بعض کہتے ہین کہ رب الانواع ہین جیسا کہ اوپر ذکر گذر چکا ہو۔
ملائکہ کی حقیقت کچھ ہو مگر اہل اسلام اُنکے وجود کے قائل ہین اور اُنکی دو قسمین کہتے ہین ایک وہ ہین
جو وجود حضرت حق کا پرتو ہوتے ہین جب موجود ہوئے اور اُنکو معرفت اپنے خالق کی ہوئی تو صفت جمال کا
کچھ ایسا ظہور ہوا کہ وہ استغراق کے عالم مین محو حیرت ہو گئے اُنکا اشتغال محض تنزیہ مین ہو اور خدا کے
سوائے کسی سے اُنکو تعلق نہین ہو اُنکی شان مین ہو یسبحون اللیل والنھار لایفترون شام و صبح خدا کی
تسبیح کرتے ہین اور کسی وقت تسبیح کرنے سے غافل نہین ہوتے ہین یہ ملائکہ مقربین ہین اور انھین کو
عالین اور علیین کہتے ہین اور یہی ملائکہ مہیمین کہلاتے ہین دوسری قسم ملائکہ کی وہ ہو کہ جو تدبیر کرتے ہین
وہی ہین جنکی شان مین ارشاد ہوتا ہو لایعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون جو اُن کو
حکم دیا جاتا ہو اُسمین وہ اللہ کی نافرمانی نہین کرتے ہین اور وہی کرتے ہین جنکا اُنکو امر ہوتا ہو انھین ملائکہ
سے اوّل جو ملک ظاہر ہوا ہو وہ عقل و قلم ہو اُسکے بعد اُسکے استفاضہ کی غرض سے ایک ملک ہوا جسکو
لوح محفوظ کہتے ہین جو ممکنات علم باری مین تھی وہ قلم کو تفویض ہوئی اور قلم نے سبکو لوح پر القا کر دیا

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ

کہا اُنھون نے کہ کیا زمین مین ایسے شخص کو بنائیگا جو فساد کرے اور خونریزی کرے حالانکہ ہم

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۗ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تسبیح کرتے ہین تیری تعریف کے ساتھ اور پاکیزگی کرتے ہین تیری لیے فرمایا اللہ نے کہ یقیناً مین وہ کچھ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو

بقیہ صفحہ (۷۹) قطب وقت ہوتا ہی جو بعد آن حضرت صلعم کے مرتبۂ نبوت پر فائز نہین ہوتا ہی وہی خلیفۃ اللہ ہوتا ہی مگر بواسطہ اسکے کہ خلیفۃ الرسول ہوتا ہی تو مراد اس سے جنس خلیفہ ہی یا ابوالخلفاء آدم علیہ السلام ہین یا جزو کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین یا جملہ اولادِ آدم ہین یا مراد اس سے جسکا خلیفہ بنایا جانے والا تھا فرشتے ہین کہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم تمھارے بدلے ایک گروہ دوسرا بنانے والے ہین خواہ مراد اس سے کُل فرشتے ہون یا وہی فرشتے ہون جو زمین مین تھے یا مراد اس سے پہلی خلقت یعنی جنون کے بعد اُنکی جگہ پر دوسری مخلوق ہم بنانے والے ہین یا مراد یہ ہی کہ ایسی صنف ہم بنانے والے ہین جو ایک دوسرے کے باہم خلیفہ ہونگے ظاہر امراد اس سے یہی ہی کہ اللہ اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہی تاکہ اُسکے تمام اسماء ظاہر ہون اور اُسکی عبادت کُل اسماء سے ہو خواہ وہ جلالی ہون جنکے مظاہر شیاطین ہین اور اُنکی تسبیح انھین اسماء سے ہی اور وہ دوسرے اسماء سے آگاہ نہین ہین یا جمالی ہون جنکے مظاہر فرشتہ ہین اور اُنکی تسبیح انھین اسماء سے ہی اور وہ دوسرے اسماء سے واقف نہین ہین برخلاف اس خلیفہ کے کہ وہ جملہ اسماء کا مظہر اور ہر اسم سے وہ تسبیح کریگا۔

مقصود اس ارشاد سے یا تو مشورہ کا تعلیم کرنا ہی یا خلیفہ کی فضیلت ظاہر کرنا ہی یا آدم علیہ السلام کی شناخت کرانا ہے واللہ اعلم۔

قَالُوْا کے فاعل یا تو تمام ملائکہ مخاطبین تھے یا صرف ابلیس تھا جس طرح کہا جاتا ہی کہ فلان گروہ نے زید کو مار ڈالا مقصود اُس سے مارنے والا ایک ہی ہوتا ہی مگر وہ جس گروہ سے ہوتا ہی اُسکی طرف اُس واحد کا فعل منسوب کردیا جاتا ہی اسیطرح ابلیس چونکہ اُس مجمع ملائکہ مخاطبین مین تھا اُسنے جو کہا وہ سب کی طرف منسوب کیا گیا۔

بظاہر کل مخاطب ملائکہ معلوم ہوتے ہین اسواسطے کہ جواب سب کو دیا گیا ہی اور بعد کا مکالمہ بھی سب سے کیا گیا ہی مقصود اس سے اعتراض نہین ہی بلکہ محض دریافت حکمت ہی کہ خلیفہ کے پیدا کرنے مین کیا حکمت ہی یہ مقصود نہین ہی کہ کیون خلیفہ پیدا کریگا اور کیون یہ پیدا کرنے کا ارادہ ہے اس سے خطا فرشتون کی ثابت نہین ہوتی ہی بعض نے اسکو اعتراض فرض کیا ہی اور اُس سے استدلال کرکے حشویہ نے کہا ہی کہ ملائکہ معصوم نہین ہین اور بعض بزرگون نے بھی کہا ہی کہ ملائکہ ارض معصوم نہین ہین مگر اسکی حاجت نہین ہی اصل مین دریافت کرنا حکمت کا ہی

کہ پیدائش خلیفہ مین کیا حکمت ہی تاکہ جو شبہہ فرشتون کو ہوا ہی وہ زائل ہو جاوے ممکن ہی کہ بطور تعجب کے
یہ استفہام ہو کہ مقصود تو زمین کو آباد کرنا ہی ایسے شخص کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہی جو زمین مین فساد اور
خونریزی کرے جو آباد کرنے کے منافی ہی یا تعجب اس امر سے ہی کہ اہل صلاح کے بدلے اہل فساد کیون پیدا کرتا
ہے بعض نے مجرد استفہام مراد لیا ہی اور یہی بنا جہمیہ کے استدلال کی ہی کہ فرشتے معصوم نہین ہین۔
تکرار فیہا کی اس غرض سے ہی کہ فساد مین تاکید ہو جاوے فساد مین سفک دماء بھی داخل ہی
مگر اُسکے اہتمام شان کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا سفک کے معنی سکب اور اراقہ یعنی بہانے
کے ہین مگر استعمال سفک دم یعنی خون یا دموع یعنی آنسو مین ہوتا ہی کبھی دوسرے اشیا مین بھی ہوتا ہے
مگر وہ مجاز ہی مراد دم سے یا تو دم محترم ہی کہ جسکو اللہ نے بہانا حرام کیا ہی یا دم سے مطلقاً دم ہی کہ وہ بھی
محمود نہین ہی اگرچہ خون حق پر بہایا جاوے مگر چونکہ اضاعۃ مخلوق الٰہی کی ہے مستحسن نہین ہے۔
حضرت داؤد علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی خواہش کی مگر وہ تمام نہین ہوتی تھی ارشاد ہوا کہ
تمھارے ہاتھ سے خون جانوت کا ہوا ہی اس سے کعبۃ اللہ کی تعمیر تمسے نہین ہو سکتی ہی حالانکہ حضرت داؤد
نے بامر الٰہی جہاد کیا تھا آخر حضرت داود نے تمنا کی کہ اُنکی اولاد سے اتمام کو پہونچے یہ دعا قبول ہوئی حضرت
سلیمانؑ نے اُسکو تمام کیا ہماری شریعت مین خون کا بہانا حسن لذاتہ نہین ہی بلکہ لغیرہ ہی فرشتون کا اس
قسم کا سوال بلحاظ ادعاء علم غیب کے نہین ہی بلکہ تخمینی ہی یا خداوند عالم سے دریافت کیا اُنھون نے کہ خلیفہ
سے کیا کام لیا جاویگا تو اللہ نے اُن کو بتا دیا جیسا کہ بعض روایت مین آیا ہی یا اُنھون نے لوح محفوظ سے
اسکو دریافت کر لیا تھا یا اُنکی ذات مین جو قوت معصومیت کی وجہ سے مرکوز تھی اُسکے ذریعہ سے بطور علم قیافہ
کے یہ امر حاصل کیا تھا یا اُنھون نے لفظ خلیفہ سے استنباط کیا تھا کہ خلیفہ تو وہ ہی جو قایم مقام اسم جامع کا ہو
اور اُس سے ظہور صفات جمالیہ کا بھی ہوگا اور ظہور صفات جلالیہ کا بھی ہوگا اور صفات جلالیہ کا مقتضا
یہ ہے کہ فساد و خونریزی ہو اس وجہ سے یہ سوال کر بیٹھے۔
یہان پر غایت وضاحت کے لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت وجود بمنزلہ ایک دائرہ کے مرکز کے ہی اُسکے
اوپر ایک دائرہ مرتبۂ انسانیت کا ہی اور اُسمین بہت سے دوائر ہین کہ وہ مراتب انبیا ہین مراتب انبیا کے ماتحت
بہت سے حقائق مومنین و منافقین و کفار کے ہین اُس دائرہ انسان کامل کے اوپر ایک دائرہ حیوان کا ہی
اُسپر ایک دائرہ ارواح مجردہ کا ہی جسکے درمیان ایک حد فاصل ہی کہ مرکز وجود اور مرکز دائرہ سے اس دائرہ کی
تنصیف ہوتی ہی نصف اُسکا صفات جلالیہ کے مقابل ہی تو وہ مرتبہ شیطان کا ہی اور نصف صفات جمالیہ
کے مقابل ہی وہ مرتبہ فرشتون کا ہی فرشتے اپنے عالم وجود سے ان صفات بشریہ پر تاثر کرتے ہین اور شیاطین

اپنے مقام سے تاثیر کرتے ہین تو جو انسان جس صفت کے مقابل ہوتا ہی وہ اپنے مقابل سے متاثر ہو جاتا ہی یہ حال انسان ناقص کا ہی مگر انسانِ کامل تمام صفات جمالی و جلالی کو شامل ہی اور توازن کی طاقت کے باعث نہ صفت ملکوتیہ مقہور ہوتی ہی نہ صفت حیوانیہ جو صفت اُسکے ملکوت کے مقابل ہی شیاطین اپنی طرف کھینچ نہین سکتے ہین اسی وجہ سے انسان کامل خلیفہ ہی کہ مظہر ہی تمام صفات کا خصوصًا صفات ذاتیہ کا جنمین سے وجود حیات علم قدرت ارادہ کلام بصارت سماعت کی قوتین ہین کہ اِن صفاتِ ذاتیہ کا مجموعہ انسان کامل ہی کی ذات سے ظاہر ہوتا ہی تو آدم کو تمام صفات کی خبر ہی اور وہ سب صفات سے تسبیح کرتا ہی اور فرشتہ اُنھین صفات سے باخبر ہی جسکو وہ اپنے مین پاتا ہی وہ صفات جمالیہ ہین دوسرے صفات کو اُس نے مقابل مین اپنے حیوان و شیطان مین دیکھ کے دریافت کیا کہ مظہر اتم بھی اور انسان کامل بھی اُن اسماء سے یاد کریگا جو صفات جلالیہ کے ہین اُن سے قتل و غارت ہوگی۔ اس جگہ قربانی کا ذکر آگیا کہ وہ بھی مثل قتل کے حسن لغیرہ ہی اگر قربت و منفعت کا خیال نہ ہو تو قبیح لذاتہ ہی ایسے ہی شکار کہ اگر نشانہ بازی کی مشق یا گوشت کا خیال نہ ہو تو یہ قبیح لذاتہ ہی اسمین حسن بلحاظ غیر کے ہی۔

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ حال ہی اتجعل کے فاعل سے مقصود اس سے احتجاج ہی تفاخر یا عجب نہین ہی یا مقصود اس سے استفسار ہی کہ وجہ ترجیح کیا ہی۔ تسبیح کے معنی تمام برائیون سے دور رکھنے کے ہین۔

بِحَمْدِكَ موضوع حاصل مین ہی اور با تسبیح کے ساتھ متعلق ہی اور الصاق کے لیے ہی کہ ہمیشہ تسبیح کے ساتھ حمد بھی کرتے ہین یا مراد اُس سے لازم حمد ہی کہ معنی اُسکے توفیق کے ہین کہ تیری تسبیح کرتے ہین بوجہ تیری توفیق کے یا مراد اس سے حال مفعول کا ہی کہ ہم تسبیح کرتے ہین تیری حمد کے ساتھ۔ یہ تو مراد عمومًا تسبیح کی صورت مین ہی اگر مراد اُس سے تسبیح خاص ہی تو وہ تسبیح احادیث سے ثابت ہوتا ہی کہ سبحان اللہ وبحمدہ ہی کہ اُسکو فرشتون کی تسبیح ارشاد ہوا ہی یا سبحان اللہ ذالملک والملکوت سبحان اللہ ذی العظمۃ و الجبروت سبحان اللہ الذی لاینام ولایموت ہی۔ اور تقدیس مثل تسبیح کے ہی یا تقدیس سے مراد برائت اُن اوصاف سے ہی کہ جو لائق ذات کے نہین ہین یہ بھی احتمال ہی کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ ہم اپنے نفوس ظاہر کرتے ہین تیرے لیے اس صورت مین لام یا تعدیہ کا ہی یا تعلیل کا ہی یا بیان کا ہی۔

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ فرمایا اللہ نے کہ یقینًا مین وہ کچھ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو مین خلیفہ کے پیدا کرنے کی حکمت سے واقف ہون اور تم نہین واقف ہو یا تم ابلیس کی معصیت سے آگاہ نہین ہو مین واقف ہون اور آدم اطاعت کرینگے اُس سے مین آگاہ ہون تم آگاہ نہین ہو مین جانتا ہون کہ آدم کی اولاد سے کون کون پیدا ہونگے انبیاء صلحاء خصوصًا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو نہ پیدا ہوتے تو کوئی نہ پیدا ہوتا یا مراد اس سے انی اعلم غیب السموات والارض ہی

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

اور سکھایا اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء پھر اُن کو پیش کیا ملائکہ کے اوپر

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○

اور کہا کہ بتاؤ مجھے اسماء اُن کے اگر تم سچے ہو

بقیہ صفحہ (۸۲) جیسا کہ آگے آتا ہی یا اشارہ ہی کہ خلیفہ سے وہ میرے اسماء ظاہر ہونگے جنکو تم جان نہین سکتے ہو بلکہ خلیفہ سے عالم زندہ ہوگا اِسواسطے کہ اُسکے ساتھ روح الٰہی ہی جبتک خلیفہ نہ تھا عالم مثل روح بے جان کے تھا جب آدم ہوئے تو عالم زندہ ہوا اور کام کا شعور ہوا ظاہر ہی کہ فرشتون کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ وہ کچھ جانتا ہون جس کو تم نہین جانتے ہو۔

عطف یہان بھی قصّہ کا قصّہ پر ہی اور یہ قصّہ تو روح پھونکتے ہی ہوا یا یہان قصّہ کا اختصار ہی جیسا عمومًا قرآن شریف مین کیا جاتا ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور سکھایا اسماء یا نفخ روح کرنے کے بعد تعلیم کی یا خلیفہ بنانے کے بعد تعلیم کی یا پیدا کیا پھر نفخ روح کی گئی پھر اُنکی بزرگی قایم کیگئی پھر خلیفہ بنائے گئے پھر اُنکو تعلیم اسماء کی کیگئی یہان یہ سب افعال محذوف کر دیے گئے صرف علم کا فعل بوجہ آگے تمہید کے ذکر کیا گیا۔

عَلَّمَ صیغہ ماضی کا ہی تعلیم سے تعلیم اُس فعل کو کہتے ہین جسپر علم مرتب ہو اور عالم کا اثر متعلم پر پڑے کبھی صرف تحصیل علم پر بھی تعلیم کا اطلاق ہوتا ہی اگرچہ بلا واسطہ معلم کے ہو تعلیم کبھی علم ضروری پیدا کرنے سے بھی ہوتی ہی اور کبھی تعلیم اس طرح بھی ہوتی ہی کہ ذات حاضر ہو مدرک کے سامنے کبھی بواسطہ ملک کے تعلیم ہوتی ہی اس جگہ بواسطہ ملک کے تعلیم ہونے پر کوئی دلیل نہین ہی مگر یہ ممکن ہی کہ علم ضروری موافق استعداد کے آدم علیہ السّلام مین پیدا کر دیا گیا ہو یا آدم علیہ السّلام چونکہ نمونہ کائنات کے تھے تو وہ تمام کائنات بلحاظ اپنی حقیقت کے آدم علیہ السّلام کے درون مین داخل تھی تو جب اُنکو اپنی ذات کا علم ہوا تو کل کائنات کا علم ہو گیا حق یہ ہی کہ آدم علیہ السلام بلکہ کُل انبیاء جیسا کہ گذرا مظہر تمام اسماء آلٰہیہ کے ہین اسلیے اُنمین تمام اسماء کے مظاہر از خود ہویدا ہین اور وہ اسماء بھی ہویدا ہین۔

اٰدَمَ یا تو عربی ہی اور ماخوذ اُدمۃٌ سے ہی جسکے معنی گندم گونی یا سفید رنگ ہونیکے ہین یا ماخوذ اَدَمۃٌ سے ہی جسکے معنی قدوہ اور پیشوا کے ہین فرق اول و آخر کے لفظ مین باعتبار حرکت کے ہی کہ ہمزہ مضموم اور دال ساکن اول مین ہی اور ہمزہ اور دال مفتوح ثانی مین ہی یا آدَمَ دادمۃ سے ماخوذ ہی جسکے معنی الفت

اور انس کے ہین بعض لوگ اسکو ادیم ارض سے ماخوذ کہتے ہین اور مراد ادیم ارض سے روے زمین ہی کہ اُسپر خاک و دھول ہوتی ہی اوپر کے تمام معانی کو آدم کے ساتھ مناسبت ہی آخر کو بھی بلحاظ تخلیق کے مناسبت ہی اسواسطے کہ جب آدم علیہ السلام کو خدانے پیدا کرنا چاہا تو ملائک سے روے زمین کی مٹی منگوائی اور اُسکو ایک جگہ خمیر کرایا تمام اصناف کی مٹی کے جمع کرنے کا نتیجہ یہ ہی کہ ہر قسم کے لوگ ہوے اور مختلف اقوام اُنکی اولاد مین پیدا ہوے چونکہ اُنکا جسم ادیم ارض سے بنایا گیا تھا اسواسطے آدم کہلانے لگے۔

آدم مین دو ہمزہ تھے ایک ہمزہ دوسرے ہمزہ کے مفتوح ہونے کے باعث الف سے بدل دیا گیا آدم ہو گیا اور یہ نام ابوالبشر کا رکھا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ کلمہ عربی نہین ہی بلکہ عجمی ہی اور اُسکا وزن فاعل بفتح عین مستعمل ہی جس طرح آزر اور شالخ اسم عجمی ہے۔

الاسماء جمع اسم کی ہی اسم کے معنی بلحاظ اشتقاق کے علامت کے ہین چونکہ نام شے کی علامت ہوتی ہین اسواسطے اُنکو اسم کہتے ہین عرف مین ہر اُس شے کو اسم کہتے ہین کہ جو کسی معنی کے لیے وضع کی جاوے عام اس سے کہ وہ مفرد ہو یا مرکب مخبر عنہ ہو یا رابطہ ہو اور اصطلاح مین اُس لفظ کو اسم کہتے ہین کہ جو معنی مفرد کے لیے وضع کی گئی ہو اور اُسمین کوئی زمانہ نہ پایا جاتا ہو اور اپنے معنی پر دلالت کرنے مین کسی دوسرے کلمہ کی اُسکو حاجت نہ ہو مگر مراد یہان معنی مصطلح نہین ہو سکتے ہین اسواسطے کہ اصطلاح بعد نزول قرآن شریف کے ہوئی ہی۔ بعض لوگ اس اصطلاح کی ابتدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کرتے ہین اور بعض ابوالاسود دوئلی سے اسکی ابتدا کہتے ہین لہذا قرآن شریف مین اس اصطلاح کے موافق لفظ وارد ہونے کی کوئی صورت نہین ہی۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ اس جگہ اسماء سے مراد صفات اشیاء ہین اور اُنکے تعریفات اور خواص ہین بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے جملہ لغات ہین بعض کے نزدیک اسماء تمام اُن اشیاء کے ہین جو ہو چکین یا ہونگی بعض کہتے ہین کہ مراد اُس سے اسماء ملائکہ کے ہین بعض کہتے ہین کہ مراد اُس سے اسماء اُنکی ذرّیت کے ہین بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے سیّارات اور نجوم کے اسماء ہین بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے اسماء الٰہیہ ہین اور ارباب تحقیق کے نزدیک اسماء الٰہیہ تو ہین مگر بلحاظ اسکے کہ وہ اسماء ظاہر ہین اور اشیاء کونیہ اُنکے مظاہر ہین اشیاء کے لیے وجود ظلّی ہی اور اسماء کا وجود وجود حقیقی ہی کیونکہ حضرت وجود بحت نے کہ جہان قید و بے قید دونون گم ہین اور مطلق و مقید سے ورا مرتبہ ہی اُسنے اپنے دو جانب کیے ایک ذات کا جسکو تنزیہ کہتے ہین دوسرے صفات کا جسکو تشبیہ کہتے ہین جانب صفات حقائق کونیہ عالم ہوئے ایک وجود علمی تمام اکوان کا ہوا جسکو اعیان ثابتہ کہتے ہین اسی وجودِ عینی مین جو کچھ ہی وہی علم باری ہی اُسی کے موافق تمام مشاہد ہی پھر وجود علمی سے عالم ارواح مجردہ مین وجود ان اشیاء کا ہوا مرتبہ ملکوت کا

ظاہر ہوا اسی طرح عالمِ مثال مین وہ جو ہوا پھر عالم اجساد مین جماد ہوا پھر نبات ہوا پھر حیوان ہوا حیوان کے
تمام مراتب طے کیے سب کے بعد ظاہر ہوا جسد عنصری مین آدم کے جب یہ جسد عنصری روح الٰہی سے زندہ ہوا
تو اُسکو اُن تمام اسمار الٰہیہ کا شعور اُسی طرح ہوا جس طرح کہ اُن اسمار کا تنزل ہوا ہے اسی ظہور کے باعث
خلافت ملی اور اُسکا لازمی وصف علم ہے یہان پر ڈارون کی تحقیقات کے موافق نہین ہے بلکہ وہ بندر کی
ترقی کرتے کرتے انسان ہونے کا قائل ہے مگر اس قول کے موافق آدم مواد کونیہ کا انتہائی ترقی شدہ مخلوق ہے
اور اسکے متصل دوسرے مخلوق ہین ایک مخلوق دوسرے مخلوق سے قریب تر ہے مثلاً انسان کے اور حیوان
کے دونون کنارے ملتے ہین اور حیوان کے اور نبات کے کہ بعض نباتی شے مین اگر حرکت ارادی ہو تو
حیوان ہو جاوے اسی طرح تمام موجودات مراتب و درجات رکھتے ہین اور آخری دور آدمی ہے جیسا کہ مولٰنا
جامیؒ فرماتے ہین ؎ نوع آخر آدم ست و آدمی + گشت محرم از مقام محرمی +

اس آیت سے امام ابوالحسن الاشعری استدلال کرتے ہین کہ تمام لغات کا واضع اللہ ہے گو بعض اوقات
بعض لغات بندہ خود بھی وضع کر سکتا ہے معتزلہ کہتے ہین کہ تمام لغات کا واضع بندہ ہے بعض کہتے ہین کہ
ضرورت کے چند لغات اللہ نے وضع کر دیے بقیہ بندون کو اختیار دیدیا اُنھون نے وضع کر لیے لیکن
عند التحقیق آب و ہوا کے اختلاف کے باعث لغات مختلف ہو گیے ملک و قوم کے متفرق ہونے کے سبب سے
زبانین بھی جدا ہو گئین اس امر مین اختلاف ہے کہ ارواح کی بھی کوئی زبان ہے یا نہین جمہور قائل ہین کہ
ارواح کی زبان مخصوص ہے بعض کہتے ہین کہ سُریانی ہے اکثر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی ہے بعض
آثار سے فارسی زبان کا بھی بولا جانا جنت مین مروی ہوا ہے مگر یہ امر ظاہر ہے کہ صوت و الفاظ کے ساتھ
وہ زبان مقید نہین ہے اور اغلب یہ ہے کہ عربی زبان ہے جسمین کلام اللہ بھی ہے اور وہ کلام مشابہ کلام نفسی کے
ہے جسمین صوت و حروف کچھ نہین ہوتے ہین حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب بندہ قبر مین دفن کیا
جاتا ہے تو فرشتہ منکر نکیر سوال کرتے ہین اور وہ کہتے ہین من ربک وما دینک وما تقول فی
ھذا الرجل کون تمھارا رب ہے کون تمھارا دین ہے اور کیا کہتے ہو اس شخص کے بارہ مین اور اشارہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے ہین ظاہر ہے کہ ایک وقت مین تمام عالم کے مردون سے سوال کر لیتے
ہین یہ سوال کلام نفسی کے خواص رکھتا ہے مگر کلام لفظی کے خواص سے بالکل مبرّا ہے اسواسطے اُسکو
اُسی طرح عربی کہہ سکتے ہین جس طرح قرآن شریف کی عبارت و معانی کلام ہین اور عربی مین اس حدیث
کے علاوہ برابر تسبیح و تہلیل وغیرہ فرشتون کی عربی مین مروی ہوئی ہے لہٰذا قول صحیح یہی ہے
کہ زبان ارواح کی عربی ہے اور زبان اہل جنت کی عربی ہے جس طرح مردہ کو زبان عربی کا علم حاصل

ہوجاتا ہی اسی طرح آدم کو بھی علم اسمار کا ہوگیا۔

ممکن ہی کہ عربی زبان کا واضع اللہ ہو اور دیگر زبانون کی واضع مخلوق ہو اسی وجہ سے اس زبان کو مرتبہ وقرب حاصل ہوگیا ہی جسکی برابری دوسری زبانین نہین کرتی ہین ایک قول جیسا کہ اوپر گذرا یہ بھی ہی کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو تمام لغات کا علم دیا گیا ہی اور حضرت آدم نے ہر لغت مین کلام کیا جن جن لغات کو اُنکی اولاد بولتی ہی اُن سب کو آدم نے بھی بولا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لغات سب تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے وضع کر لیے گئے تھے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ ضمیر اسمار یا مسمیات کی طرف راجع ہی ضمیر مذکر کی یا تو اس وجہ سے ہی کہ مسمیات اکثر ذوی العقول ہین اور تغلیب ذوی العقول کی غیر ذوی العقول پر مستعمل ہی یا تعظیم کے لحاظ سے ضمیر مذکر کی لائی گئی ہی یا اسمار کی طرف ضمیر پھیری گئی ہی باعتبار اسکے کہ مراد اُس سے مسمیات ہین اور صنعت استخدام کا قاعدہ یہان برتا گیا ہی۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ صنعت استخدام کی ضرورت نہین ہی کیونکہ اسم عین مسمی ہی مگر اسپر اعتراض یہ ہوتا ہی کہ آگے چل کے ارشاد ہوتا ہی انبئونی باسماء ھٰؤلاء اگر اسم ومسمی ایک ہی ہوتا تو چاہیے تھا کہ انبئونی ھٰؤلاء کافی تھا لفظ اسمار بڑھانے کی ضرورت ہی کیا تھی بہرحال ضمیر مذکر کی لائی گئی ہی اور مراد اُس سے وہی مذکور ہی دعرضھم مراد عرض سے یا تو اُن اشیار کی تصویر قلوب ملائکہ مین پیدا کر دی گئی یا وہ اشیار مثل چیونٹی کے چھوٹے چھوٹے عالم ذرہ مین اُنپر ظاہر کیے گئے یا اُنکو جو اشیاء آیندہ پیدا ہونگی اُنکے ہونے کی خبر دیگئی اور اُنکو صور علمیہ پر اطلاع کر دی گئی یا علم اعیان ثابتہ اُن کو عطا کیا گیا اور حق یہ ہی کہ آدم علیہ السلام کی ذات مین اُن ملائکہ کو تمام آفاق ظاہر کیے گئے اور ہوسکتا ہی کہ عالم مثال اُنکے روبرو کر دیا گیا۔

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ انبار کے معنی مطلق خبر کے ہین اور کبھی اُس اخبار کو بھی کہتے ہین جسمین اعلام بھی ہو اسمین اشارہ اس جانب ہی کہ منصب خلافت کا دارومدار علم پر ہی اسیوجہ سے اُنسے ارشاد ہوا کہ اگر تمکو اپنی خلافت یا اس خلیفہ کے مقابل اپنی فوقیت اس منصب کے لیے ہی تو اسکے اہل ہونا ثابت کرو یہ امر محض اُنکے عجز ظاہر کرنیکے لیے ہی تکلیف مالایطاق نہین ہی جو لوگ اس قسم کی تکلیف کے جواز کے قائل ہین بلکہ وتورع کے وہ اس امر کو تکلیف کی غرض سے سمجھتے ہین ظاہر ہی کہ اس سے مقصد تکلیف نہ تھی۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی اگر تم اس امر مین سچے ہو جو تمھارے دل مین اس خلیفہ کے بارہ مین شبہات ہین اور تمکو گمان ہی کہ تم خلیفہ سے زائد جاننے والے ہو یا یہ کہ اُس سے تم افضل ہو یا تو تم سچے ہو اپنے اس ادعار مین کہ تم احق بالخلافۃ ہو یا سچے ہو اس امر مین کہ اس استخلاف کو تم غیر مناسب سمجھتے ہو یہ امر کوئی گناہ نہین ہی کہ دل مین اس قسم کا شبہہ پیدا ہو اسکی وجہ سے عصمت ملائکہ پر کچھ حرف نہین آتا ہی اور صدق وکذب کبھی انشار مین بھی ملحوظ ہوتا ہی جبکہ اُس سے قصد اخبار کا ہو اور ملحوظ اسمین اُسکے مناسب خبر ہو یہان ایسا ہی ہی۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

عرض کیا فرشتون نے کہ پاک ہی تو ہمکو علم اتنا ہی ہو جتنا تونے بتایا ہے تو ہی جاننے والا حکمت والا ہو

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْھُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَھُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

فرمایا تمھارے ربنے کہ ای آدم بتا دو انکو اسمار ان اشیار کے پھر جب بتادیا آدم علیہ السلام نے انکو اسمار فرمایا تمھارے پروردگار نے کیا مین نے تمسے

اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

کہ مین ہی جانتا ہون پوشیدگی آسمانون اور زمین کی اور جانتا ہون جسکو تم ظاہر کرتے ہو اور جسکو تم چھپاتے ہو

یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ جب فرشتون سے ارشاد ہوا کہ تم اسمار ان اشیار کے بتاؤ تو پھر اُنھون نے کیا کیا آیا اُنھون نے امتثال کرلیا اور جو دریافت کیا گیا تھا اُسکو بتا کے اپنا چھٹکارا حاصل کرلیا یا نہین تو اُسکا جواب ارشاد ہوتا ہی کہ اُنھون نے جواب دیا کہ ہم ان اشیار کو بتا نہین سکتے ہین اسی وجہ سے یہان بہ واؤ سے عطف نہین لایا گیا ہے۔

سُبْحَانَ مصدر سبح ثلاثی مجرد ہی جسکے معنی نزہ کے پاک ہونیکے ہین اس لفظ کا استعمال بلا اضافت کے نہین ہوتا ہی خواہ اضافت فاعل کیجانب ہو یا مفعول کیجانب ہو جیسے یہان کاف مخاطب کا ہی یا یہ مفعول ہی کہ تیری تنزیہ کی جاتی ہی یا تو منزہ ہی تو فاعل کی جانب ہی اور احتمال یہ بھی ہی کہ سبحان علم ہی مصدر تسبیح کا ثلاثی مزید کا باب ہی۔ غرض اس جگہ اعتراف کرنا ہی اس امر کا کہ ہمنے جو کچھ امر خلافت مین عرض کیا ہی وہ تقصیر ہوئی ہی اور ہمارا سوال اعتراض نہ تھا بلکہ سوال تھا اُس امر سے جسمین ہمارے عقول قاصر تھے وہ اسمار کی ظہور کی جامعیت ہین کہ وہان تک ہمارا ادراک پہونچ ہی نہین سکتا تھا۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ - اسمین تاکید اس امر کی ہی کہ ہم قصور وار ہین ہمارا علم اُتنا نہین ہی جتنا تجکو ہی حقیقۃً علم تیرے لیے ہی صفت علم صفت ذاتی اللہ کی ہے پھر اُس کے بعد حکمت کا ذکر کیا ہی کہ تو ہی ذوالحکمۃ ہی تیرے افعال محل اعتراض نہین ہو سکتے تیرے مصنوعات مین کسی قسم کے نقص کو راہ نہین ہی بعض لوگ حکیم کو اس لحاظ سے صفت ذاتی کہتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ تیرے افعال محکم ہوتے ہین تو یہ صفت فعل کے قائل ہین یہان پر ذکر کرنا مقصود صرف یہ ہی کہ جو سوال خلیفہ کے پیدا کرنیکی حکمت سے تھا وہ اسی غرض سے تھا کہ ہمارا علم تیرے علم تک نہین پہونچ سکتا ہی اور تو حکمت سے آگاہ ہی حکمت کا ہونا ضروری ہی اسواسطے کہ جعل تیرا ہوگا تو حکیم ہی اور فعل حکیم خالی حکمت سے نہین ہوتا ہی۔

آدم علیہ السلام کو ندا کرکے اللہ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ دیگر انبیار کے لیے بھی اس طرح کے خطاب کو

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اور یاد کیجئے اُسوقت کہ جب کہا ہمنے ملائکہ سے کہ آدم کے لیے سجدہ کرو تو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اُسنے انکار کیا اور خواہ مخواہ کی بڑائی دکھائی اور وہ منکروں میں سے تھا

بقیہ صفحہ (۸۷) پسند فرمایا ہی برخلاف حضرت سید المرسلین خاتم الانبیا کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ندا کی ہی تو القاب تعظیمی کے ساتھ ندا کی ہی یہ ایک لطف ہی جو دونوں محل مین حاصل ہوتا ہی اسمین تنقیص انبیا کی شان کی نہین ہی بلکہ عظمت شان حضرت محبوب رب العالمین کی ہی۔

اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ سے مراد یا تو یہ ہی کہ جس شے کو تم ظاہر کرتے ہو قبل تمھارے ظاہر کرنے کے ہمکو اُسکا علم ہے اور جس شے کو تم چھپاتے ہو اُسکا علم بھی ہمکو ہے تمھارا چھپانا ہمسے پوشیدہ نہین ہی بعض نے کہا ہی مراد اس جگہ ماتبدون سے عام ہی خواہ آسمان مین ظاہر کیا جاوے یا زمین مین اور پوشیدہ کرنے سے بھی مراد عام ہی جہان کہین پوشیدہ کیا جاوے بعض کہتے ہین خاص امر مراد ہی بعض نے کہا ہی کہ مراد ماتبدون سے فرشتون کا قول اتجعل لینا ہی اور ماتکتمون سے مراد جو اُن کے دل مین تھا کہ ہمسے بزرگ کوئی مخلوق نہین اللہ نے پیدا کی ہی بعض کہتے ہین ماتبدون سے فرشتون کا قول کہ جو اُنھون نے کہا اور جو وہ امتثال امر کرکے سجدہ مین گر پڑے اور ماتکتمون سے ارادہ ابلیس کا کہ وہ خلیفہ کی مخالفت کریگا اور سجدہ نہ کریگا۔

یا غیب السموات سے تو اکل شجرہ مراد ہی اور غیب الارض سے قتل قابیل کا ہی ہابیل کو کہ اسکے فرشتے تفصیل سے واقف تھے اور بعض لوگون نے کہا ہی کہ ماتبدون سے مراد وہ ہی جسکو مقربین ظاہر کرتے ہین یا غیب السموات سے مراد وہ ہی کہ جن اسمار کا علم مقربین کو بھی نہین اور ماتکتمون سے مراد وہ ہی کہ جو صرف مقربین پر ہویدا ہی اور اُس سے اصفیا اور دیگر کمل بھی واقف نہین اور وہ ظاہر بھی نہین کرتے ہین اسی طرح غیب الارض سے مراد وہ اسمار ہین جنکا ظہور عالم شہادت مین نہین ہی۔

عطف قصہ کا قصہ پر ہی اس جگہ اللہ نے فرمایا کہ ہمنے کہا اور اوپر فرمایا تمھارے پروردگار نے کہا تو اوپر آنحضرت کے فضل و کمال کا اظہار مقصود تھا کہ اصل خلافت کے لیے چونکہ آپ سزاوار ہین آپکے رب کی شان ہی کہ خلیفہ کی منادی کرے اسواسطے وہان لفظ ربک اختیار کیا گیا برخلاف اس جگہ کے کہ یہان تعظیم اپنی ظاہر کرنا ہی اور عنادکبریائی کا ایمار اشارہ کرتا ہی اور اپنے انعام و احسان کا ذکر ہی ان امور کے لیے یہ لفظ قلنا زیادہ مناسب ہی۔

سجدہ بہ لحاظ لغت کے تذلل و انخفاض و انحنا کو کہتے ہین جسکے معنی جھکنے اور سرنگون کرنیکے ہین اور شرعاً سجدہ پیشانی رکھنے کو زمین پر کہتے ہین مقصود اول سے تحیۃ و تعظیم ہی اور مقصود دوسرے سے

عبادت ہی چونکہ اس سجدہ کو شارع نے علامت تصدیق آلہ ٹھہرایا ہی تو اسکو غیر اللہ کے لیے کرنا حرام وکفر ٹھہرایا
ہے مگر سجدۂ تحیۃ جو محض انخفاض وانحنا ہی اسکے عدم جواز کی کوئی وجہ نہین ہی بعض لوگون کا خیال ہی کہ
مراد اس سے سجدۂ عبادت تھا اور آدم علیہ السلام قبلۂ عبادت تھے اور لام کے معنی الی کے ہین
یعنی حکم ہوا اللہ کا کہ تمام فرشتے آدم کی طرف اللہ کا سجدہ کرین اسپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اسمین شیطان کو
انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی اسواسطے کہ محض قبلہ ہونے سے کوئی شے افضل نہین ہو جاتی ہی نہ اس سے
فضیلت کا ثابت ہونا لازم آتا ہی کعبہ کا سجدہ کرنے والے اُس سے افضل ہین اسکا جواب یہ دیا گیا ہی کہ شاید
یہ امر شیطان پر پوشیدہ ومشتبہ رہا ہو کہ اس سے خواہ مخواہ تعظیم وفضیلت مسجود کی نہین لازم آتی ہی یا یہ کہ
کعبہ کی فضیلت سجدہ کی وجہ سے تمام امکنہ مین تو لازم ہی اگرچہ ساجدین پر نہو اسی طرح سے سجدہ کرنے سے
آدم کے طرف فضیلت اُنکی درمیان تمام خلائق کے ثابت ہو رہی تھی اس سے شیطان نے انکار واغماض کیا۔
بعض کا خیال یہ ہی کہ یہ سجدۂ عبادت تھا اور مقصود اس سے آدم ہی تھے قبل ہماری شریعت کے عبادت
کا سجدہ بھی جائز تھا ہماری شریعت مین ممنوع ہو گیا اسپر بعض مفسرین نے اعتراض کیا کہ سجدۂ عبادت
کسی شریعت مین غیر اللہ کے لیے جائز نہین ہو سکتا ہی اسوجہ سے کہ یہ شرک ہی مگر میرے نزدیک مقصود
ان لوگون کا جو اسکو سجدۂ عبادت کہتے ہین یہ نہین ہی کہ بہ نیت عبادت وضع الجبہہ کیا جاتا تھا بلکہ مقصود
انکا یہ ہی کہ صرف وضع الجبہہ کیا جاتا تھا اور نیت تعظیم کی ہوتی تھی یہ صورت ہماری شریعت مین ممنوع کردیگئی
اسواسطے کہ جب نماز اللہ کے لیے کی گئی اور سجدہ بھی اُسکے لیے مخصوص ہو گیا تو یہ صورت عبادت کی باصطلاح
شرع ہو گی اور علامت تصدیق کی ہوئی اسی وجہ سے جب کسی کو نماز پڑھتے دیکھین گے ایمان کا حکم دیا جاویگا
اس وضع شرعی کے باعث اب یہ صورت یعنی سجدۂ صلاتی کی ہیئت مخصوص عبادت کے ساتھ ہو گئی
غیر اللہ کے ساتھ کرنا علامت تکذیب ہو گئی چاہے بہ نیت عبادت ہو یا بہ نیت تعظیم اس اعتبار سے
ممکن ہی کہ پہلی شریعتون مین وضع الجبہہ موضوع عبادت کے لیے نہ ہو اور حکم شرک کا اُسپر عائد نہ ہوتا ہو اس لیے
جائز ہو ہماری شریعت مین منسوخ کردیا گیا ہو۔ بعض لوگ کہتے ہین سجدۂ تحیت تھا یعنی محض انحنا وانخفاض
اسی پر قرآن شریف مین جابجا لفظ سجدہ بولا گیا ہی چنانچہ قصۂ حضرت یوسف مین بھی یہ ہی مراد ہی ممکن ہے
کہ یہ معنی لوگون کے عقل مین آتے ہون مین خود تو اس جگہ نزاع کی کوئی علت نہین سمجھتا ہون اسواسطے کہ
جبہہ ملائکہ کا ثابت ہی تو وہ لازم نہین کہ اس طرح کا ہو جیسا انسان کا ہی اور اُسکی وضع کو بھی اپنے اوپر
قیاس نہ کرنا چاہیے حقیقۃً یہ ہی کہ اُنکے اجسام ہمارے اجسام کے ایسے نہین ہین اُنپر لازم معنی سجدہ کے
صادق آئینگے جیسا کہ صفات الٰہیہ مین صدق الفاظ کا ہوتا ہی اسی وجہ سے کہا جاتا کہ مراد اس سے یہ ہی

کہ تمام ملائکہ سرنگون و منقاد ہوگئے جو اثر ہی سجدہ کا اور لازم ہی اُسکو اس فعل سے ملائکہ کے جواز پر سجدہ کی دلیل لانا ملائکہ کو آدمی بنانا ہی جو کسی طرح عقلمند کا کام نہین ہی اسمین بھی شک نہین ہی کہ سجدہ عبادت کی غرض سے آدم کا نہ تھا نہ اللہ نے اُسکا حکم دیا اس سجدہ کا مقصد تو محض اظہار عظمت اور اظہار استادی آدم علیہ السلام کی تھی اور اعتراف فرشتون کو کرنا تھا وہ اعتراف سجدہ کے لفظ سے بولا گیا جو سجدہ کا اثر ہی یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ سجدہ مجازاً بولا گیا ہی ورنہ مطلب اُسکا مطیع ہونا ہی اسواسطے کہ یہ قرآن شریف کی عبارت کی تاویل ہی بلکہ مقصد یہ ہی کہ جسام نوری کے شایان شان جو سجدہ ہو سکتا ہی وہ فرشتون سے ظاہر ہوا اسی طرح یہ بھی خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آدم کی قوتین تھین اُنکے تابع ہوگئین یہ عالم ارواح کا انکار کرنا ہی اصل یہ ہی کہ وجود ملائک علاوہ انسان کی قوتون کے ہی انسانی قوت اُن کا پرتو اور نمونہ ہین۔

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ ابلیس عجمی ہی غیر منصرف ہی علمیت اور عجمی ہونیکے باعث سے اور بعض لوگون نے اسکو عربی کہا ہی اور ابلاس جسکے معنے ابعاد کے ہین اُس سے ماخوذ کیا ہی کہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا اس بنی پر منع صرف اسکی مشکل ہی بعض لوگ کہتے ہین چونکہ اسکے وزن کو مشابہت عجمی کلمات سے ہی اسواسطے اسکو حکم مین عجمی کے کرکے اسکو بھی غیر منصرف کر دیا گیا مگر یہ کوئی قاعدہ نہین ہی اسکا غیر منصرف ہونا دلیل واضح ہی کہ یہ زبان عربی کا لفظ نہین ہی۔ اسکی حقیقت مین لوگون نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا ہی کہ یہ جن تھا کثرت عبادت کی وجہ سے دعاء ملائکہ سے آسمانون پر بلایا گیا اور ملائکہ کے زمرہ مین داخل کر لیا گیا اسی وجہ سے قرآن شریف مین ہی کان من الجن اور یہ بھی دلیل اسی قول کی ہو سکتی ہی کہ اُسنے استکبار کیا اور یہ شان ملائکہ کی نہین ہی اِس قول پر یہ خدشہ ہوتا ہی کہ پھر استثنا کیونکر صحیح ہوگا بعض نے کہا ہی کہ استثناء منقطع ہی جسمین ضروری ہی نہین ہی کہ یہ ملائکہ مین داخل ہو بعض نے کہا ہے کہ دعاء ملائکہ سے آسمانون پر چڑھایا گیا تھا اور اُنھین کے زمرہ مین داخل کر لیا گیا تھا اسواسطے اُسکو حکماً ملائکہ ہی کی فرد مین شمار کرکے حکم استثناء متصل کا دیا گیا یہ بات قرینہ کی ہی اصل یہ ہی کہ امتیاز خیر و شر کا بدون حضرت آدم کے ہونا بھی ممکن نہ تھا جیسا کہ انبیاء کے بارہ مین ارشاد ہوتا ہی کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین لوگ ایک ہی گروہ تھے مخلوط تھے صالح طالح سے ممتاز نہ تھا کہ اللہ نے انبیاء بھیجے جنھون نے خوشخبری دی اور ڈر سنایا اسوجہ سے کچھ قبول کرکے مقبول ہوئے کچھ رد کرکے مردود ہوئے اسی طرح قبل انکار سجدہ کے ابلیس اور ملائکہ مین کوئی امتیاز نہ تھا بعض ملائکہ بھی آگ سے پیدا ہوتے ہین اسکا شرپر ہونا مارج من نار سے ہونا

حضرتِ آدم کی ذات سے ہوا اس سے قبل وہ ملائکہ مین شمار کیا جاتا تھا اور اسی وجہ سے اُس سے استثناء متصل کیا گیا جس طرح وہ مؤمن جو العیاذ باللہ آخر مین مرتد ہو جاوے تو جبتک ارتداد اُس سے ظاہر نہ ہو وہ انسان کامل کے زمرہ مین ہی اُسکے بعد اولئک کالانعام بل ھم اضل مین داخل ہو گیا پہلے استثناء مین داخل ہو سکتا ہی پھر استثناء مین نہین داخل ہو سکتا ہی اسی طرح ابلیس بھی تھا۔ اگر آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے تو وہ ملائکہ ہی کے زمرہ مین رہتا اور کوئی امتیاز اُس کو نہ ہوتا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ وہ جن تھا اور جن بھی مامور بالسجود تھے اسوجہ سے اُس سے استثناء کیا گیا اُنکا ذکر نہ لانا بوجہ اسکے ہی کہ وہ تابعیت مین ملائکہ کے مامور تھے مگر اسپر کوئی دلیل نہین ہی بعض کہتے ہین خاص وہی جنون مین سے مامور تھا اسواسطے کہ قدامتک کا لفظ آیا ہی جمہور صحابہ اور تابعین کی راے ہی کہ وہ ملائکہ سے تھا مگر مسخ کر دیا گیا تھا کان من الجن بلحاظ اُسکے مآل کار کے فرمایا گیا یا قوم جان جو خزنہ جنت اور کاریگر زیورات جنت کے ہین انھین سے تھا بعض کہتے ہین کہ ایک خاص صنف فرشتون کی جن ہی جس طرح جن ہمارے سامنے مرئی اور مشاہد نہین اسی طرح یہ صنف فرشتون کی دیگر فرشتون کے روبرو مشاہد نہین ہوتی ہی اُنھین سے یہ تھا اسوجہ سے کان من الجن کہنا بھی صحیح ہی اور استثناء بھی صحیح ہی اسکا نار سے ہونا اس امر کی دلیل نہین ہی کہ وہ ملائکہ سے نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ بعض ملائکہ نور سے بنے ہین بعض نار سے بعض برف سے بعض نار و ثلج دونون سے یہ بھی مروی ہوا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لیے ایک نہر تحت العرش ہی اُسمین غسل کرتے ہین اور اُس سے فراغت کر کے نکلتے ہین اور پرون کو اپنے جھاڑتے ہین تو ہر قطرہ سے ایک ملک پیدا ہوتا ہی بعض لوگون کا خیال ہی کہ بعض ملائکہ کی حقیقت اور بعض جنون کے حقائق متحد ہوتے ہین اُنھین سے یہ شیطان تھا مگر صحیح وہی ہی کہ جو ہمنے اوپر ذکر کیا اصل یہ ہی کہ فرشتہ مظاہر جمال ہین اور شیطان مظہر جلال ہی جسطرح کفار مظاہر جلال ہین اور انبیا ندا مظاہر جمال ہین ان کا امتیاز فارق اور فرقان سے ہو سکتا ہے وہ حجۃ اللہ ذوات انبیاء ہین علیہم السلام۔

آبیٰ یعنی انکار کیا اُسنے مخالف ہو گیا یا اُس نے شناخت نہین کی اُنکے مرتبہ سے غافل ہو گیا اور استکبر خواہ نخواہ کی بڑائی جسکا وہ مستحق نہ تھا اُسنے اپنے مین دیکھی ظاہر ہی کہ جو اسمار الٰہیہ اُسکی ذات مین تھے اُنکا تقاضا تھا کہ وہ کسی دوسرے اسمار کے ظہور کی تاب نہ لائین بالخصوص جب دونومین تضاد ہو۔ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی اللہ کے علم مین پہلے ہی سے اُسکے تقاضاے فطرت موجود تھا کہ وہ انکار کریگا یا مراد اُس سے یہ ہی کہ زمین کے اُس گروہ سے تھا جنھون نے کفر کیا جو جن تھے یا کان کے معنی

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا

اور کہا ہمنے اے آدم قیام کرو تم اور تمھاری بیوی جنت مین چین سے

حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝

جہان چاہو اور تم دونون اس درخت کے قریب نہ ہونا تاکہ ظلم کرنے والونمین سے تم دونون نہ ہوجاؤ

بقیہ صفحہ (۹۱) صار کے ہین کہ وہ مآل کار مین کافرون مین سے ہوگیا کیا وہ کافر تھا نہین مگر فعل کفار کا کرکے کافرون مین ہوگیا اُسنے تعمیل امرآلہی نہین کی لیکن اس سے کفر نہین لازم آتا ہی بلکہ اُسنے تقبیح امر کی اس وجہ سے کافر ہوگیا ظاہر اکفر اُسکا کفر جہل تھا بعض کہتے ہین کہ کفر عناد تھا اس سے اشعریہ اور اُنکے موافق لوگ جواز استثناء انا مؤمن انشاء اللہ کہنے کی حلت نکالتے ہین کہ اعتبار خاتمہ کا ہی مگر ظاہر ہی کہ موجب شک ہی جسکو تصدیق بالفعل قبول نہین کرتی ہی یہ امر باقی رہ گیا کہ آیا یہ امر تعلیقی تھا کہ جب ہم پیدا کرینگے جیساکہ فرمایا ہی انی خالق بشرا من صلصال من حماء مسنون فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین مگر جب آدم پیدا ہوگئے تو یہ ہی امر تعلیق کا تنجیز ہوگیا یا ابتدا سے تنجیزی تھا اسمین دو قول ہین مگر قابل قبول قول اول ہے واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

اس قول کا عطف اوپر یا تو اذ قلنا پر ہی اور اذ یہان سے محذوف ہی یا بلا تقدیر اذ ہی یا قلنا پر عطف ہی اس قول کے اور قول سابق کے درمیان فصل ہی اس وجہ سے حرف ندا لایا گیا تاکہ مخاطب متوجہ ہوجاوے یا اسوجہ سے حرف ندا لایا گیا ہی کہ مامور بہ کی اہمیت ہو اس جانب اشارہ ہی کہ وہ ایسی شے ہی جو توجہ کرنے کے قابل ہی۔

اُسکُن امر سکنیٰ سے ہی سکون سے نہین ہی جسکے معنی رکنے کے نہین ہین بلکہ گھر بنانے کے ہین اور اَنْتَ تاکید کے لیے ہی اور تاکہ عطف وزوجك کا ہوسکے یہ امر یا تو اباحت کے لیے ہی جیسے اصطادوا ہی یا وجوب کے لیے ہی بظاہر سکنیٰ اختیار کرنا یہ امر تکلیفی نہین ہی بلکہ امر طبیعی ہی۔

مراد زوجہ سے حوا ہین یہ جس طرح آدم کی تخلیق ہوئی اسی طرح مخلوق کی گئین خواہ آدم علیہ السلام کے جسد سے انکی تخلیق ہوئی یہ کل ممکن ہی بعض کہتے ہین کہ انکا نام حوا اسی وجہ سے رکھا گیا کہ زندہ سے پیدا کی گئین بعض لوگ کہتے ہین کہ حضرت حوا جنت مین پیدا ہوئین مگر ظاہر آیت اسکے خلاف ہے اسواسطے کہ دخول جنت پر اُنکو سکنیٰ بنانے کا حکم دیا گیا ہی اور اس امر مین آدم وحوا دونون مساوی ہین حدیث ابن عباسؓ کی بھی اسی پر دلالت کرتی ہی اسواسطے کہ اسمین ہی کہ آدم وحوا کو فرشتون نے نور کے تخت پر اُٹھا کے بادشاہون کے مانند جنت مین پہونچایا۔

جَنَّۃ سے مراد کیا ہی بعض لوگون کی رائے ہی یہ جنت متعین نہین ہوسکتی اسواسطے کہ دلائل تعین کے مخدوش ہین اور باوجود ان دلائل کے مخدوش ہونے کے اختلاف بھی ہی۔ معتزلہ کہتے ہین کہ زمین جنت تھی اشاعرہ کہتے ہین کہ دار ثواب ہی مراد ہی اسلیے تعین کرنا نہ چاہیے۔

مگر جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہ جنت متعین ہی اشاعرہ کہتے ہین کہ دار ثواب ہی جہان کہین ہو غالب یہ ہی کہ آسمانون پر ہی بعض کہتے ہین آسمان پر تو یہ جنت تھی جسمین آدم کا قصہ ہوا مگر وہ جنت دار ثواب نہین ہی بلکہ دار الخلد ایک جنت محض آدم علیہ السلام کے لیے تیار کی گئی تھی۔

صوفیہ کہتے ہین کہ یہ نہ تو دار ثواب ہی نہ دار الخلد بلکہ جنت البرزخ ہی اُسکا محل محل خط استوار کے تحت مین ہی اور وہ اسکو کشف سے دیکھتے ہین بلکہ اکثر نے اپنی سیر کی تفصیل ذکر کی ہی۔ اِنکے اُلٹ کے معتزلہ ہین وہ کہتے ہین کہ یہ جنت زمین پر تھی یا تو عدن کے مقام پر تھی یا فلسطین مین یا فارس و کرمان کے درمیان تھی۔

ہمارے نزدیک یہ جنت مثال اُسی جنت کے ہی جو عالم ارواح مین ہی لہذا یہ جنت نہ تو جنت اعمال ہی نہ جنت القرب ہی بلکہ یہ جنت اِسی روحانی جنت کے مثال اعلیٰ اور برزخ ہی اسکو خواہ عالم برزخ کی جنت کہو یا ارواح کی اسواسطے کہ یہی جنت عالم ارواح مین دار القرار ہو جاویگی اور جنت اعمال ہو جاویگی ظاہر ہی کہ آدم علیہ السلام اُسوقت تک زمین پر نہین تشریف لائے تھے نہ اُنکا جسم اگرچہ خاکی تھا زمین کے اعراض سے متکیف ہونے پایا تھا قرب الٰہی سے تنزل ہو چکا تھا اسواسطے جنت القرب مین جانا مناسب نہ تھا مقصود اسوقت تنزل تھا قرب اُسکے منافی تھا تکلیف آدم علیہ السلام کو تھی نہین اسواسطے آدم علیہ السلام کے اعمال کا عوض جنت نہین ہوسکتی تھی لہذا نہ جنت الاعمال تھی نہ جنت القرب تھی بلکہ ایک حالت عالم مثال کی تھی اسی وجہ سے اُسمین آدم علیہ السلام سے خطا بھی ہوئی اولاد بھی ہوئی جیسا کہ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہی وسوسہ بھی آدم کو دیا گیا شیطان بھی داخل ہوسکا اسواسطے کہ جملہ امور جنت القرب و جنت الاعمال مین ناممکن ہین البتہ اس جنت کے وجود مثالی مین ممکن ہی یہ جنت جسمین آدم علیہ السلام تھے بارہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مین آئی اور آپ نے ملاحظہ فرمایا یہانتک کہ مسجد کی دیوار کے نزدیک اسکا مشاہدہ فرمایا اسکی کیفیت مثالی یا روحانی تھی نہ کہ جسمانی خاص بہرحال جنت روحانی مین حضرت آدم رہے اور وہان ٹھہرنے کا حکم دیا گیا بارہا ہم اوپر ذکر کر آئے ہین اور یہان بھی ذکر کرتے ہین کہ ہمارا مقصد روحانی اشیاء کے ہونے سے یہ نہین ہی کہ وہ وجود نہین رکھتے ہین بلکہ وجود اُنکا اقوی ہمارے وجود سے ہی اسواسطے کہ جس قدر وجود سے قربت ہوتی جاتی ہی اُسیقدر شے نورانی و روحانی ہوتی جاتی ہی اور جس قدر بُعد ہوتا جاتا ہی اُسی قدر ظلمانی اور مادی شے ہوتی جاتی ہی یہانتک کہ عدم

بالکل تیرہ و تار ہی تو ہم جس شی کو کہتے ہین کہ اُسکا وجود روحانی ہی تو اُسکے موجود ہونے کو زائد تر قوت کے ساتھ سمجھتے ہین اور جسکو جسمانی کہتے ہین اُسمین البتہ وجود کا ضعف ہوتا ہی اعلی ترین موجود اگرچہ حق ہی پھر عالم روحانی ہی کہ جہان ہر شے نور و مادیات سے پاک ہی پھر عالم مثال ہی کہ جہان روحانی جسم مجرّد حاصل کرتے ہین اور ظلمانی جسم لطیف اختیار کرتے ہین جو اشیا راس عالم ظلمانی و مادی مین جواہر ہین یعنی قایم بالذات ہین وہ تو اُس عالم مین قایم بالذات ہی ہین جو اس عالم مین اعراض ہین کہ جو اپنے وجود مین محتاج اپنے محل کے ہین تو وہ بھی اُس عالم مین موجود بالذات ہین اسی وجہ سے یہان بیماری اعراض سے ہی مگر عالم مثال ہین وہی بیماری قایم بالذات ہی یہان اوصاف مذموم و ممدوح اعراض سے ہین وہان اُنکے اشکال ہین اور اُنکے لیے جسم مثالی ہی اسی طرح روحانی افراد و اشخاص ہین کہ اُنکے اجسام اپنے عالم مین بلاکیف و بلا شکل ہین مگر عالم مثال سے وہ اپنے مناسب حال اشکال حاصل کرتے ہین اور عالم جسمانی مین اگر تنزل کرتے ہین تو اپنے مناسب جوہر یا عرض یا جسم کو اختیار کرتے ہین۔

آدم علیہ السلام کو جب اللہ نے اپنی روح عطا فرمائی زندہ کیا تو وہ روحانی تھے پھر اُنکو جنت المثال مین داخل کیا گیا اُن کے لئے اجسام مثالی عطا ہوے وہان کی حالت ہمارے یہان کی نوم کی حالت سے بہت مشابہ ہی پھر اُسی جنت سے نکالے گئے تو خمار اُس خواب کا بخوبی اُنکو رہا دنیا کے مکروہات مین گرفتار ہو گئے اس لحاظ سے ہمکو یہ جنت نہ تو جنت الاعمال معلوم ہوتی ہی نہ جنت القرب نہ جنت الدنیا نہ بالکل جنت مثال لاحق بلکہ یہ مثال سابق ہی جو علم باری کا پرتو ہی اسمین تمام حقائق جنات کے ہین اور یہ جنت کسی خاص جنت کے اعراض مین منحصر نہین ہی واللہ اعلم۔

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا۔ اور تم دونون آدم و حوّا اُس جنت سے جہان چاہو خوشی سے کھاؤ یا جہان چاہو کھاتے پھرو۔

رغد کے معنی خوشی کہ جسمین کسی قسم کا تعب نہ ہو یا واسع و کشادہ خوشی کہا جاتا ہی رغد عیش القوم یعنی اُن لوگون کو بہت کچھ رزق ملگیا اور خوشحالی ہو تو بھی کہا جاتا ہی ارغد القوم اسی طرح کہتے ہین وصار وا فی رغد من العیش مقصود بالکلیہ اباحۃ ہی کہ جہان چاہو کھاؤ اور جو چاہو کھاؤ۔

وَلَا تَقْرَبَا ظاہرا یہ نہی تحریمی ہی اور اکل شجرہ کی ممانعت ہی اور یہ مبالغہ کے طور پر ارشاد ہوا ہی کہ قریب تک نہ جاؤ کھانا تو دوسری بات ہی۔

هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔ تا راسمین وحدت کی ہی مراد اس سے خاص درخت ہی بعض کہتے ہین کہ وہ گیہون کا درخت تھا بعض کہتے ہین کھجور کا درخت تھا بعض انجیر بعض کافور کے درخت کو کہتے ہین بعض سنبلہ بعض حنظل کے درخت کو کہتے ہین

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا

پھر ڈگمگا دیا اُن دونون کو شیطان نے بسبب اُس درخت کے تب نکلوا دیا اُن دونون کو جسمین وہ تھے اور کہا ہم نے اُترو

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ۝

حالانکہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمھارے لیے زمین مین ایک مدت تک ٹھکانا اور سامان ہے

بقیہ صفحہ (۹۴) بعض کہتے ہین علم کا درخت تھا بعض کہتے ہین محبّت کا درخت تھا بعض کہتے ہین طبیعت اور خواہش کا درخت تھا۔ کوئی ہو ایک درخت تھا جسکے تناول کرنے کی ممانعت ہوئی ان اختلافات سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہ جنت دنیا مین نہ تھی ورنہ درخت علم اور محبّت کا کیسے ہوتا تو یہ تو اعراض سے عالم مثال کے ہی کہ وہان اعراض بھی جواہر کے طور پر قایم بالذات ہین اور اسی طرح یہ جنت ملأ اعلیٰ و عالم ارواح کی بھی ہی اسواسطے کہ وہان درخت گیہون بلکہ درخت علم کیسا وہ تو مجردات سے ہی وہان نور ہی نور ہے شیطان کا جانا دھوکا دینا آدم وغیرہ کا نکالا جانا یہ سب اُسی عالم مثال کی حالت ہی۔

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اس درخت کھانے کے بعد نتیجہ یہ ہو کہ تم حد سے تجاوز کرنیوالے اشخاص سے ہوجاؤ یا ظلم کرنے والے اپنے نفسون پر بوجہ عصیان کے ہوجاؤ یا اپنی اس خطا کے باعث اپنی راحت و آرام کو کھو بیٹھو اور مُفت کا وبال اپنے اوپر لینے کے باعث ظلم کرنے والون مین سے ہوجاؤ لیکن ظاہرًا معلوم ہوتا ہی کہ عزم سے اور بلا نسیان کے اگر اس حکم کے خلاف کسی سرزد ہوگا تو بلا شبہہ تم گنہگار و نین ہوجاؤگے اور عصمت نبوت کے منافی ہوگا مگر حضرت آدم سے خلاف جو سرزد ہوا وہ فنسي ولم نجد له عزما کا مصداق تھا کہ وہ نسیان سے خطا کر گئے اسکے خلاف ثابت نہین ہو سکتا ہی اسوجہ سے کہا جا سکتا ہی کہ حضرت آدم سے گناہ نہین ہوا مگر یہ امر اگرچہ نسیان ہی سے ہوگیا تھا نزدیکان را بیش بود حیرانی حضرت آدم کے گرفت ہوئی مگر زمین پر آنا یہ سزا نہین ہی بلکہ یہ ثمرہ اُس درخت کے پھل کھانے کا ہے چاہے معصیت ہو یا نہ ہو اس بیان سے ہمارے معلوم ہوگیا کہ یہ کہنا کہ قبل نبوت کے یہ گناہ تھا اور وہ منافی عصمت کے نہین ہی بلا ضرورت ہی واللہ اعلم

آدم علیہ السلام جنت مین رہتے تھے انعام و افضال آلٰہی شامل حال تھا مگر اُن سے خطا ہوگئی جیسا کہ اوپر گذر چکا ہی چونکہ وہ خطا اغواء شیطان سے ہوئی تھی اسواسطے اُس کی طرف ڈگمگانا منسوب کیا گیا ہی اور اسی طرح نکالنا۔

أَزَلَّ کے معنی یا تو لغزش کرا دینے کے ہین اسواسطے کہ عربی مین اُسکی تفسیر حلها على الزلة بسببها سے کی جاتی ہی یعنی برانگیختہ کیا اُن دونون کو شیطان نے لغزش پر بسبب اُس کے تو یہان پر عن

لفظ بار کے معنی مین ہی جیسا کہ قرآن شریف مین ایک دوسری جگہ بھی اسی معنی مین آیا ہی وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ ابْرٰهِیمَ لِابِیهِ الا عن موعدة وعدها ایاه اسکے معنی یہ ہین کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو استغفار اپنے باپکے لیے کیا تھا وہ بسبب اسکے تھا کہ اُنھون نے اُس سے استغفار کرنے کا وعدہ کر لیا تھا تو اس جگہ عن کے معنی بہ سبب کے ہین اور ضمیر عنہا مین ہا کی شجرہ کی طرف پھرتی ہی۔ یا ازل کے معنی اذہب کے ہین اور عنہا کی ضمیر جنت کی طرف پھرتی ہی معنی اسکے یہ ہین کہ اُن دونون کو جنت سے شیطان نے دور بھگا دیا۔ ازل وازال کے ایک ہی معنی ہین اسی وجہ سے بعض لوگون نے اذہب کے معنی کو مقدم کیا ہی کیونکہ ازال بھی قرات ہی تو یہ قرات اس معنی کی تقویت کرتی ہی مگر ازال اور ازل مین باعتبار معنی کے تھوڑا فرق ہی اور وہ یہ ہی کہ ازل چاہتا ہی بہ عثرت زوال کو برخلاف ازال کے کہ وہ محض زوال کو چاہتا ہی۔ بعض لوگ ضمیر عنہا کی طاعت کی طرف پھیرتے ہین جو کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہی اور اسی طرح شجرہ کی طرف پھیر کے محل شجرہ جنت کو مراد لیتے ہین تو یہ دونون احتمال بعید ہین۔

اور شیطان شطن سے ماخوذ ہی جسکے معنی بُعد کے ہین چونکہ یہ مظہر صفات جلالیہ کا ہی اسواسطے اسکا نام شیطان ہوگیا کہ وہ رحمت سے دور ہوگیا ہی اور اسی وجہ سے اُسکو علیہ اللعنة کہتے ہین جس طرح کسی مظہر جمال کو علیہ اللعنة کہنا نا روا اور گستاخی ہی اسیطرح اسکو علیہ الرحمة کہنا سب و شتم ہی اسکے لیے القاب اُسکے رتبہ کے مناسب ہین

شیطان نے آدم علیہ السلام کے روبرو جھوٹ کہا اور خدا کی قسم اُس جھوٹ پر کھائی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آدم علیہ السلام نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھا لیا اس امر مین اختلاف ہی کہ ازلال اُسکا جنت تک کیونکر پہونچا اوپر گذر چکا ہی کہ جنت یا تو دنیا مین تھی اور کسی مقام پر زمین کے تھی تو اُس کے لحاظ سے جنت مین اُسکو داخل ہونا آسان تھا بعض لوگ کہتے ہین کہ وہ جنت کے پہرے والون کو دھوکا دیکے اندر داخل ہوگیا بعض کہتے ہین کہ سانپ اور مور کو دھوکا دیا اور سانپ کے منھ مین بیٹھ کے اندر داخل ہوگیا بعض کہتے ہین خود مور بن کے جنت کی دیوار پر بیٹھ گیا آدم وحوا اُدھر سے سیر کرتے ہوے گذرے تو اسکے قریب جب پہونچے تو اُسنے دھوکا دیا یہ سب امور جنت دنیاوی ہونے کی صورت مین بلا تکلف ممکن ہین اور جو لوگ جنت دار الثواب کہتے ہین تو وہ بھی ان امور کو ممکن بتاتے ہین اسکے ساتھ یہ بھی بعض لوگون نے کہا ہی کہ اسی طرح سے اُسنے اغوا حضرت آدم اور حضرت حوا کو کیا ہی جس طرح وہ دنیا مین تمام لوگون کو کرتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم شیطان ابن آدم کے جسم مین اُسی طرح پھرتا ہی جس طرح خون پھرتا ہی مگر محققین کے نزدیک یہ حدیث اس پر محمول ہی کہ مقصود اس سے انقیاد اور اتباع ہی کہ آدم کی اولاد شیطان کے مطیع و منقاد ہوتی جاتی ہی۔

اَخرَجَهُمَا کی ضمیر مفعول حضرت آدم وحضرت حوا کی طرف راجع ہی اور ضمیر فاعل شیطان کی طرف راجع ہی
کیونکہ شیطان کے ورغلانے کے باعث حضرت آدم وحضرت حوا نکالے گئے۔
اور مِمَّا کَانَا فِیْہِ سے یا مراد وہ حالت خوشگوار ہی جسمین آدم وحوا تھے کمال تعظیم وتکریم راحت وآرام سے یا مراد
اُس سے لباس اُنکا ہی کہ اُن سے لباس فوراً چھین لیا گیا اور اُنکو اُنکا ستر دکھائی دینے لگا یا مراد اُس سے
جنت ہی تو جو احتمال اوپر گذ چکا ہی وہی یہان بھی ہی جنت سے جنّت دنیا وی یا جنت دار الثواب مراد ہی
یا جو اوپر گذر چکا ہی کہ جنت برزخی مراد ہی اُس سے اخراج اس دنیا مین زندہ ہونا ہی جس طرح سونے سی انسان
بیداری کی حالت مین آتا ہی اسی طرح اُس جنت سے عالم دنیا مین آگیا اسکا مقصد یہ نہین ہی کہ جنّت
محض خیالات ردیہ ہین اور اُن سے نجات یہ بیداری ہی بلکہ مقصود یہ ہی کہ عالم روحانی سے اُترکے حضرتِ
آدمؑ عالِم مثال اور برزخِ کبری مین آئے اور اُسکی جو جنّت تھی اُسمین قیام کیا وہی قیام اُنکا وجود برزخی
تھا وہان سب واقعات گذرے جس طرح واقعی خواب کی حالت ہوتی ہی اُس کے بعد اُن سے خطا واقع
ہوگئی جس قدر امور اوپر گذرے یہ سب خواب کے طور پر عالِم مثال مین ہونا ممکن بلکہ واقع ہین جیساکہ
مشاہدہ ہوتا ہی خصوصاً خواب مین اگر صحیح حالت طاری ہوئی تو اثر بھی اُسکا عالِم بیداری مین ظاہر
ہوتا ہی یہانتک کہ مزہ شیرینی کا موجود ہوتا ہی اثر غصّہ کا جسم پر محسوس ہوتا ہی اس سے زیادہ عالِم مثال
کی وہ حالت ہی جبکہ وجود اصلی وہان ہو اسی وجہ سے گیہون یا جو درخت ہو جسکے کھانے سے حضرتِ آدم
علیہ السلام تکلیف مین پڑے اپنا اثر عالِم دنیا مین بھی دیتا رہا یہانتک کہ آدم علیہ السلام اس عالم مین
بھی مدّت تک منفعل رہے اگرچہ کوئی گناہ نہ تھا۔
اِھْبِطُوا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ہبوط کے معنی اوپر سے اُترنے کے ہین شہر مین داخل ہونے اور
شہر سے نکلنے کے بھی ہین اسی وجہ سے اسکو انہدا دسے شمار کیا جاتا ہی اور ہبوط انحطاط درجہ اور مرتبہ سے
گذرنے کے بھی ہین اور یہ سب یہان ہوسکتے ہین خصوصاً جبکہ جنت عالم مثال کی فرض کی جاوے اور
ہبوط کے معنی انحطاط درجہ کے لیے جاوین تو مقصود بالکل واضح ہوجاتا ہی اسواسطے کہ عالم تجرد سے عالِم
مثال مین آنا یہ ایک درجہ کا انحطاط ہی پھر عالِم مثال سے عالم اجسام مین آنا یہ بھی دوسرے درجہ کا انحطاط ہی
بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ماخوذ عداوت سے ہی جسکے معنی یا تو تجاوز حد سے کرنے کے ہین یا ظلم کرنے
کے ہین یا تباعد کے ہین اور خطاب یا تو حضرت آدم علیہ السلام اور حوا سے ہی اور جمع بلحاظ اُنکی اولاد
کے ہی یا اولاد بھی مخاطب ہی یا ابلیس اور مور اور سانپ بھی شامل ہین اور مراد عداوت سے عداوتِ
طبیعی ہی اور اگر کفار اور شیطان بھی خطاب مین شامل ہوجاوین تو یہ عداوت شرعی بھی ہوسکتی ہی

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

تب آدم (علیہ السلام) کے پاس اُنکے پروردگار کی جانب سے چند کلمات بھیجے گئے پھر اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی یقیناً وہی اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہو

بقیہ صفحہ ۹۷ بلکہ پہلی صورت مین یہ امر تکوینی ہو اور دوسری صورت مین امر تشریعی بھی ہو سکتا ہو اسواسطے کہ شیطان سے اور کفار سے عداوت شرعی بھی ہو سکتی ہو اِس جگہ یہ اعتراض دفع ہو گیا جو کہا جاتا ہو کہ سانپ اور مور وغیرہ بلکہ غیر موجود اولاد آدم بھی غیر مکلف ہونے کی وجہ سے خطاب کے سزاوار نہین واللہ اعلم۔

وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝ مراد ارض سے محل ہبوط آدم علیہ السلام کا ہو یا تمام زمین ہو مستقر سے قیام کی جگہ مراد ہے اور متاع سے آسایش کا سامان مراد ہو اور الی حین سے مراد یا تو وقت موت کا ہو اسواسطے کہ ہر شخص کا ٹھکانا اور سامان اُسوقت تک ہوتا ہو یا مراد اُس سے قیامت ہے اسواسطے کہ بعد مرنے کے بھی زمین ہی مین بسر کرنا پڑیگی۔

حضرت آدم و حضرتِ حوا دونون کی ندامت قبول ہوئی مگر نام صرف حضرت آدم کا لیا گیا اسواسطے کہ وہ تابع تھین حضرت آدم علیہ السّلام کے یا یہ کہ اُن کو اُسقدر حیرانی نہ تھی جتنی حضرت آدم کو نزدیکان را بیش بود حیرانی یہ بھی کہا جاسکتا ہو کہ نصوص شرعیہ مین اکثر مذکر کا ذکر آتا ہو اور مراد اُس سے دونون صنف ہوتے ہین۔ تَلَقّٰی کے اصل معنی تو ملاقات کرنا ہو اور دوستون کا ایک دوسرے کے استقبال کے لیے آنا ہو مگر اس جگہ کسی ہدیہ کے بھیجنے کے لیے مستعار لیا گیا ہو اور وہ ہدیہ توفیق ہو اللہ کی طرف سے یا اسباب مہیا کرنا ہو یا خاص الفاظ ہین بعض کہتے ہین کہ قرآن شریف مین آیا ہو ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین کی آیت ہو یہ اللہ نے القا فرمائی بعض کہتے ہین یہ پہلے القا ہوئی اُسکے بعد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا وسیلہ حضرت آدم نے گردانا بعض کہتے ہین تلقی آدم من ربہ کلمات سے مراد یہ ہو کہ اے اللہ کیا تو نے مجھے پیدا نہین کیا اور اُسکے قبل یہ لکھ نہین دیا کہ مین یہ خطا کرونگا ارشاد ہوا کہ ہان ایسا ہی ہوا ہو تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ جس طرح تو نے پہلے سے لکھدیا تھا وہی ہوا ہو اُسی طرح میرے قصور کو بھی معاف کردے اور بعض کہتے ہین کہ حضرت آدم نے فرمایا اے اللہ مجھے اُس میرے ولد کا واسطہ جسکو تو نے اپنے نور سے پیدا کیا اور تو نے اُسکے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کے لکھا ہو بعض نے کہا ہو کہ لا الٰہ الا انت سبحانك وبحمدك انی ظلمت نفسي وعلمت سوء فاغفر لی انك انت الغفور الرحیم لا الٰہ الا انت سبحانك وبحمدك انی ظلمت نفسی وعلمت سوء فارحمنی انك انت ارحم الراحمین ہو بہرحال کچھ کلمات القار ہوئے جنکو آدم علیہ السلام نے عرض کیا درحقیقت دعا کی بھی توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہو اور اجابت بھی

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ
فرمایا ہم نے کہ اُترو تم سب پھر اگر تمھارے پاس آئے میری طرف سے ہدایت تو جس نے میری

هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○
ہدایت کی پیروی کی تو اُسکے اوپر نہ تو خوف ہی اور نہ وہ رنج کرنے والے ہونگے

بقیہ صفحہ (۹۸) اُسی کی طرف سے ہوتی ہی اسی وجہ سے مولانا روم فرماتے ہین ؎ ای دعا از تو اجابت ہم ز تو*
فَتَابَ عَلَيْهِ توبہ اگر اللہ کی طرف منسوب ہو تو اُس کے معنی توجہ کرنے کے ہین قبول توبہ کے ساتھ
معذرت بندہ کی قبول کرتا ہی اس صورت مین صلہ حرف علی سے آتا ہی اور اگر منسوب بندہ کی طرف ہو تو
مراد اُس سے بندہ کی توجہ ہی اپنے مالک کی طرف ندامت کے باعث اور امید گناہ کے بخشنے کی ہی اس صورت
مین الی سے اُسکا صلہ آتا ہی اس جگہ فتاب علیہ ہی اس سے فاعل یہان خدا ہی مراد ہی اللہ متوجہ ہوا آدم
کے اوپر قبول توبہ کرنے سے کیونکہ توبہ کے معنی متوجہ ہونیکے ہین تو یہان ایک فعل مذکور نہین ہی یعنی آدم
علیہ السلام کو جب القاء کلمات ہوا تو آدم علیہ السلام نے توبہ کی اُسکو اللہ نے قبول کیا حدیث شریف مین
آیا ہی الندم التوبۃ ندم توبہ ہی مگر علماء نے کہا ہی کہ توبہ کے تین رکن ہین ایک اس امر کا علم کہ معصیت
ضرر کرنیوالی ہی پھر اُس معصیت کو ترک کرنا پھر عزم کہ آیندہ اسکے مرتکب نہ ہونگے اور مراد ندم سے دل کا دُکھنا ہی
اور اس امر کا صدمہ ہونا ہی کہ یہ گناہ کیون ہوگیا ندم کی حالت مین توبہ ہوتی ہی مگر ندم بدون علم بالضرر کے
نہین ہوتا ہی اور ندم کا ثمرہ آیندہ کا ترک ہی اسی وجہ سے حدیث شریف مین ندم ہی کو توبہ ارشاد فرمایا ہی
اللہ جلشانہ نے توبہ قبول کی تو وہ اپنی صفت توّاب کی وجہ سے توّاب کی صفت اسوجہ سے ہی کہ وہ تمام
گناہون کی توبہ قبول کرتا ہی اور اشارہ اس جانب ہی کہ برابر لوگ معصیت کرینگے اور وہ توبہ قبول کرتا رہیگا
چنانچہ احادیث سے ثابت ہوتا ہی کہ اللہ جلشانہ اسقدر قبول توبہ کی خواہش رکھتا ہی کہ اگر یہ جماعت انسان
کی گناہ نہ کرے تو دوسرے انسان پیدا کرے جو گناہ کرین اور پھر اُس سے توبہ کرین تو وہ توبہ قبول کرے
محض توبہ قبول کرنے کے لیے دوسری خلقت پیدا کریگا اس صفت کے ساتھ رحمت کی صفت ذکر کرنا
اس ایما کے لیے ہی کہ قبول کرنا توبہ کا اُسکے رحم کا مقتضے ہی یہ نہین ہی کہ اُسپر قبول کرنا توبہ کا واجب ہی
جیساکہ معتزلہ کا مسلک ہی وہ کہتے ہین کہ توبہ کا قبول کرنا اُسپر واجب ہی۔

یہ ندا تاکید کے لیے ہوئی یا پہلے ندا قبل توبہ کے قبول ہونے کی تھی یہ بعد کو ہوئی یا پہلے ندا آسمان
کے لیے ہوئی دوسری آسمان سے دنیا مین آنے کے لیے ہوئی مخاطب اسکے یا تو صرف آدم اور حوّا
اور اُنکی ذریت ہین یا وہ اور ابلیس بھی مخاطب ہی اسواسطے کہ ایمان کا مکلف وہ بھی ہی بعض کہتے ہین

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۝

اور جن لوگون نے کفر کیا اور جھٹلا دیا ہماری آیات کو تو وہی لوگ آگ والے ہین اور اُسمین وہ ہمیشہ رہنے والے ہین

بقیہ صفحہ (۹۹) سب مخاطب ہین جانور بھی اور یہ سب بھی مگر اسمین غیر مکلف سے بھی خطاب لازم آتا ہی ظاہر ہی کہ یہ خطاب تکوینی نہین ہی بلکہ تشریعی ہے۔ اسوجہ سے مناسب یہی ہی کہ آدم و حوّا اور اُنکی ذریت مراد ہین یہ بر قول جمہور ہی ورنہ ایک قلیل جماعت تو غیر ناطق کو بھی مکلف ٹھہراتی ہی۔

ھُدًی سے مراد یا توحید ہی تو اس صورت مین ابلیس مراد ہوسکتا ہی یا مراد کتب ہین یا مراد تمام رسل ہین یا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ آپکی رسالت کے مکلف تمام انبیا رہین۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ - مین فا اول ربط کے لیے ہی اور ما بعد حصۂ شرطیہ ہی مثل اسکے کہ جیسا کہا جاتا ہی ان جئتنی فان قدرت احسنت الیک بعض لوگ کہتے ہین پہلے شرط کی جزا محذوف ہی فاتبعوہ اور ھدای مین اضافت ہدایت کی اپنی جانب محض شرافت اور عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہی۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ - مراد خوف سے جو اندیشہ زمانۂ آیندہ مین ہو اور حزن گذشتہ اندیشہ ہی اور بعض کہتے ہین حزن مقابل سرور کے ہی اور خوف کی نفی سے مقصود نفی عقاب ہی اور نفی حزن سے مراد نفی ثواب ہی۔ اس سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہی کہ دار آخرت مین خوف و حزن نہین ہی اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہی کہ دنیا مین بھی نہین ہی اسواسطے کہ جو لوگ اتباع ہدی کرینگے تو وہ رضا بالقضا بھی اختیار کرینگے جسکا لازمی نتیجہ ہی کہ پھر کوئی امر نہ رنجدہ ہو یا باعث حزن و ملال ہو۔

اُس کا عطف فمن تبع پر ہی اسمین مبالغہ زائد ہی یہ نہین فرمایا کہ جو کافر اور مکذب ہین اُنکے لیے خوف و حزن ہی اسواسطے کہ خوف و حزن سے اسقدر توبیخ کا اظہار نہین ہوتا ہی جس قدر اس اظہار سے ہوتا ہی اور یہ بھی ممکن ہی کہ ایک جماعت علاوہ اِن دونون کے وہ لوگ ہین جو ایمان لائے مگر گناہ بھی کئے تو اُن کو خوف و حزن تو ہوگا مگر وہ ہمیشہ جہنم مین نہ رہینگے برخلاف اس جماعت کے کہ جو ایمان بھی نہین لایا وہ تو جہنم مین بھی رہیگا اور خوف و حزن بھی اُسکو ہوگا۔

اٰیٰتِنَا سے مراد کتب منزلہ ہین یا قرآن شریف ہی یا انبیا رہین یا اُنکے معجزات ہین کیونکہ آیات ان سب کو شامل ہی مراد آیات سے نشانیان ہین اور اللہ کی نشانیان یہ سب ہین۔ اس جگہ یہ امر قابل خیال کرنے کے ہی کہ کفر سے مراد انکار ہی مگر یہ لفظ کوئی سب و شتم کی غرض سے نہین ہی بلکہ جو خدا و رسول کا منکر ہی وہ کافر ہی اور وہ کافر خدا و رسول کا ہی اور جو کافر طاغوت کا ہی اور مؤمن اللہ اور رسول کا ہی

يٰبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا
اے بنی اسرائیل یاد کرو تم میری اُن نعمتون کو جنھین مین نے تمپر انعام کیا اور پورا کرو

بِعَهۡدِيۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَاِيَّايَ فَارۡهَبُوۡنِ
میرا عہد مین تمھارا عہد پورا کرون اور خاص کرکے مجھ سے ڈرو

بقیہ صفحہ (۱) وہ مسلمان ہی کفر کا لفظ ایماندار پر بھی استعمال کیا گیا ہی جیسا کہ قرآن شریف مین ارشاد فرماتا ہے
ومن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی اور جنے کفر کیا طاغوت کا
اور ایمان لایا اللہ کے ساتھ تو اُسنے بلند کنڈے کو پکڑا ہمارے اس بیان کا مقصد یہ ہی کہ جسطرح دیگر مذاہب
کے لوگون نے اپنے خلاف مذہب والون کے القاب خراب کردیے ہین ایسا اسلام نے نہین کیا ہے
بلکہ اسلام مین انتہائی لفظ کافر کی ہی تو وہ بھی واقعہ کی تفسیر ہی اور بس۔

اللہ جلشانہ نے انعام عام و خاص عام مخلوق اور بشر پر جو فرمائے ہین اور توحید اور دلائل توحید
نبوت اور دلائل نبوت آخرت اور اُسکے کوائف بقدر ضرورت بیان کردیے اور امامت کی طرف بھی
اشارہ کردیا کہ ہر انسان کامل خلیفہ ہی اُسکے بعد مخصوص اُس جماعت کو مخاطب فرمایا جو بنی آدم ہین
زاید خطاب قبول کرنے اور جلد اقرار ایمان کرنے کے لائق تھے اسوجہ سے کہ اُنکو علم تھا اور دین سماوی
رکھتے تھے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت سُن چکے تھے خود منتظر تھے مصائب کے وقتون مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت پر عزا کرتے تھے حضرت کی دار الہجرۃ سے واقف تھے اور وہین قیام پذیر
تھے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اچھا موقع تھا اور آپ کے حالات دریافت کرنے مین کوئی دشواری
نہ تھی اُن حالات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی تامل اُنکو ہو نہین سکتا تھا بلکہ تامل کی جگہ باقی نہین رہی
تھی اور اچھی طرح معرفت آپ کی نبوت کی اُنکو ہوگئی تھی اِن سب وجوہ سے تمام اولاد آدم مین اُنکو تقدم
تھا کہ وہ مخاطب کئے جاتے تھے چنانچہ اس آیت شریف مین اُنکو خطاب کیا یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اے بنی اسرائیل
بنی جمع ابن کی ہی اور اسکو جمع تکسیر کے مشابہ کہتے ہین اسواسطے کہ بنا واحد کی سلامت نہین ہی ابن کی جمع
ابناء بھی آتی ہی اور بنی بھی آتی ہی ابن کی اصل یا تو واوی ہی کہ اسمین مثل اخ و اب کے واو تھا گر گیا
یا یائی ہی اور اصل اسکی بناء سے ماخوذ ہی اب کا یہ فرع ہوتا ہی اور خالق کا مخلوق فرع ہوتا ہی اسواسطے پہلے
اِسکو اسقدر عام استعمال کرتے تھے کہ مخلوق کو بھی ابن بولتے تھے اُسی اطلاق سے یہ ہی کہ نیک بندون کو
ابن اللہ کہتے تھے مگر اسمین اشتباہ ایسا ہوگیا کہ بعض بندون کو صلبی بیٹا خدا کا لوگ سمجھنے لگے اسوجہ
مخلوق پر اطلاق اسکا ترک کردیا گیا مگر حقیقۃً اسکے معنی صلبی بیٹے کے ہین اور مخصوص ذکور کے ساتھ ہی اناث کو

ابن نہین کہتے ہین اور جب مضاف کر دیتے ہین تو اُسوقت اُسکے معنی اولاد کے ہو جاتے ہین عورت و مرد دونون کو شامل ہی اور کبھی اسکا استعمال مطلقاً اولاد پر بھی ہوتا ہی جسمین بیٹے پوتے اُنکی اولاد سب شامل ہوتی ہی اسی وجہ سے تمام بشر اولاد آدم کہلاتے ہین اِس جگہ بھی آخری معنی مراد ہین۔

بنی اسرائیل اولاد یعقوب علیہ السلام پر بولا جاتا ہی اسواسطے کہ یہ لقب حضرت یعقوب کا ہی یہ لفظ عجمی ہی عربی نہین ہی اسکو مرکب کہتے ہین اسرا۔ اور ایل سے اسرا کے معنی عبد کے ہین اور صفوۃ چنندہ کے ہین انسان اور مہاجر کے معنی مین بھی آیا ہی ایل اللہ کا نام ہی اس لیے اسکے معنی عبداللہ اور صفوۃ اللہ کے ہوئے۔

مدینۂ طیبہ مین یہود رہتے تھے اور اُسکے اطراف مین بہت قبائل یہود کے تھے بنی نضیر۔ بنی قریظہ - پھر خیبر وغیرہ انکی مشہور بستیان تھین عرب مین یہی اہل علم تھے اور اولاد انبیاء سے تھے انکو خطاب کرنیکے واسطے جو خوش آیند طرز ہی وہ اختیار فرمایا انکو یاد دلایا گیا کہ تم پر اللہ نے انعام کیا ہی تمھارے آباء انبیاء ہین تم کو اُنکی پیروی کرنا چاہیئے تاکہ تمپر جو انعام ہوئے ہین وہ باقی رہین اور تم جو مرتبہ رکھتے ہو وہ قائم رہے۔

اُذْكُرُوْا۔ ذکر بالکسر و بالضم ذال کے ایک ہی معنی ہین یاد کرنے اور شکر کرنے کے ہین خواہ دل سے ہو یا زبان سے کسائی کہتے ہین بالکسر زبان اور بالضم قلب سے یاد کرنے کو کہتے ہین اول کا مقابل سکوت اور صمت ہی اور ثانی کا مقابل نسیان ہی مراد اس جگہ شکر کرنا اُن انعام پر ہی۔ جو اُن مخاطبین پر باعتبار اُنکے اور اُنکے آباء کے ہوئے ہین آباء کا انعام بھی انھین پر ہی اسواسطے کہ اگر اُنکی نجات فرعون سے نہ ہوتی تو یہ غلامی مین پیدا ہوتے اگر وہ گناہون کی وجہ سے ہلاک کر دیے جاتے تو اُنکی ولادت اُن انبیاء کی نسل مین جنکی وہ نسل سے تھے کیونکر ہوتی بلکہ اُن کی ولادت ہی سرے سے نہ ہوتی یہ بھی کہا جاتا ہی کہ اُن کے بزرگون پر جو انعام ہوا تھا اُسکو اُنکی جانب اس وجہ سے منسوب کیا گیا ہی کہ بظاہر یہ اپنے اگلون کے ہم مذہب اور ہم دین تھے تو اس اشتراک کے لحاظ سے اُنکا انعام انھین کا کہا گیا یہ بھی مراد ہو سکتی ہی کہ انھین مخاطبین پر جو انعام کیا گیا ہی اُسکے یاد کرنے کا حکم ہی وہ انعام یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اُن کے روبرو ہوئی اور اُنکو پہلے سے آگاہ کر دیا گیا اُن کے شک و شبہہ دفع کرنیکے لیے علامت ظاہر کر دی گئی قرآن شریف اُن کے روبرو نازل ہوا۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ وفی اوفی کے ایک ہی معنی ہین کہا جاتا ہی وفیت العہد واوفیت العہد اور اوفیت صرف عہد کے لیے اور کیل کے لیے بولا جاتا ہی بعض مواقع مین اوفی کے معنی ارتفع کے بھی آئے ہین اور عہد اقرار واثق کو کہتے ہین عہد جن دونون کے درمیان ہوتا ہی اُن دونون کی طرف منسوب ہو سکتا ہی یہان پر عہد کی اضافت کسکی طرف ہی اسمین اختلاف ہو گیا ہی بعض کہتے ہین

کہ اوفوا بعہدی مین تو اضافت عہد کی طرف فاعل عہد کی ہی اور اوفی بعہدکم مین عہد کی اضافت مفعول کی جانب ہی اور دونون مین فاعل اللہ ہی مراد اس جگہ یہ ہی کہ عہد ایمان اور عہد طاعت جو مین نے تم سے لیا ہی اور وہ اس بنا پر ہی کہ دلائل قائم کر دیے ہین اُسکو تم پورا کرو تو مین اُس عہد کو پورا کرون جو تم سے ثواب اور جزا دینے کا کیا گیا ہی اور اس جگہ چونکہ ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہی تو اس لحاظ سے وفا عہد کا اقرار بھی کیا گیا ہی بعض لوگ کہتے ہین کہ دونون جگہ مفعول کی جانب اضافت ہی مراد یہ ہی کہ جو عہد تم نے مجھ سے کیا ہی تم اُسکو پورا کرو یعنی ایمان لاؤ تو مین اُس عہد کو پورا کرون جو مین نے تم سے کیا ہی کہ اجر نیک عطا کرونگا بعض لوگ کہتے ہین کہ اگر ایفاء عہد کی تفسیر کی جاوے اتمام عہد سے تو اضافت دونون جگہ مفعول کی جانب ہوگی اور اگر رعایت کرنے سے تفسیر کی جاوے تو پہلی جگہ فاعل کی جانب اور دوسری جگہ مفعول کی جانب ہوگی۔ اِن احتمالات پر یہ شبہہ وارد کیا جاتا ہی کہ عہد کے ایفاء کی اضافت غیر فاعل کی جانب کوئی معنی نہین رکھتی ہی مگر اس شبہہ کا دفعیہ کر دیا گیا ہی کہ چونکہ امر بالایمان ہی تو اس واسطے اضافت مفعول کی جانب بھی ہوسکتی ہی حاصل یہ ہی کہ تم اپنے عہد کو پورا کرو اور مین اپنے عہد کو۔

وفاء عہد کے مختلف مراتب ہین مرتبۂ اولی یہ ہی کہ کلمہ شہادت صدق دل سے پڑھنا اور اُس کے مقابل خدا کا عہد یہ ہی کہ جو شہادت دے وہ قتل و غارت سے محفوظ کر دیا جاوے اور آخر درجہ یہ ہی کہ انسان غیر اللہ سے ذہن کو خالی کر دے اور فنا حاصل کرے بلکہ اس درجہ فنا کو بھی فنا کر دے اُسکے مقابل خدا کا عہد یہ ہی صفات و اسماء کے انوار اُسپر متجلی کر دے۔ بعض کہتے ہین کہ اول درجہ ایفاء کا توحید الافعال ہی اور اوسط درجہ توحید الصفات ہی اور آخر درجہ توحید الذات ہی اور خدا کی جانب سے جو حالات و کوائف سالک کو اِن مراتب مین اضافہ فرمائے جاتے ہین وہ مراد ہین اور ان مراتب کے درمیان بہت سے مراد دونون عہود کے ایفاء کے ہین جو اکثر احادیث مین وارد ہوئے ہین اُنکا سب کا ذکر تطویل سے خالی نہین ہی۔

زہری نے اوف بالتشدید پڑھا ہی مطلب یہ ہی کہ اگر تم اپنا عہد پورا کرو تو مین اپنا عہد بہت حسن وفا کے ساتھ پورا کرون جس کو خود فرماتا ہی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها جو نیکی لاویگا اُسکو اُسکے عوض دس نیکیون کے موافق اجر دیا جاویگا۔

وَاِیَّایَ فَارۡھَبُوۡنِ۔ تقدیر کلام یہ ہی وایای ارھبوا فارھبونی ضمیر مفعول کی یاء ہی وہ محذوف کر دی گئی تاکہ فواصل و آیات مین مناسبت ہو جاوے اور ایک فعل بھی بوجہ دوسرے فعل کے دلالت کرنے کے حذف کر دیا گیا۔ الرھبة ہم معنی خوف کے ہی بعض کہتے ہین کہ خوف اگر تحرز کے ساتھ ہو

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠

اور ایمان لاؤ اُسپر جسکو ہمنے نازل کیا ہی تصدیق کرنیوالا اُسکی جو تمھارے ساتھ ہی اور نہ ہوتم اول اُسکے انکار کرنے والے

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور نہ بدلو میری آیات کو تھوڑے دامون کے عوض ادر خاص کرکے مجھ سے اتقا کرو اور بچو

تقبیہ صفحہ (۱۰۳) تو اُسکو رہبت کہتے ہین اور اگر حزم و احتیاط کے ساتھ ہو تو اُسکو تقویٰ کہتے ہین اس لحاظ سے رہبۃ تو عوام کے لیے بولی جاتی ہی اور اتقا پیشواؤن کے لیے مناسب ہی۔ بعض کہتے ہین کہ رہبت نفس خوف ہی اور اتقا تحفظ مخوف شے سے ہی اور بعض کہتے ہین کہ خوف عقاب اہل ظاہر کے لیے اور خوف اجلال اہلِ دل کے لیے ہوتا ہی۔ بعض تخصیص کرتے ہین کہ ڈرو تم اُن مصائب سے جو تمھارے آبا پر بوجہ اُنکی نافرمانی کے نازل ہوئے ہین اس جگہ حصر ایاك نعبد سے زاید مبالغہ کے ساتھ کیا گیا ہی۔

اِسْ آیت کا عطف ماقبل پر ہی خطاب اسکا تمام بنی اسرائیل سے ہی۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ صرف مخاطب اسکا کعب بن اشرف یہودی ہی مگر یہ تخصیص بلا مخصص ہی اس جگہ ایمان کا حکم دیا گیا حالانکہ ایفاء عہد مین بھی وہ داخل تھا اسواسطے کہ اظہار عظمت امر ایمان کا ہوجاوے اور یہ معلوم ہوجاوے کہ اہم اور اصل ایمان ہی اور مراد بِمَآ اَنْزَلْتُ سے قرآن شریف ہی اور ما معکم سے مراد تورات ہی اور قرآن کی تصدیق بھی چند وجوہ سے ہے یا تو اس وجہ سے کہ جس طرح تورات مین نعت نبی آخر الزمان تھی اُسی طرح قرآن مین بھی کی گئی یا اس طرح کہ اصل دین مین دونون ایک ہین یا مراد یہ ہی کہ جو احکام منسوخ نہین ہوئے اُن مین اتفاق ہی یا تمام احکام تورات سے متفق ہین اور منسوخہ احکام کی حالت ویسی ہی جیساکہ احکام اسلام مین احکام منسوخ ہوگئے اُن کا مقصد صرف اسی قدر ہی کہ اختلاف احکام سے احکام مین تبدل ہوگیا۔ یہ امر کہ تورات منسوخ ہوگئی اسکی دلیل وہ حدیث ہی کہ مروی ہوا حضرت عمر کچھ تورات سے لکھ کے لائے اور اُسکو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھنا شروع کیا آپ نے ارشاد فرمایا لوکان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی اسکو حضرت جابر سے امام احمد حنبل وغیرہ نے روایت کیا ہی اور دارمی نے دوسرے الفاظ سے روایت کیا ہی والذی نفس محمد بیدہ لو بدأ لکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرك نبوتی لا تبعنی بعض نے ما انزلت کی تفسیر کتاب اور رسول سے کی ہی اور ما معکم کی تفسیر تورات وانجیل سے کی ہی یہ بھی اول تفسیر کے قریب ہی۔ یہان پر یہ ارشاد فرمانا کہ ایمان لاؤ اُسکے ساتھ جو تمھارے پاس ہونے والی شَے کی تصدیق کرتا ہی یعنے قرآن شریف کہ جو تصدیق کرتا ہی تورات کی اس غرض سے ہی کہ وجوب ایمان اور لزوم اُسکا محقق ہوجاوے

کیونکہ جس امر پر تمھارا ایمان ہو اُسکی یہ تصدیق کرتا ہی تو کوئی وجہ نہین کہ ایمان نہ لاؤ۔

وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ - نہ ہو تم پہلے کفر کرنے والے قرآن کے ساتھ تو مطلب یہ ہی کہ جلدی نہ کرو کفر کرنے مین کہ تم ہی گویا پہلے کفر کرنے والے ہو جاؤ حالانکہ تمھاری شان یہ ہی کہ تم اول ایمان لانے والے ہوتے یا مراد اس سے یہ ہی کہ اہل کتاب مین پہلے سب کے تم کفر کرنے والے نہ ہو کیونکہ تمنے خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی زبان سے کلام الٰہی سُنا ہے تو تم پہلے کافر نہ بنو کہ تمھارے دیکھا دیکھی دوسرے اہل کتاب بھی کفر کرنے لگین گے یا مراد یہ کہ اول تورات کے تم کفر کرنے والے نہ ہو کہ ما معکم یعنی تورات مین نعت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صفت قرآن شریف کی موجود ہی تو اُسکے انکار سے ما معکم کے ساتھ کفر لازم آتا ہی تو تم کافر نہ بنو۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا - اشتراء کے معنی خریدنے کے ہین مراد یہان پر بدلہ مین کسی شے کے ہین چونکہ وہ لوگ اپنے کو ایماندار سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ تورات پر اُن کا ایمان ہے اس واسطے فرض کیا گیا کہ وہ ایماندار ہین یا مراد یہ ہے کہ تورات پر تمھارا ایمان ہی اور اُسپر قائم بھی تھے مگر اُسکو تم نے تھوڑے مال پر فروخت کر ڈالا آیات کنایہ ہین اوامر و نواہی اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ کعب بن اشرف نے احبار مدینہ کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا سمجھتے ہو اُنھون نے کہا کہ وہ نبی موعود ہین اُسکو ناگوار ہوا اُسنے اُن سے کہا کہ اگر اُسکے خلاف تم رائے قائم کرتے تو مین تمکو انعام دیتا اُن لوگون نے کہا کہ ہمنے بغیر سوچے کہا تھا اب سوچ کے جواب دینگے چنانچہ پھر اُسنے دریافت کیا تو اُن لوگون نے دجال کی نعت کو بدل دیا اور موافق کعب بن اشرف کے کہنے لگے اُس نے ایک کپڑا چار گز کا اور تھوڑے جواہر ایک کو دیے اُسکی جانب اشارہ ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ احبار اپنے معتقدون سے ہر سال کچھ غلہ پایا کرتے تھے اُنکی خوشامد مین احکامِ الٰہیہ کو بدل دیتے تھے اُسکی ممانعت کی گئی۔ اس آیت سے اجرت لینا تعلیم قرآن شریف پر بعض لوگ ممنوع کہتے ہین اور متقدمین احناف کا یہی مسلک ہی مگر متاخرین نے جواز کا فتوٰے دیا ہی اور حدیث روایت کرتے ہین ان خیر ما اخذ تم بہ اجرا کتاب اللہ واللہ اعلم۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ - اور مجھی سے بچو کہ ایمان نہ لاؤ بلکہ ایمان لانا ضروری ہی کیونکہ یہ ہی تقوی ہی یا یہ کہ اتباع حق کرو اور اُسکے ترک کرنے مین مجھ سے خوف کرو یا اشتراء اور تبادلہ آیات کا ثمن قلیل سے نہ کرو بلکہ مجھ سے پرہیز کرو مراتب تقوی کے بھی مختلف ہین اول مرتبہ ترک محظورات کا ہی اور آخر مرتبہ توبہ غیر اللہ سے اور برات ماسوی اللہ سے ہی۔ یہان چونکہ احبار یہود سے مخصوص طور پر خطاب کیا گیا ہی تو تقوی کا لفظ جو اُنکی شایانِ شان ہی لایا گیا ہی۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور حق کو باطل سے مشتبہ نہ کرو اور نہ حق کو پوشیدہ کرو درحالیکہ تم جانتے ہو

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝

اور نماز بآداب وشروط ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو رکوع کرنے والون کے ساتھ

اس جملہ کا عطف آمنوا پر ہی اور لبس کے معنی خلط کے ہین اور کبھی بمعنی اشتباہ کے بھی آتا ہی اور لام عہد کے لیے ہی اور بار تعدیہ کے واسطے ہی اور واو تکتموا مین یا تو حالیہ ہی یا بمعنی مع کے ہی اور نہی دونون مفعولون سے ہی مراد یہ ہی کہ حق کو جو تورات مین نازل ہوا ہی باطل سے جسکو تمنے اختراع کر لیا ہی مخلوط نہ کرو درحالیکہ تم حق کو پوشیدہ کرتے ہو یا اور حق کو تم پوشیدہ نہ کرو یا حق کو پوشیدہ نہ کرنے کے ساتھ حق کو باطل سے مخلوط نہ کرو اس آخری صورت مین یہ معنی ہونگے کہ تم حق کو اُس شخص سے جو سُن چکا ہی باطل کے ساتھ مخلوط نہ کرو ساتھ اسکے کہ حق کو پوشیدہ نہ کرو اُس شخص سے جسنے اُسکو سُنا نہین ہی اور عبداللہ بن مسعود نے وتکتمون الحق پڑھا ہی اسی وجہ سے واو حالیہ بھی یہان ذکر کیا گیا ہی اور حق دونون جگہ ذکر کیا گیا ہی یا تو محض تاکید کے لیے ہی اور معرفہ مکرر عین اول ہوتا ہی یا عہد کے لیے ہی اور پہلی جگہ ایک مراد لیا گیا ہی اور دوسری جگہ دوسرا جو احکام حقہ تورات مین نازل ہوئے ہین اُن کو مخلوط و مشتبہ کر کے لوگون پر نہ پیش کرو نہ نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پوشیدہ کرو اس آیت سے علم حق کو پوشیدہ کرنے کی مذمت ظاہر ہوتی ہی اسی وجہ سے اظہار حق کو واجب کہا ہی سوائے اُن مقامات کے کہ جہان اظہار حق مضرت شرعی یا مضرت جسمانی کا باعث ہو جیسا کہ کتب فقہ مین مذکور ہی۔

بعض کتب مین ہی کہ اگر امر بالمعروف کفار کو کرنا ہی اور اندیشہ ہی کہ وہ ہلاک کر ڈالین گے تو بہتر ہی کہ جان بچائے مگر مسلمانون کے امر بالمعروف کرنے مین اگر اندیشہ ضرر رسانی کا ہی تو امر بالمعروف ترک نہ کیا جائے۔

اس آیت کا عطف بھی اوپر کے جملہ پر ہی اور مراد الصلوٰۃ سے مخصوص وہ نماز ہی جسکا حکم اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دیا ہی خواہ الف لام عہد کا لیا جاوے یا جنس کا لیا جاوے دونون صورتون مین مراد صلوٰۃ المسلمین ہی۔

اور زکوٰۃ کے معنی تو باعتبار لغت کے نما یعنی زیادتی اور طہارت یعنی پاکی کے ہین مگر عرف شرع مین وہ صدقہ مفروضہ ہی جسکے ادا کرنے سے برکت ہوتی ہی اور مال طاہر ہو جاتا ہی کہ پھر وہ وبال نہ ہوگا اُسکے شروط ایجاب و وجوہ ادا کتب فقہ مین مذکور ہین۔

صلوٰۃ کو زکوٰۃ پر اس وجہ سے مقدم کیا ہی کہ صلوٰۃ مناجات اور اخلاص و تضرع ہی اور ہر مکلف

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ
کیا تم حکم کرتے ہو لوگون کو نیکی کا اور خود اپنی ذات کو بھولے ہوئے ہو حالانکہ تم توراۃ پڑھتے ہو
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○
توکیا تم کو عقل نہین ہے

(بقیہ صفحہ ۱۰۶) صحیح پر فرض ہی بخلاف زکوۃ کے کہ وہ عبادت مالیہ ہی غنی پر فرض ہو اُسکی تخصیص اور تفصیل کا بیان احادیث سے اور تواتر سے اخبارات کے معلوم ہوتا ہی۔ بعض لوگون نے اِس آیت سے ثابت کیا ہی کہ کفار بھی عبادت کے مکلف ہین اور بعض لوگ کہتے ہین کہ ایمان شرط ہی تو مراد یہ ہی کہ نماز پڑھو ایمان لاکے اور قبل ایمان لانے کے کفار مخاطب نماز کے نہین ہین۔ اور رکوع کے معنی خشوع کے بھی ہین اور رکن نماز کا ہی اسواسطے اس سے مراد نماز بھی ہوسکتی ہی اور چونکہ یہود کی نماز بغیر رکوع کے تھی تو اسواسطے خصوصیت سے رکوع کا حکم دیا گیا مقصود یہ ہی کہ نماز پڑھو نماز پڑھنے والون کے ساتھ جو اہل سلام ہین اور اُنکی نماز ذات رکوع وسجود ہی وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین بعض نے اس آیت سے وجوب نماز جماعت کا ثابت کیا ہی۔ امام شافعی اور بعض دیگر فقہا بلا عذر جماعت کے ترک کرنے کو گناہ سمجھتے ہین اور نماز کے با جماعت پڑھنے کو واجب کہتے ہین مگر احناف کا قول مفتی بہ یہ ہی کہ سنت مؤکدہ ہی واجب نہین ہی تارک عاصی ہی اور جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہی اور با جماعت مسجد مین نماز پڑھنا اولی تر ہی۔

ہمزہ استفہام کا ہی مراد اس سے استفہام تقریری ہی اور توبیخ بھی اُسکے ساتھ ملحوظ ہی اور بر اچھی بات اور نیک بات کو کہتے ہین اور بر شامل تمام خیر کی باتون کو ہی اور نسیان اُسکو کہتے ہین کہ جو سہو بعد کو پیش آوے اور مقصود اس استفہام سے یہ ہی کہ ایسا مت کرو یہ کرنا عقلمندی کے خلاف ہی اِس آیت کا شان نزول یہ ہی کہ مدینہ طیبہ کے احبار یہودی جب اپنے دوستون اور اعزا کو نصیحت کرتے تو کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہہ نبی ہین اُنکی پیروی کرنا چاہیئے مگر خود پیروی نہین کرتے تھے اس خوف سے کہ ریاست چھن جاویگی بعض کہتے ہین کہ لوگون کو صدقہ دینے کا حکم کرتے تھے مگر خود تصدق نہین کرتے تھے بعض نے بر سے ایمان اور احسان مراد لیا ہی اور سُدی کہتے ہین کہ وہ احبار یہود خود تو نافرمانی اور معاصی کرتے تھے مگر لوگون کو نیکی کا حکم دیتے تھے اس جگہ بعض لوگ کہتے ہین کہ جو گنہگار ہو وہ امر بالمعروف نہ کرے مگر یہ کہنا صحیح نہین ہی اسواسطے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خود ایک حکم شرعی ہی تو جو خود گناہ کرتا ہی اگر وہ اس سے بھی گریز کرے تو دوہرا گنہگار ہوگا اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

کرے مگر خود گناہ ترک نہ کرے تو اُس کو ایک ہی گناہ ہوگا اگرچہ اس صورت مین اثر کم ہوتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ قیامت مین لوگ جب جنت سے جہنم مین جائین گے تو بعض ایسے لوگون کو جہنم مین دیکھین گے جنکے کہنے سے یہ لوگ تائب ہوئے اُن سے یہ لوگ کہین گے کہ کیا وجہ ہے کہ ہم تو تمھاری وجہ سے جنت مین پہونچے اور تم جہنم مین ہو تو وہ حسرت سے کہین گے کہ ہم حکم کرتے تھے اچھائی کا مگر خود نہین کرتے تھے اور لوگون کو بُرائی سے منع کرتے تھے مگر خود نہین رُکتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ خطاب خاص بنی اسرائیل کے لیے ہی دوسرون کو شامل نہین ہی اس واسطے دوسرون کو امر بالمعروف کرنا چاہیئے چاہے خود عمل نہ کرے حق یہ ہی کہ خطاب گو مخصوص بنی اسرائیل سے ہی مگر حکم عام ہی بعض اسکے برعکس کہتے ہین کہ یہ اقیموا الصّلوٰۃ سے یا آ تامرون الناس سے خطاب محض ایا ندارون سے ہی جیسے یوسف اعرض عن ھذا واستغفری لذنبک مگر یہ بعید ہی بلکہ صحیح وہی ہی جیسا ہمنے کہا ہی اس جگہ ارشاد ہوتا ہی کہ تم ایسا کرتے ہو حالانکہ تم بظاہر عقلمند ہو اور یہ فعل خلافِ عقل ہی تو کیا تم عقل نہین رکھتے ہو۔

آفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ یا تو اسکا مفعول محذوف ہی کہ تمکو اس بات کی عقل نہین ہی کہ جو تم کرتے ہو کہ دوسرون کو اچھا کام بتاتے ہو اور خود نہین کرتے ہو اور کیا اُسکے ضرر کو تم جانتے نہین ہو یا مفعول اسکا خاص نہین ہی یا یہ کہ تمکو جوہر عقل نہین ہی جو تمکو اس بُری حرکت سے باز رکھے عقل کے معنی تو روکنے ہین اور منع کے ہین مگر عُرف مین اُس لطیفۂ نورانی کو کہتے ہین کہ جس سے نفس علوم ضروریہ اور نظریہ کو ادراک کرتا ہی اس آیت سے معتزلہ کہتے ہین کہ حُسن و قبح عقلی ہی اسواسطے کہ اللہ نے اُسپر موقوف رکھا اشاعرہ کہتے ہین کہ حُسن و قبح شرعی ہی اور اس آیت سے اُسکے عقلی ہونے کا ثبوت نہین ہوتا ہی کیونکہ یہ خطاب بعد شریعت کے پیش کرنے کے ہی اور ہم لوگون کے نزدیک یعنی ماتریدیہ کے نزدیک حسن و قبح اشیا کا عقلی ہی مگر اظہار اُسکا شرع سے ہوتا ہی اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ عقل ادراک کرسکتی ہی بالخصوص جس شے کا حُسن یا قبح شرع ظاہر بھی کردے۔

اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ حسن و قبح بمعنی صفت کمال و صفت نقصان کے بالاتفاق عقلی ہی اسیطرح حُسن بمعنی موافقت غرض کے اور قبح بمعنی مخالفت غرض کے بھی بالاتفاق عقلی ہی بلکہ اس معنی کے لحاظ سے ایک ہی شے بعض اشخاص و بعض حالات کے لحاظ سے احسن ہوتی ہی اور بعض کے اعتبار سے قبیح ہوتی ہی لیکن حسن و قبیح بمعنی موجب ثواب اور باعث عذاب اُخروی ہو اُسمین اختلاف ہی اشعریہ کہتے ہین کہ شرعی ہی جبتک ورود شرع نہ ہو کوئی شے نہ حسن ہو سکتی ہی نہ قبیح کیونکہ استحقاق

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝

اور مدد حاصل کرو تم صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ اور یقیناً وہ بڑی بات ہی مگر اُن لوگوں پر جو ڈرتے ہین

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

اور گمان کرتے ہین کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین اور یقیناً وہ اُسکی طرف لوٹنے والے ہین

بقیہ صفحہ (۱۰۸) ثواب وعقاب کا عقل ادراک نہین کرسکتی ہی اسی وجہ سے جس تک دعوت اسلام نہ پہونچے وہ مکلف نہین ہی اُس کے لیے نہ کوئی حسن ہی نہ قبیح برخلاف معتزلہ کے کہ وہ اس معنی کر کے عقلی کہتے ہین اور ماتریدیہ کے کہ وہ مثبت عقل کو اور مظہر شرع کو کہتے ہین۔

اُس آیت کا عطف بھی اوپر کی آیت پر ہی مراد صبر سے نفس کو باز رکھنا بری شے سے صلوٰۃ پر مقدم کیا گیا اسوجہ سے کہ نماز مین بھی اسکی ضرورت ہی بلکہ بدون صبر کے نماز کا ادا ہونا اور اُسکے شرائط کا حاصل کیا جانا مشکل ہی یا بلحاظ مخاطب کے حال کے صبر مقدم کیا گیا ہی کیونکہ وہ لوگ معاصی مین مصروف تھے اور مخالفت سے احکامِ آلٰہیہ کے باز نہین آتے تھے اسوجہ سے صبر کا حکم پہلے دیا گیا اور صبر سے نالائق شے کا ازالہ مقصود ہی اور صلوٰۃ سے لائق بات کی تحصیل منظور ہی اور ظاہر ہی کہ دفع مضرت مقدم ہی جلب منفعت سے اسیوجہ سے پرہیز مقدم ہی علاج سے اور الف لام جنس کا ہی ہر قسم کا صبر مقصود ہی اور بعض کہتے ہین کہ مراد اُس سے نوع خاص ہی وہی روزہ ہی کہ اُسمین خواہش کھانے پینے جماع کی روکی جاتی ہی اسوجہ سے کہ یہان نماز کا ذکر آیا ہی تو اُس مناسبت سے روزہ صبر سے مراد لیا جاوے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ رمضان صبر کا مہینہ ہی حالانکہ رمضان روزہ کا مہینہ اور استقامت صبر سے بنا بر پہلے معنی کے یہ ہی کہ انتظار فرج کرو یہانتک کہ اللہ جس پر توکل کرنا چاہیے خود مصیبت کو دور کردے اسیوجہ سے کہتے ہین الصبر مفتاح الفرج اور بنا پر ثانی کے ظاہر ہی کہ روزہ سے کسر شہوت اور تصفیہ باطنی ہوتا ہے اُس سے استعانت تمام امورِ خیر پر ہوتی ہی اور استعانت بالصلوٰۃ ظاہر ہی کہ مشتمل انواع عبادت کو ہی اور عبادت موجب حصول مقاصد کا ہوتی ہی اور حضرت حذیفہ سے مروی ہی کہ جب آن حضرت کو کوئی امر رنج دیتا یا درپیش ہوتا تو نماز پڑھنے مین مشغول ہو جاتے حضرت امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہی اس سے امید ہی کہ نماز انجاح مقاصد کا ذریعہ ہی۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ ۔ یا تو ضمیر ہا کی نماز کیطرف پھرتی ہی کیونکہ اُسکی تعظیم شان مقصود ہی اور معنی کبر کے ثقل کے ہین یعنی بوجھ ہوتی ہی سب کے لیے مگر خاشعین کے لیے بوجھ نہین ہوتی ہی مراد خاشع سے متواضع مسکین بالطبع کے ہین یا ہا کی ضمیر راجع استعانت کی طرف ہی جیسے اعدلوا ہو اقرب للتقوی یا دونون صبر و صلوٰۃ کی طرف مقرر

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمتون کو جنکو مین نے تمکو عطا کیا ہی اور یقیناً مین نے تمکو سارے جہان پر فضیلت دی ہی

بقیہ صفحہ (۱۰۹) راجح بتاویل مذکور کے یا بطریق واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔

اَلَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ۔ ظن کے معنی حسبان اور گمان کے ہین اور لقا کے معنی دو جسمون کے ملنے کے ہین اس طور پر کہ ایک دوسرے سے مماس ہوجاوے مگر ظن سے مراد یہان یا تو شامل علم کو ہی یا مراد متوقع ہی یا اِس لحاظ سے یہان ظن کا لفظ اختیار کیا گیا کہ مذکورات غیر متوقع ہین مثلاً لقاء الٰہی کہ اگر حُسن خاتمہ ہوا تو لقاء ہوگی ورنہ ہمیشہ فراق مین رہیگا اور حسن خاتمہ کا علم کسی کو نہین ہی مگر اس بنا پر انھم الیہ راجعون صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ اسمین احتمال نہین ہی اسواسطے کہ حسنِ خاتمہ ہو یا نہ ہو خدا کی طرف لوٹ جانا اور حساب وکتاب کے لیے محشور ہونا لازمی اور یقینی ہی بعض کا گمان ہی ظن متعلق مجموع کے ہی تو اگرچہ اللہ کی طرف لوٹنا یقینی ہی مگر لقاء اللہ غیر یقینی ہی بعض نے رجوع کے معنی مین تاویل کی ہی اور مراد لی ہی کہ حسنِ ثواب کے ساتھ لوٹنے کا جو گمان کرے تو اس صورت مین یہ ظاہر ہی کہ حُسن خاتمہ پر یہ امر موقوف ہی اور حُسن خاتمہ مشتبہ ہی اور بعض نے ظن سے مراد یقین لیا ہے اور لقاء اللہ سے مراد حشر لیا ہی اور رجوع سے مراد مجازات لی ہی خواہ ثواب ہو یا عقاب ہو تو اس صورت مین یقین دونون اجزا مین صحیح ہوگیا اور اس جگہ ظن کے اختیار کرنے سے یہ مقصود ہی کہ جب گمان کی یہ حالت ہی تو یقین کا کیا ذکر ہی اس سے مبالغہ مقصود ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے بجاے یظنون کے یعلمون پڑھا ہی تو اس اعتبار سے ظن کی تفسیر علم سے زاید قوی معلوم ہوتی ہی۔ اور مراد لقاء اللہ سے علاوہ حشر کے ثواب ہی اور جو لوگ رویت الٰہی کے وقوع کے قائل ہین وہ لقاء سے رویت مراد لیتے ہین حدیث شریف مین آیا ہی من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن ابغض لقاء اللہ ابغض اللہ لقاءہ جو اللہ کے ملنے کو دوست رکھتا ہی اُس سے اللہ ملنے کو دوست رکھتا ہی جو اللہ کے ملنے کو بُرا جانتا ہی اُس سے ملنا اللہ ناگوار رکھتا ہی۔

فیارب بالخل الحبیب محمد + نبیك وهو السید المتواضع ۰۰ انلنا مع الاحباب رویتك التی + الیها قلوب الاولیاء تسارع + فبابك مفتوح وفضلك زاید + وجودك موجود وعفوك واسع

۱۲ مکرر انعام کا یاد دلانا محض اُنکی کمال غفلت کے باعث ہی کہ وہ اسقدر اپنے انعام کو فراموش کر گئے تھے اور اتنا منعم حقیقی کے ناشکر گزاری کے خوگر ہوگئے تھے کہ انکو بار بار ضرورت تھی کہ ہوشیار کیا جاسے اُنکو غرہ تھا کہ ہم مستحق انعام ہین تو اُنکو تنبیہ کی جاتی ہی کہ اُسکا شکر بھی ادا کرو ورنہ انعام نہین قایم رہ سکتا ہی یہ بھی مقصود تھا کہ پہلے نعمت ذکر کرکے کہ جس سے ترغیب ہوتی ہی

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا
اور بچو تم اُس دن سے کہ جسمین ایک شخص دوسرے شخص کے حق کو برداشت نہین کر سکتا ہی نہ اُس سے
شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
شفاعت قبول ہوگی نہ عوض اُس سے لیا جاوے گا نہ اُن کو مدد دی جاوے گی

بقیہ صفحہ (۱۱۰) قیامت کے ہول کا ذکر کیا جاوے تاکہ ترغیب کے ساتھ ہی ساتھ ترہیب بھی ہو جیسا کہ قرآن شریف مین اللہ جلشانہ کی عادت ہی ترغیب و ترہیب ساتھ ساتھ ہوتی ہی ارشاد ہوتا ہی کہ اگر تم انعام کے شکر ادا کرنے کے عادی نہین اُسکی تمکو فکر نہین تو عذاب کا اندیشہ کرو کسی کو ترغیب نصیحت ہوتی ہی کسیکو ترہیب تاثر ہوتا ہی۔ اس جگہ انعام کو مجملاً ذکر کرکے خوف دلایا گیا ہی اور پھر تفصیلاً اُن انعام کو ذکر کیا ہی جو اُنپر اور اُنکے آبا پر انعام کیے گئے تھے تاکہ ترہیب کے بعد ترغیب کا فائدہ زاید ہو وہ اجمالاً ذکر اِنّی فضلتکم علی العالمین مین کیا گیا ہی کہ جتنے تمکو سارے جہان پر بزرگی دی ہی وہ بزرگی یہی ہی تمکو دینی و دنیوی برکت عطا کی انبیا اور صلحا ہوئے بادشاہ و امرا ہوئے حکومت و سلطنت ملی مراد سارے جہان سے یا تو بہت سے لوگ ہین جمع کثیر پر بولا جاتا ہی یا عرفاً کہا جاتا ہی کہ شہر کے تمام کاریگر آئے مراد اس سے اکثر ہوتی ہی لہٰذا اس جملہ سے یہ مراد نہین کہ کوئی گروہ تم سے فضیلت رکھتا ہی نہین یا مراد عالم سے تمام موجودین ہین وقت فضیلت کے کہ جسوقت تمکو بزرگی دی اُسوقت کے تمام لوگون سے تمکو افضل کیا یا مراد بعض لحاظ سے فضیلت دنیا ہی اس سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ تمام وجوہ سے فضیلت دیگئی ہی ان وجوہ سے معلوم ہوا کہ کنتم خیر امۃ جسکی شان مین ہی تفضیل بنی اسرائیل کی ثابت نہین ہوتی ہی اس جگہ ایک لطیفہ ہی کہ بنی اسرائیل کو اپنی فضیلت ملحوظ رکھنے کا حکم ہوا اور امت محمدی کے لیے خدا کے فضل کا مشہود ہونا مامور ہوا قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ظاہر ہی کہ اللہ کے فضل کو ملحوظ رکھنا زاید مرتبہ کی بات ہی اگر عام طبایع اپنی فضیلت کو زاید ملحوظ خاطر رکھتے ہین۔

یوم سے قیامت کا دن مراد ہی اُس سے بچنے کا مطلب یہ ہی کہ جو عذاب و عقاب اُس دن نافرمان لوگون کو ہوگا اُس سے بچنے کی فکر کرنا چاہیے ورنہ قیامت کا دن تو خواہ نخواہ مطیع و عاصی دونون کے لیے آتا ہی اُس سے بچنے کی کوئی صورت نہین ہی اب اگر یوماً مفعول بہ ہی تو یا بطریق مجاز کے ہی ظرف بولے اور مظروف مراد لیا یا بطریق کنایہ کے ہی کہ ملزوم بولے اور لازم کو مراد لیا اور اگر اسکو بنا بر ظرفیت کے منصوب کرین گے تو مفعول بہ یعنی عذاب اور سوء جزا یہان پر محذوف ہوگا پھر اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے چونکہ سواے اطاعت و فرمانبرداری کے کوئی صورت نہین ہی

اسواسطے وہ سب صورتین جو عموماً مطالبہ سے بچنے کے لیے کی جاتی ہین سب کی نفی کی گئی ہی ارشاد ہوا
لا تجزی نفس عن نفس شیٔا۔ جزی کے معنی یا تو قضی کے ہین یا اُسکے لازم پر بولا جاتا ہی بمعنی اقتضی کے
یا بمعنی لاتغنی کے ہی اور ماخوذ جزاء سے ہی نفس کے معنی جان کے ہین اسی وجہ سے بجائے نفس کے نسمۃ
بھی بعض قرأۃ شاذہ مین مروی ہوا ہی اور مراد اُس سے ذوات انسان ہین یا ذی نفس اور ہر جاندار ہی۔
شیٔاً۔ متعدی بنفسہ ہی اور عن نفس متعدی بہ حرف جار ہی اور تنوین تنکیر کی ہی خواہ جنس کی ہو یا نوع کی ہو
شیٔاً یا تو مفعول بہ ہی یا مفعول مطلق ہی اور اگر اجزاء کے معنی ہون تو مفعول مطلق ہو سکتا ہی۔ یہ پورا جملہ
متعلق یوماً کے ہی اسمین دو قول ہین یا تو تعلق صفت و موصوف کا ہی اور فیہ محذوف ہی تاکہ ربط جملہ کا
موصوف کے ساتھ ہو جاوے اور کسائی کہتے ہین قاعدہ تدریج کا ہی کہ پہلے حرف جار حذف ہوا اور
ضمیر فعل کو لاحق ہوئی پھر ضمیر حذف کر دی گئی یا مفعول مطلق ہی اور معنی شیٔاً کے جزاً کے ہین۔
وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ۔ یہ دوسری صفت اُسی یوم کی ہی کہ اُس دن اُس سے شفاعت مقبول
نہ ہوگی۔ شفاعۃ کے معنی سفارش کے ہین ماخوذ ہی شفع سے کہ جو مقابل وتر کے ہی چونکہ اسمین ایک
طالب کے ساتھ دوسرا شخص بھی اپنے کو ملا دیتا ہی اسواسطے اس فعل کو شفاعۃ کہنے لگے یہ دعا سے اخص ہی۔
وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ۔ یہ تیسری صفت اُسی یوم کی ہی کہ اُس دن کسی سے عدل بھی نہ لیا جاویگا
عدل کے معنی اگر بالفتح ہو تو ہر ساوی کو کہتے ہین بعض نے جنس کی بھی قید لگائی ہی اس لحاظ سے عدل
بالفتح ایک مرد مقابل مین دوسرے مرد کے ہو تو عدل کہلائیگا اور فدیہ کے معنی بھی ہین اور مثل کے معنی
بھی ہین اور کبھی کفیل اور رشوت کے معنی مین بھی آتا ہی اور اگر بالکسر ہو تو محض مساوی جنس اور جرم مین
مستعمل ہوتا ہی اور بعض عرب عدل بالکسر کو بھی فدیہ کی جگہ پر بولتے ہین یہان قرأۃ عدل بالفتح ہی اور منہا
کی ضمیر دوسرے نفس کی طرف راجع ہی کیونکہ وہی قریب ہی اور آگے ھم ینصرون کی ضمیر سے بھی موافق ہی
تو اس صورت مین یہ معنی ہوئے کہ اگر شفاعت نفس ثانی کی کیجاویگی تو وہ نہ قبول کیجاویگی نہ اُسکی طرف سے فدیہ لیا جاویگا اور
نہ وہ مدد کیے جاوینگے بعض لوگون نے نفس اول کی جانب ضمیر پھیری ہی کہ جو وہ شفاعت کریگا یا فدیہ دیگا
وہ مقبول نہ ہوگا لیکن سیاق و سباق دونون کے لحاظ سے اس احتمال کو ہم بہتر نہین سمجھتے ہین خصوصاً
ھم ینصرون کا جملہ کہ اُسکی ضمیر اول کی جانب راجع کرنے مین بہت بعد ہی نصرت کے معنی معونت اور
مدد کے ہین اس جگہ بوجہ اسکے کہ نکرہ سیاق مین نفی کے عام ہوتا ہی اس واسطے نفس عام ہی شامل ہی نفوس کثیرہ
کو اس لحاظ سے ضمیر جمع کی لائی گئی اور مذکر کی ضمیر باعتبار معنی ناس یا عباد کے ہی اسی جملہ سے یہ ظاہر کر دیا
گیا ہے کہ یہ نفوس مقہور و ذلیل ہین خداوند عالم کی قدرت و سلطنت کے سامنے کہ اگر وہ نہ چاہے تو کوئی مدد نہ کرے۔

عموماً دستور ہی کہ جب کسی سے مطالبہ کیا جاتا ہی اور وہ اُس مطالبہ سے بچنا چاہتا ہی تو پہلے وہ کسی کو کفیل
تلاش کرتا ہی یا کوئی اپنے اوپر بارے لیتا ہی یا خود ادا کر دیتا ہی پھر اگر اِن امور سے کچھ نہ ہو سکے تو اگر آدمی
مالدار ہوتا ہی یا دل اُسکا بے پرواہ ہوتا ہی تو مطالبہ کے عوض فدیہ یا بدلہ دے کے چھٹکارا حاصل کر لیتا
ہے اور اگر یہ ناممکن ہوا یا دل مین اُسکے مال کی محبت ہی تو پہلے وہ کسی کو سفارش کرنے والا تجویز کر کے
اُس سے سفارش کراتا ہی اور اگر دل مین مال کی عزت زیادہ ہی تو پہلے سفارش کراتا ہی پھر جب اُس سے
مایوس ہوتا ہی تو فدیہ اور بدلہ دیتا ہی اسمین لوگون کے مختلف احوال ہین اسی وجہ سے اللہ جلّ شانہ نے
ایک جگہ شفاعت کو مقدم کیا دوسری جگہ عدل کو مقدم کیا جیسا کہ آگے اسی بارہ مین دوسری جگہ آویگا
پھر جب انسان اِن دونون باتون سے مایوس ہوجاتا ہی تو پھر مدد طلب کرتا ہے اپنے حمایتی لاتا ہے
اور قہر و غلبہ سے مطالبہ سے نجات حاصل کرتا ہی اِن سب امور سے جب مایوسی ہو تو اُسوقت ادائے مطالبہ
کے سوائے کوئی چارہ کار نہین ہی اللہ جلشانہ نے اسی وجہ سے اس دن اِن تمام حیلون کی نفی کر دی
اور متعین ہوگیا کہ اگر ادائے مطالبہ نہ ہوگا تو کسی طرح مفر نہین اسواسطے کہ نہ تو کسی کو قدرت ہی کہ وہ
ادا کرے یا اپنے اوپر لے نہ سفارش کسی کی سُنی جاوے گی نہ فدیہ اور بدلہ قبول کیا جاوے گا نہ
کسی طرح کی کوئی معاونت یا نصرت ہوگی۔

اس آیت شریف سے یہ امر ظاہر ہی کہ قیامت کے دن کوئی کسی کی سفارش و شفاعت نہین کریگا
اسواسطے کہ یا مطالبہ کو اپنے ذمہ لیکے اور ادا کر کے سفارش کریگا تو اُسکی اللہ تعالیٰ صاف طور پر
نفی کرتا ہی لا تجزی نفس عن نفس شیئًا یا یون ہی محض اپنی وجاہت اور رسوخ کے غرّے پر
سفارش کریگا تو اُسکے لیے ارشاد ہوتا ہی لا یقبل منہا شفاعۃ تو جب شفاعت قبول ہی نہ ہوگی
تو کیون کوئی شخص اپنی وجاہت اور رسوخ کو ضایع کریگا اور اپنی بات کو لغو کریگا اگر بدلہ دیکے سفارش
کرسکتا ہو تو ظاہر ہی کہ ارشاد ہوتا ہی کہ لا یوخذ منہا عدل کسی کی سفارش جب فدیہ دیکے بھی مقبول نہ ہوگی
تو بلا فدیہ دیے کیونکر مقبول ہوجاویگی پھر باوجود اسکے اگر کوئی شخص اپنی قوت اور غلبہ سے کسیکی سفارش
کریگا تو اس سے بڑھکر معاونت اور مدد اور کیا ہوسکتی ہی اُسکے لیے بھی نفی ہوگئی کہ وھم لا ینصرون
لہذا یہ بات صاف ہوگئی کہ اس آیت کی رو سے کسی طرح سفارش و شفاعت کسی شخص کی کوئی نہین کرسکتا
ہی اسی وجہ سے ایک گروہ کہتا ہی کہ قیامت مین کوئی صورت شفاعت کی نہین نہ مومن اور صالح بلکہ
نبی کسی مؤمن کی شفاعت کرسکتا ہی چاہے وہ گنہگار ہو یا گنہگار بھی نہ ہو نہ کافر کی کوئی شفاعت کرسکتا
ہی کیونکہ یہ آیت صاف ہر طریقہ سے شفاعت کی نفی کرتی ہی اگر دلیل عقلی سے استدلال کیا جاوے

تو عقلاً بھی یہ صحیح معلوم ہوتا ہی کہ خدا کے روبرو یوم الحساب مین کسی قسم کی سفارش نہ ہوسکے ورنہ مقصود شریعت اسلام کا بالکل فوت ہوجاویگا اسواسطے کہ مقصود اسلام کا توحید ہی اور خدا کی شناخت ہی اور لوگون کو شرک سے بچانا ہی اور عمدہ اوصاف کی ترغیب ہی اور بُری باتون سے اجتناب کرنے کا حکم ہی اور اُن کے ارتکاب پر تخویف کی گئی ہی خصوصًا ہول قیامت اور حساب وکتاب اور جنت دوزخ کے احوال ذکر کرنے سے یہی فائدہ ہی کہ لوگ اچھی باتین کرین اور بُری باتون سے بچین لیکن امید شفاعت سے یہ سب فوت ہوا جاتا ہی شفاعت کی توقع اگر ہو تو پھر ترغیب تو چاہے ہو مگر ترہیب و تخویف بالکل مفقود ہوتی ہی اسواسطے کہ گناہ کرتے وقت امید شفاعت کی باعث جرأت زاید ہوتی ہی اور خیال ہوتا ہی کہ ہم سے یہ قصور ہوجاویگا تو ہمارا فلان شخص سفارش کرسکتا ہی ہمکو بچا لیگا پھر حساب وکتاب و یوم جزا کا خوف بالکل جاتا رہیگا خدا کی طرف سے ایسی بدظنی ہوجاویگی جس سے اُس کے اوصاف جمیلہ مین نقص وارد ہوتا ہی کیونکہ سفارش جن صورتون مین ہوتی ہی وہ سب صورتین موجب نقصان ہین بعض صورتون مین ایک شخص منصف وعادل ہوتا ہی مگر متخاصمین مین ایک شخص اپنے مطالبہ کو قوت کے ساتھ بیان کرتا ہی اور دوسرا بیان کرنے سے قاصر رہتا ہی یا ایک شخص نہایت خیرخواہ ہی مگر مالک اُسکا بدخواہ سمجھتا ہی یا کسی سے کوئی قصور چوک کے ہوگیا مالک اُسکا ناواقفیت کے باعث اُسکو متمرد سمجھتا ہی یا ایک حاجتمند کسی سے اپنی حاجت کا ذکر کرتا ہی مگر وہ باوجود قدرت کے اُسکی حاجت روائی نہین کرتا ہی خواہ اس وجہ سے کہ اُسکی حاجت کا احساس نہین کرتا ہی یا اُسکے مزاج مین بخل ہی یا کسی سے خاص عداوت اور ناراضگی ہی ان سب صورتون مین سفارش کی جاتی ہی واقعات صحیحہ سے آگاہ کیا جاتا ہی شبہات دفع کئے جاتے ہین اگر انھین وجوہ سے قیامت مین خدا کے روبرو شفاعت ہو تو ظاہر ہی کہ ماننا پڑیگا کہ خدا کو علم نہین ہے یا وہ حاجت روائی خلق نہین چاہتا ظلم اور تشدد کرنا چاہتا ہی اُسکو رحم و کرم نہین ہے یہ سب باتین ایسی ہین کہ خدا کے صفات کمالیہ کے بالکل خلاف ہین کبھی ایسا ہوتا ہی کہ سفارش محض اسوجہ سے کی جاتی ہی کہ سفارش کرنے والا ذی وجاہت ہوتا ہی حاکم کو اُسکی پرواہ ہوتی ہی اُسکی ناخوشی سے ڈرتا ہی اگر یہ باعث شفاعت کا ہو تو ظاہر ہی کہ اسمین خدا کے استغنار کے بالکل خلاف معلوم ہوتا ہی اور اُسکو معلوم ہوتا ہی کہ بندہ کی پرواہ ہی اور اُسکی ناخوشی سے وہ مرعوب ہی اُس کے رحم وکرم مین نقصان معلوم ہوتا ہی کہ دوسرے کو تحریک کرنے کی ضرورت ہوتی ہی اُسکو ظلم سے باز رکھنے کی دوسرے شخص کو ضرورت ہوتی ہی یا دوسرا شخص اُسکو ظلم پر آمادہ کرسکتا ہی بہرحال خدا کے اوصاف مین بہت کچھ نقائص پیدا ہوجاتے ہین حالانکہ اسلام کی تعلیم کی بنا اسپر ہی کہ خدا تمام صفات کمالیہ کا

جامع ہی یہ بھی مشاہدہ ہوتا ہی کہ لوگ اُس شخص کی زائد پرواہ کرتے ہین جسکا رسوخ حاکم کے حضور ہوتا ہی بعض اوقات تو اُس شخص کی خوشامد زائد کی جاتی ہی جو حاکم کا مُنھ چڑھا اور بادشاہ کا مصاحب خاص ہوتا ہی اگر شفاعت کی تجویز ہو تو پھر ضروری ہی کہ وہ شخص جس سے شفاعت کرنے کی توقع ہی زاید منظور نظر خلائق کا ہو جاوے بلکہ اُسکی پرواہ بہت ہونے لگے اور تعظیم و تکریم اس درجہ بڑھ جاوے کہ عبادت کی حدتک پہونچ جاوے چنانچہ کفار عرب نے جب بعض معبودون باطل کی جانب یہ اعتقاد کیا کہ وہ خدا کے یہان شفاعت کرینگے تو اُن کی عبادت کرنے لگے قرآن شریف مین بھی اسکا تذکرہ ہی ارشاد ہوتا ہی ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ہم اُن معبودون باطل کی عبادت صرف اِس غرض سے کرتے ہین کہ وہ ہماری بخشش کا ذریعہ خدا کے حضور ہون اور برابر دیکھا جاتا ہی کہ جنکا عقیدہ شفاعت پر ہی وہ انبیار اور صلحار اور مشایخ و اولیار کی حد درجہ تعظیم کرتے ہین اور اس درجہ مبالغہ کرتے ہین کہ عبادت کے درجہ تک وہ تعظیم پہونچ جاتی ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ شفاعت ذریعہ شرک ہی اسلام نے تو توحید کی عام دعوت دی ہی اور اُسکے احکام سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ سد ذرایع شرک کرتا ہی لیکن یہ عقیدہ بالکل اُسکے منافی ہی بجاے اسکے کہ سد ذریعہ شرک ہو منجر بشرک ہی لہذا شفاعت ماننے کے قابل نہین ہی۔ اور اسلام کا بڑا گروہ بلکہ عام طور پر تمام مسلمان اس امر کا اعتقاد رکھتے ہین کہ آیت خاص ہی اور قیامت مین شفاعت ہوگی معتزلہ کہتے ہین کہ اُن لوگون کی شفاعت ہوگی جو مرتکب کبیرہ نہین ہین اور مقصود شفاعت سے صرف یہ ہوگا کہ جن لوگون نے کوئی گناہ نہین کیا ہی اُن کے درجات کی ترقی ہو اور جن سے معمولی لغزش ہوگئی اور مرتکب صغایر کے ہین اُنکی تقصیر معاف ہو جاویگی فاسق مرتکب کبیرہ اور کافر کی شفاعت نہ ہوگی بلکہ وہ لوگ قیامت مین خواہ نخواہ عذاب مین گرفتار ہونگے البتہ جو لوگ مرتکب کبائر کے ہوئے اور اُنھون نے توبہ کرلی ہی اُن کی شفاعت کی جاوے گی اور وہ بخش دیے جاوین گے۔

آشاعرہ کہتے ہین مؤمن کی شفاعت ہوگی معتزلہ سے کہا جاتا ہی کہ تم جب اس آیت کو خاص سمجھتے ہو اور مرتکب کبیرہ ہی کے لیے سمجھتے ہو تو ہمکو بھی اختیار ہی کہ اس آیت کو خاص سمجھین اور محض کفار کے ساتھ اس آیت کو مخصوص سمجھین اگرچہ معلوم ہوتا ہی کہ معتزلہ اور اشاعرہ کے درمیان تخصیص مین اختلاف ہی مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ تخصیص آیت مین اختلاف نہین ہی بلکہ فاسق کے بارہ مین چونکہ اختلاف ہی اسواسطے معتزلہ کہتے ہین کہ فاسق کی سفارش نہ ہوگی دونون کہتے ہین کہ مؤمن کی شفاعت ہوگی اور غیر مؤمن کی شفاعت نہ ہوگی یہان غیر مؤمن مراد ہی مگر معتزلہ فاسق کو غیر مؤمن کے

افراد سے شمار کرتے ہین اور اشاعرہ اُسکو مومن کے افراد سے سمجھتے ہین اور جا بجا دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ فسق کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے خارج نہین ہوتا ہے مومن رہتا ہے لہذا اس مسئلۂ شفاعت مین ہمکو
معتزلہ کی تردید کی ضرورت نہین ہے کیونکہ مسئلۂ ایمان فاسق مین اُنکی تردید خاطر خواہ ہوچکی ہے یہان پر
اس نفی شفاعت کو عام کرنے والون سے خطاب ہوسکتا ہے وہ لوگ جو خدا و رسول کے معتقد نہین
یوم جزا اور قیامت کے مقر نہین اُن سے بھی کلام دربارہ شفاعت قبل از وقت ہے اُنسے تو پہلے اقرار
خدا اور توحید و رسالت و قیامت کرایا جاویگا اور اُس کے بعد مسئلۂ شفاعت مین اور تفاصیل احکام
مین گفتگو ہوسکتی ہے ہمارے نزدیک یہ آیت مخصوص ہے جس طرح اکثر کلام عرب مین عام بولا جاتا ہے اور
خاص مراد لیا جاتا ہے اور اُسپر قرائن موجود ہوتے ہین اسی طرح یہان پر بھی اُسکے قرائن کے باعث تخصیص
کیجاتی ہے ابھی اوپر والی فضلتکم علی العالمین مین العالمین کی تخصیص کی گئی ہے بنی اسرائیل
مین سے وہ مراد نہین جو ملعون و مردود ہوئے اور عذاب مین مبتلا ہوگئے اور بندر اور سور کرکے ہلاک کردیے
گئے ظاہر ہے کہ اُنکو کیا فضیلت ہے اور جن پر فضیلت دی گئی ہے وہ بھی مخصوص ہین۔
کتنے لوگ ہین کہ ملائکہ پر بشر کو فضیلت نہین دیتے وہ ملائکہ کی تخصیص کرتے ہین جو بشر کو ملائکہ پر افضل
بھی کہتا ہے وہ بھی امت محمدی کو اور دیگر صلحا و عباد کو دوسرے زمانہ مین بنی اسرائیل سے خواہ نخواہ
مفضول نہین سمجھتے ہین جیسا کہ اوپر تخصیص کی صورتین گذر گئی ہین استغراق ہوتا ہے مگر عرفی مراد لیا
جاتا ہے فرد کامل مراد ہوتا ہے جو شخص عربی زبان سے واقف ہے وہ اس امر کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ایسے
مقام پر عام کی تخصیص لازمی ہے جہان قرینۂ صارفہ موجود ہو یہان پر ایسا ہی ہے اسواسطے کہ اگر اس
آیت کو ہم عام لیتے ہین تو بہت سی نصوص شرعیہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور اختلاف کلام آلہی مین بلکہ
تضاد یہ باتفاق اہل اسلام ممنوع ہے یا اُس آیت مین تخصیص کرکے تاویل کرینگے یا دوسری آیتون
کے ایسے معنی کہین گے جن سے تعارض دور ہو لیکن ہم جب سیاق و سباق اس آیت کا دیکھتے ہین تو معلوم
ہوتا ہے کہ اسکی تخصیص زاید قرینہ کے موافق ہے کیونکہ خطاب اوپر سے بنی اسرائیل سے ہے جو کفار تھے اور
بعد اس آیت کے بھی وہی مذکور ہین لہذا یہ حکم کافرون کے حق مین ہے غیر کفار اس حکم کے مخاطب نہین
ہین پھر اگر ہم دیگر آیات کو مطالعہ کرتے ہین تو تمام آیات کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ آیت مخصوص ہے شفاعت
کے ثبوت پر بھی آیتین ہین اور نفی پر بھی یہ آیت ہے تو اب دیکھنا ہے کہ شفاعت قیامت مین کون کرسکتا
ہے اور کسکی شفاعت ہوسکتی ہے اور کسکی شفاعت نہین ہوسکتی ہے جب یہ واضح ہوجاویگا تو معلوم ہوگا
کہ وہ لوگ کون ہین جنکی شفاعت نہین ہوسکتی ہے وہی یہان مراد ہین اور دوسرے مراد نہین ہین۔

کون لوگ شفیع ہو سکتے ہین قرآن شریف مین استثنار کیا گیا ہی اور ظاہر ہی کہ حکم استثنار یہ ہی کہ جو
ماقبل استثنار کے حکم ہوتا ہی اُس کا عکس مابعد استثنار ہوتا ہی مثلاً کہتے ہین جاءنی القوم الا زیداً
قوم آئی میرے پاس مگر زید نہین آیا اسی طرح کہتے ہین ما شرب من ھذا الماء الا فلان کسی نے
اِس پانی کو نہین پیا مگر فلان نے اس پانی کو پیا ایک وقت زید مثلاً کہے کہ لا اعطی شیئاً لاحد مین کسیکو
کوئی شے نہ دونگا مگر دوسری جگہ کہے لا اعطی شیئاً لاحد الا من جاء عندی راکباً مین کسی شخص کو
کچھ نہ دونگا مگر اُس شخص کو دونگا جو میرے پاس سوار آئے ظاہر ہی کہ ان دونون کلامون کے درمیان تطابق
اُسی صورت مین ہوسکتا ہی جب پہلا کلام بھی مستثنیٰ منہ کے مانند کر دیا جاوے اور کہا جاوے کہ اُس کلام
مین بھی یہ ملحوظ ہی کہ راکب کو عطا دی جاوے گی پہلے کلام کے عموم مین بقرینہ اگر تخصیص ہوسکتی ہی
تو تخصیص کی جاویگی ورنہ کہا جاویگا کہ پہلا کلام ناقص ہی پوری مراد ظاہر نہین کر سکتا ہی یہان چونکہ
قرینہ بھی موجود ہی اور کلام بھی نقص سے پاک ہی اسواسطے تخصیص لازمی ہو جاویگی اس تمہید کے بعد
ہم کہتے ہین کہ قرآن شریف مین آیا ہی ما من شفیع الا من بعد اذنہ کوئی شفیع نہین ہی مگر بعد
اُسکی اجازت دینے کے یہ آیت سورۂ یونس گیارھوین پارہ مین ہی اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے
اجازت دینے کے بعد شفیع ہوسکتا ہی یہ ظاہر کہ شفاعت کسی ایسے شخص کے مطالبہ کے بارہ مین طلب
عفو کرنا ہی جس کے مطالبہ مین عفو بدون اس سفارش کے غیر متوقع ہو اگر یہ شفاعت نہ کرے تو عفو
نہ ہو تو ایسی صورت مین ظاہر ہی کہ خدا فرماتا ہی کہ کوئی شخص شفاعت نہین کر سکتا ہی مگر بعد اللہ کے
اذن کے یعنی کسی مجرم کے بارہ مین کوئی عفو تقصیر نہین چاہ سکتا ہی جبتک کہ اللہ اُسکو اجازت نہ دے
اِس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اوپر کی آیت یا بنی اسرائیل الآیہ مین الا من بعد اذنہ کا
استثنا ہی ابھی یہ امر مشتبہ ہی کہ اوپر کی آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ قیامت کے دن کوئی سفارش نہین
کر سکتا ہی احتمال یہ ہی کہ شفاعت اذن سے تو ہو سکتی ہی مگر دنیا مین یا روز قیامت کے بعد لیکن یوم
قیامت مین شفاعت نہین ہو سکتی اس صورت مین استثنار کی ضرورت نہین ہی بالخصوص اس جگہ
کس سے سفارش کی جاوے اِس کا ذکر نہین ہی ممکن ہی کہ دنیا مین سفارش اللہ کے اذن یعنی اُسکے
حکم کے موافق ہو سکتی ہو جسکی تحریص بھی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہی اس سے یہ کہان سے
ثابت ہوا کہ قیامت مین اللہ سے کوئی سفارش اُسکے اذن سے کر سکتا ہی قرآن شریف کی آیات
مین تلاش سے اس احتمال کا دفعیہ بھی مل جاتا ہی اس واسطے دوسری جگہ پارہ سویم آیۃ الکرسی مین
ارشاد فرماتا ہی من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہی وہ جو شفاعت کرے اُسکے پاس

کسی کی مگر اُسکے اذن سے اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ مراد لوگون کے پاس سفارش کرنا نہین ہے بلکہ خدا کے روبرو مقصود ہی لفظ عندہ نے اشتباہ بالکل دفع کر دیا مگر ابھی یہ احتمال باقی ہی کہ دنیا مین یا بعد یوم حشر شفاعت خدا کے نزدیک ہو سکتی ہی مگر قیامت مین نہین ہو سکتی ہی چنانچہ استغفار دنیا مین اور سفارش دنیا مین اللہ کی درگاہ مین بھی مشروع ہی اس احتمال کے متعلق قرآن شریف مین جو تلاش کی گئی تو ایک آیت نہایت صاف ملی کہ قیامت مین خدا کے روبرو بعض لوگ شفاعت کرینگے جنکا استثنار نفی شفاعت سے کیا گیا ہی سورۂ طٰہٰ سولھوین پارہ مین ہی یومئذ لاتنفع الشفاعة الامن اذن له الرحمٰن ورضی له قولا اُس دن جسکی حالت اوپر مذکور ہو چکی اور وہ قیامت کا دن ہی اُس دن کسی کی شفاعت نفع مند نہ ہوگی مگر اُسکی شفاعت نفع مند ہوگی جسکو رحمٰن نے شفاعت کی اجازت دی ہی اور اُسکا قول خدا کو پسند ہی ان آیات سے واضح ہو گیا ہی کہ قیامت کے دن بعض ایسے لوگ ہونگے جنکو اذن ہوگا کہ شفاعت کرین لہذا بالکل شفاعت کرنے کی نفی عموماً صحیح نہین ہی اب یہ دیکھنا ہی کہ وہ کون لوگ ہین جنکو اللہ جل شانہ نے من اذن له الرحمٰن سے مراد لیا ہی اور جو اسکے مصداق ہو سکتے ہین یہ مجمل ہی اور ظاہر ہی اجمال قرآنی کا دفع کرنے والا اور بیان کرنیوالا کلام رسول حدیث شریف ہی بیان تو حدیث آحاد سے ہوتا ہی مگر یہان حدیث متواتر المعنی بلکہ متواتر اللفظ بھی کہی جاوین تو موجود ہین جنسے من اذن کی تعیین ہو سکتی ہی شفاعتی لاھل الکبایر من امتی کتب احادیث و تفاسیر مین مشہور و متواتر ہی بخاری و مسلم وغیرہ مین حدیث شفاعت عامہ کی مذکور ہی ارشاد ہوتا ہی کہ خلائق جب آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کی شفاعت کی درخواست لا چکینگے اور میرے حضور مین آوینگے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین شفاعت کے لیے تیار ہو جاؤنگا اور کہونگا کہ یہ میرا ہی حق ہی پھر حضرت زیر عرش تشریف لے جاوین گے اور سجدہ کرینگے اور اُسمین اُن اسمار کی تسبیح کرینگے کہ جنکا علم پہلے سے کسی کو نہین ہی تو اُس وقت ارشاد ہوگا ادفع راسك وقل تسمع واشفع تشفع سر اُٹھائیے فرمائیے سنا جاویگا سفارش کیجیے سفارش مقبول ہوگی اسی طرح مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہی وہ بھی حدیث طویل ہی تمام انبیار نے اپنی مخصوص دعا کر لی مگر مین نے اپنی دعا اُٹھا رکھی قیامت کے دن مین اپنی امت کی شفاعت کرونگا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ من اذن مین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہین اب دیکھنا یہ ہی کہ شفاعت کی اجازت صرف آن حضرت ہی کو دی جاویگی یا دوسرے بھی اس مین شریک ہین تو جب ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ انبیار ملائکہ صالح المومنین سب اس وصف مین شریک ہین

اسواسطے کہ اذن سے شفاعت صادر ہوئی یا وہ شفاعت کے مامور ہین ظاہر ہی کہ بعد وقوع کے امکان سے بحث نہین ہوتی ہی اور امر وہی ہوتا ہی جو وسعت مین ہی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا لہذا وہ لوگ جنکی شفاعت قرآن شریف سے ثابت ہی اُن مین حضرت ابراہیم ہین ارشاد فرماتے ہین فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفورٌ رحیم اسی طرح حضرت عیسیٰ ہین کہ فرماتے ہین ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت الغفور الرحیم ان دونون آیتون سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ان نبیون نے گناہگارون کی عفو تقصیر طلب کی ملائکہ کی شان مین ہے و یستغفرون لمن فی الارض اور استغفار کرتے ہین اُن لوگون کے لیے جو زمین مین ہین۔

اس آیت سے شبہہ ہوتا ہی کہ تمام روے زمین کے ذوالعقول کے واسطے استغفار کرتے ہین جن مین کفار بھی داخل ہین تو اس شبہہ کو دوسری آیت دفع کرتی ہی سورۂ مؤمن چوبیسوین پارہ مین ہے۔ الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین اٰمنوا اُنکی دعا بھی ارشاد فرمادی گئی ربنا وسعت کل شئ رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم اس آیت مین ظاہر فرمادیا کہ وہ لوگ ایماندارون کے لیے استغفار کرتے ہین اور کہتے ہین تو اُن لوگون کو بخش دے جنھون نے توبہ اور تیری راہ کی پیروی کی ظاہر ہی کہ تمام گناہون سے توبہ مقصود نہین ہی ورنہ لازم یہ آدے کہ اگر ایک شخص ایک گناہ سے توبہ نہ کرے تو اُس کے دوسرے گناہون کے لیے جن سے اُس نے توبہ کی ہی مغفرت کی دعا نہ ہو بلکہ مراد اس سے کفر سے توبہ کرنا ہی اور دین اسلام جو اللہ کی راہ ہی اُسکو اختیار کرنا ہی لہذا یہ واضح ہوگیا کہ ملائکہ برابر طلب عفو گنہگار اہل ایمان کے لیے کرتے ہین اور تخصیص اسکی بھی آیت متاخر نے نہین رکھی کہ وہ لوگ زمین پر ہی ہون بلکہ جہان پر ہون ملائکہ استغفار کرتے ہین اسواسطے کہ تخصیص بالذکر کہ آیت متقدم مین ہی اور لفظ فی الارض موجود ہی نفی عما عدا کی جو بیان عام ہی غیر فی الارض کو بھی شامل ہی نہین کرتی ہے۔

اب یہ خود اللہ چاہتا ہی امداد دیتا ہی کہ طلب عفو کیا جاوے اور مجرم کی اس طرح مدد دیجاوے تو پھر اسکا عدم وقوع ناممکن ہی اس کے لیے بھی ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اللہ جل شانہ خود آن حضرت سے شفاعت کرنے کو طلب کرتا ہی اور امت کی شفاعت کرنے کا حکم دیتا ہی سورۂ محمدؐ چھبیسوین پارہ مین فرماتا ہی وا ستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات اور طلب مغفرت کیجیے آپ اپنے ذنب اور مؤمنین ومؤمنات کے گناہون کے لیے یہ امر ہے جو

مفید و جوب ہی علاوہ برین ہمکو حکم ہوتا ہی کہ وہ درود پڑھین جسمین طلب رحمت ہی ظاہر ہی کہ یہ
شفاعت نہین ہی بلکہ خاص دعا ہی اسواسطے کہ ایسے شخص کے لیے ہی کہ اُسپر رحمت نازل ہی ہوتی
رہتی ہی ہمارے درود پڑھنے نہ پڑھنے کو رحمت نازل ہونے مین کوئی دخل نہین دوسرے حضرت
اسقدر اعلی وارفع ہین کہ جن کو ہماری شفاعت کی ضرورت نہین ہی باوجود اسکے تحیّہ ہونے سے
خالی نہین ہی امت کا تحیّہ آن حضرت کے لیے جب پہونچے گا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
لازم ہو جاویگا کہ ویسا ہی تحیّہ کرین اور ہمارے لیے بھی رحمت نازل ہونے کی دعا کرین بلکہ اس سے
بہتر تحیہ کرین چنانچہ معروف فی الشرع ہی کہ آن حضرتؐ کے روبرو دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اعمال امت
پیش ہوتے ہین اور آپ اگر اچھے اعمال ملاحظہ فرماتے ہین دعاے ترقی مدارج کرتے ہین اور خوش
ہوتے ہین اور اگر بد اعمال ملاحظہ فرماتے ہین تو ملول ہوتے ہین اور مغفرت کی دعا کرتے ہین یہی
تحیہ حضور کا ہی اور قرآن شریف مین ارشاد فرماتا ہی سورۂ نسار پانچوین پارہ مین ہی واذا
حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا جب تم سے تحیہ کیا جاوے تو تم کو چاہیے کہ
تم اُس سے اچھے طریقہ پر تحیّہ کردیا اُسی کا ایسا لوٹا دو ایمانداروں کی شان مین ارشاد فرماتا ہی
سورہ نسار پانچوین پارہ مین ہی ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ و
استغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اگر اُن لوگون نے اپنے نفسون پر زیادتی کی یعنی
گناہ کیا اور وہ آپ کے حضور مین حاضر ہوئے پھر اُنھون نے خود اپنے گناہون کا اللہ سے عفو طلب کیا
اور آپنے بھی اُن کے لیے استغفار چاہا تو اللہ کو وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پا دین گے
ظاہر ہی کہ دامن رسول کے زیر سایہ آنے والے کفار نہ ہونگے تو اس جگہ ظلموا سے عصوا غیر الکفر
مراد ہوگا یعنی اُنھون نے گناہ کیے جو غیر کفر ہین ورنہ کفر سے توبہ کرنے کے متعلق دوسرے آیات و
احادیث موجود ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ لوگون کو تحریص کی جاتی ہی کہ وہ آن حضرت
کی خدمت مین حاضر ہون اور اپنے گناہون کے لیے آن حضرت سے سفارش کراوین خود استغفار
کرنا کافی نہین ہی چنانچہ صحابہ کا برابر دستور تھا اور امت کا زمانہ صحابہ سے لیکے اب تک دستور ہے کہ
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جاتے ہین اور طلب عفو کی درخواست کرتے ہین اور شفاعت
چاہتے ہین۔ علاوہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُومنین خود باہم مامور ہین کہ ایک دوسرے مؤمن
کے لیے طلب عفو اور شفاعت کرین استغفار کا حکم دیا گیا ہی اور اس استغفار کا اثر مرنے کے بعد
بھی ہی نماز جنازہ محض استغفار کے لیے مشروع ہوئی ہی اور وہ لوگ جو میت کو بالکل معدوم نہین

سمجھتے ہین بلکہ ہی اعتقاد کرتے ہین اُن کے نزدیک تو یہ ہی کہ بوجہ آیت واذا حییتم بتحیۃ الایہ کے
جب اہل ایمان مسلمانون کی قبرون پر جاکے سلام وتحیہ واستغفار کرتے ہین تو اُن کو بھی لازم ہوتا
ہی کہ وہ بھی اُس سے اچھا تحیہ پیش کرین کم سے کم اُسی کو دوہرا دین اس جگہ یہ امر باقی رہیگا کہ جن
لوگون کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور جو مذکور ہوئے یعنی انبیا اور ملائکہ اور ایماندار وہ کسکی شفاعت
کرینگے سب کی شفاعت کرینگے یا کسی خاص جماعت کی اسپر غور کرنے کے لیے جب ہمنے قرآن شریف کو
تلاش کیا تو ہمنے پایا سورۂ انبیا سترھوین پارہ مین فرماتا ہی ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم
من خشیتہ مشفقون وہ شفاعت نہ کرین گے مگر اُسی شخص کی کہ جو مرتضی ہی اور وہ لوگ جو شفاعت
کرنے والے ہین اللہ کی خشیت کے باعث بہت خائف ہین یہ نہین کرسکتے کہ غیر مرتضی کی شفاعت
کرین ظاہر ہی کہ مرتضی کافر تو ہی نہین اور غیر مرتضی منفوع صالح تو ہو نہین سکتا اسواسطے کہ اُس کی
شفاعت کا کوئی ثمرہ نہین ہی یہان مراد وہی ہوگی جو باوجود اسکے کہ مرتضی ہی محتاج طلب عفو کا ہی
وہ گنہگار امت محمدی کا اور ایماندار ہی کہ بلحاظ ایمان کے مرتضی کا لفظ اُسپر صادق آتا ہی اور باعتبار
گناہ کے محتاج طلب مغفرت کا بھی ہی اس تخصیص کو یعنی غیر کافر مراد ہی اور اس تعمیم کو کہ گنہگار کی بھی
شفاعت ہوسکتی ہی اور یہان مرتضی مین وہ بھی داخل ہی جب قرآن شریف سے ہمنے تلاش کیا
تو اُس کے لیے سورۂ مریم سولھوین پارہ مین آیت ملی یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا و
نسوق المجرمین الی جھنم وردا لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدا
اُس دن کہ ہم اُٹھائین گے پرہیزگارون کو کہ جو رحمن کی طرف بطور وفد کے جائینگے اور ہکا دینگے
گنہگارون کو جہنم کی جانب جانورون کے طور پر کوئی اُنمین سے سفارش لانے کی قدرت نہ رکھیگا
مگر وہی شفاعت لانے پر قادر ہوگا جس نے رحمن کے پاس عہد اختیار کیا ہی ظاہر ہے کہ عہد سے
مراد توحید وایمان ہی جیسا کہ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم مین گذر چکا ہی تو جو شخص عہد کو
اختیار کریگا اور اُسکو پورا کریگا وہی شفیع لاسکے گا وہ کون ہوگا وہ موحد مؤمن ہوگا چنانچہ اس
آیت کی تفسیر اور بیان شفاعتی لاہل الکبائر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی کہ مراد
اس سے مومن ہین تو اب شفاعت جنکی کی جاسکتی ہے وہ مومن ہین غیر مؤمن کی شفاعت نہین
کی جاوے گی اب یہ دیکھنا ہی کہ غیر مؤمن جنکی شفاعت نہین کی جاویگی وہ کون ہین تاکہ معلوم
ہوجاوے کہ آیت مذکورۂ صدر مین نفی شفاعت کی جو کی گئی ہی وہ اُسی کے واسطے مخصوص ہی
قرآن شریف مین سورۂ مدثر اُنتیسوین پارہ مین ہی قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم

المسکین وکنا نخوض مع الخائضین وکنا نکذب بیوم الدین حتی اتٰنا الیقین فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین اُن لوگون نے کہا کہ ہم تو نہ نماز پڑھنے والون مین سے تھے نہ مساکین کو کھانا کھلاتے تھے یعنی زکوٰۃ نہین دیتے اور ہم باتون مین بیٹھتے تھے بیٹھنے والون کے ساتھ اور ہم دین کے دن یعنی قیامت کو جھٹلاتے تھے وہ آنیوالا نہین اور یہ تکذیب اُسوقت تک رہی جبتک کہ ہمارے پاس یقین یعنی موت آئی تو اُنکو شفاعت سفارش کرنے والون کی نفع مند نہ ہوگی اس سے صاف ظاہر ہی کہ جن لوگون کے واسطے یہ حکم ہی کہ اُن کو سفارش نفع مند نہ ہوگی یعنی قبول نہین کی جاویگی وہ وہ لوگ ہین کہ نماز پڑھنے والے یعنی ایماندارون مین سے نہین ہین یہ نہین کہ وہ نماز شامت سے نہین پڑھتے تھے بلکہ مصلین کے زمرہ سے نہین تھے اسکی نظیر اوپر گذر چکی ہی کہ ارکعوا مع الراکعین یہود سے ارشاد ہوا کہ نماز مسلمانون کے ساتھ پڑھو یعنی اسلام کی علامت کہ جو نماز ہی اُسکو بجا لاؤ یہ اُسکو بجا نہین لاتے تھے اس سے صاف اور واضح اس جملہ سے کہ ہم جھٹلاتے تھے یوم دین و روز جزا کو ہوجاتا ہی کہ یہ لوگ کافر تھے اور حتی اتٰنا الیقین سے یعنی مرنے کے وقت تک تکذیب کرتے رہے ظاہر ہوگیا کہ کافر ہی مرے آخر دم تک ایمان نہین لائے اُنکی جزا یہ ہی کہ وہ شفاعت سے محروم ہین نہ کہ وہ لوگ جنپر یہ اوصاف صادق نہین آتے ہین گو یہ آیت صاف ثابت کر رہی ہی کہ کافر مراد ہین کہ جن کے لیے شفاعت مقبول نہ ہوگی پھر بھی صراحت اسکی اگر دیکھنا ہو تو بھی قرآن شریف سے معلوم ہوسکتا ہی کہ محروم الشفاعۃ کفار ہین سورۂ مائدہ چھٹے پارہ مین ارشاد فرماتا ہے وما للظالمین من انصار ظلم کرنے والون کے لیے مددگارون مین سے نہین ہی اور فرماتا ہے سورۂ مؤمن چوبیسوین پارہ مین وما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع اور ظالمون کے لیے نہ تو کوئی دوستی کرنے والا ہی نہ کوئی ایسا شفیع ہی جسکی اطاعت کی جاوے اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظالمون کی شفاعت نہ ہوگی اوپر ذکر ہوچکا ہی کہ ظلم سے یہان گناہ مراد نہین کہ جس کے کرنے سے آدمی محروم شفاعت سے ہوجاوے مگر کفر مراد ہی تو اس سے ظالم ہوگیا کہ ظالم کہ جو کافر ہین وہ محروم شفاعت سے ہین اور وما الظالمین بمنزلہ وما للکافرین کے ہی اسپر دوسری آیت قرآن شریف کی دلالت کرتی ہی کہ اس موقع پر ظالم سے مراد کافر ہی سورۂ بقر تیسرے پارہ مین فرماتا ہی من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکافرون ھم الظالمون قبل اس کے کہ وہ دن آوے جس دن نہ دوستی کام آوے گی نہ شفاعت اور کافر ہی ظالم ہین دوسری جگہ مشرک کو بھی اس مین شمار کیا ہی بلکہ شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہی ان الشرک لظلم عظیم شرک بہت بڑا ظلم ہی ظاہر ہی کہ بڑا کافر تو مشرک ہی اسی وجہ سے ارشاد فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ

ویغفر مادون ذلک لمن یشاء اللہ اُس شخص کو ہرگز نہ بخشے گا جس نے شرک کیا اور شرک سے
کم درجہ پر جو گناہ ہی اُسکو جس شخص کے لیے چاہے تو بخشدے اس جگہ شرک بولا ہی جو بڑا ظلم ہے
اور ظلم سے مراد کفر ہی جیسا کہ اوپر گذرا لہذا لفظاً ان یشرک فرمایا مگر مراد اُس سے کفر ہی ہے جیسا کہ
دوسری جگہ اس کی تصریح کردی کہ کفار کے لیے چاہے طلب عفو اور شفاعت کی جاوے یا نہ کی جاوے
وہ ہرگز بخشے نہ جاوینگے سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم
برابر ہی اُن پر چاہے آپ اُنکے لیے طلب مغفرت کریں یا نہ کریں ہرگز اللہ اُن کو بخشے گا نہیں دوسری جگہ
سورہ توبہ دسویں پارہ میں ارشاد فرماتا ہی ولا تصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علی
قبرہٖ انھم کفروا باللہ آپ اُسپر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیے جو اُن میں سے مرجاوے اور نہ اُس کی
قبر پر ٹھہریے اُنھوں نے کفر اللہ کے ساتھ کیا ہی ان آیات و احادیث سے معلوم ہو گیا کہ کفار کی
شفاعت مقبول نہ ہوگی جب آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ مومنین کی شفاعت
ہوگی اور انبیا اور صلحا اور عامہ مومنین اور ملائکہ اُن کی شفاعت کرینگے اور جو کفر پر مرا اُس کی
شفاعت نہ ہوگی تو اب ضرور ہوا کہ آیت کے ظاہری عموم کو عرفی عموم پر محمول کریں اور اسکے معنی کہیں کہ
جسدن کوئی سفارش کرنے والا کسی خدا کے دشمن کافر کی سفارش نہ کرے گا تاکہ تمام آیات اور نصوص
مین اتفاق ہو جاوے نہ کہ تضاد رہے۔

اب رہ گیا عقل کے خلاف ہونا شفاعت کا تو اُس کے متعلق یہ غور کرنا ہی کہ وہ عقلاء جو خدا کے
منکر ہین اور قیامت کے منکر ہین رسالت کے منکر ہین انکے اقوال مسئلہ شفاعت مین قابل سماعت نہین اسواسطے کہ
اُن کے دوسرے اقوال کہین زائد قابل گرفت ہین جو اس مسئلہ سے بھی اہم تر مسائل اور واضح تر
امور مین ہین اور یقیناً غلط ہین دیکھنا اُن حکما کے اقوال کو ہی جو خدا پر ایمان رکھتے ہین اور یوم آخرت
کے قائل ہین اعمال کے عوض جزا و سزا ملنے کے مقر ہین اُن کے اقوال سے اگر شفاعت کا خلاف عقل
ہونا ثابت ہو تو قابل توجہ ہی ورنہ قابل توجہ نہین ہی اُن مین سے شیخ ابو علی سینا اور معلم اول فارابی
ہے یہ لوگ شفاعت کے امکان کے قائل ہین اور اپنے اصول کے موافق شفاعت کو ممکن سمجھتے ہین اُنکے
نزدیک تمام اسباب کا مسببات سے ارتباط بطور ایجاب ہی اور خداوند عالم مبدء فیاض ہی اُس مین
بخل نہین ہی مگر اُسکا فیضان مادہ کی قابلیت پر موقوف ہی بعض مواد ضعف قابلیت کی وجہ سے
اُس کے فیضان کو قبول نہین کرتے ہین تو جو قوی قابلیت رکھتے ہین وہ بہ ذریعہ حصول فیضان کا
اُن ضعفاء کے لیے ہو جاتے ہین اس لحاظ سے بہ قوی شفیع ہوئے اُن ضعفاء کے لیے اسکی نظیر و تمثیل

امر مشاہدے دیکھے قریب الذہنی اس طور پر کرتے ہین کہ مثلاً آفتاب ہی کہ اُس کی روشنی ہر شے کو پہونچ سکتی ہی مگر بعض اجسام مواجہہ تام نہین رکھتے ہین وہ اُسکی روشنی سے بوجہ اپنے مادہ مین مانع ہونیکے فائدہ نہین حاصل کرسکتے ہین اُسکی روشنی سے محروم ہین تو اگر آفتاب کے سامنے آئینہ یا پانی رکھ دیا جاوے تو اُس وقت اُس سے انعکاس کے ذریعہ سے روشنی اُن اجسام تک پہونچ جاتی ہی۔

یہ تو ان عقلا کے اصول پر ہی مگر ہم لوگ اللہ کو قادر مختار سمجھتے ہین اُس کے افعال معلل بالاغراض نہین سمجھتے اُس کو علت تامہ نہین مانتے ہین کہ وہ فاعل ہو جیسے بڑھئی اور وہ محتاج تخت بنانے مین لکڑی یعنی مادہ کی جانب ہی اور صورت اور غایت اُسکے فعل پر مرتب ہوتی ہی جب تک وہ نہو کسی طرح وجود تخت کا ہو ہی نہین سکتا ہی ہم تو اذا اراد اللہ شیئا ان یقول لہ کن فیکون کے قائل ہین کہ وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے ہر شے کو خلق کرتا ہی فاعل مختار کے افعال مین غایت کی ضرورت نہین ہی نہ اُس کے اغراض معلل بالاغراض ہوتے ہین بسا عاقل بے غایت و غرض حرکات کرتا ہی جیسے عقلا کا مونچھون پر تاؤ دینا بالکل بلا غرض ہوتا ہی بلکہ اسکی حکمت بھی کچھ محسوس نہین ہوتی ہی خدا چونکہ حکیم ہی اُسکے افعال اگرچہ معلل بالاغراض نہین ہوتے تاہم حکمتین اُسپر مرتب ہوتی ہین جن افعال کی حکمت اُس نے خود ظاہر کردی ہم کو معلوم ہوگیا اور جن افعال کی حکمت اُسنے خود ظاہر نہین کی اُنکی حکمت ہم تلاش کرتے ہین کبھی ہمکو حکمت معلوم ہو جاتی ہی اور کبھی ہم قاصر رہتے ہین اور جو حکمتین ہمکو معلوم بھی ہوتی ہین اُن کے متعلق بالیقین ہم نہین کہہ سکتے ہین کہ اُنکی حکمت یہی ہی ممکن ہی کہ اُنکی حکمت دوسری ہو جس کو ہم نہ جانتے ہون جب کہ یہ اصول ہی تو اب ہمارے روبرو شفاعت کے متعلق یہ سوال پیش نہین ہوسکتا ہی کہ اسمین یہ نقصان ہی اور یہ بے فائدہ ہی اور اُس کی غرض کچھ نہین ہی کیونکہ جب یہ معلوم ہوا کہ یہ اللہ نے خلق کردیا اور واقع مین اسکا وجود ہوگیا تو اُسپر حکمتون کا مرتب ہونا ضروری ہی۔ شفاعت کو دلائل شرعیہ سے ہم ثابت کرآئے کہ واقع ہوگی اور خدا کے حکم سے ہوگی جو حکمتین اُسکی ہمنے محسوس کی ہین ممکن ہی کہ وہ حکمتین اُسکی نہ ہون اور اگر فرض کیا جاوے کہ وہی حکمتین ہین تو ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر انسان ناامید ہوجاتا ہی تو ہر فعل کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہی جب کوئی گناہ کرکے ناامید ہوگیا کہ کسی طرح اُسکی بخشش نہ ہوگی نہ وہ توبہ کرنے کی قدرت رکھتا ہی اپنی طبیعت سے مغلوب ہی اور اُسکو کوئی صورت بخشش کی بھی معلوم نہین ہوتی ہی تو پھر اُس کو کفر کرنے مین باک نہ ہوگا لیکن جب اُسکو توقع ہوگی کہ غیر کافر کی سفارش بھی ہوسکتی ہی تو اس توقع کے باعث وہ کفر سے اجتناب کریگا ممکن ہی کہ اللہ کی شان رحم اس سے ہویدا ہو کیونکہ خلاف وعید کرنا

کرم ہی اور اُس کے ضمن مین اپنے ایک بندہ کی یا ایک عمل کی فضیلت ظاہر کرنا ہو مثلاً انبیاء علیہم السلام کے یا حفظ قرآن کی یا تحصیل علم کی جب لوگون کو معلوم ہو جاویگا کہ فضائل نہ صرف اپنے کو بخشواتے ہین بلکہ ان اعمال کے کرنے سے دوسرون کی بھی شفاعت کرسکتا ہی تو اعمال خیر کی طرف توجہ ہوگی اپنے بچون کو تحصیل علم کرادیگا قرآن حفظ کرنے کی طرف متوجہ ہوگا احادیث شریف مین جب آگیا ہی کہ فلان فلان گناہون کی مین شفاعت نہ کرونگا تو اس اندیشہ سے کہ شفاعت سے محروم ہو جاؤنگا اُن گناہون سے اجتناب کریگا یا اُسکو جب معلوم ہو جاویگا کہ شرک سے محروم شفاعت ہو جاتا ہی تو وہ شفاعت کے غرہ پر شرک کیسے کریگا بلکہ زائد اجتناب کریگا غرضکہ عقلی و نقلی دلائل سے ثبوت شفاعت ہو گیا واللہ اعلم

مجھے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ بعد اس بحث شفاعت کے چند شبہات کے باعث ایک مختصر مضمون اضافہ کردون جس سے علاوہ دفع شبہات کے شفاعت کا مفہوم اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جاویگا۔ اس مضمون مین اگر تکرار ہو یا توضیح اجمال کی یا اجمال واضح کا تو اُسکو جدید فائدہ پر محمول کرنا چاہیے۔

شفاعت افراد دعا سے ہی دعا اور شفاعت مین چند وجوہ سے فرق ہی منجملہ اُس کے ایک فرق یہ ہی کہ شفاعت حقیقۃً غیر کے لیے ہوتی ہی اسی وجہ سے اسکو شفع سے ماخوذ کیا ہی اور عرف مین شفیع اُسکو کہتے ہین جو غیر کے مطالبہ مین اُسکی اعانت کرے اور مجرم کے ساتھ خود بھی روبرو حاکم کے آجاوے اور جرم سے سزا کو دوسرے سے باز رکھنے کی کوشش کرے اور دوسرا فرق یہ ہی کہ شفیع کو توقع ہوتی ہی کہ اُسکی شفاعت مؤثر ہوگی اور دعا کرنے والے کو ضروری نہین ہی کہ اُسکو توقع ہو بظاہر شفاعت بخشش گناہ مین تاثیر کرنے والی بات ہی اور ابتدا سے تاثیر مدنظر ہوتی ہے برخلاف دعا کے کہ اُسمین تاثیر خواہ نخواہ ملحوظ نہین ہوتی ہی تیسرا فرق یہ ہی کہ دعا ہر امر کے لیے ہوتی ہے اور شفاعت خاص مجرم کے واسطے ہوتی ہی چوتھا فرق یہ ہی کہ شفاعت ذی وجاہت اور باانر کرتا ہی مجرم مجرم کی شفاعت نہین کرتا ہی برخلاف دعا کے کہ گناہگار بھی گناہگار کے لیے دعا کرتا ہی۔

بہرحال شفاعت فرد ہی اور خاص ہی اور دعا مطلق ہی اور عام ہی جو عمومی اعتراضات دعا پر ہین اُن کو یہان ذکر کرنا بے محل ہی جو مخصوص شفاعت پر وارد ہوتے اُن کو دفع کیا گیا اور آیندہ بھی دفع کیا جاوے گا۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کا ہی کہ دعا کرنے کا ہمکو حکم دیا گیا ہی اور اُس کو عبادت بتایا گیا ہی چنانچہ فرماتا ہی ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم داخرین، دعا کرو تم لوگ مجھ سے مین اُس کو تمھارے نفع کے لیے قبول کرونگا

یقیناً جو میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہین اُن کو جہنم مین داخل کرونگا ذلیل وخوار اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دعا کا حکم ہی اور دعا کی تاثیر ہی اگرچہ وہ تاثیر بلا حکم خدا نہین ہوسکتی ہی جس طرح دیگر اسباب مین اگر اسباب کے بعد مسببات کے مرتب ہونے کو لحاظ مین رکھا جاوے اور خدا کی عادت جاریہ کا اعتبار کیا جاوے تو اسباب کا ارتباط مسببات سے ہوتا ہی لیکن اگر خدا کی قدرت کا پہلے ہی سے اعتبار کرلیا جاوے تو پھر تعلق اسباب کا مسببات سے باقی نہین رہتا ہی بالخصوص تاثیر اسباب کی مسببات سے ایک اعتباری شے ہوجاتی ہی اس امر خاص مین دعا یا شفاعت کوئی امتیاز دیگر اسباب سے نہین رکھتی ہے بلکہ جو حال دیگر اسباب کا ہی وہی حال دعا وشفاعت کا بھی ہی جس طرح اور اسباب کی ایجاد ہوئی ہی اسی طرح دعا کا حکم بھی ہوا ہی اور شفاعت کی بھی اجازت ملی ہی وہ قادر ہی کہ بلا اسباب جو چاہے کرے مگر اسباب کی ایجاد مین اُسکی حکمتین ہین کہ بعض کی خبر ہمکو ہی اور بعض کی خبر ہمکو نہین ہے منجملہ اُن اسباب کے شفاعت بھی ہی اُسکو اختیار ہی چاہے تو وہ بلا شفاعت مرتکب کبیرہ کو بخشدے اور چاہے شفاعت کے بعد بخشے چاہے نہ بلا شفاعت بخشے نہ شفاعت کا اذن کسی کو دے مگر یہ اُسکی عادت کے خلاف ہی کہ شفاعت کا اذن دے اور پھر شفاعت قبول نہ کرے شفاعت کا اذن اُسی کے بارہ مین ہوگا جسکے بارہ مین خدا کو شفاعت قبول کرنا اور بدون شفاعت کے نہ بخشنا منظور ہے اس طرح بخشنا اور شفاعت کو سبب بخشش کا کرنا یہ اُسکی حکمت کی بنا پر ہی جسکی خبر ہمکو اُس نے نہین دی ہی اپنی عقل سے ہم اُسکی حکمت تجویز کرتے ہین اس سے یہ لازم نہین آتا کہ مدار شفاعت کا وہ ہماری تجویز کردہ حکمت ہی ممکن ہی کہ وہ ہی حکمت ہو یا دوسری کوئی حکمت اُس سے بھی غامض ہو ہم شفاعت مین مثلاً اظہار اعزاز شفیع کو حکمت کہتے ہین یہ ہی ہو یا اس سے بھی بڑھکر کوئی حکمت ہو یہ حکمت اگرچہ ظاہر نہین کی گئی ہی مگر شفاعت سے فائدہ مشفوع کا ہونا ظاہر ہی یہ فائدہ شفاعت کا کیا کم ہی اسواسطے کہ شفاعت اسکی نجات کا باعث ہوگی شفاعت کرنے والے کو اذن دیا جاوے گا ممکن ہی کہ اسکو عام لوگون کی شفاعت کا اذن دیا جاوے اگر عام اذن ہوگا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکی شفاعت چاہے کرے اگر خاص اذن ہوگا تو مخصوص شفاعت کرنے کا اُس کو حق ہوگا خدا کو اختیار ہے کہ وہ بلا شفاعت اور بلا اذن کے بخشدے یا شفاعت کا اذن ہی نہ دے اس صورت مین تین قسم کے مرتکب کبیرہ اشخاص ہین ایک وہ جن کو اللہ خود بخش دیگا دوسرے وہ جن کو اللہ بواسطہ شفاعت بخشے گا تیسرے وہ جنکو اپنے اعمال کی جزا بھگتنا ہوگی یہ اقسام اُسی طرح ہین جسطرح خدا کے تمام بندون مین بعض جنتی ہین اور بعض دوزخی ہین چونکہ اعتبار خاتمہ کا ہی اس واسطے

کسی کے متعلق بلا خدا کے ظاہر فرمائے یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی ہی اسی طرح کسی کے متعلق یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ اُس کو خدا خواہ نخواہ بخش دیگا یا اُس کی شفاعت خواہ نخواہ ہوگی یا یہ یقیناً نہ بخشا جاوے گا۔

یہ کہا جا سکتا ہی کہ ایماندار کی شفاعت ہوسکتی ہی مگر یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایماندار کی شفاعت ہوگی کہ وہ بغیر عذاب کے بخش دیا جاویگا اسی طرح یہ کہا جا سکتا ہی کہ کافر کی شفاعت نہ ہوگی اور جو شخص بظاہر کافر مرا ہی اُس کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ اُسکی شفاعت نہ ہوگی لیکن اگر وہ خدا کے نزدیک مومن ہے تو اُس کی شفاعت ہوگی۔

جن لوگون کے متعلق حکم بالیقین ایمان پر مرنے کا ثابت ہی اُن کے لیے کہا جا سکتا ہی کہ بالیقین اُن کے لیے نفی شفاعت کی نہین ہوسکتی ہی اور جن لوگون کے لیے یقین ہے کہ وہ کافر مرے تو اُن کے واسطے بالیقین یہ کہا جا سکتا ہی کہ اُن کی شفاعت نہین ہوگی۔

حاصل یہ ہی کہ ایماندار یا جو حکم مین ایماندار کے ہی اُس کے لیے نفی شفاعت کی نہین ہوسکتی ہی اور جو کافر ہے اور مشرک ہی اُسکی شفاعت یقیناً نہین ہوگی اور اُن کے لیے شفاعت کا اذن نہین ہوگا جو لوگ ایسی جگہ پر ہین جہان دعوت اسلام نہین پہونچی اور لوگ آن حضرت کے ادعاے نبوت سے واقف ہی نہین ہین مگر اُنھون نے خدا کو پہچانا اور اُس کی توحید کا اقرار کیا تو وہ حکم مین ایماندار کے ہین سوائے اسکے جہان ادعاے نبوت کا علم ہوگیا ہی مگر اُنھون نے اقرار نبوت نہین کیا اُنکے بارہ مین احتمال ہی کہ ادعا نبوت کی خبر نہین پہونچی ہو بلکہ افواہ غیر مصدق ہو اور اُس کے اسباب اُن کے پاس نہ ہون کہ وہ تصدیق کر سکین تو وہان کے لوگون کے لیے بھی معذرت عدم قبول اسلام مقبول ہوسکتی ہی یا نہین یہ امر محتمل ہی ممکن ہی کہ اُنھون نے جس قدر تفتیش کرنا اختیار مین تھا اُسقدر تفتیش نہ کی ہو اور بقدر وسعت جو تکلیف اُنپر تھی اُسکو اُنھون نے ادا نہ کیا ہو اسواسطے اُس جگہ کے لیے کوئی حکم ایماندار کا نہین دیا جا سکتا ہی اور یقیناً نہین کہا جا سکتا ہی کہ اُنکی شفاعت کی نفی نہین ہے۔

ایسا غیر موحد کہ جس کو موقع توحید کے دلائل پر غور کرنے کا ملا ہی یا وہ غیر مقر بالرسول جو باوجود تبلیغ دعوت کے ایماندار نہین ہی بالیقین اُسکی شفاعت نہین ہوگی۔

یہود و نصاریٰ کی بھی شفاعت نہین ہوگی جن کو تبلیغ رسالت ہوچکی ہے اگرچہ وہ قبل اس تبلیغ کے استحقاق شفاعت کا رکھتے تھے۔

یہود و نصاریٰ قبل اسلام کی تکمیل کے مؤمن تھے اسی وجہ سے اُنکے بارہ مین ارشاد ہوتا ہی کہ

کہ اگر وہ ایمان آن حضرت پر لائین تو اُن کو دونا اجر ہوگا یہ امر کہ یہود و نصاریٰ کا حکم مشرکون کے حکم کے علاوہ ہی اگرچہ اُن سے بھی شرک سرزد ہوا ہی یہ محض شریعت کے احکام کے باعث سے ہی ورنہ شرک مین سب شریک ہین وہ چونکہ کتب منزلہ کے مقر ہین اس وجہ سے اُن کے شرک مین اور دوسرون کے شرک مین شریعت اسلام نے فرق کیا ہی اسی طرح یہود و نصاریٰ مین باہم کوئی تفرقہ نہین کیا گیا ہے اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت لانے سے منسوخ ہوگئی ہے۔ ممکن ہی کہ شریعت عیسوی مین عمل شریعت منسوخہ پر معتبر ہو چنانچہ تورات پر عمل کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ نے بھی دیا ہی برخلاف شریعت محمدی کے کہ اُسمین منسوخ شریعت پر عمل ناروا کر دیا گیا ہی۔ یہ بھی ممکن ہی کہ عمل صالح کے مقبول ہونے کی شرط شریعت عیسوی مین ایمان عیسیٰ علیہ السلام پر لانا نہ ہو برخلاف آن حضرت کی شریعت کے کہ وہان عمل صالح کی مقبولیت کی شرط اتباع اسلام ہی جس طرح وضو حضرت عیسیٰ کی شریعت مین شرط نماز نہین ہی مگر اسلام مین ہی بدون وضو کے اُمت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز مقبول ہی مگر امت محمدی کی مقبول نہین ہی۔

یہ امر کہ یہود و نصاریٰ کا شرک قبل شریعت محمدی کے قابل گرفت نہین ہوا مگر دوسرے لوگون کا شرک قابل گرفت ہوا اس وجہ سے ہی کہ اُن کا شرک ایسا ہے جس کے باوجود وہ خدا کی توحید کے قائل ہین اور وہ شرک مین تاویل کرتے ہین برخلاف دوسرون کے کہ اُن کا شرک ایسا نہین ہی باوجود اس کے گرفت مین نہ آنا یہود و نصاریٰ کے شرک کا غیر مسلم ہی کیونکہ اُن کے شرک پر زیادہ تفضیح کی گئی ہی اور اُن کے ہاتھ سے جو مقتول ہو اُس کو دونا اجر ملنے کا حکم دیا گیا ہی اگرچہ اُن کے شرک سے وہ اہل کتاب کے حکم مین باقی رہے ہون اور اُن کے اعمال صالحہ مقبول ہون اور اُنکی شفاعت ہو سکتی ہو اور بعد تکمیل ایمان کے یہ حق اُن کو بھی نہ رہا ہو۔

اس امر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ بلکہ صائبین قبل شریعت اسلامیہ کی تکمیل کے حکم مین مومن کے ہون اور بعد تکمیل شریعت کے وہ کافر ہون اور کفر کتابی اور غیر کتابی مین فرق ہو لہذا اُنکی شفاعت ہو سکتی ہو جو حکم مین مُومن کے ہین اور اُنکی شفاعت نہ ہو سکتی ہو جو کافر ہین۔

آیت مذکورۂ بالا واتقوا یوما لا تجزی سے وہی بنی اسرائیل بلکہ وہ ہی کفار مقصود ہون جو کافر ہین حکم مین مومن کے نہین ہین یا وہ بھی داخل نہ ہون بلکہ اُن کے لیے بھی یہ حکم ہو کہ اُن کی شفاعت نہ ہوگی وہ بقدر اپنے گناہون کے سزا پا دینگے اس صورت مین تمام بنی اسرائیل اور کُل کفار شامل ہین اور یہ حکم عام ہی باوجود اسکے یہ آیت منافی اُسکے نہین ہی جہان ارشاد ہوتا ہی

اِنَّ الَّذِینَ اٰمنوا والذین ھادوا والنّصاریٰ والصّابئین مَن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر و
عمل صالحًا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اسواسطے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جو اُن
لوگون مین سے ایمان لایا یا یہودی رہا اور نصاریٰ اور صابئین جنھون نے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان حسب ارشاد کیا ہی اور عمل صالح
کیا ہی تو اُنکو کوئی خوف نہین ہی اور نہ وہ رنج کرینگے یہان تو اُن کے بارہ مین یہ حکم ہی جو عمل صالح کرتے
ہین اور شفاعت اُن لوگون کے لیے ملحوظ ہی جو مرتکب کبائر ہین اور اُنھون نے عمل صالح نہین کیا ہی
صرف ایمان لائے ہین کبیرہ وہ ہی جسپر حد کا حکم ہو یا کوئی سزا ارشاد کی گئی ہو یا وہ فعل ایسے افعال سے زائد
بُرا ازروئے عقل و شرع کے ہو اُسکو کبیرہ کہتے ہین جو ایسا نہ ہو وہ صغیرہ ہی اسکے اندر ہر حرام کا ارتکاب اور
ترک فرض و واجب و سنت مؤکدہ داخل ہو گیا ہی اور باقی گناہ صغائر ہین کبائر کا مرتکب جو ایمان
رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نہین لایا ہی وہ ہرگز مستحق شفاعت نہین ہی۔

ہم اسکو قبول کرتے ہین کہ یہ آیت عام الفاظ مین ارشاد ہوئی ہی اگر دوسرے آیات وارد نہ ہوتے
اور نصوص شرعیہ انکی تخصیص نہ کرتی ہوتی تو بلا شبہ یہ آیت سب مکلفین کو شامل تھی خواہ وہ مسلمان ہون
یا کافر مشرک ہون یا اہل کتاب مگر چونکہ اس آیت کی تخصیص کے وجوہ و قرائن ہین اسوجہ سے اسکو ہمنے
عام غیر مؤمن کے لیے رکھا ہی کیونکہ الفاظ عموم سے اسی قسم کا عموم بھی مفہوم ہوتا ہی اور اسی طرح اگر شریعت
مین شفاعت کا وقوع دلائل قویہ سے ثابت نہ ہو جاتا تو اس آیت سے بلاشبہ نفی شفاعت کی بالکلیہ ہوتی۔

اب یہ امر کہ یہ آیت اپنے اُس عموم پر نہین ہی جسمین مؤمن بھی داخل ہون اسکی وجہ بہت واضح
اوپر ہم ذکر کر آئے ہین اُسکو دوبارہ ذکر کرنا فضول ہی سیاق و سباق بھی ظاہر ہی یہان ہم صرف اُس
وجہ کو ذکر کرتے ہین جسکو ہمنے اوپر ذکر نہین کیا ہی وہ یہ ہی کہ اس آیت کے آخر مین ارشاد ہوتا ہے
ولا ھم ینصرون اور وہ لوگ جنکی شفاعت نہ ہوگی اُنکی مدد نہین کی جاویگی اگر اس جملہ کو عام رکھین
اور تاکید و مبالغہ کے باعث اسمین من جمیع الوجوہ نصرت کی نفی کردین تو لازم آتا ہی کہ کسی مسلمان
کی بھی نصرت و اعانت نہ ہو حالانکہ یہ عموم منجر ہوتا ہی دوسری آیت کی تکذیب کا اسواسطے کہ قرآن
مین ارشاد فرماتا ہی علینا نصر المؤمنین ہمارا مقتضے فضل کا یہ ہی کہ ہم ضروری ایمان دارون کے
مددگار ہین اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ مؤمنون کی مدد ہوگی اور اوپر کی آیت مین بھی اگر مؤمن
داخل ہون تو اُنکی مدد کی نفی کی گئی ہی یہ بالکل تضاد ہی اور قرآن شریف مین ارشاد ہوتا ہی لو کان
من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اگر یہ قرآن اللہ کے غیر کے پاس سے آتا تو
ضروری اُسمین بہت سے اختلاف پاتے اُس سے تو اختلاف و تضاد کی نفی ہی اور یہان اس آیت مین

مؤمن کو داخل کرنے سے اختلاف ثابت ہوا جارہا ہی اور اگر اسکو عام کفار یا عام بنی اسرائیل کے لیے
مانا جائے تو یہ اختلاف واقع نہین ہوتا ہی لفظ اس معنی کے اختیار کرنے کے موافق ہے اور سیاق
وسباق مؤید ہی۔

اب یہان یہ بات رہ گئی کہ علینا نصر المؤمنین سے کیون نہ مراد لیا جاوے کہ اس دنیا مین خدا کی
مدد مسلمانون کے لیے ہوگی مگر آخرت مین موافق دیگر کفار کے اُنکی بھی مدد نہ ہوگی اِس صورت مین اختلاف
نہین واقع ہوتا ہی اور یہ آیت واتقوا یومًا بھی خاص غیر مؤمن کے ساتھ نہین ہوتی ہی عام رہتی ہی
خواہ مؤمن ہو یا غیر مؤمن قرآن شریف مین ایماندار کی نصرت اس دنیا مین مذکور ہوئی ہی ارشاد ہوتا
ہی ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمھاری مدد کریگا
اور تمھارے قدمون کو ثابت رکھیگا ظاہر ہی کہ اللہ کی مدد کیا ہی اُسکے رسول کی اُسکے دین کی مدد ہی مگر
یہ مدد اُسکی اسی دنیا مین انسان کرسکتا ہی اُسکے بدلے خدا فرماتا ہی کہ خدا بھی اسی دنیا مین تمھاری
مدد کریگا اور تمھارے قدمون کو ثابت رکھیگا تمھارے دشمنون کو مغلوب کردیگا اور تمھارا تسلط قائم
ہوجاویگا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نصرت اس دنیا کی مراد ہی یہی مقصد علینا نصر المؤمنین کا
ہی اس صورت مین تضاد نہین ہی جیسا کہ اوپر گذرا مگر یہ اُسوقت صحیح ہوجاویگا جبکہ قرآن شریف مین
آخرت مین ایماندار کی نصرت کرنے کا وعدہ نہ ہو صرف یہی آیت ہو کہ جسکا تعلق ظاہرا دنیا سے
معلوم ہوتا ہی حالانکہ قرآن شریف مین ارشاد ہوتا ہی انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی
الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشهاد ویوم لا ینفع الظلمین معذرتهم ولهم اللعنة
ولهم سوء الدار ہم یقیناً اپنے رسولون کی اور اُن لوگون کی جو ایمان لائے مدد کرین گے اِس
زندگانی دنیا مین اور اُس دن کہ گواہ کھڑے ہونگے جس دن ظالمون کی معذرت نفع مند نہ ہوگی
اور اُن کے لیے لعنت ہوگی اور اُن کے لیے بُرا اور قبیح گھر ہوگا مراد اس گھرے جہنم ہی اس آیت مین
صاف ارشاد ہوگیا کہ ہماری مدد ایماندارون کے لیے دنیا و آخرت سب جہان مین ہی جب دونون
جہان کی نصرت ایماندار کے لیے ثابت ہوگئی تو پھر اُن پر ولاھم ینصرون صادق نہین آسکتا ہی
لہذا تضاد ہوگیا اور تضاد اس طرح دفع ہوتا ہی کہ آیت واتقوا یومًا عام کفار کے لیے ہو کیونکہ
اِس آیت مین احتمال اس قسم کے عموم کا ہی اور دوسری آیتون مین ایسا کوئی احتمال نہین ہی جس کے
اختیار کرنے سے یہ تضاد جاتا رہے اس آیت سے ہم بھی عموم کے قائل ہین وہ عموم کفار کے تمام فرقون
کے لیے ہی نہ کہ مسلمانون کو بھی شامل ہو اس طرح کا عموم جیسا کہ اوپر ہمنے ذکر کیا ہی اُن الفاظ سے

سمجھا جاسکتا ہی جو الفاظ اس آیت مین مذکور ہین اب رہا یہ امر کہ بدون شفاعت کے جب بخشش ہوسکتی ہی تو پھر شفاعت کی کیا ضرورت ہی۔ ہم کہتے ہین کہ خدا کی قدرت مین ہونے کا کسی کو انکار نہین ہے جس طرح بغیر اعمال صالحہ کے جنت مین داخل ہوسکتا ہی لیکن قدرت آلہیہ سے قطع نظر کرکے اسباب کا لحاظ کیا جاوے تو اُن لوگون کی بخشش ہو ہی نہین سکتی ہی جنکی بخشش شفاعت پر موتوف ہی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہی ملاحظہ ہو حدیث بخاری کی دربارۂ شفاعت کبریٰ جو بطریق متواترہ مروی ہی۔

حدیث بخاری

وقال الحجاج بن منہال حدثنا ہمام بن یحیی قال حدثنا قتادۃ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یحبس المؤمنون یوم القیمۃ حتی یھمّوا بذلک فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیریحنا من مکاننا فیاتون ادم فیقولون انت ادم ابو الناس خلقک اللہ بیدہ واسکنک جنتہ واسجد لک ملائکتہ وعلمک اسماء کل شئ اشفع لنا عند ربک حتے یریحنا من مکاننا ھذا فیقول لست ھناکم قال فیذکر خطیئتہ التی اصاب اکلہ من الشجرۃ وقد نھی عنھا ولکن ائتوا نوحًا اول نبی بعثہ اللہ الی الارض فیاتون نوحًا فیقول لست ھناکم ویذکر خطیئتہ التی اصاب سوالہ ربہ بغیر علم ولکن ائتوا ابراھیم خلیل الرحمن فیاتون ابراھیم فیقول انی لست ھناکم ویذکر ثلث کلمات کذبھن ولکن ائتوا موسی عبدا اتاہ اللہ التوراۃ وکلّمہ وقربہ نجیا قال فیاتون موسی فیقول انی لست ھناکم ویذکر خطیئتہ التی اصاب قتلہ النفس ولکن ائتوا عیسے عبد اللہ ورسولہ وروح اللہ وکلمتہ قال فیاتون عیسے فیقول لست ھناکم ولکن ائتوا محمدا عبدا غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخّر فقال فیاتونی فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ فاذا رأیتہ وقعت لہ ساجدا فیدعنی ماشاء اللہ ان یدعنی فیقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعط قال فارفع راسی فاثنی علی ربی بثناء وتحمید یعلمنیہ ثم اشفع فیحد لی حدا فاخرج فادخلھم الجنۃ قال قتادۃ وسمعتہ ایضا یقول فاخرج فاخرجھم من النار وادخلھم الجنۃ ثم اعود فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ فاذا رأیتہ وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء اللہ ان یدعنی ثم یقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعط قال فارفع راسی فاثنی علی ربی بثناء وتحمید یعلمنیہ قال ثم اشفع فیحد لی حدا فاخرج فادخلھم الجنۃ قال قتادۃ وسمعتہ ایضا یقول فاخرج فاخرجھم من النار وادخلھم الجنۃ ثم اعود الثالثۃ فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ فاذا رأیتہ وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء اللہ ان یدعنی ثم یقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعط قال فارفع راسی فاثنی علی ربی بثناء وتحمید یعلمنیہ قال ثم اشفع فیحد لی حدا فاخرج فادخلھم الجنۃ قال قتادۃ وقد سمعتہ ایضا یقول واخرج فاخرجھم من النار وادخلھم الجنۃ حتی ما یبقی فی النار الا من حبسہ القرآن ای وجب علیہ الخلود قال ثم تلا ھذہ الآیۃ

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا قال وھذا المقام المحمود الذی وعد نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہان پر یہ اعتراض ہی کہ شفاعت جب بدون اللہ کے اذن کے نہین ہوسکتی اور اُسی کی ہوسکتی ہی جسکو اللہ بخشنا چاہے تو شفاعت پر بھروسہ فضول ہے اللہ کی رحمت کافی ہی اسکا جواب یہ ہی کہ اللہ نے بخشایش کے اسباب سے شفاعت کو بھی کیا ہی جس طرح اعمال کو بخشایش کا ذریعہ وسیلہ بنایا ہی خدا چاہے تو بدون اعمال کے بھی بخشدے اور اگر وہ چاہے تو بدون شفاعت کے بھی بخشدے اُسکی بخشش محض اپنے رحم وکرم سے بھی ہوتی ہی اور بذریعہ شفاعت بھی ہوتی ہی اور بعد اعمال کے بھی ہوتی ہے اور ہر حالت مین اُسکا رحم وکرم درکار ہی باوجود اسکے عمل ذریعۂ نجات ہی اور اُسکی ضرورت ہی اسی طرح شفاعت ذریعۂ نجات ہی اور اُسکی ضرورت ہی فضول نہین ہی اب یہ امر کہ اُسنے چند اشخاص کو اذن شفاعت دیدیا چند کو شفاعت سے بخشنا تجویز کیا اُس سے شفاعت فضول ہوجاوے قابل غور ہی اسواسطے کہ اگر مقصد یہ ہی کہ زید سے مثلاً کہدیا گیا کہ ہم عمرو کو بخشنا چاہتے ہین تو عمرو کی شفاعت کردو تو اس صورت مین زید کی شفاعت فضول ہی وہ شخص خود ہی کیون نہ بخشدے کیون زید کو واسطہ بنائے برخلاف اسکے اگر یہ کہدیا جاوے کہ ایسے اعمال حسنہ کرنے والے کو اس امر کا اذن دیا جاویگا کہ وہ شفاعت کرے اور ایسے شخص اعمال کرنے والے کو مستحق شفاعت سمجھا جاویگا تو اس صورت مین یہ کہنا کہ زید تے عمرو کی شفاعت کی فضول ہوا غلط ہی اسواسطے کہ زید نے عمل خیر کیا اُسکو ثمرہ شفاعت کرنیکی اذن کی صورت مین ملا اور عمرو نے دوسرا عمل خیر کم درجہ کا کیا وہ مستحق شفاعت ہوا اگرچہ علم باری مین یہ ضرور ہی کہ زید عمرو دونون عمل کرینگے اور شفاعت سے عمرو بخشدیا جاویگا اسکی بعینہ وہی حالت ہی جو تمام اعمال کی ہی کہ جنت کے جانے والے عمل خیر کرینگے اور وہ علم باری مین معین ہین اور ضرور بخشے جاوینگے اسمین تمام عمل اگر فضول سمجھے جاوین تو شفاعت بھی فضول ہوجاویگی لیکن ایسا ہی نہین اسواسطے کہ عالم امر مین اور علم مین تعین ہی مگر وہ مدار عالم خلق مین نہین ہی عالم خلق مین عمل کا ثمرہ اپنی نجات اور دوسرے کی نجات ہی بعض اعمال ایسے ہین جنکا ثمرہ دوسرون کی بھی نجات ہی اپنی بھی نجات ہی جیسا کہ شفاعت کے اذن سے معلوم ہوتا ہے یہ نہین ہے کہ شفاعت کرنے والا دوسرون کے اعمال کو اپنے اوپر اُٹھاتا ہی کیونکہ قرآن شریف مین ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری ایک دوسرے کا گناہ کوئی برداشت نہین کرتا ہی بلکہ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم الاٰیۃ جن لوگون نے دولت ایمان کامل حاصل کی اور اُنکی ذریت نے اُنکی اتباع ایمان لانے مین کی تو ہم اُن کے ساتھ اُنکی ذریت کو بھی

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

اور یاد کرو ای بنی اسرائیل اُسوقت کو کہ جب تمکو ہمنے نجات دلائی فرعون الونکے جو طرح طرح سے تمکو عذاب پہونچاتے تھے

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

تمھارے لڑکونکو ذبح کرتے تھے اور تمھاری عورتونکو زندہ رکھتے تھے اور اسمین تمھارے پروردگار کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی

بقیہ صفحہ (۱۳۲) کردینگے اور ہر شخص اپنے کئے کا گرفتار ہی تو درحقیقت گناہ کا وبال ایک دوسرے کا اُٹھایا نہین جاویگا
مگر خیر کا ثمرہ خصوصاً اُس خیر کا جو متعدی ہی ضرور دوسرے کو بھی پہونچ سکے گا۔

یہ خیال کہ مثل عیسائیون کے عقیدہ کے نجات ہوگی غلط ہی اسواسطے کہ عیسائی ایک شخص معین عیسیٰ کے
مصائب برداشت کرنے کے باعث ایک مخصوص اعتقاد کرنیکے بعد نجات دلانیوالے ہوگئے برخلاف شفاعت
کے کہ کسی شخص کو بھی یقین نہین کہ اُسکی نجات شفاعت سے بالیقین ہوجاویگی نہ شفاعت کرنیوالے کو
یقین ہی بلکہ تمام استحقاق اعمال پر موقوف رکھا گیا۔

اسی طرح یہ بھی اعتراض نہ کیا جاوے کہ شفاعت کرنے والا زاید شکریہ کا مستحق ہی نجات دہندہ سے اسواسطے کہ
شفاعت اگر ایسے شخص سے کیجاوے جو شفاعت کرنیوالے سے مجبور ہوجاویگا تو بلاشبہہ اصل احسان شفاعت کرنیوالے کا
ہی مگر یہان ایسا نہین ہی نجات دہندہ غنی تمام عوالم سے ہی شفاعت کرنے والے کی بھی اُسکو پرواہ نہین ہی اسواسطے
اُسکی نجات محض نجات دہندہ پر موقوف ہی اب یہ شبہہ ہوتا ہی کہ پھر شفاعت ذریعہ نجات نہ ہوئی تو ہم کہتے ہین
کہ تمام اسباب کی جو حالت ہی وہی شفاعت کی ہی اگر علم باری کا اور تقدیر کا لحاظ کیا جاوے تو تمام اسباب
فضول ہین لیکن اگر اس امر کا لحاظ کیا جاوے کہ خدا نے فلان شی کے بعد فلان شی کی ایجاد کی تو شی اول سبب اور
شی ثانی مسبب ہی اس صورت مین شفاعت سبب نجات بھی ہی اور شفیع مستحق شکریہ ہی جسطرح کھانا کھلانیوالا اور دعا کرنیوالا مستحق
شکریہ ہی لیکن دونون صورتونمین یہ فرق نہین ہی کہ خدا جو اصل قدرت والا و علم والا ہی اُس سے بے پرواہی ہوجاوے اس
شبہہ کو رد شرک کی تقریر مین دفع کردیا ہی اُسکو ملاحظہ کرنا چاہیے۔

اصل یہ ہی کہ شفاعت مین تو علم باری کا لحاظ کرکے نفی ذریعہ نجات کی کی جاتی ہی اور دوسرے اسباب
مین خصوصاً عمل مین ایسا نہین کیا جاتا ہی اگر یہ کہا جاوے کہ یہان اذن پر شفاعت موقوف ہی یہ فرق ہی
تو ہم کہین گے کہ وہ بھی عمل کا نتیجہ ہی کوئی فرق نہین ہی اب غالباً کوئی شبہہ نہین رہا۔

اُس آیت کا عطف واتقوا پر ہی۔ اسکے قبل بنی اسرائیل کو جو نعمتین دی گئی تھین اُن کو مجملاً بیان
کیا تھا خصوصاً فضلتکم علی العالمین مین تمام انعام کی طرف توجہ دلائی گئی تھی اب بعض اہم
اور قابل ذکر نعمتون کو تفصیل کے ساتھ یاد دلاتا ہی۔

خداوند عالم کو بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کرنا نہین ہی جو انعامات کو مفصل مرتب بیان کرتا کہ فلان امر
پہلے ہوا اُسکے بعد فلان امر ہوا مقصود یہان تو صرف انعام کا ذکر کرنا ہی جس سے تنبیہ ہو اور ترغیب و ترہیب
مین اُن سے کام لیا جاوے اس وجہ سے تقدم و تاخر زمانی کا لحاظ یہان نہین کیا گیا ہی بلکہ انعام کی توعیت
کا ذکر کیا گیا جو نعمت اہم تر ہی اُسکو پہلے ذکر کیا گیا ہی اُسکے بعد اور انعام مذکور ہوے ہین جنمین سے بعض
اس انعام کے قبل ہوے اور بعض بعد مین واقع ہوے اسی وجہ سے اس جگہ یہ شبہہ بالکل غیر مسموع
ہے کہ قرآن مین فلان قصہ جو قبل ذکر کیا گیا ہی وہ واقع مین بعد کو ہوا ہی یا فلان بعد کو ہوا ہی
اور قبل ذکر کیا گیا ہی ظاہر ہی کہ یہ فرض مورخ کا ہی مقنن کا نہین ہی - بنی اسرائیل کنعان سے ہجرت
کرکے ملک مصر مین آکے بسے تھے مگر مصر کے بادشاہون نے اُن کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہین کیا تھا
جس سے یہ لوگ مصر مین رہ کے اپنی حالت درست کر لیتے بلکہ اُنکی حالت نہایت ذلیل تھی اور وہ
خواری اور غلامی مین بسر کرتے تھے جب اُن کے مصائب انتہا کو پہونچ گئے تو اللہ جلشانہ کی رحمت
کو جوش آیا حضرت موسٰی علیہ السلام کو مبعوث کیا جنھون نے بنی اسرائیل کو مصر کے بادشاہ کے
ظلم و تشدد سے نجات دلائی اُس کے بعد سے ایک آزاد زندگی اُنکی شروع ہوئی اس سے بڑھکر
اور کون نعمت ہوسکتی ہی - اس انعام کا اثر اولاد در اولاد باقی رہا اس کے اصل مورد اگرچہ حضرت
موسی کے وقت کے بنی اسرائیل تھے مگر اس نعمت کی منت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت
کے بنی اسرائیل پر رکھی گئی اسکے چند وجوہ ہین دو یہان پر ہم ذکر کرتے ہین ایک تو یہ جس کی طرف
ہمنے اوپر اشارہ کیا تھا کہ یہ انعام ایسا عظیم اور متعدی ہے کہ اس سے صرف قوم موسی نے موسٰی
ہی کے وقت مین فائدہ نہین اُٹھایا بلکہ مخاطب بنی اسرائیل بھی مستفیض ہوے کیونکہ اگر ان کے
آبا و اجداد آزاد نہ ہوتے تو یہ بھی اُسی حالت مین پیدا ہوتے اُس وقت کی نجات ذریعہ اُنکی
آزادی کا ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب کا محاورہ ہی کہ جب کسی قبیلہ کے ساتھ کسی وقت
کوئی برتاوا ہوتا ہی چاہے وہ افراد منقرض ہو جاوین جنکے ساتھ وہ برتاوا ہوا تھا جب اُس قبیلہ
کو خطاب کیا جاتا ہی تو وہ برتاوا اُنھین کا فرض کیا جاتا ہی کہا جاتا ہے کہ فلان جنگ مین
ہمنے تمکو شکست دی حالانکہ نہ تو شکست دینے والے زندہ رہے بلکہ پشتہا پشت گذر گئے اور نہ شکست خوردہ
ہی موجود رہے اسی طرح یہان پر بھی وہ بنی اسرائیل مخاطب کئے گئے جو آن حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین تھے کیونکہ یہ اُسی قبیلہ سے تھے جنکے اوپر انعام مذکور کیا گیا تھا اُس کو بمنزلہ
ان پر خاص انعام کے فرض کرکے ذکر کیا گیا تاکہ اُس انعام کو یاد کرکے عبرت پکڑین اور دیگر

انعامات کی خواہش کرین اور وجوہ انعام کو کہ جنمین سے سب سے بڑی وجہ ایمان ہی اُسکو حاصل کرین اور سمجھین کہ سوائے قدرت حق کے جسکو نجیناکم کے لفظ سے ظاہر کیا گیا ہی اور کسی صورت سے تمکو فرعون کے دست ظلم سے نجات نہین مل سکتی تھی اب بھی تمام امور مین اُسی قدرت حق کو پیش نظر رکھو۔

نَجَّیْنٰکُمْ کا مصدر تنجیہ ہی جسکے معنی رہا کرنے کے ہین اور اُسی کے ہم معنی نجات اور سلامتی اور خلاصی اور تخلص ہی بلکہ انجا بھی کبھی اسی معنی مین آتا ہی اور بعض لوگ انجا اور تنجیہ مین فرق کرتے ہین اس طور پر کہ اگر قبل وقوع تہلکہ کے نجات دلائی جاوے تو انجا ہے اور اگر بعد وقوع تہلکہ کے نجات دلائی جائے تو تنجیہ ہے اس جگہ لفظ انجاکم بھی آگیا ہے انجینکم بھی آیا ہی مگر معنی وہی تنجیہ کے ہین اسواسطے کہ یہ نجات بعد وقوع تہلکہ کے ہوئی تھی کم سے مراد وہی بنی اسرائیل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اور وجہ خطاب کی گذر چکی ہے۔

اٰل کے معنی متعلق کے ہین خواہ نسب کا تعلق ہو یا کسی اور نسبت کا تعلق ہو اسی وجہ سے تابع کو بھی آل کہتے ہین اسکی اصل مین اختلاف ہی دو ہمزہ ہین کہ ایک بوجہ فتح ماقبل کے الف سے بدل گیا یا ایک ہمزہ اور دوسرا اصل مین واو ہی اور یہ واو ہمزہ سے بدل گیا ہی یا کبھی ہمزہ کہتے ہین کبھی ہا کہتے ہین اور آل واہل دونون کو ایک ہی سمجھتے ہین اسپر دلیل یہ ہی کہ آل اور اہل دونون کی تصغیر اہیل سے آتی ہی مگر یہ دلیل اُسوقت صحیح ہوسکتی ہی کہ جب آل کی تصغیر اُویل نہ آوے حالانکہ بعض نحویین نے بعض فصحائے عرب سے اسکی تصغیر اویل بھی سُنی ہی اس لئے معلوم ہوتا ہی کہ آل اور اہل کی اصل جداگانہ ہی اسی طرح استعمال مین بھی علیحدہ علیحدہ مواقع پر استعمال ہوتا ہی آل خاص ہی آل کو فہ نہین کہتے ہین بلکہ اہل کوفہ کہتے ہین اسی طرح آل حجام نہین کہتے اہل حجام کہتے ہین اور آل علی کہتے ہین آل فرعون کہتے ہین اور معنی آل کے اگر اصل اسکی واوی ہی تو الاوّل سے ماخوذ ہی جسکے معنی رجوع کے ہین اور اگر ہمزہ اصل ہی تو بھی ماخذ اسکا یہی ہی عرب برابر ہمزہ کو واو سے یا ہمزہ کو ہا سے بدلا کرتے ہین یہی معنی رجوع کے باعث کبھی آل تابع پر بولا جاتا ہی کبھی اُسکی قوم پر بولا جاتا ہی اور اہل جب بیت کی طرف منسوب ہو تو مخصوص زوجہ پر بولا جاتا ہی ورنہ عام طور پر بولا جاتا ہی۔

اٰل فرعون سے مراد فرعون کے تابع ہین ظاہرًا معلوم ہوتا ہی کہ یا تو اُسکی بدانتظامی کے باعث اُسکی ہم قوم کو رسوخ امور سلطنت مین زائد ہوگیا تھا یا کسی قسم کی جمہوریت تھی اسواسطے کہ اُسوقت کے حالات کے اندازہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جو یہ آل فرعون چاہتے تھے وہ ہوتا تھا چنانچہ جب اُنھون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ قتل ہونے لگی جب اُنھون نے منع کیا تو فرعون کو

قتل روک دینا پڑا اسی طرح حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے جب قبطی قتل ہوا ہی تو اُسوقت بھی قتل کا فیصلہ ملاء فرعون نے کیا تھا کیا عجب ہی کہ ایک جماعت آل فرعون ہوا ور اُسی میں سے مخصوص ملاء فرعون ہون مگر اسمین شک نہین ہی کہ یہ قوم مصری جو آل فرعون تھے اُسکو ایک خاص امتیاز امور سلطنت مین تھا جو بنی اسرائیل کو حاصل نہ تھا۔ فرعون کو بعض ماخوذ فرعن الرجل سے سمجھتے ہین جسکے معنی عتا اور تکبّر کے ہین اور بعض اسکو جامد کہتے ہین یعنی کسی سے ماخوذ نہین ہی لقب ہی شاہ مصر کا جسطرح کہ ہرقل یا قیصر لقب ہی شاہ روم کا اور کسریٰ فارس کے بادشاہ کا اور تبع یمن کے بادشاہ اور خاقان ترکستان کے بادشاہ کو کہتے ہین اس فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریّان تھا بعض کہتے ہین کہ یہی فرعون حضرت یوسف ؑ کے وقت مین تھا اسکی تردید اس وجہ سے کہ اس صورت مین اسکی عمر چار سو برس کے قریب ہوگی قوی نہین ہی کیونکہ عمرین برابر گھٹتی جاتی ہین اور بڑی عمرین جیسی حضرت نوح کی قرآن سے ثابت ہی مگر یہ قول تاریخ کے خلاف ہی اسواسطے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا فرعون ریان نامی تھا اور فرعون موسیٰ ولید بن مصعب بن ریان تھا جیسا کہ آگے اُسکا مفصّل قصہ بیان ہوگا۔ فرعون موسی علیہ السلام کا نام ولید ہی جیسا کہ ہمنے ذکر کیا اور بعض قابوس کہتے ہین اور بعض نے قنطوس لکھا ہی اور عمالقہ سے شمار کرتے ہین یہ گروہ اولاد سے عملیق بن لا وذ بن ارم بن سام بن نوح کے ہی انکے دو قبیلہ بہت مشہور ہین ایک جبابرۂ شام دوسرا فراعنۂ مصر یہ دونون گھرانے شام و مصر مین سلاطین کے رہے ہین بعض کہتے ہین فرعون موسیٰ عمالقہ سے درحقیقت نہین ہی بلکہ یہ بمنزلہ متبنّی کے ہوگیا ہی اور غالبًا ولید بن مصعب بن ریان اسیوجہ سے کہلاتا ہی اسواسطے کہ ریان حضرت یوسف کے وقت مین جو فرعون تھا اُسکا نام ہی اور وہ عمالقہ سے ہی اس فرعون کو یہ لوگ کہتے ہین کہ اصل مین یہ اصبہانی تھا اور وہان یہ عطر کی تجارت کرتا تھا اتفاق سے اسکی تجارت مین نقصان آیا اور یہ قرضدار ہوگیا ناچار اسکو اپنے ملک سے بھاگنا پڑا یہ پھرتے پھرتے شام پہونچا وہان بھی اسکی فلاح کی کوئی صورت نہین دکھائی دی تو یہ مصر پہونچا راہ مین اسنے دیکھا کہ ایک درم کو دس خربوزے فروخت ہوتے ہین شہر مین جب داخل ہوا تو اُسنے دیکھا کہ ایک خربوزہ ایک درم کو ملتا ہی یہ سمجھا کہ اسمین بڑی منفعت ہی باہر سے جاکے دس خربوزہ ایک درم کو خرید لایا مگر جب بازار مصر مین پہونچا تو ایک ہی خربوزہ اُس کے پاس بچ گیا اسواسطے کہ وہان حکومت سخت غیر منتظم تھی کہ عمال حکومت اور حکام جو چاہتے تھے کرتے تھے جس سے چاہتے تھے ٹکس وصول کرلیتے تھے جب اسکو اندازہ ہوگیا کہ خربوزہ مین نفع نہین ہی تو اُسنے قبرستان مین جاکے خود لوگون سے ٹکس وصول کرنا شروع کیا جو مُردہ آتا تھا اُسکے ورثہ سے وہ ایک درم ٹکس کا

وصول کرلیتا تھا وہان کے لوگ اس قدر ٹکس کے عادی تھے کہ اُنکو اِسِ امر کوئی تعجب کا معلوم نہین ہوا
ہر شخص وہ ٹکس ادا کر دیتا تھا اور کوئی دریافت نہ کرتا تھا کہ آیا ٹکس کیون وصول کیا جاتا ہے اور
کون وصول کرتا ہے کسکا حکم ہے اس حیلہ سے اُس نے بہت روپیہ جمع کرلیا ایک مردہ لایا گیا تو
اُس کے ساتھ جو لوگ تھے وہ ذرا سمجھدار تھے اُن سے جو اِس نے ٹکس طلب کیا تو اُنھون نے اس
سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور کس کے حکم سے یہ وصول کرتا ہے اِس نے کہدیا کہ مین اپنی
خوشی سے وصول کرتا ہون کسی کے حکم سے وصول نہین کرتا ہون جب اِن لوگون کو یہ معلوم ہوا
تو وہ اُس کو حاکم کے پاس لائے درجہ بدرجہ فرعون کے پاس پہونچا اُس سے اُس وقت کے فرعون
نے سوال کیا کہ تو کس کے حکم سے ٹکس وصول کرتا تھا اُسنے کہا کسی کے حکم سے مین وصول نہین کرتا
تھا بلکہ مین نے یہ حیلہ کیا تھا آپ ہی تک پہونچنے کا اور کہا کہ مین نے آپ کے مُلک کی بدانتظامی
اس درجہ دیکھی ہے کہ مجھے تحمل نہین رہا مین نے چاہا کہ آپ کو گوش گذار کرون مگر آپ تک پہونچنے
کی کوئی سبیل نہ تھی یہ صورت تجویز کر کے مین نے ٹکس لیا اور آپ تک پہونچا ہون اِس صورت
کی جرأت بھی مجھے آپ کی مملکت کے بدانتظامی کے باعث ہوئی چنانچہ مین اپنے مقصد مین کامیاب
ہوا اور آپ تک پہونچ گیا اُس سے اسنے مفصل بدانتظامی کا حال ذکر کیا یہ شخص اُس فرعون کو
اس قدر پسند آیا کہ اُس نے اسکو عزیز و وزیر مقرر کرلیا اُسنے اپنے حسن انتظام سے اسقدر رسوخ
حاصل کرلیا کہ فرعون نے تمام امور اسکے سپرد کر دیے مصر مین ایک بادشاہ ہوتا تھا جس کو فرعون
کہتے تھے اور ایک شریف ہوتا تھا جسکو عزیز کہتے تھے یہ عزیز مقرر ہوگیا غالبًا اسکا مرتبہ لوگون سے
زائد تھا اور دیگر وزرا اسکے مرتبہ سے کم تھے چنانچہ جب فرعون اُسوقت کا مرا تو تمام لوگون
نے اسی کو فرعون کر دیا۔

یہ امر یا تو خاص اسی کے واسطے تھا خواہ اس وجہ سے کہ اِس سے لوگ مانوس ہوگئے تھے یا بوجہ
سے کہ فرعون سابق کی وصیت ہو یا یہ عام تھا کہ عزیز فرعون ہوتا ہو یا انتخاب سے فرعون مقرر کیا جاتا ہو
یہ سب احتمالات ہین مفصل اُسوقت کے انتظام کا حال معلوم نہ ہوسکا۔

اِس قصہ سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ فرعون اصفہان کا رہنے والا تھا تاجر تھا بعض نے تصریح کی ہی
کہ عطر کا تاجر تھا جسکو عطار کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ اصطخر کا رہنے والا تھا مصر مین آگیا تھا اتفاقات
سے فرعون تک پہونچا اور وہ اُسکا قائم مقام ہوگیا جیسا کہ اوپر گذرا اس صورت مین کہ وہ مصر کا رہنے والا
نہ تھا اُس فرعون کی اولاد سے نہ ہوگا جو حضرت یوسف کے وقت مین گذرا ہی اور اُسکا نام ریان ہی

بعض کہتے ہین ولید بن مصعب بن ریان فرعون موسیٰ تھا ممکن ہو کہ مصعب کے وقت مین موسیٰ پیدا ہوئے اور ولید کے وقت مین نجات بنی اسرائیل کی حاصل کی ہو بعض علماے عرب کہتے ہین کہ اہل کتاب اس فرعون کا نام قابوس ہی کہتے ہین اور اُسکی کُنیت ابو مُرہ ہو اور یہ قبطی تھا۔

بہرحال اسکا نام قنطوس ہو اور وہ عملیق یا عملاق بن لاذر بن ارم بن سام بن نوح کی اولادسے ہو یا اصفہانی عطار ہو یا اصطخ کا رہنے والا ہو ولید نام ہو یا مصعب ہو یا قابوس نام ہو اور قبطی ہو جب وہ فرعون ہوا تو اُسنے عدل وانصاف کرنا شروع کیا اور ملک کا معقول انتظام کیا قبطیون کی خاص رعایت کرتا تھا اور تمام رعیت پر اُس نے اُن کو مقدم کیا تھا خصوصًا بنی اسرائیل کے مقابل قبطی حقوق بہت زائد تھے اور عمالقہ کا خاص لحاظ کرتا تھا یہانتک کہ آل فرعون ایک خاص گروہ ہوگیا بنی اسرائیل اُن کے خدام اور عبید کے طور پر تھے۔

يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ اُنکو طرح طرح کے مصائب وآلام برداشت کرنا پڑتے تھے معنی یسومونکم کے مختلف ہین یسومون ماخوذ سوم سے ہو اُس کے معنی الذهاب للطلب کے ہین کسی شے کی طلب مین جانا مگر کبھی مجرد طلب پر استعمال ہوتا ہو کبھی مجرد ذہاب پر کبھی دونون کے مجموعہ پر کبھی اسکے لوازم پر اسی وجہ سے اسکے معنی یریدونکم اور یبغونکم کے مذکور ہوئے ہین اور ینقلونکم ویصرفونکم کے بھی معنی ہین اور الفاظ یکلفونکم اور یذیقونکم اور یغشونکم اور یعذبونکم کے بھی معنی ہین مذکور ہوئے ہین۔ سوء العذاب عذاب تو خود ہی بُرا ہو مگر اُس کے کمال شدت پر دلالت کرنے کی غرض سے لفظ سوء زاید کیا گیا ہو کہ بدترین عذاب مین تمکو فرعون والون نے گرفتار کر رکھا تھا عورتون سے مردون سے ضعیفون سے اور قویون سے سب سے خدمت لیتے تھے اپنی راحت اور آسایش کے اشیاء بنواتے تھے عورتین سُوت کاتتی تھین کپڑے بنتی تھین اور یہ سب آل فرعون کے لیے تھا مکانات بناتے تھے بڑے بڑے پتھر تراشتے تھے لاتے تھے لادتے تھے یہانتک کہ اُن کے بوجھ سے گردن ورم کرجاتی تھی پیٹھ زخمی ہوجاتی تھی ہاتھ شل ہوجاتے تھے اُنسے اینٹین پتھوائی جاتی تھین لوہاری ونجاری کا کام لیا جاتا تھا مزدوری یا باربرداری کھیتی یا غبانی سب یہی کرتے تھے یہ محنت شاقہ تھوڑی مزدوری پر بلکہ بیگار کے طور پر محض عمالقہ اور قبطیون کے لیے بنی اسرائیل کو کرنا پڑتی تھی اتفاق سے جو ضعیف ہوجاتا یا بیمار رہتا کام نہ کرسکتا تو اُس سے ٹکس وصول کیا جاتا تھا اگر ٹکس کی ادائی مین اسقدر دیر ہوگئی کہ آفتاب غروب ہوگیا اور ٹکس ادا نہین ہوا تو سزا دی جاتی تھی معمولی سزا یہ تھی کہ ہاتھ گردن مین باندھ دیا جاتا تھا اور

ایک ماہ تک اُسکو بند ھا رہنے دیتے تھے اسی قسم کی دیگر سزائین تھین اِن سب کی جانب ارشاد فرماتا ہی
یسومونکم سوء العذاب اسکا تعلق اوپر سے یہ ہی کہ یہ جملہ حالیہ ہی جیسا کہ کہا جاتا ہی زید بضربہ عمرو
تقدیر عبارت یہ ہوئی کہ نجینا کم مسومین لھوا۔ بعض کہتے ہین یسومونکم کی تفسیر آگے کے جملے سے
ہی کہ وہ سوء عذاب بنی اسرائیل پر کیا تھا جس سے نجات ملی۔

یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم تمھارے ذکور لڑکون کو ذبح کرتے تھے اور تمھاری
عورتون کو زندہ رکھتے تھے۔ استحیار نساء سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہی کہ اُنکی عورتون کی شرمگاہونکی تلاشی
لی جاتی تھی تاکہ حاملہ ہونے کا ثبوت ملے اور ظاہر ہی کہ ذبح ابناء سے نسل کی بربادی تھی عورتون کے
زندہ رہنے سے تفضیح کا اندیشہ تھا اور ابناء اگرچہ مطلقًا اولاد پر بولا جاتا ہی مگر یہان چونکہ نساء کے مقابل
ہے اسواسطے اولاد ذکور مراد لی گئی اور نساء مطلقًا اناث پر بولا جاتا ہی خواہ بالغ ہون یا نابالغ ہون
مگر یہان یہ بھی مراد لی گئی ہی کہ مراد بالغہ عورتین ہین جو حاملہ ہوتی تھین جب اُن کے بچے مارڈالے
جاتے تھے تو اُسوقت وہ زندہ رکھی جاتی تھین بعض نے یہان مقابلہ کے لحاظ سے وہ ہی عورتین مراد
لی ہین جو نابالغ ہون بلکہ نوزائیدہ ہون۔

وَفِي ذٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ۔ ذٰلکم کا مشار الیہ یا تو یذبحون ابناءکم ویستحیون
نساءکم ہی یا اذ نجینا کم ہی یا پورا جملہ ہی اور یہ تینون احتمال درست ہین اسواسطے کہ بلا آزمایش کو
کہتے ہین اور آزمایش کبھی نعمت یہ ہوتی ہی راحت دیجاتی ہی تاکہ اندازہ کیا جاوے کہ اس نعمت کے
مقابل منعم علیہ نے کیا کیا چاہیے کہ شکر کرے اگر شکر بجالایا تو ظاہر ہی کہ آزمایش مین کامیاب ہوا اور
کبھی آزمایش مصیبت مین مبتلا کرنے سے ہوتی ہی اندازہ کیا جاتا ہی کہ اس شخص نے صبر کیا یا نہین
اگر صبر کیا تو کامیاب ہوا ورنہ ناکامیاب ہوا کبھی دونون حالتون سے آزمایش کی جاتی ہی تاکہ
صبر وشکر دونون کا اندازہ کیا جاوے یہ صورت ترغیب وترہیب دونون کو شامل ہی تو اگر مشار الیہ
جملہ کیا جاوے تو دونون مراد ہین اور اگر یذبحون کی جانب اشارہ ہی تو معنی بلاء کے یہان مصیبت
مین گرفتار کرنے کے ہین اور اگر نجینا کم اسکا مشار الیہ ہو تو معنی اسکے نعمت کے ہین حاصل یہ ہی
کہ ہمنے تمکو نعمت بھی عطا کی کہ فرعون کے دست تظلم سے نجات دلائی تمکو صبر وشکر کرنا چاہیے یہان
بلاء کی صفت عظیم کے لفظ سے کی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ بڑی آزمایش تھی فرعون نے حکم
دیدیا تھا کہ بنی اسرائیل مین جو لڑکا پیدا ہو وہ فورًا ہلاک کرڈالا جاوے اور اگر لڑکی پیدا ہو تو
وہ قتل نہ کی جاوے بلکہ اُسے زندہ رہنے دیا جاوے اس حکم کی تعمیل کرانے کی غرض سے اُس نے

پہرے والے مقرر کئے تھے دائیان مقرر کی تھین جو حاملہ عورتون کا پتہ لگائے رکھتی تھین جہان اُنکو خبر ہوئی کہ لڑکا پیدا ہوا یا ہونے والا ہی وہ فوراً پہونچ جاتی تھین ایسا انتظام کیا تھا کہ کسی بنی اسرائیل کی عورت حاملہ کے لڑکا نہین ہونے پاتا تھا مگر دایہ کو معلوم ہو جاتا تھا اور وہ آکے اُسکو قتل کر ڈالتی تھی۔

اس امر مین اختلاف ہی کہ یہ حکم فرعون نے کیون دیا تھا بعض کہتے ہین کہ توالد و تناسل بنی اسرائیل مین اس درجہ کثرت سے تھا کہ فرعون کو اندیشہ ہوا کہ کہین بنی اسرائیل اس روز افزون ترقی سے عمالقہ اور قبط پر غلبہ نہ حاصل کر لین اس اندیشہ سے اُسنے ہلاک کرنا شروع کیا تاکہ اولاد ایسی نہ ہو جس سے اُنکی نسل بڑھتی رہے ظاہر ہی کہ لڑکی کی اولاد اُنکی نسل سے نہین ہوتی البتہ ذکور اُنکی نسل سے ہوتے بعض کہتے ہین کہ کاہنون نے فرعون کو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو تیری سلطنت پر قبضہ کرے گا اسوجہ سے اُسنے یہ حکم دیا تھا بعض کہتے ہین کہ اُس نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ اُٹھی ہی اور اُسنے مصر کا ملک جلانا شروع کیا ہی تمام قبطیون کے گھرون کو اُسنے جلایا مگر بنی اسرائیل کے گھر محفوظ رہے اسکی تعبیر دی گئی کہ اس قوم مین ایک لڑکا ہوگا جس سے بنی اسرائیل نجات پاوینگے اور قبطی ہلاک ہونگے اسنے ارادہ کر لیا کہ ایسا لڑکا پیدا ہی ہونے نہ پاوے اُسنے یہ حکم دیا کہ جو لڑکا ہو وہ قتل کر ڈالا جاوے اس حکم کے سبب سے بارہ ہزار لڑکے قتل کر ڈالے گئے اور نوّے ہزار نوزائیدہ ہلاک ہوئے اسی زمانہ مین بنی اسرائیل مین ایک ایسی بیماری شروع ہوئی کہ جس سے مرد جوان مرنے لگے اُسوقت قبطیون کو پریشانی ہوئی کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو بنی اسرائیل فنا ہو جاوین گے تمام کام کا بار ہمپر پڑ جاویگا وہ سب مل کے فرعون کے پاس آئے اُس سے اپنی پریشانی ذکر کی تو اُسنے حکم دیا کہ ایک سال جو ہو وہ زندہ رہے دوسرے سال جو ہو تو بچہ قتل کر ڈالا جایا کرے لڑکی زندہ رکھی جاوے اس حکم کے بعد حضرت ہارون پیدا ہوئے اُس سال لڑکا قتل نہین کیا جاتا تھا وہ زندہ رہ گئے دوسرے سال حضرت موسیٰ ہوئے وہ سال اولاد نرینہ کے قتل کیے جانے کا سال تھا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ فرعون نے یہ حکم محض بنی اسرائیل کے کثرت کے خوف سے دیا تھا ورنہ تعبیر خواب یا کاہنون کے خبر دینے سے اگر حکم ہوتا تو ایک سال قتل کا اور دوسرا سال عدم قتل کا قرار دینا فضول تھا بہر حال حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو اُنکی والدہ نے خوف سے صندوق مین بند کر کے دریا مین ڈالدیا خدا کی شان کہ اُسکو آسیہ زوجہ فرعون نے اور اُسکی دختر نے دیکھا اُسکو اُٹھوالیا فرعون سے پہلے پوشیدہ رکھا پھر اُسکو خبر دی اُس سے پرورش کی بھی اجازت لیلی یہ امر بھی دلیل اس بات پر ہی کہ قتل اولاد بنی اسرائیل محض خوف سے کثرت کے تھا آسیہ نے موسیٰ کو پرورش کرنا شروع کیا

اتائین بلائی گئین مگر کسی انا کا دودھ حضرت موسیٰ نے نہین پیا برابر انا کی تلاش رہی حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ آسیہ کے پاس آتی جاتی تھین اُنھون نے حضرتِ موسیٰ کی والدہ کو پہونچایا اُنکا دودھ حضرت موسیٰ نے پینا شروع کیا غرضکہ حضرتِ موسیٰ فرعون کی گود مین پرورش ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان قوی مضبوط دلاور ہوئے ایک دن یہ بازار مین کسی ضرورت سے جارہے تھے اُنھون نے دیکھا کہ ایک بنی اسرائیل کے ضعیف شخص کو ایک قبطی ماررہا ہو اُس نے حضرتِ موسیٰ سے فریاد کی حضرتِ موسیٰ نے پہلے قبطی کو بہت سمجھایا مگر اُسنے حضرت موسیٰ کا کچھ کہا نہ مانا تو اُسوقت حضرت موسیٰ نے اُس قبطی کو ایک تھپڑ مارا ارادہ نہ تھا کہ اُسکو ہلاک کرڈالین مگر مقدر یون ہی تھا کہ اُسکی قضا آجاوے وہ بقضائے الٰہی فوت ہو گیا حضرت موسیٰ اُسکو اپنے تھپڑ کا اثر سمجھے اور بہت نادم ہوئے مگر کیا کرتے توبہ استغفار کرکے اور اسرائیلی کی اعانت و مدد سے اُس مردہ قبطی کو حضرت موسیٰ نے دفن کردیا اُسکے قاتلون کی تلاش ہو رہی تھی مگر کسی کو پتہ نہین لگتا تھا اتفاقاً دوسرے دن حضرت موسیٰ بازار مین نکلے تو دیکھا کہ پھر وہی اسرائیلی ایک دوسرے قبطی سے لڑرہا ہو اُسنے حضرت موسیٰ سے اعانت طلب کی آپ نے اُسکو ڈانٹا کہ روز روز تو لڑتا ہو اور اُسکی مدد کے لیے بڑھے اُسکو خوف معلوم ہوا کہ کہین حضرتِ موسیٰ مجکو نہ مار ڈالین گھبرا کے کہنے لگا کہ جس طرح آپنے کل ایک خون کیا ہے آج بھی کرنے والے ہین اس جملہ کو اُسکے مُنھ سے لوگون نے سُن لیا فرعون کے دربار مین اسکی خبر دی گئی وہان حضرت موسیٰ کے قتل کا حکم دیا گیا حضرت موسیٰ کو ایک درباری نے جنکا قصہ قرآن شریف مین مذکور ہو آکے خبر دی حضرت موسیٰ فرار ہوگئے مصر سے نکلے اور سرحد عرب مین پہونچے مدین اطرافِ شام مین ایک مقام ہو جہان سرحد عرب شروع ہوتی ہو اتفاقاً اُس جگہ ایک کنوان تھا جسپر مدین کے رہنے والے پانی بھرتے تھے دو عورتین بھی پانی بھرنے آئین مگر بوجہ اژدہام کے پانی بھر نہ سکین حضرت موسیٰ نے انکی بیکسی دیکھی تو رحم آگیا پانی بھرکر اُنکو دیا یہ دونون صاحبزادیان حضرت شعیب علیہ السلام کی تھین انھون نے حضرت موسیٰ کی خبر دی حضرت شعیبؑ چاہتے تھے کہ اپنی صاحبزادی کو کسی کے ساتھ منعقد کرین جو خدمت کرسکے حضرت موسیٰ کو اُنھون نے بلا بھیجا حضرت موسیٰ نے تمام قصہ اپنا حضرت شعیبؑ سے بیان کیا حضرت شعیبؑ نے کہا کہ اُس قوم سے کہ جس نے عادت ظلم کی کر رکھی ہو آپ نجات پاگئے اُسکے بعد اپنا مقصد بیان کیا اور اپنی ایک لڑکی کا عقد حضرت موسیٰ کے ساتھ کردیا یہ شرط کی کہ آٹھ برس میرے یہان رہ کے خدمت کرو اور اگر دس برس پورے کرد تو اور بھی بہتر ہو حضرت موسیٰ نے دس برس کی مدت پوری کی اُسکے بعد مصر واپس ہونے لگے

ہمراہ حضرت کی بیوی حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی تھین اُنکو دردِ زہ شروع ہوا دور سے حضرت موسیٰ نے آگ کی ایسی روشنی دیکھی لیکے کہ آگ لاوین وہان تجلی حضرت حق تھی حضرت موسیٰ کو نبوت عطا ہوئی اور مؤید بالمعجزات کرکے بنی اسرائیل کی نجات دینے کے واسطے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا حضرت موسی نے حضرت ہارونؑ کی سفارش کی وہ بھی نبی کئے گئے دونون مصر مین آئے حضرتِ موسی کو تصدیق نبوت کے طور پر ایک لکڑی کا معجزہ دیا گیا کہ جب وہ زمین پر ڈالدیا جاتا تو سانپ بن جاتا اور جب اُسکو اُٹھا لیتے تو وہ عصا ہوجاتا اسی طرح آپ کے ہاتھ مین یہ معجزہ دیا گیا کہ جب بغل مین رکھتے تو ہاتھ روشن ہوجاتا اُسکو ید بیضا کہتے ہین۔

حضرت موسیٰ اور حضرتِ ہارون عصا اور یدِ بیضا لیکے مصر پہونچے فرعون کو جاکر خداوند عالم کا حکم سُنایا فرعون کے دماغ مین سودائے خودنمائی تھا خدا بنا ہوا تھا اُسنے حضرت موسیٰ کی دل لگی اُڑائی اور ان سے فضول کج بحثی کی جیسا کہ آگے آویگا آخر حضرت موسیٰ نے یدِ بیضا اور عصا کا معجزہ دکھایا اُسنے خیال کیا کہ یہ ساحر ہی تمام مُلک کے ساحرون کو جمع کرکے اُسنے مقابلہ کرایا حضرت موسیٰ کا عصا اور یدِ بیضا غالب ہوا جسکا قصہ اُس کے محل پر مفصل مذکور ہی آخر وہ ساحر ایمان لائے بجاے اس کے کہ حضرتِ موسیٰ کے کہنے کے موافق بنی اسرائیل کو فرعون چھوڑ دیتا اُسنے اُلٹے ساحرون کو سزا دی ہاتھ پیر کاٹے سُولی پر چڑھایا عبرت کے بدلے تمرد اور بڑھ گیا تو حضرتِ موسیٰ نے پھر اُسکو تنبیہ کی جب نہ مانا تو آپ نے دعا کی تمام پانی خون ہوگیا مچھلیان مرگئین مینڈھک کثرت سے ہوگئے مچھر زیادہ ہوئے مویشی اور جانورون مین موت بڑھ گئی پھوڑے پیدا ہوئے اور طاعون کا دُمل نکلا ٹڈیان کثرت سے آئین تمام کھیت چر گئین اندھیاری ہوگئی اسی طرح مصائب آئے جب کوئی مصیبت ہوتی تو فرعون حضرت موسیٰ سے الحاح کرتا اور کہتا کہ دعا کیجیے اگر یہ آفت دور ہوجاوے تو مین بنی اسرائیل کو چھوڑ دون جب حضرت موسیٰ دعا کرتے اور وہ مصیبت دُور ہوجاتی تو پھر فرعون اسی طرح تمرد کرتا کوئی پرواہ نہ کرتا بنی اسرائیل پر اُلٹے مصائب زاید ہوگئے فرعون اور اُسکی قوم نے اُنکو اور ستانا شروع کیا پہلے تو کچھ اُنکی مدد بھی کی جاتی تھی محنت مین اعانت ہوتی جب سے موسیٰ تشریف لائے اور بھی سختی ہونے لگی کسی قسم کی رعایت نہین ہوتی تھی اور کام سب لیے جاتے تھے بنی اسرائیل تنگ آگئے حضرتِ موسیٰ کو تنگ کرنے لگے کہ آپ خوب آئے آپکے آنے کے قبل ہی ہم اچھے تھے اب تو اُس سے بھی زاید دشواریان ہین ناچار حضرت موسیٰ نے مایوس ہوکے فرعون کی ہلاکت کی دُعا کی تاکہ اُنکی قوم نجات پاجاوے حضرت موسی کو حکم دیا گیا کہ شب مین آپ اپنے ساتھ بنی اسرائیل کو

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ

اور یاد کرو اُسوقت کو کہ جب ہمنے جدا جدا کر دیا تمھارے باعث دریا کو پھر ہمنے تمکو نجات دی اور ہمنے غرق کر دیا فرعون والونکو درحالیکہ تم دیکھ رہے تھے

بقیہ صفحہ ۱۴۲ لیکے چلے صبح ہوتے دریائے قلزم کے قریب پہونچ گئے حضرت موسیٰ کے تعاقب مین فرعون اپنے لشکر کو لیکے نکلا حضرت موسیٰ تو نجات پاگئے فرعون غرق ہو گیا اُسی کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے اس جگہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ یہ نجات دینا بعد اُن مصائب کے ایک آزمایش تمھارے رب کی طرف سے تھی اور وہ بہت بڑی آزمایش تھی۔

اگر مراد نعمت ہی تو مطلب یہ ہی کہ اللہ نے اپنے فضل سے تمکو فرعون کے دست تظلم سے۔ بچایا اور اس طرح بچایا کہ ہرگز اللہ کی قدرت کے سوائے کوئی دوسری قدرت اُس سے تمکو نجات دینے والی نہ تھی تو یہ نعمت تمھارے پروردگار کی طرف سے تھی اور اگر مراد یہان آزمایش سے وہی مصائب ہین جو حضرت موسیٰ کی تشریف لانے کے قبل و بعد بنی اسرائیل پر فرعون اور اُسکی قوم ڈالا کرتی تھی تو مقصود یہ ہی کہ اللہ جل شانہ نے مقدر کر دیا تھا اُسکے مقدر کرنے سے یہ آزمایش تمھارے لیے ہوئی تھی۔ خداوند عالم نے فرعون اور اُسکے ساتھیون کو مسلط کر دیا تھا کہ وہ تمپر ظلم کرین تاکہ تمھاری آزمایش ہو اِس لحاظ سے ارشاد ہوا بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ یہ بھی تمھارے پروردگار کی طرف سے تھی اسکے تقدیر کرنے سے یا اُسکے مسلط کرنے کے باعث یہ بڑی آزمایش تمپر ہوئی ؎

ہر نیک و بدی کہ میرود در عالم خودمی کند و بہانہ بر عام نہاد

یہ نعمت اُس پہلے انعام کا تتمہ ہی کیونکہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکے چلے تو اُس راہ سے چلے جدھر دریا تھا اور یہ دریا یا تو نیل تھا اسواسطے کہ جو حصہ بنی اسرائیل کے قیام کرنے کے لیے تھا اُسکے سامنے دریائے نیل پڑتا ہی یا بحر قلزم تھا اور وہ جس جگہ قریب بارہ میل کے چوڑا تھا وہان سے حضرت موسی گذرے اس جگہ پر اختلاف ہی کہ سیدھے خط سے گذرے یا قوس کے طور پر گولائی لیے ہوئے دریا مین داخل ہوے اللہ نے دریا کو پایاب کر دیا اور جدا جدا راہین بنا دین اُسکو فرق کر کے تعبیر کیا ہی ہماری قرأت ثلاثی مجرد کی ہی اور بعض نے اسکو مزید پڑھا ہی کیونکہ بہت سی راہین دریا مین ہو گئی تھین اور فرق کے معنی تضمین شق کے ساتھ فصل کے ہین یہ فرق حضرت موسی اور اُنکی قوم کے لیے ہوا بکم اُسی کی جانب اشارہ ہی باء یا تو سببیہ ہی اگر خدا کے افعال معلل بالاغراض ہین یا شبیہ بالسببیہ ہے اگر اُسکے افعال معلل بالاغراض نہ مانے جادین جیساکہ حق مذہب یہی ہی اور ہمنے بارہا اُسکو ذکر کیا ہی یا باء استعانت کیلئے ہی اور بعض نے مثل البست کے لیے بھی کہا ہی امام رازی نے تاویل کی ہی کہ بنی اسرائیل کے چلنے سے

دریا پھٹتا گیا مگر یہ خلاف واقعہ ہی اسواسطے کہ قرآن شریف مین دوسری جگہ بیان کیا گیا ہی کہ پہلے
حضرت موسی نے دریا کو جُدا جُدا کردیا اس جملہ سے اُن لوگون کا شبہہ دفع کردیا گیا جو اس آیت سے
تناسخ پر دلیل لاتے ہین کہتے ہین کہ فرعون کے وقت مین جو بنی اسرائیل تھے اُنپر جو کچھ کیا گیا اُسکے
مخاطب آنحضرت کے وقت کے بنی اسرائیل ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ روحین ایک ہی تھین اِس
دلیل کو لفظ بکم ضعیف کرتی ہی اسواسطے کہ عربی کے محاورہ مین ہی غضبت لزید اُسوقت کہا جاتا ہی
کہ جب زید زندہ ہو اور بزید جبکہ وہ مردہ ہو تو یہان بکم ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مُردون
کے لیے یہ کہا گیا اور خطاب کی علت اوپر ذکر ہوچکی ہی کہ محاورہ عرب کا ہی بدر مین جو ہوا ہی وہ
اُنکی اولاد سے کہا جاتا ہی۔ غرضکہ دریا جدا جدا ہوگیا اور راہین ہوگئین تو بنی اسرائیل نکل گئے
فانجینا کم سے اُسکا بیان کیا گیا ہی نجات یا تو غرق سے ہوئی یا اس امر سے ہوئی کہ بنی اسرائیل
جب چلے اور فرعون کا لشکر اُنکے تعاقب مین چلا تو اُن سے بنی اسرائیل بچ گئے اور پہونچ نہ سکے
یہانتک کہ دریا مین اُترے اور پار ہوگئے پہلے تو اُنکو تعاقب کرنے ہی سے روکا اسواسطے کہ جس شب
بنی اسرائیل روانہ ہوئے جتنے آثار صبح کے ہین وہ سب پوشیدہ کرلیے گئے یہانتک کہ اُس دِن
مُرغ نے بانگ بھی نہین دی بنی اسرائیل لیکے اہل وعیال مال واسباب روانہ ہوگئے اور قوم فرعون
شب کے دھوکے مین رہگئی یہ پہلی روک تھی پھر جب دریا کے قریب فرعون کا لشکر پہونچا تو دریا کے
اندر جانے سے فرعون کا گھوڑا ڈرا مگر اُسنے ایک گھوڑی دیکھی کہتے ہین کہ حضرت جبرئیل گھوڑی
پر سوار آگے آگے گھوڑا بے قابو ہو کے اُنکے پیچھے روانہ ہوگیا جب وہ اور اُسکی پوری فوج دریا مین
اُترے واغرقنا آل فرعون واقع ہوا کہ اللہ جلّ شانہ نے اُن سب کو غرق کردیا آل بولا ہے
مراد اُس سے فرعون اور اُسکے تابع ہین جس طرح بنی آدم بولا ہی اور کرمنا بنی آدم مین حضرت آدم
کو بھی مراد لیا ہی کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ جب فرعون کی فوج غرق کردی گئی تو فرعون بدرجہ اولی غرق
کردیا گیا ہوگا جیسا کہ دوسری آیات سے صاف معلوم ہوتا ہی فرعون تو راس الطغیان اور منبع فساد
تھا اُسکا غرق کیا جانا تو ضروری تھا حضرت موسٰی علیہ السلام کو اللہ جلّ شانہ نے ابتداءً دریا کے
ذریعہ سے ہلاک ہونے سے نجات دی تھی اُسکے مماثل آپکی اُمت کو بھی اللہ نے فرعون کے عذاب سے
بذریعہ دریا کے نجات دی علماء کہتے ہین کہ انبیاء کے امور کا اثر اُنکی امت مین موجود ہوتا ہی اسلیے امید ہی
کہ ہوا کے ذریعہ سے امت محمدی کو نجات ملا کرے واللہ اعلم۔
فرعون نے چونکہ دریا کے مُلک پر تکبر کیا تھا اور کہا تھا الیس لی ملک مصر وھذہ الانہار تجری

من تحتی انھین نہار پر اُسنے غرا کیا تھا تو اللہ نے اُسکے تکبر و غرا کو اُسی کی راہ سے نکالا دریا مین غرق کیا گیا۔
اسکا علم بنی اسرائیل کو ہے وانتم تنظرون اسی وجہ سے ارشاد ہوا ہے حضرت ابن عباس نظر کے معنی علم کے لیتے ہین اور مفعول اسکا آبا دکم ہے معنی یہ ہوئے کہ تمکو اپنے آباد و اجداد کا علم ہے یا مراد یہ ہے کہ جب فرعون غرق کیا گیا تو اُس وقت تم نجات پا چکے تھے دوسرے کنارہ سے دیکھتے تھے یا مراد یہ ہے کہ تم باہم ایک دوسرے کو دیکھتے تھے جب دریا کے اندر اُترے تو اُسوقت راہین مختلف ہو گئین بارہ فرقے تھے ہر گروہ نے ایک ایک راہ اختیار کی دریا مین ہو چکے موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم کو اپنے بھائیونکو دکھا دیجئے کیسے معلوم ہو کہ وہ نجات پا گئے جس طرح ہم نجات پا گئے حضرت موسیٰ نے عصا مارا دریا کے اندر ایسے سوراخ ہو گئے کہ برابر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا معجزہ محض عادت کے خلاف ہوتا ہے عقل کے خلاف نہین ہوتا ہے عقل کے خلاف جو اُمور ہین وہ محال ہین خدا کی قدرت سے بھی باہر ہین مثلاً دو کا نصف بجائے ایک کے چار ہو جاوین یہ محال ہے اور نہین ہو سکتا ہے یہ ممکن ہے کہ دریا نیل ایک وقت زائد ہوا اور دوسرے وقت پایاب ہو اسکے امکان مین کسی قسم کا شبہہ نہین ہے باوجود اسکے یہ امر کہ جب حضرت موسیٰ اور اُنکے ہمراہی گئے پانی پایاب ملا اور جب فرعون ہو چکا تو پانی مین غرق ہو گیا یہ امر یقینی معجزہ ہے ہمنے جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے کہ خدا کے نزدیک کوئی شئے بلا سبب نہین ہے اور واقف کار کے نزدیک اکثر اُمور کے اسباب ہین اور جہال کے نزدیک اکثر اُمور بلا سبب ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت اسباب کا پابند اگرچہ باری عزاسمہ نہین ہے مگر اُس نے دنیا مین ایسا ارتباط قائم رکھا ہے کہ ایک شئے دوسری شئے کا سبب معلوم ہوتی ہے یون تو جو چاہے جب چاہے پیدا کر دے مگر اُسکی عادت یہ ہے کہ اکثر اشیاء کو مخصوص بعض اشیاء کے بعد پیدا کرتا ہے وہ اول شئے سبب کہلاتی ہے اور ثانی مسبب کہلاتی ہے جسقدر غور کیا جاوے یہ سلسلہ برابر جاری ہے اسی کو حکما علت و سبب سمجھنے لگے ہین مگر یہ اسباب کہین معلوم ہوتے ہین کہین نہین معلوم ہوتے ہین جہان نہین معلوم ہوتے ہین وہان وہ بلا سبب سمجھے جاتے ہین جنکے نزدیک بلا سبب ہوتے ہین وہ معجزہ سمجھتے ہین اور جنکے علم مین اسباب ہوتے ہین وہ معجزہ نہین سمجھتے ہین اسی وجہ سے معجزہ اکثر نافہمون اور کم عقلون کے روبرو پیش کیا گیا ہے فرعون کی قوم عرب کے امیون سے بھی کم فہم تھی اسی وجہ سے وہان معجزہ اس قسم کا دکھایا گیا اور عرب مین زیادہ تر آنحضرتؐ نے وہ اُمور پیش کیے جو ذوق سلیم کے قبول کرنے کے قابل تھے مثلاً کلام

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

اور یاد کرو اُسوقت کو کہ جب ہمارے اور موسیٰ کے باہم وعدہ ہوگیا چالیس راتون مین پھر تمنے اختیار کیا گوسالہ اُنکے بعد اور تم حد سے بڑھ جانیوالے ہو

بقیہ صفحہ ۱۴۵ اور احکام بہرحال یہ معجزہ تھا اگرچہ عقل کے خلاف نہ تھا لوگونکے وہم مین ہے کہ معجزہ خلاف عقل ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ معجزہ و کرامت خلاف عادت ہوتا ہے اور وہان اسباب پوشیدہ ہوتے ہین مثلاً ایک سفر مین مجھے ۲۔ محرم کو عصر کے وقت پہونچنا تھا راہ مین پنجاب میل جس پر سویرے پہونچ سکتا تھا چھوٹ گیا کانپور کے بڑے اسٹیشن پر پہونچا معلوم ہوا کہ لکھنؤ اس وقت کوئی ریل نہین جاتی ہے اسواسطے کہ ۷ بجے ہین اور ۶ بجے چھوٹی ریل چھوٹ گئی باوجود اسکے دل مین آیا کہ چھوٹے اسٹیشن چلوا کہ سر پر سوار ہوکے آیا ۱۰ بجے قریب یہان اسپشل گاڑی تیار ہوئی اور اُسنے مجھکو ایک بجے لکھنؤ پہونچا دیا یہ کرامت ہے لیکن بلا اسباب نہین ہے اسواسطے کہ اُسدن گھوڑ دوڑ تھی اُسکی وجہ سے اسپشل چھوٹی یہ اُمور اتفاقی ہین کہ اُسی دن اُسکے چھوٹنے کا وقت تھا اور میرا دل خود بخود بڑے اسٹیشن پر گھبرایا شہر مین نہین گیا بلکہ چھوٹے اسٹیشن پر آیا یہ کرامت ہوئی اسی طرح نفس قدسی انبیاء کا مؤثر ہوتا ہے اور وہی سبب ہوتا ہے اس جگہ معجزہ شق قمر کا ذکر ہوتا ہے چونکہ اخبار صحیحہ سے ثابت ہے اسواسطے کہا جاتا ہے کہ واقع ہوا مگر یہ خلاف عقل نہین ہے نہ قوت جاذبہ کے منافی ہے اسکی تفصیل اُسکے موقع پر ہوگی بسا ایسا ہوتا ہے کہ اسباب جب موجود ہوتے ہین تو شئے ممکن معلوم ہوتی ہے مگر وہ محال عادی ہے جس طرح اسوقت کے سائنس کے کرشمے ہین کہ اگر وہ اسباب نہ رہین تو عجائب ہوجا دین اسی قسم کے کرامات ہین کرامات معجزہ کا اشبہ ہے ۔

جب حضرت موسیٰ کو نجات ہو گئی تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے خواہش کی کہ خدا کی جانب سے کوئی ایسی کتاب ہمکو ملنا چاہیے جسپر ہم عمل کرین اور آخرت مین عذاب الٰہی سے نجات پائین اور دُنیا مین عدل وانصاف قائم کرین حضرت موسیٰ نے عرض کیا اللہ جلشانہ سے ارشاد ہوا کہ اگر تم چالیس راتین ہمارے لئے مقرر کردو تو ہم تمکو کتاب دین حضرت موسیٰ نے اللہ کے اس وعدہ پر وعدہ کرلیا کہ وہ اس مدت مین حاضر رہینگے چنانچہ دونون طرف سے وعدہ ہوا اسی وجہ سے باب مفاعلہ سے واعدنا ارشاد ہوا ہے اور بعض نے واعدنا کو بمعنے وعدنا لیا ہے اور بعض قراء نے وعدنا پڑھا بھی ہے اس صورت مین مقصود یہ ہے کہ اللہ نے وعدہ کرلیا کہ چالیس راتونکے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دیجاویگی ۔

موسیٰ اسم عجمی ہے اور بعض کہتے ہین کہ اصل اسکی مو ہے جسکے معنے ماء یعنی پانی کے ہین اور شی کے معنی درخت کے ہین یہ نام انکا جس شخص نے رکھا ہے اُسنے اس لحاظ سے رکھا ہے کہ یہ دریا سے نکالے گئے اور

صندوق لکڑی کا تھا جو کسی درخت کی لکڑی سے بنایا ہوا تھا پھر شین سین سے بدل گیا۔

اربعین ظرف ہے اور مفعول بہ محذوف ہے اللہ نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات مین کتاب دینے کا اور بعض نے مضاف محذوف کرکے اربعین کو مفعول بہ مانا ہے اعطاء مضاف محذوف ہے بعض اربعین کو ظرف مستقر بناتے ہین اور بعض مفعول مطلق اسطور پر کہ موعدۃ اربعین لیلۃ اور لیلۃ مین اشارہ اس جانب ہے کہ اصل ایام کے لیالی ہین خصوصاً اہل عرب کے نزدیک کہ وہ ہلال سے ماہ کی ابتدا سمجھتے ہین یا اسوجہ سے لیل کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ وعدہ رات کو ہوا تھا یا اسوجہ سے کہ اصل ظلمۃ ہے یا اسوجہ سے رات کا ذکر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ کو صوم وصال کا حکم دیا گیا تھا اگر ایام ذکر کئے جاتے تو وصال کا ثبوت نہ ہوتا ممکن تھا کہ دن دن کو روزہ ہوتا اور شب کو موافق عادت کے بے روزہ رہتے حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ رات ودن کا روزہ تھا جب رات کا ذکر کردیا گیا تو معلوم ہوگیا کہ صوم وصال تھا بعض کہتے ہین کہ قیام لیل مراد ہے مگر جہانتک روایات سے معلوم ہوتا ہے حضرت موسیٰ قیام لیل کے مامور نہ تھے بلکہ صوم وصال کے مامور تھے یہ مدت تو ایک ماہ ذلقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کی تھی یا ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور دس دن محرم کے یہ دونون روایتین ہین۔

ثم اتخذتم العجل اتخاذ کے دو معنے ہین ایک تو ابتداءً کسی شئے کو بنانا دوسرے کسی شئے کے لئے وصف ثابت کرنا اول احتمال مین عجل مفعول ہے اور عجل کے بنانے مین شناعت اور برائی اسوجہ سے ہے کہ مقصود اس سے عبادت کرنا تھا دوسرے احتمال مین اتخاذ جعل کے معنے مین ہوتا ہے اور دو مفعول چاہتا ہے یہان ایک مفعول حذف کردیا گیا ہے اور وہ لفظ الٰہاً ہے یعنی تمنے گوسالہ کو الٰہ معبود باطل بنالیا دوسرے مفعول کو محذوف کیا اسکی شناعت اور خرابی کے باعث سے اور یہی باعث انکی مذمت کا ہے اور پہلے مفعول کو عجل کے ذکر کرنے پر اکتفا کیگئی العجل گائے کے چھوٹے بچے کو کہتے ہین کل قوم موسیٰ نے اسکی پرستش کی سوائے ہارون علیہ السلام کے اور اُن ستر آدمیون کے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلے گئے اور بعض لوگ کہتے ہین کہ ہارون علیہ السلام کے ہمراہ بارہ ہزار بنی اسرائیل نے گوسالہ کی پرستش نہین کی سامری نے گوسالہ کو اسوجہ سے الٰہ بنایا کہ وہ خود ایسی قوم سے تھا جو گائے کی تعظیم و پرستش کرتے تھے اسوجہ سے اُسنے پرستش کیلیے جو شئے بنائی وہ اپنی قوم کی عادت کے اعتبار سے تھی کہتے ہین کہ سامری اُسی قوم سے تھا اور وہ منافق تھا اور بعض کہتے ہین کہ بنی اسرائیل جب اُس قوم پر سے گذرے تو گوسالہ کی پرستش کرتے تھے تو اُنھون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اجعل لنا الٰہاً کما لہم آلہۃ ہمارے لئے بھی

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ
پھر ہمنے معاف کردیا تم کو بعد اسکے — شاید کہ تم شکر کرو — اور یاد کرو اُسوقت کو کہ جب

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝
ہمنے موسی علیہ السلام کو کتاب دی اور فرقان دیا شاید کہ تم راہ پالو

بقیہ صفحہ ۱۴۷ ویسا ہی معبود بنادیجیے جیسا کہ اُنکے لیے ہو سامری نے اس خواہش کو سنا تھا اُسنے یقین کیا کہ اگر گوسالہ الٰہ بنایا جاوے گا تو یہ لوگ ضرور پوجنے لگینگے کیونکہ اُنکی سرشت ہو امام حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ گوسالہ گوشت و پوست سے بن گیا تھا اور اُس کی آواز جسکو خوار کہا گیا ہو حقیقۃً ہوتی تھی اور جمہور کہتے ہین کہ اُسکی شبیہ بنائی تھی اور یہ آواز اُسکے لیے مجازاً ثابت کیگئی ہے بعض کہتے ہین اسکو عجل اسوجہ سے کہا کہ اسکے بنانے اور پوجنے مین عجلت کیگئی. موسی علیہ السلام واپس آنے نہین پائے بعض کہتے ہین کہ اسکو عجل اسوجہ سے کہا گیا کہ وہ جلد موسیٰ علیہ السلام کے آتے ہی برباد کردیا گیا۔ جلا کے خاک کردیا گیا۔

من بعدہ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیجانب پھرتی ہے اُس مین بنی اسرائیل کی مذمت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے آنکھ سے غائب ہوتے ہی تمرد و طغیان شروع کردیا یا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم توحید کا بہت کم اثر ہوا کہ جو جلد زائل ہوگیا یا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی اُنکو ذرہ بھر پرواہ نہوئی اُنکے آنیکا بھی انتظار نہین کیا بعض کہتے ہین پورے چالیس دن پرستش کی بعض کہتے ہین چند دن اول اول پرستش کی بعض کہتے ہین کہ آخر کے دس دن پرستش کی اس سامری کا نام میخا تھا باجرمخا کا رہنے والا تھا یا کرمان کا رہنے والا تھا بعض کے نزدیک بنی اسرائیل سے تھا اور بنی اسرائیل مین ایک قبیلہ ہے سامرہ اُسمین سے تھا واللہ اعلم۔

وانتم ظلمون حال ہے کہ تم گوسالہ کی پرستش کرنے لگے حالانکہ تم ظالم یعنی مشرک تھے کہ عبادت غیر محل مین کرنے لگے یا تمنے سامری کو رد کا نہین بلکہ اُسکے دھوکے مین آگئے یہ ظلم کیا اور ممکن ہے کہ حال نہ ہو بلکہ جملہ معترضہ کہ تم برابر ظلم کرنیوالے ہو۔

ثُمَّ عَفَوْنَا یہان پر اس اظہار کے لئے ہے کہ تمنے تو سخت فعل قبیح کیا تھا اور اللہ نے تمھارے ساتھ لطف و مہربانی کی اسمین بہت بڑا تفاوت ہے اور من بعد ذلک مین اشارہ اس جانب ہے کہ تمھارا ظلم ایسا صریح ہے کہ بمنزلہ مشاہدہ کے ہوگیا ہے۔ ذلک اشارہ بعید ہے گو مشارٌ الیہ قریب ہے محض عظمت مشارٌ الیہ کے اظہار کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے۔

لعل ترجی کے لئے ہے جو یا تو جیسا کہ مشہور ہے کہ یقین کے واسطے قرآن مین آتا ہے تو یہ امر ہے بصورت خبر یا مجاز ہے طلب سے اور بعض نے خود طلب مراد لیا ہے اور کہتے ہین کہ خدا کبھی اُس شے کو بھی طلب کرتا ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ
اور یاد کرو اسوقت کو جب فرمایا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے قوم تمنے حد سے تجاوز کیا اپنی ذاتون کے لیے کیونکہ تمنے
الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ
گوسالہ کو اختیار کیا اسلیئے تم توبہ کرو اور رجوع ہو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اسلیئے تم قتل کرو اپنی ذاتونکو یہ قتل تمھارا تمھارے
عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَیْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۝
خالق کے نزدیک بہتر ہے اسکے بعد اللہ نے تمھاری توبہ قبول کی وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے اور رحم کرنیوالا ہے

بقیہ صفحہ ۱۴۸ جو واقع نہ ہوسکے ظاہر ہے کہ انسے شکر واقع نہین ہوا۔

کتاب سے بالاتفاق مراد تورات ہے اور بعض فرقان سے بھی تورات ہی مراد لیتے ہین اور کہتے ہین کہ تورات کو کتاب اسوجہ سے کہا کہ اسمین احکام کا مجموعہ ہے اور فرقان اسوجہ سے کہا کہ وہ حق کو باطل سے جدا کرتی ہے اور اُسکے اوپر دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف مین دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے ولقد اتینا موسےٰ وھرون الفرقان ہمنے دیا موسیٰ اور ہارون کو فرقان اس صورت مین کتاب اور فرقان سے ایک ہی مراد ہوگی اور عطف بمنزلہ عطف تنزل الملائکۃ والروح کے ہے اور بعض کہتے ہین کہ فرقان سے مراد شرع ہے جو حق و باطل کی تفریق کرنیوالی ہے بعض کہتے ہین کہ معجزات ہین جنسے صادق و کاذب کی تفریق ہوتی ہے بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے نصرت ہے کہ جو نجات دلانے سے بنی اسرائیل کے اور غرق کرنے سے آل فرعون کے حاصل ہوئی جس طرح نصرت کو فرقان کہا ہے جو نصرت بدر مین ہوئی تھی۔

قوم گروہ کو کہتے ہین جمع ہے جسکا واحد نہین ہے بعض مواقع پر مقابل عورتون کے بھی بولا گیا ہے اس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اس لفظ کو اس مقصد سے اختیار کیا کہ جو حکم اُنکو پہونچاتا ہے وہ بہت شاق ہے اور اس لفظ سے بتایا گیا ہے کہ اس شاق حکم کا اثر ہمپر بھی ہوگا اسواسطے کہ ہم تمھارے ہی ایسے ہین مگر چونکہ ثمرہ اُسکا بہت اچھا ہے اسواسطے یہ حکم دیا جاتا ہے شفقت کے خلاف نہین ہے۔ مراد قوم سے یا تو تمام افراد بنی اسرائیل ہین یا صرف وہی جو گوسالہ کی پرستش کے مرتکب تھے کیونکہ اُنھون نے اپنی ذاتونپر خود زیادتی اور زبردستی کی تھی معصیت شرک کو ظلم اسوجہ سے کہا کہ اسکا ضرر ضرور پہونچتا ہے اور وہ ضرر اپنی ہی ذات پر پہونچاتا ہے۔

فَتُوْبُوْٓا یا تو جواب ہے سوال مقدر کا کہ اُنھون نے کہا کہ جب ہمنے ظلم کیا تو اب کیا چارہ ہے ارشاد فرمایا کہ توبوا الی بارئکم یا فا تعقیب کا ہے کہ مراد یہ ہے کہ بعد اس معصیت کے توبہ کرو۔ باری اسکو کہتے ہین کہ جو سڈول اور مناسب پیدا کرے خالق سے یہ خاص ہے اس لفظ کا ذکر کرنا اسوجہ سے ہے کہ یاد دلایا جاوے

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

اور یاد کرو اُسوقت کو جب تمنے کہا موسیٰ علیہ السلام سے کہ ہم تمھارے اوپر ایمان نہ لائینگے یہانتک کہ اللہ کو ظاہر طور پر دیکھیں

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

تو تمکو بجلی نے آکے پکڑ لیا حالانکہ تم دیکھ رہے تھے۔

بقیہ صفحہ ۱۴۹ اکہ تمنے گناہ کس کا کیا جسنے تمکو پیدا کیا اور تناسب کے ساتھ پیدا کیا تمکو چاہیے تھا کہ اُسکے مناسب شان اُسکی اطاعت کرتے برخلاف اسکے تمنے معصیت کی اب اُسکے اس احسان کا حق یہ ہے کہ جلد اُسکی جانب رجوع کرو اس لفظ کی تکرار محض توجہ دلانے کے لیے ہے کہ یہ جو حکم ہے اُسکا ہے کہ جو مناسب طور پر پیدا کرتا ہے اُسکا حکم قتل کا بھی مناسب ہی ہوگا۔

مروی ہے کہ کل وہ عاصی ایک جگہ بٹھائے گئے اور سب کی مشکین باندھ دیگئیں اور کہدیا گیا کہ جو شخص اپنی گٹھا کھولے گا یا نظر اونچی کرکے قاتل کو دیکھے گا یا اپنے ہاتھ سے اپنے کو بچائیگا تو اُسکی توبہ مقبول نہین ہے وہ ملعون ہے جب سب نے اُس حکم کی تعمیل کی تو باہم قتل کرنے پر ہاتھ نہین اُٹھتے تھے اپنے بچونکو دیکھتے تھے اپنے دوسرے اعزہ کو اپنے دوستون کو تو ترس آجاتا تھا اپنی یہ لاچاری اُنھون نے عرض کی حضرت موسیٰ نے دعا کی ایک بدلی چھا گئی جس سے اندھیاری ہوگئی کہ کوئی کسی کو دیکھ نہین سکتا تھا برابر قتل کی گرم بازاری رہی مروی ہے کہ اننٹی ہزار آدمی قتل کرڈالے گئے ناچار حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نے اُسکے لئے دعا کی کہ بار آلہ اب انکو بخشدے بدلی چھنٹ گئی حضرت موسیٰ نے اسقدر مقتول دیکھے تو سخت صدمہ ہوا ارشاد ہوا کہ جو مقتول ہوے وہ بھی جنتی ہین شہید ہین اور جو قاتل ہین اور بچگئے ہین وہ بھی جنتی ہین فتاب علیہم کے معنی یہ ہین کہ جب اس قسم کی توبہ کی تو اللہ اُنکی جانب متوجہ ہوگیا اور اُسنے اُن کی توبہ قبول کی کیونکہ اُسکی شان ہی یہ تھی کہ وہ توبہ قبول کرنیوالا ہے اور رحم کرنیوالا ہے جو مرگئے گناہ شرک کے خمیازہ سے بچگئے جو محفوظ رہ گئے اُنکے گناہ بغیر ہلاکت کے معاف کردیے گئے۔

اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قوم موسیٰ کیلئے شرک کی معصیت دور کرنے کے واسطے اپنے قتل کرانیکو تتمہ توبہ کے قبولیت کا گردانا تھا ورنہ اُمت محمدی مین یہ حکم نہین ہے۔

یہ واقعہ دو جگہ بیان کیا گیا ہے اور توراۃ مین بھی دو جگہ ہے بعض دونون کو ایک ہی واقعہ کہتے ہین اور بعض دو واقعہ بتاتے ہین دونون کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے ستر آدمی بحکم آلہی چھانٹے جو نہایت عمدہ لوگ تھے اُنکو لیکے طور پر گئے بعض کہتے ہین کہ اُن سے شرک وعبادت عجل سرزد ہوئی تھی اُسکی معذرت کے لئے گئے تھے اور بعض کہتے ہین کہ اللہ نے خود حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ تم ستر آدمی

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَظَلَّلْنَا
پھر ہمنے تم کو تمھارے مرنے کے بعد اُٹھایا شاید تم شکر ادا کرو اور ہمنے

عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ
ابر تم پر چھا دیا اور اُتارا تم پر من و سلوی

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ
کھاؤ تم جو حلال و پاک رزق سے تم کو ہمنے دیا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۵۰ لیکے طور پر آؤ چنانچہ جب وہ لوگ حضرت موسٰی کے ساتھ طور پر گئے اور حضرت موسٰی ہم کلام ہوئے انکو خدا دکھائی نہین دیا بلکہ موسٰی علیہ السلام کو دیکھا کہ ایک نور کے ستون مین گھرے ہوے ہین البتہ باتین اُنھون نے سنین کہنے لگے کہ ہم ایمان نہ لائینگے جبتک ہم کھلم کھلا خدا کو نہ دیکھ لین حضرت موسٰی کے چہرہ کو جو اُنھون نے دیکھا وہ منور تھا اس سے یا دوسری کسی تجلی سے ایک چمک ہوئی جس سے یہ سب غش کھا کے گر گئے ایک دن رات پڑے رہے یہ گرنا طبعی موت نہ تھا کہ جو پھر زندہ نہ ہوتے بلکہ انکا رزق باقی تھا اگر رزق پورا ہو جاتا تو پھر زندہ نہ ہوتے بہر حال وہ حالت اُنکی دور ہونیوالی تھی اس حالت کو جو پھر زندہ ہونے کے قابل اس عالم مین محفوظ رکھتے ہین تو کہتے ہین کہ مرے نہ تھے اور جو اسکا لحاظ نہین کرتے ہین بلکہ نوعیت کو اُس حالت کے دیکھتے ہین وہ کہتے ہین کہ مر گئے تھے اللہ نے زندہ کر دیا دونون باتین درست ہین اللہ کی قدرت ہے جو ایسی حالتون سے آدمی پھر زندہ ہو جاتا ہے جب یہ مرنے لگے تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے یا نظر کے معنے علم کے ہین کہ وہ خوب جانتے تھے۔

حضرت موسٰی نے جب دیکھا کہ یہ سب مر گئے تو بہت پریشان ہوئے انکو قوم سے اندیشہ ہوا کہ وہ شکایت کریگی بلکہ کہین شبہہ نہ کرے کہ حضرت موسٰی نے ان سب کو ہلاک تو نہین کر دیا یا اسوجہ سے پریشان ہوے کہ توبہ مین ایک جماعت کثیرہ قتل ہو چکی تھی باقی بچے ہوئے چیدہ اشخاص یہان مر گئے نبی امت پر والدین سے زائد شفیق ہوتا ہے حضرت موسٰی کو اس امر کا صدمہ ہوا تو عجیب بات نہین ہے بہت تضرع والحاح سے دعا کی انکی دعا سے وہ حالت ان سب کی دور ہو گئی ایک ایک کر کے زندہ ہونے لگے تاکہ اس حال کا علم ہو جاوے۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ طور سینا کے اطراف کا جنگل جسے تیہ کہتے ہین اسمین بنی اسرائیل کو لیکے پھرین چنانچہ بیابان بہت لق و دق تھا کہین کوئی سایہ نہ تھا ان لوگون نے حضرت موسٰی سے شکایت کی حضرت موسٰی نے دعا کی اللہ نے ایک سفید بادل بھیجدیا کہ جو آفتاب کی تپش سے سایہ کئے رہتا تھا

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ وَ

اور انھون نے ہم پر ظلم نہین کیا اور لیکن خود اپنے اوپر اُنھون نے ظلم کیا اور

اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

یاد کرو اُسوقت کو جب ہمنے کہا کہ داخل ہو اس قریہ مین پھر کھاؤ تم اوس قریہ سے جسقدر جی

شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ

چاہے اور دروازہ سے جھکے ہوے داخل ہو اور کہو کہ معاف کردے تو ہم تمھاری خطائین معاف کرینگے

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○

اور قریب ہے کہ اچھائی نیکی کرنے والون کو زیادہ دین گے

بقیہ صفحہ ۱۵۱

رات کو اندھیارا ہوتا تھا تو ایک روشنی کا ستون اُنکو دکھائی دیتا تھا جس سے وہ نور حاصل کرتے تھے خصوصًا اُن راتومین جبکہ مہتاب روشن نہین ہوتا ہے یہ روشنی بہت ہوتی تھی۔

وانزلنا علیکم المن والسلوٰی اور ہمنے نازل کیا تمپر من وسلوی بعض کہتے ہین من سے مراد وہ شئے ہے جو بلا محنت کے اللہ دے اس وجہ سے مروی ہے کہ کماۃ یعنی دہرتی کا پھول من مین سے ہے بعض کہتے ہین کوئی شئے مخصوص تھی مثل گوند کے برف کے طور پر رات بھر ٹپکا کرتی تھی اور صبح کو جم جاتی تھی بعض کہتے ہین کہ ترنجبین تھی بعض کہتے ہین کہ پتلی پتلی روٹیون کے طور پر جم جاتی تھی پھر اُس کو پکا لیتے تھے ہر آدمی کو ایک صاع جو برابر چار مد کے ہے ملجاتا تھا ہر روز یہ غذا ملتی تھی مگر شیرین تھی اسواسطے ان لوگون نے کہا کہ اسکی شیرینی سے بہت تکلیف ہوتی ہے کوئی نمکین شئے بھی ہونا چاہیئے تو خدا نے سلویٰ جانور بھیجا یہ بٹیر تھی صبح ہوتے انکے پاس آجاتی تھی آفتاب نکلتے نکلتے یہ لوگ پکڑ لیتے تھے ایک مدت تک اسی طرح رہے جمعہ کو دودن کا کھانا جمع کرلیتے تھے آخر ہوس بڑھگئی جمع کرنا شروع کیا آخر یہ غذا موقوف ہوگئی بظاہر اُنھون نے اللہ کی نعمت مین تصرف کرکے اُسپر زیادتی کی تھی اُس کو فرماتا ہے کہ وہ ہمارے اوپر کچھ ظلم نہین کرسکتے تھے انکے اس سرقہ سے ہمارے یہان کچھ کمی نہین ہوتی تھی بلکہ اس سرقہ کا وبال انھین کے اوپر پڑا کہ وہ غذا موقوف ہوگئی تو درحقیقت اُنھون نے اپنی ہی ذاتو نپر ظلم کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم معاملات مین بیت المقدس اور کنعان کو دیکھا ارشاد ہوا کہ تم تو اس سرزمین مین نہ جاسکوگے یہین وفات کروگے مگر تمھارے بعد بنی اسرائیل کو یہ ملک مین عطا کرونگا حضرت یوشع بن نون کے وقت مین بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ ارشاد پورا ہوگیا۔ مراد قریہ سے ملک شام ہے یا شہر بیت المقدس ہے کہ جسکو ایلیا کہتے ہین یا الملہ وراردن اور فلسطین ہے بعض اس قریہ سے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى
پس بدلدیا ان لوگون نے جو ظالم تھے ایسی بات جو بالکل دوسری تھی اُس بات سے جو اُن سے کہی گئی تھی اس وجہ سے ہمنے
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝
اُن ظلم کرنیوالون پر بلا نازل کی آسمان سے بوجہ انکے گروہ خدا کی نافرمانی کرنیوالے تھے

مراد اریحا کو لیتے ہین یہ ملک جبابرہ شام کی بقیہ نسل کے تحت مین تھا جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ یہ لوگ بھی عمالقہ سے تھے اُسوقت اُنکا سردار عوج بن عنق تھا بعض کہتے ہین عنق غلط ہے بلکہ عوق صحیح ہے۔ اس ملک کو قریہ اسواسطے کہا کہ وہان لوگونکا اجتماع ہوتا ہے اُس مقام کے سات دروازہ تھے ارشاد ہوا کہ ان دروازون مین جب داخل ہونا تو شکرگذاری کے ساتھ وہان جانا اِٹھلاتے ہوئے نہ جانا بلکہ متواضع داخل ہونا یا داخل ہو کے سجدہ شکرادا کرنا اس شکر کا ثمرہ بھی بتادیا گیا کہ تمھارے گناہونکو چھپا دیگا اور معاف کردیگا اور انعام زائد دیگا کیونکہ خدا فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کروگے میرے انعام کا تو مین تمکو انعام زائد دونگا اس سجدہ شکر کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ لفظ حطۃ کہتے جانا جسکے معنی یہ ہین حط عنا خطایانا گرادے ہماری خطاؤن کو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ مراد حطہ سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے کیونکہ وہ گناہونکو دور کردیتا ہے جب اللہ نے انکو جبابرین پر فتح دی اور وہ ملک مین داخل ہونے لگے تو بجائے سجدہ کے استہزا کے طور پر اس وجہ سے کہ دروازے نیچے ہوگئے تھے جھک کے گئے اور سجدہ کے بجائے مسخرہ پن کی حرکتین کرنے لگے اور بجائے حطۃ کے حنطہ فی شعیرۃ کہنا شروع کیا اس گناہ کے عوض اللہ نے اُنپر رجز بلا آسمان سے اُتاری بعض لوگ کہتے ہین طاعون تھا اُس طاعون سے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے یہ سزا اُنکو اس وجہ سے دی گئی کہ اُنھون نے بجائے شکر کے کفران نعمت کیا شکر نعمت کے ذکر کرنیکو کہتے ہین اور بعض کہتے ہین کہ طاعت کرنیکو منعم کے شکر کہتے ہین اور حقیقۃ الشکر یہ ہے کہ آدمی جان لے کہ اُس کے انعام اس قدر ہین کہ شکر سے عاجز ہے حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ بار خدایا انعامات عطا فرمائے اور اُن پر شکر کرنے کا حکم دیا شکر کرنا بھی تو تیری نعمت ہے ارشاد ہوا کہ اے موسےٰ یہ تو بڑے علم کی بات تم نے کہی میرے بندہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ سمجھ لے کہ جو نعمت ہے وہ میری طرف سے ہے حضرت داؤد فرماتے ہین کہ عجز شکر شکر ہے غرضکہ اُنھون نے بجائے شکر کے کفران نعمت کیا

حقیقۃ الشکر صلہ یہ بھی معجزہ ہے کہ تیہ کے بیابان مین جب موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے کہا کہ پانی کی ضرورت ہے ہمارے لئے پانی اپنے خدا سے مانگئے حضرت موسیٰ نے خدا کی درگاہ مین پانی کے لئے دُعا کی

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ
اور یاد کرو اُس وقت کو کہ جب موسٰی علیہ السلام نے قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہمنے کہا کہ اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مارو پس اُس پتھر سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ
بارہ چشمے یہ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پانی پینے کا پہچان لیا ہمنے کہا کہ کھاؤ اور پیو اللہ کی روزی سے اور

لَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ
نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے اور یاد کرو اُس وقت کو جبکہ تمنے کہا موسٰی سے کہ ہم ایک کھانے پر قناعت نہ کرینگے

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا
اسلیے ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے زمین کی روئیدگی میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں یا لہسن

وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ
اور مسور اور پیاز پیدا کرے فرمایا حضرت موسٰی نے کیا تم بدلنا چاہتے ہو چھوٹی چیز اچھی چیز سے

ارشاد ہوا کہ عصا سے اپنے پتھر کو مارو یہ عصا وہی تھا جسکا قصہ اوپر ذکر ہو چکا ہے فرعون کے سامنے
اژدھا ہو گیا تھا دریا اُسکے مارنے سے جدا جدا ہو گیا تھا اُسی عصا سے یہ بھی معجزہ دکھائی دیا یہ عصا
حضرت آدم کے وقت سے اکثر انبیاء کے پاس رہا حضرت شعیب سے حضرت موسٰی کو ملا تھا یہ اللہ کی نشانیوں
سے ہے چنانچہ اس سے پانی کا معجزہ بھی ظاہر ہوا پتھر مختلف اوصاف رکھتے ہیں چشمو نکا جاری ہونا پتھر سے
بڑی بات نہیں ہے البتہ یہ بڑی بات ہے کہ یہ پتھر بعض مفسرونکے نزدیک موسٰی علیہ السلام کے ساتھ
پھرا کرتا تھا اور پھر اُس سے پانی نکلتا تھا جب پانی نکلا تو ارشاد ہوا کھاؤ من وسلوٰی اور پانی پیو
اللہ کے روزی دینے سے کہ جو بلا مشقت تمکو ملتی ہے اسپر قناعت کرو اور فساد نہ مچاؤ۔

اس جگہ اُنکے کفران نعمت کا انتہائی فعل ذکر کیا جاتا ہو کہ اللہ نے تو انکو بے منت غیرے کھانے اور پینے کی روزی دی مگر
وہ اُسپر راضی نہیں رہے بلکہ اُنھوں نے چاہا کہ من وسلوی کے عوض مذکورہ اشیاء ملیں اس جگہ فوم کا لفظ آیا ہی جسکے معنی گیہوں کے ہیں اور
لہسن کے معنی بھی ہیں اور ایک قرأت میں ثوم بھی مروی ہی اُسکے معنی تو لہسن ہی کے ہیں ف ثا سے بعض کے نزدیک حرف فا بدلا ہوا ہی توریت میں لہسن مذکور ہی ظاہر ہو کہ خدا
کے یہاں کیا بری بات تھی حضرت موسی نے فرمایا کہ اس بیابان میں رہنے کی پھر تمکو ضرورت نہیں ہے
بلکہ یہ اشیا شہر و نمیں ملتے ہیں شہر نمیں تم بھی جاؤ مصر سے یہاں شہر مصر فرعون کا مقصود نہیں ہے
بلکہ بستی مراد ہے حضرت موسی چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل کنعان میں پھر واپس چلے جاویں اور عمالقہ سے

اِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ

اور تو کسی شہر مین پس تمھارے لئے وہی جو تم مانگتے ہو اور اُنپر لعنت اور ذلت چھا دی گئی

وَبَاءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ

اور غضب الٰہی کو اُنھون نے قبول کر لیا یہ اسوجہ سے ہوا کہ اُنھون نے کفر کیا اللہ کی نشانیون کا

اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ

اور قتل کیا اُنھون نے نبیون کو بغیر حق کے یہ اُنکے گناہ کرنے کے باعث ہوا اور اُنکی سرکشی کے سبب ہوا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوے اور نصاری اور صابئین جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت پر اور جسنے اچھا

الْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

کام کیا تو اُنکے لئے اُنکا بدلہ ہے اُنکے پروردگار کے نزدیک پھر نہ اُنپر خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہون گے۔

یعنی بابی پھر تو طرح طرح فسق و فجور اور ظلم و زیادتی مین مشغول ہوگئے یہانتک کہ کفر کیا اللہ کی مراد آیات سے اگر تورات کے احکام اور پیشین گوئی ہے تو کفر کے معنی ضد ایمان کے ہین کہ ذلت و خواری اُنکی اور غضب الٰہی اُنپر محض اسوجہ سے نازل ہوا کہ اُنھون نے احکام تورات کا انکار کیا اور اگر آیات سے وہی انعامات مراد ہین تو کفر سے کفران نعمت مقصود ہے ظاہراً احتمال اول ہی قوی ہے اور اسوجہ سے یہ اُنکی عاقبت بگڑی کہ اُنھون نے انبیاء کو قتل کیا جیسے حضرت زکریا حضرت یحیٰی حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے زعم مین تو پھانسی دیدی ہی تھی وہ تو اللہ نے انکو خود بچا لیا ورنہ سُولی پر چڑھا دئے گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ نکبت کا باعث محض کفران نعمت نہ تھا بلکہ معصومونکا قتل اسکا سبب تھا واللہ اعلم۔

یہ آیت اسوجہ سے یہان مندرج کی گئی ہے کہ قرآن کی عادت کے مطابق ہوجاوے جہان خوف دلایا جاتا ہے عذاب کا ذکر ہوتا ہے وہان شوق کی بات اور رحمت کا بیان بھی کیا جاتا ہے ترغیب کے ساتھ ترہیب اور ترہیب کے ساتھ ترغیب ہوتی ہے چونکہ انعام کے ذکر کرنیکے درمیان یہود کی ناشکر گزاری اور کفران نعمت اور عصیان اور قتل انبیاء کی سزا بھی ذکر کر دی گئی تو اُسکے بعد نیکون کی جزا کا بیان کرنا بھی مناسب ہوا وہ آیت مین ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی اس آیت سے مفاد ہو سکتا ہے کہ یہود کو غرہ تھا کہ وہ صلحاء انبیاء کی اولاد مین اُنکی اس غرہ کو دور کر دیا خصوصاً انعام کے ذکر کرنیکے بعد اُنکی تنبیہ ہوگئی ارشاد ہوا کہ چاہے ایماندار ہون یا یہود یا نصاریٰ یا صابئین جو کوئی اچھا کام کریگا ایمان لاویگا اُنکا

وہ ہی فلاح پائیگا ایمن کسی کے نسل مین ہونے کو دخل نہین ہے اگر اولاد انبیا ہون وہ ایمان نہ لائین اور عمل صالح نکرین
تو وہ فلاح کی امید نہ کرین اور جو اولاد اکابر کی نہون ایمان لائین اور عمل صالح کرین انکی فلاح یقینی ہے چاہے جس قوم کے ہون۔
الذین آمنوا جو لوگ ایمان لائے مراد ان لوگون سے یا تو وہی ہین جو من آمن باللہ کے زمرہ مین ہین یا اُن
کے علاوہ کوئی اور جماعت ہے اگر کوئی اور جماعت ہے تو مراد اُس سے وہ لوگ ہین جو زبانی ایمان لائے
مگر دل سے وہ من آمن باللہ کے گروہ مین داخل نہین ہین بلکہ سلک مین کفار کے منسلک ہین
تو اس صورت مین وہ منافقین ہین جنھون نے خوف سے قتل و ممانعت کے ایمان کا زبان سے اقرار
کیا ہے مگر دل مین کفر رکھتے ہین اور اگر الذین آمنوا سے وہی مراد ہین جو من آمن باللہ کے زمرہ مین داخل
ہین تو مراد اُن سے وہ لوگ ہین جو آنحضرت پر ایمان لائے خلوص دل سے اُنھون نے قبول دین اسلام کیا
ہے یا مراد اُن سے وہ ہین جو زمانہ فترت رسول مین اور جہالت مین ایمان لائے ہین جیسے ورقہ بن نوفل
اور عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ وغیرہ ہین کہ جو ایمان لائے مگر کسی نبی کی دعوت اُنکو نہین پہونچی انھین
کے حکم مین وہ بھی داخل ہین جنکو تبلیغ شریعت نہین ہوسکی ہے یا قبل بعثت کے نبوت ناسخہ پر ایمان رکھتے
ہین جیسے حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا جو ایمان لائے
حضرت موسیٰ پر قبل بعثت حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے یہ لوگ حکماً مومن ہین یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ
حضرت موسیٰ کی اُمت نے قبل بعثت حضرت عیسیٰ کے کفر کیا خصوصاً حضرت عزیر کو ابن اللہ کہا اسیطرح
حضرت عیسیٰ کی اُمت مین قبل آنحضرت کی بعثت ہی کے کفر کیا کہ اللہ کو ثالث ثلاثہ کہا اور حضرت عیسیٰ
کو ابن اللہ کہا تو یہ لوگ اول ہی سے کافر ہوگئے وہ ایماندار کیونکر ہوسکتے ہین جو لوگ یہان ایسے لوگونکو
الذین آمنوا مین داخل سمجھتے ہین وہ کہتے ہین کہ شریعت موسوی و عیسوی مین شرکت فی الذات کی ممانعت
تھی اور شرک فی الصفات یا فی العبادات کی ممانعت نہین معلوم ہوتی ہے تو درحقیقت اسی امر کے
مکلف تھے کہ اللہ کی ذات کے ایسے معبود کو نہ مانین اور چند ذا تونکو اللہ نہ کہین مگر صفات و افعال مین
شرکت ممنوع نہ تھی اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ کہتے تھے کہ میرا باپ اور تمھارا باپ اور اخوۂ یوسف نے
سجدہ یوسف علیہ السلام وغیرہ کا کیا برخلاف اُمت محمدی کے کہ وہ مکلف ہین تمام اقسام شرک کو ترک
کرینگے تو جس وقت تک اُنکی تکلیف نہین دیگئی اُسوقت تک اُنکے ایمان مین یہ اُمور مخل بھی نہین تھے اگرچہ
فی نفسہ اُنپر کفر کا اطلاق ہو جس طرح اُنکا مشرک ہونا اگرچہ یقینی ہے مگر اُنکے احکام دوسرے ہین اور مشرکون
کے احکام دوسرے ہین اسواسطے کہ اُنکا کفر و شرک بتاویل ہے اور انکار کلام اللہ سے نہین ہے تو بات
مین حضرت موسیٰ نے اپنی شریعت کا دائمی اور سرمدی ہونا اور اُسکی تصدیق کا ضروری ہونا ذکر کیا اگرچہ

آنے والے نبی کے خصوصاً حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی یہود نے اوپر کے مضمون کو اُسقدر عام سمجھا اور ایسی ہی نصاری نے کہ بعد حضرت موسیٰ کے کسی نبوت کا ہونا خلاف تحریرات سمجھکے انکار کیا گو یہ تاویل غیر مسموع تھی مگر تورات کے نہ ماننے والے سے تو انمین زیادتی تھی ایسی ہی اہل انجیل کی بھی حالت ہے اسی ادنیٰ فرق کے باعث یہ کتابی شرک احکام مین دوسرے مشرکون پر ایک مزیت رکھتی ہین انکے ذبائح اگر بطریق ذکوٰۃ ہون جائز انکی عورتون سے عقد روا ہے برخلاف دیگر مشرکین کے یہ فرق محض شریعت کے فرق کردینے کے باعث ہے کہ شرک وکفر کتابی کا مرتبہ کم ہو برخلاف غیر کتابی کے اگرچہ وبال زائد ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مراد الذین امنوا سے وہ ہین جو شریعت معتبرہ پر ایمان رکھتے تھے اسکی تائید اس آیت کا شان نزول بھی کرتا ہے حضرت سلمان فارسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ جو راہب اور معلم ایسے گذرے ہین جنکو آپ سے ملنے کی نوبت نہین آئی مگر وہ ایمان لائے اور آپکا نشان اُنھون نے دیا یہانتک کہ بعض نے تفصیلی حالات بیان کردئے اُنکی تعلیم کی وجہ سے حضرت سلمان ایمان لائے تو اُنکی کیا حالت ہے اور اُنکا حشر کیسا ہوگا اُس وقت تک آنحضرت نے اسکے متعلق اللہ کی طرف سے کوئی امر انکے بارہ مین نہین حاصل کیا تھا اُنکی نجات کا حکم نہین دیا جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت سلمان کو انکی نجات کا علم ہوا اور وہ بہت خوش ہوئے اس سے اگرچہ تخصیص ان لوگون کی نہین ثابت ہوتی ہے مگر بیان اور تفصیل مراد تو ہوتی ہے اس شان نزول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہی مراد ہین جو شریعت معتبرہ پر ایمان رکھتے تھے۔

والذین ھادوا اور جو لوگ یہود ہوے ہاد اور تہود کے ایک ہی معنی یہودی ہونیکے ہین یہود یا تو عربی ہے اور ہاد سے ماخوذ ہے جسکے معنے تاب کے ہین بنی اسرائیل کو جب سے کہ اُنھون نے توبہ کی تھی یہود کہنے لگے تھے یا یہ غیر عربی ہے تو یہوذا سے ماخوذ ہے ذال دال سے بدل گیا یہوذا نام ہے حضرت یعقوب کی اکبر اولاد کا انھین کی طرف سے کل بنی یعقوب اسرائیلی منسوب ہوگئے مراد اس سے وہ لوگ ہین جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لائے۔

والنصاریٰ یہ جمع نصران کی ہے جیسے ندمان کی جمع ندامی آتی ہے نصرانی مین یا کا اضافہ کیا گیا ہو محض تاکید کیلئے یا جمع سے واحد کے درمیان فرق کرنے کے لئے جیسے روم کا واحد رومی ہے اگرچہ آدم کی جمع اوادم بھی آتی ہے اسیطرح نصران کا واحد نصرانی ہے اگرچہ نصران کی جمع نصاریٰ آتی ہے۔

نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ کی نبوت بلکہ الوہیت پر ایمان لائے ہین ان کو نصرانی اسوجہ سے کہتے ہین کہ انھون نے حضرت عیسیٰ کی نُصرت اور مدد کی یا اسوجہ سے کہ ناصری کی طرف منسوب ہین تورات مین

بھی حضرت عیسیٰ کو ناصری کہا ہے جس سے یہود منکر ہین حضرت عیسیٰ کو ناصری اسواسطے کہتے ہین کہ حضرت مریم انکو بعد ولادت کے بیت اللحم سے جہان وہ پیدا ہوے تھے لیکر ملک مصر چلی گیئن جب بارہ برس کے حضرت عیسیٰ ہوئے تو حضرت مریم لیکے شام واپس ہوئین اور مقام ناصرہ مین قیام کیا وہین حضرت عیسیٰ کا نشو و نما ہوا اسیوجہسے وہ ناصری ہوگئے۔

(۱) صابئین جمع صابی کی ہے صباء سے ماخوذ ہے جسکے معنے خرج یا مال کے ہین کہ دین سے نکل گیا اور حق سے روگردانی کرکے باطل کی طرف مائل ہوا ہر خارج ہونیوالے کو دین سے صابی کہتے ہین اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب کو کفار اسی لفظ سے پکارتے تھے اور ایک گروہ نے صبأنا صبأنا کہا اور وہ قتل کردیے گئے تو آپ نے اُس فعل پر اظہار ناراضگی کیا اسوجہ سے کہ وہ اپنی اصطلاح مین ایمان لانیکی جگہ پر بول رہے تھے مراد اس سے ایک جماعت ہے جو کسی دین سے خارج ہوگئی تھی اُنکی کیفیت مین اختلاف ہے صابی روم مین بھی تھے جنکے علامات کچھ یونان مین بھی پائے جاتے ہین اور ہندوستان مین بھی تھے اُن لوگون کو صابی کہا جاتا ہے جو روحانیت کے درپے ہین اور روحانیت کو وسیلہ اور واسطہ سمجھتے ہین اور کواکب کو خواہ سیارات ہون جیسے صابی روم یا ثوابت کو جیسے ہند کے صابی مانتے ہین اور اُنکی ہیکل بنارکھی ہے بعض نے اُسکی صورتین بنائین اور اُنکی پرستش کرنے لگے بعض کہتے ہین کہ یہ بت پرست نہین ہین بلکہ نجوم کے تاثیرات کے قائل ہین اُن کی اُسی طرح تعظیم کرتے ہین جیسے مسلمان کعبہ کی تعظیم کرتے ہین بعض کے نزدیک یہ بعض انبیاء جیسے حضرت یحییٰ کو مانتے ہین بعض اُن کو زبور کا مقرا اور خدا کا مقر سمجھتے ہین بعض انکو موحد کہتے ہین اور صرف نجوم کی تاثیرات کا معتقد بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ کعبہ کیطرف سجدہ کرتے ہین یا جنوب و شمال کی سمت سجدہ کرتے ہین انکا دین بعض کے نزدیک کسی وقت مین بہتر تھا اسی وجہ سے امام ابی حنیفہ انکو اہل کتاب کے حکم مین لیتے ہین انکے ذبیحہ کو حلال اور انکی عورتونکے ساتھ نکاح حلال سمجھتے ہین انکے حال سے تعجب نہین کہ حضرت امام ابوحنیفہ دیگر ائمہ سے زائد واقف ہون اسواسطے کہ تفحص حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے بقایا ہندوستان مین ہے اور ہندوستان اسوقت تک ملک بابل تک پھیلا ہوا تھا جہان واقعہ حضرت ابراہیم کا بھی بعض کے نزدیک ہوا ہے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کا واقعہ بھی ہنود ہی کی قوم سے تعلق رکھتا ہے یہانتک کہ ہولی و دیوالی اور ٹیسوا و جھنجھیا انھین واقعات کی یادگار ہین اگرچہ اُس یادگار کو کرنے والے جانتے نہین کہ کس شئے کی یادگاری ہے تاہم حضرت امام ابوحنیفہ کو بوجہ عراق مین رہنے کے اور اصل مین زط کے قبیلہ سے ہونیکے اُنکے حالات کا علم ہونا بعید نہین ہے قبیلہ زط یا تو افریقہ مین تھا یا انکی اصل ہند کی ہے اور معرب جاٹ سے ہے کہتے ہین کہ حضرت

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ

اور یاد کرو اُسوقت کو جب ہمنے تم سے عہد واثق لیا اور اُٹھایا تمھارے اوپر طور کو اور کہا لو اُسکو

اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا مَافِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ٥

جو ہمنے تمکو دیا کوشش کے اور مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو کچھ اُسمین ہے تاکہ پرہیزگار رہو جاؤ

بقیہ صفحہ ۱۵۸ امام ابوحنیفہ اسی جاٹ کی قوم سے ہندی الاصل تھے ہندؤن کے حالات کے تفحص سے اسکا پتہ خوب چل سکتاہے اور معلوم ہو سکتا ہے صابی ہندوستان کے کون ہین پھر بآسانی اُن کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر امین سے جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اللہ اسم جامع جمیع صفات کا ہے خواہ وہ صفات ذاتی ہون یا اسمائے افعال ہون یا جیسے ہون تو جو اللہ پر ایمان لائیگا وہ اُن سب صفات پر ایمان لائیگا یہ ممکن نہین ہے کہ کسی صفت پر وہ ایمان نہ لائے اور اسپر اللہ پر ایمان لانا صادق ہو جاوے اسیوجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایمان باللہ مین ایمان اسکے رسولونکا اُسکے کتب کا اُسکے ملائکہ کا سب داخل ہے مگر اس پر ایمان لانے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ یوم آخرت پر ایمان لائے اسوجہ سے مخصوص یوم آخرت کا ذکر کیا گیا۔ آخرت سے اگر مراد صرف وہی جسپر آخر دن کا اطلاق ہو تو ہر شخص اسپر ایمان لائے ہوے ہے ادنی یہ کہ ہر شخص جسدن مرگیا وہ اُسکے لیے آخر دن ہو گا لہذا مراد یہان لازمی طور پر آخری دن سے قیامت ہے جبکا یوم آخرت بمنزلہ علم کے ہے اور قیامت پر ایمان لانیکا مطلب یہ ہے کہ اُسدن جو حساب و جزاء و عقاب ہونیوالا ہے اُس پر ایمان لائے تو یوم آخرت مین کل احوال قیامت اور اُسکے بعد کے احوال داخل ہین وعمل صالح ہر نیک کام جو خدا کی رضامندی کا باعث ہو تو جو ایمان لایا اور نیک کام کئے تو اُس کو لاخوف علیہم نہ تو عقاب کا خوف ہو گا جبکہ ایمان نہ لانے والے اور عمل صالح نہ کرنے والے خوف عقاب مین گرفتار ہونگے۔

ولاھم یحزنون نہ وہ رنجیدہ ہونگے کیونکہ اُنھون نے قصور نہین کیا ہے حالانکہ اُسدن قصور کے باعث بدکردار رنج مین ہونگے کہ ناحق ہمنے اپنی زندگی برباد کی تضیع عمر پر جسقدر رنج یہ کرین وہ تھوڑا ہو۔

یہ بھی انعامات سے ہے کہ اللہ جل شانہ نے اُنکی تنبیہ کردی اور اُنکو گمراہی و ضلالت مین پڑے رہنے سے بچایا لہذا اُسکا عطف بھی موافق سابق کے بطلائے ماسبق پر ہو یہ واقعہ اُسوقت پیش آیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توراۃ لاکے دی اُنھون نے توراۃ مین احکام شاقہ اور تکالیف کو دیکھا تو اُسپر عمل کرنے سے پس و پیش کرنے لگے اُسوقت طور اُٹھا کے اُنکے سرون کے مقابل کیا گیا یہ فعل بظاہر اُنکی تنبیہ کے لئے تھا اور اُس تنبیہ سے فائدہ ہوا کہ اُنھون نے عمل کرنیکا عہد کرلیا یہان دو امر قابل غور ہین اول یہ کہ اس طور پر

بقیہ صفحہ ۱۵۹ اسکی کو مجبور کرنا اکراہ مین داخل ہے اور قرآن شریف مین فرماتا ہے کہ لااکراہ فی الدین دین کی بات
مین اکراہ نہین ہے اسکے حل کرنیکی غرض سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اکراہ نہین ہے یا معلم کی سزا کے موافق
ہے یا حدود و قصاص اور قوانین ملکی کے سزا و جزا کے طور پر ہے اگر وہ نہ ہو تو امن و امان باقی نہ رہے
اکراہ ایمان لانے پر نہین کیا جاتا ہے مگر ایمان لانے کے بعد احکام شریعت پر عمل کرنے کے لئے اکراہ ممنوع
نہین ہے کسی کے خلاف دیانت اور خلاف طبع کوئی شئے لازم نہین کیجاتی ہے مگر جس شئے کو اس شخص نے
خود اپنے اوپر لازم کرلیا ہے اسکی بجاآوری اُسکے لئے لازم ہے مثلاً کوئی مشرک ایمان کو قبول نہین کرتا ہے
اُسکو مجبور نہین کیا جاویگا مگر ایمان لایا تو اُسنے بجاآوری احکام کو منظور کرلیا اب اگر وہ اُسکے خلاف کریگا
تو اُسکو مجبور کیا جاویگا کہ ایسا نہ کرے یہان ایسا ہی ہوا ہے اسواسطے یہ اکراہ ممنوع نہین ہے اور اگر اکراہ
ممنوع فرض کیا جاوے اور لااکراہ مین داخل کیا جاوے تو کہا جاتا ہے یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے جب کہ جہاد
مشروع ہوا ہے جہاد مین گو نہ اکراہ ہے اگرچہ برقول شافعیہ اکراہ ظاہر تر ہے کیونکہ اُنکے نزدیک جہاد
مقابل کفر کے مشروع کیا گیا ہے اور برقول احناف اکراہ ایمان پر نہین ہے کیونکہ جہاد مقابل کفر کے نہین
ہے بلکہ لڑائی کے مقابل لڑائی ہے اسی وجہ سے ہمارے نزدیک جیسا کہ حدیث شریف مین ہے کہ عورت
بچہ بوڑھا قتل نہین کیا جاویگا اور حضرت ابوبکر صدیق کے ارشاد کے موافق تارک الدنیا فقراء سے بھی
قتال نہ ہوگا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاد مقابل لڑائی و حرب کے مشروع ہے اور حکم یہ ہے کہ یا ایمان
لائین یا جزیہ دین جسکے مقابل اہل اسلام کو بہت سے خدمات انجام دینا پڑتے ہین اگر یہ دونون باتین
نہ کرین تو مقاتلہ کیا جاویگا ظاہر ہے کہ وہ دار اسلام مین جزیہ دیکے با امن و امان رہ سکتے ہین اسی طرح
یہان بھی مدت تک پہاڑ بلندی مین رہا اور کچھ ضرر نہین ہوا انکو خوف کے باوجود اکراہ کی نوبت نہین آئی
باوجود اسکے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکراہ اگر ممنوع ہے تو ہماری شریعت مصطفویہ مین ممنوع ہے کوئی ضروری
نہین ہے کہ اکراہ شریعت موسویہ مین ممنوع ہو کیونکہ اس شریعت مین بہت سے تشددات ہین لیکن میرا
طریق ذوقی جیسا کہ آگے آتا ہے اسکو حقیقۃً اکراہ ماننے کے خلاف ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ ہوا
کہ پہاڑ اُٹھا کے بنی اسرائیل پر بلند کیا گیا یا نہین اسمین جمہور کے خلاف ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ
اس طور سے نہین ہوا ہے بلکہ پہاڑ بلند تھا اُسکے نیچے بنی اسرائیل قیام پذیر تھے جس طرح کہتے ہین کہ دیوار
بلند ہے تمھارے سرون پر ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ زمین سے جدا ہو کے فضا کے ہوا مین دیوار
سرون پر سایہ افگن ہو اسی طرح کوہ طور اُنکے سامنے بلند تھا اُنکے سرون کے اوپر تھا وہ آتش فشان پہاڑ
تھا اتفاقاً بنی اسرائیل کے وعدہ خلافی کے وقت اُسکے شعلے بلند ہو رہے تھے اُنھون نے اُس سے عبرت

پکڑی اور خوف کھا کے عہد کر لیا یہ قول محض اس وجہ سے ہے کہ اس قائل کے نزدیک عادت کے
خلاف ہے اور یہ ہو نہین سکتا ہے جمہور کہتے ہین کہ واقعہ یہی ہے جو کہا جاتا ہے کہ پہاڑ خواہ طور یا
کوئی دوسرا پہاڑ لا کے اُنکے سر و پر بلند کیا گیا اتنا بڑا پہاڑ تھا جسکے نیچے پورا گروہ بنی اسرائیل کا آگیا
وہ کہتے ہین کہ بنی اسرائیل کے نزدیک یہ واقعہ اسی طور پر ہوا ہے صحابہ اور عامہ اہل اسلام بھی روایت
کرتے ہین الفاظ اسکے موافق ہین یہانتک کہ مخاطب اُس سے وہی سمجھے اگر مقصود الٰہی یہ نہ تھا تو
مشتبہ الفاظ مین ذکر کرنے سے کیا فائدہ ہوا قرآن کے مخاطب صحابہ اولاً و بالذات تھے اُن کے زمانہ کے
زبان مین نازل ہوا وہ جو سمجھے وہی مقصود قرآن کے الفاظ سے ہے یہ کوئی حکم نہین ہے بلکہ واقعہ ہے
اس مین احکام کے طور پر توسع بھی فائدہ بخش نہین ہے انکار اس سے محض اسوجہ سے کیا جاتا ہے کہ
خلاف عادت ہے اور وہ نہین ہو سکتا ہے لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ جب مقصد قرآن سے مخاطب بھی
یہی سمجھے تو اُسکے خلاف درحقیقت قرآن کے معنے نہین ہین اُسکے معنی وہی ہوئے جو اصل مخاطب سمجھے ہین
اُنکے معانی کو نہ ماننا درحقیقت قرآن نہین ماننا ہے اس مذکورہ بالا تاویل کو نہ ماننے کے مرادف کہا جاتا
ہے بجائے اسکے کہ یہ تاویل کی جاوے یہی لکھدیا جاوے کہ قرآن کو یہ شخص معاذاللہ نہین مانتا ہے یہ
طرز تاویل مناسب نہین ہے کہ جو بات سمجھ مین نہ آئے اُسکی تاویل کر کے اُسکے مطالب سے انکار کر دیا جاوے
جیسے یہان کیا گیا ہے اور غلام کے مسئلہ مین اور تعداد ازدواج کے مسئلہ مین کہ بجائے اسکے کہ عقلی منافع
ان اُمور کے غور کیے جاتے جواز سے ان مسائل کے انکار کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ واقف کار سمجھے
کہ قرآن کے پیرو خود بھی قرآن پر کامل ایمان نہین رکھتے ہین کیونکہ واقعہ کے اور مقصود کے خلاف تاویل
کرتے ہین اور جب زمانہ نے خود احکام قرآنیہ کو مطابق عقل کے ثابت کر دیا تو تاویلات کرنیوالونکو اپنی
تاویل کی تاویل کرنا پڑی جیسے تعدد ازدواج کا مسئلہ ہے کہ جنگ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام ایک
زندہ مذہب ہے اور اس لئے ہے کہ اسپر ہمیشہ عمل کیا جاوے کیونکہ اسکے احکام عمل کے لئے ہین سمجھ مین
نہین آتا کہ کوئی واقف کار عیسائی کیونکر باور کر سکتا ہے کہ تعدد ازدواج شرط محال کے اوپر محول کرنیکی
وجہ سے ناجائز قرار پایا حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بیویان تھین اور صحابہ کے چار چار
بیویان تھین بہرحال اس تاویل کی ضرورت نہین ہے اب یہ کہ اس قسم کا واقعہ ممکن ہے ورنہ ممکن ہوتا
اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سبب اس واقعہ کا موجود نہین ہے جن اُمور کے اسباب موجود ہین اسی قسم کے
اُمور ہین یورپ سے بیٹھکے امریکہ مین سنگہ بنیاد کھا جاتا ہے اگر سبب نہ ہو تو کسی طرح ممکن نہ ہو اسی طرح
نفس قدسی رسول کا ایسے اُمور کا سبب ہے جب وہ ہو تو ممکن ہے جب وہ نہ ہو تو ممکن نہین ہے انسان مختلف

قوتونکا ہوتا ہی جسطرح وہ جماد و نبات و حیوان کے حقائق رکھتا ہو اور حواس ظاہری رکھتا ہی اسیطرح وہ روحانی ملکوتی الٰہی حقائق بھی
رکھتا ہے اور حواس باطنی بھی اُسکو ہین بلکہ کان سے آنکھ کا یا آنکھ سے کان کا کام نہین لیا جا سکتا ہے مگر
حس مشترک مین سب حاسون کے ادراک کی قوت ہے پھر قوا دماغیہ ہین کہ وہ معانی جزئیہ حاصل کرتے
ہین پھر عقل ہے کہ کلیات کا ادراک کرتی ہے پھر روح ہی کہ آثار ظاہر ہین اور وہ پوشیدہ ہے انسان جسطرح
تنزل کر کے چاہے تو تمام عناصر کے کوائف حاصل کر لیتا ہے اسی طرح ترقی کر کے مدبرات عالم مین بھی شامل
ہو سکتا ہے مگر یہ کیفیت نبی مین وہبی ہے اور قوی ہے جو اس سے سرزد ہوتا ہے وہ دوسرے سے نہین
ہو سکتا ہے عناصر اربعہ کے ہیولی پر اسکو تصرف حاصل ہوتا ہے اسکو وہ حکما بھی تسلیم کرتے ہین جو خدا و نبی کے
قائل ہین اس قسم کے واقعات اُنکے نزدیک نفس نبی کرتا ہے اور ہمارے نزدیک یہ فعل نبی کا نہین ہوتا ہے
بلکہ خدا کا ہوتا ہے نبی کے تصرف سے یہ باہر ہے اور خدا کے فعل کیلئے یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ یہ کیون ہوا
بہرحال اس قسم کے واقعات کا سبب نبی کی ذات ہے خواہ وہ خود تصرف کرے یا خدا کی عادت یہ ہو کہ جب
تحدی کے ساتھ مدعی برسالت کچھ معجزہ دکھانا چاہے تو وہ بہ تخلیق خدا ہو جاتا ہے اس مسئلہ مین معتزلہ بھی
ہمارے موافق ہین باوجودیکہ وہ افعال عباد کو اُنکی خلق سے سمجھتے ہین مگر معجزہ کو وہ بھی خدا ہی کا فعل سمجھتے ہین
جو لوگ انسان کی قوتونسے واقف ہین وہ ان عجائبات کو بڑی بات نہین سمجھتے ہین نبی کے مرتبہ تک کوئی
پہونچ نہین سکتا ہے مگر جو قواے باطنیہ کو تقویت دے اُسکو قوت عجائبات کے ظاہر کرنے پر ہو جاتی ہے جسطرح
ارادہ حیوان کے خواص سے ہے مگر ارادہ و ارادہ تفاوت رکھتا ہے کوئی حیوان کچھ ارادہ کر سکتا ہے کوئی کچھ
اسی طرح خوارق عادات ہین خواہ شعبدہ ہون یا سحر کرامت ہون یا معجزہ یہ سب قواے باطنیہ اور عقل
و روح سے تعلق رکھتے ہین مگر معجزہ معجزہ ہے کرامت کرامت سحر ویسا ہی شعبدہ ویسا ہی ہے بعض عقلاء اگر
فرق نہین سمجھتے تو یہ اُنکا قصور ہوتا ہے شیخ بو علی سینا ایک ولی کی کرامت دیکھ کے کہ اُنکی کنگی خود اُن کے
کہنے سے زمین سے بلند ہو گئی کہنے لگے کہ اُنکو مسمریزم مین بہت مہارت ہے لوگ ذی روح پر اثر کرتے ہین
یہ غیر ذی روح پر بھی تاثیر کر سکتے ہین حالانکہ فرق خود ظاہر کر دیا ہمنے تو بہت بڑے بڑے جہاز کو وہان ڈوبتے
دیکھا ہے جہان کشتی اور بیڑا تیر جاتا ہے اور دیکھا گیا کہ بڑے بڑے جہاز ہوا اُڑا لیجاتی ہے ریت کے پہاڑ
ایک جگہ سے دوسری جگہ اُڑا لیجاتی ہے ہین اس آیت کے ظاہر پر ایمان رکھتا ہون لیکن جو ذوقی امر مجھے پسند
ہے وہ ان سب باتون کے علاوہ ہے وہ یہ ہے کہ رفع طور اُنکو ڈرانے کے لئے نہ تھا بلکہ اُنکی روحانی طاقت
بڑھانے کے لئے تھا جب خدا کی قدرت اور تجلی ظاہر ہوتی ہے تو خدا سے گرویدگی اور میلان زائد ہوتا ہی
اور میلان کے بعد اُسکے حکم کی تعمیل آسان ہو جاتی ہے اب یہ امر کہ کون پہاڑ تھا کیونکہ طور عبرانی مین پہاڑ کو

ثُمَّ تَوَلَّيۡتُم مِّنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَۖ فَلَوۡلَا فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ لَكُنتُم مِّنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ۝

پھر تمنے روگردانی کی بعد اس عہد کے کرنیکے پس اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تمپر اور اُسکی رحمت تو یقیناً نقصان اُٹھانیوالوں سے ہو جاتے

بقیہ صفحہ ۱۶۲ کہتے ہین یا مخصوص پہاڑ تھا کوئی بھی ہو لیکن اُسکے عوارض اُس پہاڑ کے خلاف تھے جو دنیاوی جبال مین مشاہدہ ہوتے ہین اسواسطے یہ صاف امر ہے کہ حقیقت جبلی خواہ وہ طور کی ہو یا مطلقاً کسی پہاڑ کی ہو عالم روحانی یا مثال کے اعراض سے متکیف ہو کے اُن پر ظاہر ہوئے تاکہ اُن کے دلون مین ایمان قوی ہوا ور ہوسکتا ہے کہ وہ جبل عوارض خارجیہ کے مشابہ عوارض کے ساتھ چونکہ دکھائی دیا تھا اسواسطے بنی اسرائیل بھی خارجی پہاڑ سمجھکے خوف زدہ ہو گئے ہون اس صورت مین یہ اکراہ نہین خذوا یعنی لو اس کو اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ برضا ورغبت واختیار قبول کرنیکا حکم ہے۔
ما آتینکم سے تورات مراد ہے کہ وہی اُن کو بذریعہ حضرت موسیٰ کے اللہ جلشانہ نے عطا کی تھی۔ بقوۃ ساتھ قوت کے اس سے مقصد یہ ہے کہ کمال جد وجہد سے تورات پر عمل پیرا ہو۔
واذکروا اُس کو ذکر کر دیا تو مراد اس سے یہ ہے کہ برابر درس مین رکھو تا یاد رہے بھول نہ جاؤ یا دل مین محفوظ رکھو کیونکہ وہ ذکر قلبی ہے یا ذکر بمعنی علم کے ہے جان لو جو کچھ دیا گیا ہے۔
عہ بنی اسرائیل نے تورات پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا تھا مگر عمل نہین کیا نافرمانی کی تھی روگردانی کی تھی۔
تولیتم اگرچہ حقیقۃً منھ پھیر کے لوٹ جانے پر بولا جاتا ہے اور خلاف کرنے پر مجازاً بولا جاتا ہے فضل اللہ سے مراد یا تو توبہ کی توفیق ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے توبہ کی اُنکو توفیق دی اس صورت مین خطاب یہان بمثل سابق کے اگلے بنی اسرائیل کے فعل سے آنحضرت کے زمانہ کے بنی اسرائیل کو ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ یہ محاورہ عرب کا ہے یا مراد اس سے توبہ کی توفیق نہین ہے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے تو اس صورت مین خطاب اُن بنی اسرائیل سے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے کیونکہ بعثت کا فضل انھین کیلئے ہے۔
لکنتم من الخسرین سے مراد احتمال اول پر یہ ہے کہ تمکو اگر توفیق توبہ نہ ہوتی تو تم گمراہی مین رہتے اور احتمال ثانی پر یہ ہے کہ اگر آنحضرت نہ تشریف لاتے تو تم زمانہ جاہلیت سے نہ نکلتے یہ مراد دوسری جگہ فضل اللہ سے بھی لی گئی ہے اسواسطے اس جگہ سے بھی زیادہ مناسب ہے یہ فضل محض اُن بنی اسرائیل پر نہین ہے جو ایمان لائے بلکہ اُن پر بھی ہے جو ایمان نہین لائے اسواسطے کہ اللہ کی طرف سے تو فضل ہوا اور ہادی تشریف لائے لیکن اُنکے ظرف مین اُسکے قبول کی صلاحیت نہین تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝

اور یقیناً تم جانتے ہو اُن لوگون کو جنھون نے ہفتہ کے دن زیادتی کی سو ہمنے کہا اُنسے کہ تم بندر ہو جاؤ حقیر ٹھکارے ہوے اور

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

پھر ہمنے اُنکے واقعہ کو دہشت کی بات کر دیا اُن لوگون کے لیے جو سامنے اُسکے ہین اور پیچھے اسکے ہین اور نصیحت کر دیا ڈرنیوالونکے لیے۔

اس آیت کا عطف واذ اخذنا پر ہے اور لام جواب قسم پر واقع ہوتا ہے قسم یہان پر مقدر ہے عَلِمْتُمْ مین علم کے معنی عرفان کے ہین اسی وجہ سے متعدی ایک مفعول کی جانب ہو ورنہ علم افعال قلوب سے ہے اور وہ متعدی دو مفعول کی جانب ہوتا ہے اس لفظ سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب اُن لوگون سے آگاہ تھے جنھون نے یہ حرکت کی تھی بعض لوگون نے الذین کے قبل اعتداء کے لفظ کو محذوف سمجھا ہے جو مضاف ہے یعنی جانتے ہو تم اُس زیادتی کو جو اُن لوگون نے کیا بعض نے احکام کو محفوظ کیا ہے یعنی جانتے ہو تم احکام کو اُن لوگونکے جنھون نے زیادتی کی منکم محل حال مین ہے۔ السبت ہفتہ کو کہتے ہین یا تو جو سبت بمعنی قطع کے ہے اُس سے ماخوذ ہے کیونکہ اُس دن تمام مخلوق کے پیدا کرنیکے بعد پیدا کرنا قطع ہو گیا تھا یا سبوت سے ہو جسکے معنی راحت کے ہین اس جگہ السبت سے یا تو مراد ہفتہ کا دن ہے تو اس صورت مین مضاف محذوف ہے فی السبت گویا فی حکم یوم السبت ہے کیونکہ اعتداء و تجاوز احکام مین واقع ہوا تھا نہ کہ یوم سبت مین یا سبت مصدر ہے سبتت الیہود سے یہ کہا جاتا ہے بمعنے اسکے کہ یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم و تکریم کرتے ہین تو اعتداء خاص اس امر مین واقع ہوا ہے اسواسطے حذف مضاف کی ضرورت نہین ہے۔

واقعہ اسکا اس طرح مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوم جمعہ کو عبادت کیلئے مخصوص کیا مگر یہود نے اُس دن کو پسند نہین کیا ہفتہ کے دن کو بجائے جمعہ کے اختیار کیا حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا کہ آپ کچھ خبر نہ ہو جیسے اُن کو ہفتہ ہی کے دن عبادت کرنے دیجیے مگر اس فعل مین اُن کا امتحان لیا گیا ارشاد ہوا اُسدن کوئی کام نہ کیا کرین اُسکے ساتھ ہی مچھلی کا شکار خاص کرکے حرام کیا گیا جب حضرت داؤد کا زمانہ آیا اور یہ لوگ ایلہ کے مقام پر جو ساحل سمندر پہ ہے سکونت کیے تھے اُنھون نے اِس حکم سے تجاوز کیا اس کا سبب یہ ہوا کہ ہفتہ کو مچھلیان برابر دکھائی دیتی تھین جب وہ دن چلا جاتا تھا غائب ہو جاتی تھین اور پھر پانی کے نہین آتی تھین انھون نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا دئے ہفتہ کو اُسمین مچھلیان آجاتی تھین پانی اُنکا کم کر دیا جاتا تھا پھر وہ نکل نہین سکتی تھین اتوار کو شکار کرتے تھے رفتہ رفتہ یہ بھی ترک کر دیا اور بالا علان ہفتہ کو شکار کرنے لگے اُسوقت اُنپر عتاب ہوا اس سے حیلہ کرنیکا حکم معلوم ہوتا ہے امام مالک

کسی حکم غیر مشروع کے لئے حیلہ کو روا نہین رکھتے ہین اور دیگر ائمہ جبتک اُس سے کسی حق کا ابطال نہ ہو حیلہ کو روا رکھتے ہین جیسے سود مین مگر مؤید بالا احادیث اِس مین قول دیگر ائمہ کا ہے امام مالک کا نہین ہے اسواسطے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عمدہ کھجور کے عوض عمدہ کھجور لو مگر اس طرح کہ پہلی کھجور کو روپیہ کے عوض فروخت کرو پھر روپیہ سے کھجور عمدہ لیلو بہرحال حیلہ کے مسئلہ مین اختلاف ہے کتب فقہ مین اسکی تصریح موجود ہی۔

فائدہ۔ اس جگہ سبت سے یوم سبت مراد لینے کی وجہ ظاہر ہے اور سبت سے مراد مصدر لینا اسوجہ سے ہے کہ ایام اسبوع کے یہ نام بعد حضرت عیسیٰ کے مقرر ہوئے ہین یوم سبت یہود کے وقت مین نام ہفتہ کا نہین تھا مگر یہ لفظ مستعمل تھا۔

فقلنا لھم ہمنے اُن سے کہا اُن لوگون مین دو جماعتین تھین ایک تو روکتے تھے اور خود بھی شکار نہین کرتے تھے اور دوسری جماعت شکار کرتی تھی اللہ جلشانہ نے اُن لوگون کو جو شکار کرتے تھے مسخ کر دیا اور وہ لوگ جو شکار نہین کھیلتے تھے وہ محفوظ رہے۔

کونوا قردۃ قردۃ جمع قرد کی ہے جسکے معنے بندر کے ہین ہو جاؤ بندر۔ یہ خطاب اُن سے کیا گیا اسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ امر حقیقی ہو دوسرے یہ کہ مجازی ہو کیونکہ بندر ہو جانا اُنکے اختیار مین نہ تھا اگر مراد یہ ہے کہ حقیقۃً وہ مسخ کرکے بندر کر دئے گئے تو پھر کونوا مجاز ہے اِس سے کہ فوراً حکم مسخ اُنپر صادر ہو گیا جس مین کوئی دیر حائل نہین ہوئی بمنزلہ اُنکے فعل اختیاری کے ہو گیا اور اگر مراد یہ ہے کہ بندرونکے ایسے ہو جاؤ تو یہ اُنکے اکتساب سے تعلق رکھتا ہے اسواسطے کونوا حقیقۃً امر نہین سے ہے۔

خاسئین ماخوذ خسوء سے ہے جسکے معنے ذلت وصغار کے ہین اور بعض نے خسوء کے معنے بعد کے لئے ہین اور خاسی کے معنی صاغر اور المطرود کے لئے ہین خاسئین یا تو حال ہے یا قردۃ کی صفت ہی اور ذوالعقول کی جمع لانے سے اشارہ اس جانب ہے کہ وہ عقلاء سے تھے مگر عقل کے مطابق اُنکے کام نہ تھے تو بمنزلہ غیر ذی عقل کے ہو گئے۔

جمہور مفسرین کہتے ہین کہ فی الواقع آدمی سے یہ بندر ہو گئے ایک جماعت کہتی ہے کہ بندر ہونے کے بعد یہ نہ کھاتے نہ پیتے یہانتک کہ تین دن مین مر گئے اُنکے توالد وتناسل کیسے ہوتا۔ مقاتل کہتے ہین کہ ایک ہفتہ زندہ رہے بعض لوگون نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ جب مسخ شدہ کوئی اُن لوگون کی طرف سے گذرتا جو منع کرتے تھے تو اسکو یہ لوگ ملامت کرتے تو وہ روتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد مسخ کے بھی اُن کو حس وعقل تھی۔

ابوبکر بن العربی کہتے ہین کہ بعد مسخ کے یہ بندر زندہ رہے اور اُنکی اولاد جاری ہوئی چنانچہ اسوقت بھی اُن بندرون کی اولاد موجود ہے مگر اس قول کی تردید حدیث سے ہوتی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ آیا یہ بندر اور خنزیر مسخ شدہ اقوام سے ہین تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے جس کسی قوم کو ہلاک کیا یا عذاب کیا تو اُن سے نسل کو منقطع کردیا اور یہی امر اس قول کی تردید کرتا ہے کہ یہ جانور بندر اور خنزیر اس قصہ سے پہلے بھی تھے۔ امام ابو جعفر بن جریر طبری نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ صورتین انکی مسخ نہین ہوئین بلکہ اُنکے اوصاف مسخ کردئے گئے۔ شاعر کہتا ہے۔

اذا انت لم تعشق ولم تدر ما الهوی فکن حجرا من یابس الصخر جلمدا

یہان بعض نے اسکو خلاف وضع فطری سمجھکے مسخ کا انکار کردیا ہے اور کہا ہے کہ جن لوگون نے شکار کیا اُنکو انکی دوسری جماعت نے چھوڑ دیا تو وہ برادری سے باہر کردئے گئے اور موافق بندرون کے ہو گئے اس تاویل کی ضرورت نہین ہے اُنکے ذوات کو اگر ابھی کوئی حیات برزخی مین دیکھے تو اُن کو بندر ہی دکھائی دینگے ان کی حالت قبل اس حیات برزخی کے ویسی ہی ہوگئی اور اسی حال مین اُن کے حشر و نشر ہونیکی امید ہے البتہ اُن پر یہ عذاب چونکہ اُخروی ہے اسواسطے اسکا اعتبار دنیاوی عذاب کے طور پر نہ ہوگا اسی وجہ سے یہ عذاب اُنکا کفارۂ ذنوب نہ ہوگا اور خاسئین آخرت مین بھی ہونگے واللہ اعلم۔

فجعلنٰها نکالا اُسپر ہمنے اُنکو نکال کیا ضمیر ہا کی یا تو مضمون جملہ کی طرف پھرتی ہے یعنی اُنکے قردہ ہونے کو نکال کردیا یا مسخ ہونیکو یا عقوبت یا اس آیت کو جواب نازل ہوئی اور اُس مین اُنکے مسخ ہونیکا ذکر ہے بعض نے اس ضمیر کو قریہ کی طرف پھیرا ہے اور بعض نے نکال کی جانب اس ضمیر کو راجع کیا ہے۔ نکال قید کو اور زنجیر کو کہتے ہین اور اُس فعل کو بھی کہتے ہین جو اس غرض سے کیا جاوے جس سے وحشت مین آکے دوسرا نہ کرے۔

لما بین یدیها وما خلفها یا تو مراد مین یدیہا سے اُس جماعت کے معاصرین مراد ہین اور ما خلفها سے بعد آنیوالے مراد ہین یا ما بین یدیہا سے مراد وہ لوگ ہین جو اُس قریہ مین موجود تھے اور ما خلفها سے جو باہر تھے قریہ کی طرف ضمیر پھیرنے مین تاویل کی ضرورت نہین ہے اور اُس جماعت کی طرف پھیرنے مین تاویل کیجاتی ہے وموعظة للمتقین موعظة اُس کو کہتے ہین جس سے قلب نرم پڑے خواہ ثواب کا ذکر ہو یا عقاب کا مذکور ہو اور متقین سے مراد عام پرہیزگار ہین اور ابن عباس کا قول یہی ہے بعض نے متقی سے مراد مخصوص اُمّت محمدی کو لیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا
اور یاد کرو اوسوقت کو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ حکم دیتا ہے تمکو ایک بقرہ ذبح کرنیکا کہنے لگے
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
کیا ٹھٹھا ہم سے کرتے ہو حضرت موسیٰ نے کہا کہ اللہ کی پناہ ہو اس سے کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤن ۔

اس آیت کا عطف یا تو انعام کے آیات پر ہے یا اُن آیات پر ہے جن مین بنی اسرائیل کی بدکاری اور نافرمانی کا اظہار کیا گیا ہے یا انعام کے آیات پر عطف ہو مگر بعض آیات کے ضمن مین اُنکے کفران نعمت کا بھی ذکر آگیا ہے انھین آیات پر عطف ہے ظاہر ہے کہ اگر حکم ذبح بقرہ کا لحاظ کیا جاوے تو یہ ایک نعمت ہے خواہ دُنیاوی منافع کا اعتبار کیا جاوے یا دینی فلاح کا خیال کیا جاوے اس صورت مین اس آیت کا عطف آیات نعمت پر مناسب ہے اور اگر حکم ذبح بقر پر جو بنی اسرائیل نے ٹالنے کے طرز کو اختیار کیا تھا اُسکا اظہار اس آیت مین مقصود ہو تو یہ بنی اسرائیل کے معائب کے سلسلہ مین ہے اسی کی ویسی آیات پر اسکا عطف ہوگا اور اگر نعمت مقصود ہو اور ضمن مین اُسکے برائی و نافرمانی کا حال قبیح ظاہر کرتا ہو تو یہ اپنے مُطابق آیت پر معطوف ہے ۔ اس امر مین اختلاف ہے کہ آیا حکم ذبح بقرہ کیون ہوا تھا ایک جماعت کہتی ہے آگے کی آیت واذ قتلتم نفسا جس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے اُسکے باعث یہ حکم ہوا کہ ایک شخص مالدار تھا اُسکے بھائی یا بھتیجے اسکے وارث ہوتے تھے اُسکی عمر دراز ہو گئی وارثون نے دیکھا کہ یہ مرتا نہین ہی جائداد ہمکو نہین ملتی ہے اُسکو قتل کر ڈالا اور قتل پوشیدہ کرنیکی غرض سے قاتل کی تفتیش کرنے لگے حضرت موسیٰ سے آکے انھون نے واردات قتل کی بیان کی اور قاتل کے پتہ لگانیکی خواہش ظاہر کی حضرت موسیٰ نے بحکم آلہی اُنکو ذبح بقرہ کا حکم دیا اس قصہ مین بعض یہ کہتے ہین کہ ایک شخص کی بیوی بہت حسین تھی اُسکے بعض اعزہ نے اس غرض سے کہ اُسکی زوجہ کے ساتھ عقد کرے اُسکو قتل کر ڈالا اُسکے بعد یہ حکم دیا گیا بہر حال یہ طمع مال یا حب جمال سے قتل سرزد ہوا اور قاتل کا پتہ نہین چلتا تھا حضرت موسیٰ نے قاتل کا پتہ چلانیکی غرض سے اس قسم کا حکم دیا بعض کا خیال ہے کہ ذبح بقرہ اسوجہ سے نہین ہوا بلکہ یہ واقعہ بعد ذبح بقرہ کے حکم ہونیکے ہوا ہے البتہ ذبح بقرہ بعد اس واقعہ کے وقوع مین آیا اور اُس سے اس واقعہ پر اثر ضرور ہوا کہ قاتل کا پتہ مل گیا قاتل کا پتہ کیونکر لگا جمہور اہل اسلام کہتے ہین کہ خود مقتول نے زندہ ہو کے اپنے قاتل کو بتادیا جیسا کہ اُسکی تفصیل آگے آویگی یا قاتل نے گھبرا کے خود قبول دیا جیسا کہ بعض قرآن کی تاویل کرنے والون نے لکھا ہے واللہ اعلم بالصواب ۔

یہ لوگ کہتے ہین کہ حکم ذبح بقرہ یا تو اس غرض سے ہوا تھا کہ ایک شخص جو کہ بقرہ کا مالک تھا اور اپنی والدہ کی اطاعت وخدمت بہت کرتا تھا اُسکی فائدہ رسانی کی غرض سے یہ حکم ہوا تھا یا اسوجہ سے

حکم ہوا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم بقرہ کی تعظیم کی طرف مائل تھی یا اسوجہ سے کہ ایسے قوم کے ہمسایہ تھے کہ جو بقرہ کی تعظیم کرتے تھے یا بعض افراد اُس قوم کے تھے کہ جو بقرہ کو معظم سمجھتے تھے اور یہی سبب اُن کی گوسالہ پرستی کا ہو گیا بہرحال قربانی کا حکم محض اُنکے خیال فاسد کے دور کرنے کے باعث تھا اور سد ذریعہ شرک کے طور پر تھا۔

یہ بھی ایک امر قابل ذکر ہے کہ بقرہ سے مراد بیل ہے یا گائے ہے تورات مین بعض ترجمہ کرنیوالون نے بیل سے ترجمہ کردیا ہے اور انھین کی اتباع مین دو ایک نے مسلمانون سے بھی گائے کے بجائے بیل کا ترجمہ کیا ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک بقرہ بیل کو بھی کہتے ہین ہمکو اس استعمال مین کلام کی ضرورت نہین ہے نہ یہ بحث مین لانا چاہتے ہین کہ عربی مین ثور واضح تر ہے بیل مین اُس لفظ کو ترک کرکے یہ مشتبہ لفظ خدا نے کیون اختیار کیا بلکہ ہم یہان پر اصل واقعہ کے لحاظ سے بقرہ کا ترجمہ گائے سے کرتے ہین اسواسطے کہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو قربانی بنی اسرائیل نے دی تھی وہ گائے کی تھی جو لوگ تعظیم اس جانور کی کرتے ہین وہ مؤنث کی زیادہ تر کرتے ہین کیونکہ اُس سے مفاد پرورش کا بنی نوع انسان کی ہر بخلاف نر کے کہ اُسمین مفاد حوائج انسانی کا ہے ذاتی مفاد مقدم ہے۔غیر ذاتی سے اس جگہ دو وصف ایسے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گائے تھی اسواسطے کہ فارض اور بکر مؤنث کے لئے استعمال کیا جاتا ہی یہ دونون اوصاف صاف ظاہر کررہے ہین کہ قرآن مین بقرہ سے گائے مراد ہے اور تثیر الارض ولاتسقی الحرث کہ وہ جوتتے ہین زمین اور سینچتے ہین کھیتی کے کام نہین آتے اس سے بیل ہونے کی نفی ہے نہ کہ اثبات اور اگر فرض کیا جائے کہ یہ دونون صفتین بیل کی ہین تو ہم کہہ سکتے ہین کہ ان خدمات کا گائے سے نہ لیا جانا یہ عرف مین بنی اسرائیل کے نہ تھا بلکہ یہ بعد کو ہوا ہے۔

یہانپر اس امر کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ ذبح مین کیا فائدہ ہے اور بقرہ کے ذبح کا کیا حکم ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ گوشت خوری انسان کے لئے مضر ہے ہم کہتے ہین کہ اگر یہ ثابت ہو جاوے تو ہماری شریعت اُسکے کھانے کی ممانعت کردے اسواسطے کہ اس شریعت مین تمام مضر اشیاء کا استعمال حرام کردیا گیا ہے کسی خاص طبیعت کے خلاف ہو تو اُس خاص شخص کے واسطے یہی حکم ہے اگر عام طور پر یہ ثابت ہو جائے تو عام حکم ہو جادیگا جس جانور کا جس خاص شخص کے لئے گوشت ضرر رسان ہے اُسکو اُس جانور کا گوشت جائز نہین اور جو گوشت عام طور پر مضرت رسان ہے وہ عام طور پر حرام کردیا گیا ہی جیسے خنزیر کا گوشت سباع بہائم بلکہ درندہ کا گوشت خواہ وہ چرند ہو یا پرند ہو مگر حقیقت اور امر واقعی اسکے خلاف ہے انسان کی غذا فطری اجزاء حیوان ہین اور گوشت زیادہ تر مناسب مزاج حیوان کے ہے اور انسان کے لئے بھی

اقرب مزاج حیوان اور اُسکے اجزا مین اُس مین طبیعت کو تحلیل کرنے اور بدل حاصل کرنے مین بہت دشواری نہین ہوتی ہے۔ یہ امر بھی مشاہدہ ہے کہ جسقدر انسان سے شے بعید ہے اُسی قدر وہ غذا ہونے سے بعید ہے کنکر پتھر غذائیت کی صلاحیت نہین رکھتے ہین تخلیق انسان اجزائے انسان سے ہوتی ہے پرورش ابتداء سے اجزا انسانی سے ہوتی ہے پھر جب قوت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور خون دودھ غذا مین کفایت نہین کرتے ہین تو روئیدگی اور حیوان ہی انسان کی غذا ہوتی ہے اس غذائے فطری سے زیادہ مناسب جو شئے جزوِ بدن ہوتی ہے اپنی کیفیت اور مزاج کی تاثیر ضرور کرتی ہے اسی وجہ سے زہریلی روئیدگی زہریلے جانور یا وہ جانور جنمین بدخوئی ہے سلیم الطبع اشخاص نہین کھاتے ہین اگر کھائین تو تاثیر نفع کے بجائے نقصان پہونچائیگی۔

حاصل یہ ہے کہ جسقدر جسم انسانی سے قریب تر ترکیب ہوگی اور اسکا مزاج خراب اثر طبع انسانی پر نہ ڈالے گا اُسیقدر وہ غذا طبائع سلیمہ پسند کرینگے یہی وجہ ہو کہ عام طور پر گوشت پسند کیا جاتا ہے اور گوشت بھی اُن حیوانات کا جنمین اوصاف بد نہین ہین۔

مقتضی اس قاعدہ کا ہے کہ اقرب ترین ترکیب قوی تر غذا اور سہل تر بدل ما تحلل ہونے کے لائق ہو انسان کو انسان کا کھانا اقرب ترین تھا مگر انسان کی ترکیب ایسی اجزا اور قوی سے ہوئی ہے کہ اُسمین وہ اوصاف موجود ہین جو عام درندونمین ہین اسواسطے کھانے کے حق مین وہ اُن درندون کے حکم مین داخل کرکے متروک کردیا گیا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بوجہ بقائے نوعی کے یہ مخالفت ہو کچھ ہی کیون نہو انسان کا انسان کو کھانا طبائع سلیمہ کے نزدیک نادرست ہے۔

اب دیگر حیوانات جنکے اوصاف مین درندگی نہین ہو سب سے نزدیک تر غذا ہوئے کہ اُنمین بوجہ حیوان ہونیکے قرب ہے اور اُنکی ترکیب انسان کی ترکیب سے باعتبار روئیدگی کے مناسب تر ہے اور اخلاق حیوانی اور درندگی بھی اُنمین نہین ہے اسواسطے کم ضرر اور زیادہ سہل یہی غذا ہے یہ امر کہ جانورون کے کھانیسے اُنکے مزاج کا اثر انسان مین پایا جاتا ہے کتب طب سے ظاہر ہے یہی سلویٰ ہے کہ اس کے بارہ مین کہتے ہین کہ نہایت رقیق القلب ہو یہانتک کہ آواز رعد سے یہ مرجاتا ہو جس کسی سخت قلب کو کھلایا جاوے تو اُسکا قلب نرم ہوجاتا ہے اسی وجہ سے بعض مفسرون نے لکھا ہے کہ سلویٰ بنی اسرائیل کو اسوجہ سے کھلایا گیا کہ اُن کا دل بہت سخت تھا انسان کا زندہ رہنا درحقیقت عالم کی حیات ہے انسان بمنزلہ روح کے ہے اگر روح نکل جائے تو جسم مردہ ہے اسی طرح اگر انسان نہ رہے تو عالم بے حیات ہو عقل اسمین ہے جسکے باعث یہ اشرف مخلوقات ہوگیا جس طرح جسمانی روح کے لئے کل اجزا جسمیہ حاضر ہین اُسی طرح

انسان کے لئے بھی حاضر ہین انسان غیر ذی روح کو ذی روح کر دیتا ہے غیر ذی عقل کو ذی عقل کر دیتا
ہے ایک شب مین انسان کی صحبت سے اجزاء حیوانیہ جنکو قوت ناطقہ نہین ہی جزو ناطق ہوجاتے ہین اور اجزاء
جمادیہ متحرک بالارادہ اور ناطق ہوجاتے ہین کمال ان اجزا کو حاصل ہوجاتا ہی جو بدن اُس کسر و انکسار کے حاصل نہین ہوسکتا ہی یون حیوان
خاک ہوکے رہجاتا اِس طرح اُس کا جزو ترقی کرے گا کہ جزو انسان ہوگیا جس طرح درخت اور پھلون کا
کمال یہ ہے کہ غذائے حیوانی ہون ورنہ سوکھ کے خاک ہوجاوینگے اسی طرح حیوان کا کمال بھی ہے کہ
وہ اجزائے انسان ہون ورنہ جماد ہوجاوینگے درخت سے پھل توڑنا حیوان کو ذبح کرنا اُن کی تکمیل کے
اسباب سے ہے اسکو ایک واقف اسرار عالم اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ جن لوگون کو اللہ نے شعور دیا ہے
وہ جانتے ہین جسم گائے و بیل وغیرہ کا مصرف مین آجاوے تو خشک ہونے سے بہتر ہے اور روح اُس کی
نہ کسی کے استعمال مین آتی ہے نہ وہ فنا ہوتی ہے بلکہ وہ یوم الفصل مین اپنے حقوق لینے اور دینے
کے لئے محشور ہوگی اور اگر تناسخ کا مسئلہ مان لیا جاوے تو کہا جا سکتا ہے کہ روح جلد ایک جسم سے
چھوٹ جاویگی جس کے بعد آزاد ہونے سے قریب تر جسم مل جاویگا اِس جگہ یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب جزو حیوان
جزو بدن انسان ہوگیا اور حیوان بھی محشور ہوگا تو وہ کس جسم سے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ اجزائے
اصلیہ سے ہوگا جو وقت پیدایش کے ہوتا ہے اُس پر کوائف عالم روحانی کے قوی ہوجاوینگے اُسکی
لطافت کے باعث تخلخل اور خفت زیادہ ہوجاویگی۔ یہا نیر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیوان
کو ذبح مین اذیت ہوتی ہے اور درختون کو اذیت نہین ہوتی ہے مگر وہ مبصر جو جانتا ہے جس طرح
حیوان مین حیات ہی اسی طرح جماد مین بھی حیات ہی وہ اس فرق کو ملحوظ خاطر نہین کرتا ہے اور اُسکے
نزدیک جیسا درخت سے میوہ توڑنا اور میوہ کو توڑ کے کھانا ہے اُسی طرح حیوان کو ذبح کرنا اور اُسکے
گوشت کو کاٹ کے کھانا ہے۔

جو لوگ بصیرت رکھتے ہین تو وہ سہولت سے میوہ توڑتے ہین اور سہولت سے جانور کو ذبح کرتے
ہین اُن کی حالت تو یہ ہے زمین پر تیز نہین چلتے کہ زمین کو اذیت ہوگی اور گلاس کو زور سے
رکھ نہین دیتے کہ گلاس شکایت کریگا باوجود اس کے زمین پر چلتے مین گلاس رکھتے ہین میوہ توڑتے
ہین حیوان کو ذبح کرتے ہین ذبح کے وقت جسقدر الم اور اذیت ہوتی ہے اس کا کوئی اندازہ نہین
ہے صرف تحرک سے اگر اندازہ کیا جاوے تو صحیح نہین انسان کی ایک حالت ہے کہ وہ احساس الم کرتا ہے
اور دوسری حالت مثلاً سرسام یا بیہوشی مین حرکت طبعی کرتا ہے مگر الم کا احساس نہین ہوتا ہے
یہ ماننا پڑیگا کہ اس تحرک کے جو حیوان مین ہے ان دونون مین سے کس قسم سے مناسبت ہی اگر حیوان کا

طبعی تنافر اور رغبت دیکھئے تو وہ کوئی اعتباری شئے نہین ہے بینگا چلنے سے تنافر نہین کرتا ہے
حاصل کلام یہ ہے کہ الم کا اندازہ نہین کیا جا سکتا ہے جسکے اعتبار سے یہ کہا جاوے کہ اگر الم اور
اذیت ہوتی ہو تو کوئی حق نہین ہے کہ ایک حیوان کے لئے دوسرا حیوان یا اُسکی تکمیل کیلئے اذیت
کا مستحق ہو جاوے عقلاً ممنوع نہین بلکہ ذبح کرنے مین مصلحت زیادہ ہے اسوجہ سے کہ ذبح سے
علاوہ گوشت کھانے کے دیگر فوائد بھی ہین عبرت ہوتی ہے خون بہانے مین دلیری پیدا ہوتی ہے
مگر یہ حکم دیدیا گیا ہے کہ جبتک خدا کے نام پر ذبح نکروگے گوشت حلال نہ ہوگا تاکہ یہ معلوم ہو جاوے
کہ دلیری کے لئے شرط یہ ہے کہ خدا کی راہ مین اُس کے نام پر ہو ورنہ وہ دلیری حرام ہے فطرۃً دیکھئے
تو کوئی قید نہین ہر بڑا جانور چھوٹے جانور کو لقمہ کرجاتا ہے اور جس طرح قتل انسان کا حکم ہے اسیطرح
بعض جگہ شریعت الٰہیہ مین گوشت کے لئے جانور کو ذبح کرنیکا حکم ہے اور خدا کے لئے اراقۃ دم خون بہانا
مطلوب ہے سوائے اسکے کسی جانور کو قتل کرنا یا اذیت پہونچانا یا نشانہ بنانا ممنوع ہے۔

بعض مواقع پر کسی دوسرے فائدہ کیلئے بھی قربانی جائز کیگئی ہے بلکہ حکم دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کو گائے
کو جسکی بنی اسرائیل پرستش کرتے تھے ہلاک کرکے غرق دریا کردیا یہان سد ذریعہ شرک مقصود تھا
اسیطرح گائے کا حکم دیا گیا۔

شریعت اسلام مین چونکہ سد ذریعہ شرک کا لحاظ بہت زیادہ ہے حتی کہ صلیب جو کہ عیسائی
مانتے ہین اور اُسی کی پرستش کرتے ہین مسلمانون کو حکم ہے کہ اُنکے ملک مین ہو تو وہ توڑ ڈالین اُسکو
بگاڑ دین اسی طرح کوئی بُت اور پوجنے والی شئے ہے کہ اگر وہ کسی دوسرے کام مین نہین آسکتی ہے
تو اُسکو تلف کردینا ہمارا حق ہے۔ گائے بھی چونکہ ہندوؤنکے پرستش کی شئے ہے ہمارے لئے اپنے
ملک کی گائے کو ذبح کرنا جائز ہے بعض مواقع پر لازم ہو جاتی ہے مگر اس سے دوسرے منافع بھی ہین
تو اسلئے اُسکو ذبح نہ کرنا بھی جائز ہے اگر اُن منافع کے لحاظ سے گائے ذبح نہ بھی کیجاوے تو کوئی حرج
نہین ہے یہان ایک صورت اور ہے وہ یہ کہ مسلمان نے گائے قربانی کے لئے خریدی اور اُس کو ہندو
ذبح کرنے نہین دیتا ہے تو اُسوقت مسلمان کو اُسکا ذبح کرنا لازمی ہو جاتا ہے مگر بدون اس کے کہ
کوئی مزاحم ہو خود مسلمان کو اختیار ہے کہ چاہے ذبح کرے یا نہ کرے یہ تو عام طور پر گائے کے ذبح کرنیکا
مسئلہ ہے مگر قربانی مین یوم اضحی کے اس مسئلہ کی حالت دوسری ہے وہان حکم یہ ہے کہ اراقۃ الدم ہو
خون بہے اسی وجہ سے ایک شخص کا ایک جانور قربانی مین ذبح کرنا مطلوب ہے ایک گائے مین سات آدمی
ملکے ذبح کرین تو اسقدر ثواب نہین ہے جتنا ایک جانور ایک آدمی کرے اور اُس صورت مین بھی ثواب

کم ہو جب ایک بکری کی قیمت سے ساتوان حصہ گائے کا قیمت مین کم ہو اس اعتبار سے قربانی مین عیدالاضحیٰ کے گائے کی قربانی جس مین سات آدمی شریک ہوتے ہین اور اُسکا ساتوان حصہ بکری کی قیمت سے کم ہوتا ہے بکری کی قربانی افضل ہے بشرطیکہ ہندو مزاحم نہ ہون اور اگر ہندو مزاحم ہونگے تو اُس صورتمین اس مسئلہ کی نوعیت ہی بدل جاویگی واللہ اعلم بالصواب۔

اس ملک مین جو کچھ مسلمانون نے گائے کی قربانی کرنے سے اغماض کیا ہو اُسمین بہت سے فوائد ہین منجملہ اُنکے متغلبین کو گائے کے ذبح نہ کرنے سے سخت نقصان پہونچنے کی توقع ہے جسکے سدباب مین وہ خود اس رسم کو ترک ہونے نہ دینگے مطلب ہاتھ سے بھی نہ جاویگا اور ہندوؤنکی ہمدردی بھی حاصل رہیگی اس جگہ جو احکام نظام دکن یا شاہ کابل نے دئے ہین وہ عہد نہین ہین بلکہ اظہار حکم ہے۔ مملکت مین ہندو مغلوب ہین اُنکے لئے اتنی رعایت باعث فتح باب شرک نہ ہوگی اور اگر یہ حکم اُنکا عہد مان لیا جاوے تو یہ گو مکروہ ہے مگر قابل ایفا ہے کیونکہ اُنکی رعایا ہندو ذمیونکے حکم مین ہین۔

حاصل ہمارے کلام کا یہ ہوا کہ حیوان کا گوشت انسان کیلئے زیادہ مناسب غذا ہو اور فطری غذا ہے اور اُسکی بقا کے لئے وہ جانور جنکے گوشت مین جسمی یا اخلاقی ضرر نہین ہے ذبح کئے جاوین تو فطرت کے خلاف نہین ہو بلکہ اس مین حیوان کا کمال ہے اُسکی تحصیل کمال کے لئے اُسکا ذبح قبیح نہین ہو اور چونکہ روئیدگی کی حیات ہر کس وناکس نہین احساس کرتا ہو اسواسطے ذبح حیوان مین اور پتے نوچنے مین فرق نہین کیا جاتا ہے حالانکہ کوئی فرق نہین ہے بعض جگہ ذبح حیوان مین علاوہ گوشت کے اور بھی فائدہ ہوتا ہے تو ایسی جگہ بطور تعبد کے اُس فائدہ کی تحصیل کی غرض سے ذبح کرنیکا حکم ہوتا ہے یہان پر حضرت موسیٰ کی قوم کو ذبح بقر کے حکم مین علاوہ گوشت کے بھی فائدہ تھا خواہ یہ ہو کہ سد ذریعہ شرک اس سے ہوتا ہے یا یہ ہو کہ نشان قاتل کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اثر اس ذبح کا مرتب ہوا اور قاتل کا پتہ لگ گیا جنکے نزدیک مقتول نے خود قاتل کو بتادیا وہ کہتے ہین کہ ذبح بقرہ کا حکم اسوجہ سے دیا گیا کہ میت کے جزو سے میت کا زندہ ہونا زائد مستبعد تھا بہ نسبت حی سے میت کا زندہ ہونا اور محل اظہار استعباد اور خلاف عادت فعل کے ظاہر کرنیکا تھا تو وہ اس صورت مین ہوتا جب بقرہ کو ذبح کرتے اسی وجہ سے اللہ جلشانہ نے بنی اسرائیل کو ذبح بقرہ کا حکم دیا اور بھی فوائد تھے جنمین سے ایک نیک کو فائدہ پہونچانا بھی تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ذبح بقرہ کا حکم دیا تو تعجب سے کہنے لگے اتتخذنا هزوا کیا آپ ہمکو ٹھٹھے مین پکڑتے ہین ہمتو آپ سے قاتل کا پتہ دریافت کرتے ہین آپ ہمکو حکم گائے کے ذبح کرنیکا دیتے

ہین یہ تو ٹھٹھا و مذاق سا معلوم ہوتا ہو یا یہ کہ اللہ کو کیا فائدہ پہونچیگا کہ ہم کسی جانور کو ذبح کرین اس حکم کے دینے سے اللہ کی ذات بہت بعید ہو آپ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے دلگی کرتے ہین۔

ہزوا مصدر ہے مفعول ثانی ہزوا کا نہین ہو سکتا ہے کیونکہ ہر دو مفعول بمنزلہ مبتدا و خبر کے ہین مصدر خبر نہین ہو سکتا ہے لہذا ہزوا یا تو قائم مقام مفعول ثانی کے ہے لفظ حال یا مکان محذوف ہے یا معنی مین مہزواً کے ہے یا ہزواً مبالغہ کے طور پر محمول کر دیا گیا ہو جیسے زید عدل۔ معنی یہ ہوے کہ کیا آپ نے ہمکو ٹھٹھے کی جگہ بنالی ہو یا ٹھٹھا کئے جانے والے بنایا ہے یا خود ٹھٹھا بنالیا ہو اسقدر مبالغہ کیا کہ گویا وہ ہی ٹھٹھا ہو گئے۔ اس لئے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہ امر میری شان رسالت سے از بس بعید ہے۔

قال معاذ اللہ ان اکون من الجٰہلین جہل کبھی علم کے مقابل مین آتا ہے کبھی کسی خلاف واقع اعتقاد کرنے کو جہل کہتے ہین کبھی خلاف مقتضیٰ اور شان کے کوئی امر کیا جاتا ہے تو اُس کو جہل کہتے ہین یہان پر یہی مراد ہے۔ مقصود حضرت موسیٰ کا یہ ہو کہ جب مین تبلیغ احکام اور رسالت الٰہی کے لئے ہون تو مجھے زیبا نہین ہے کہ مین تمسے ٹھٹھا کرون یہ میرے مرتبہ سے بہت بعید بات ہے۔

ظاہر ہو کہ حضرت موسیٰ معصوم تھے اُن سے ایسا قبیح فعل سرزد ہونا خلاف شان تھا تبلیغ احکام کی جگہ ٹھٹھا اور مذاق کرنا قریب بکفر ہے نبی سے اتنا بڑا گناہ سرزد نہین ہو سکتا ہو بعض مفسرون نے بحث کی ہو کہ آیا جو کلمات حق مین حضرت موسیٰ کے بنی اسرائیل نے کہے وہ کفر تھے یا نہین مگر مین اس بحث کو بے سود سمجھتا ہون اسواسطے کہ بنی اسرائیل ایسے حرکات کے خوگر تھے اُنکی تکفیر کے اس طرح کے وجوہ بہت سے مین آگے ہی اِس آیت کے ہے۔ الان جئت بالحق اس سے کتنی بڑی گستاخی حضرت موسیٰ کے شان مین ظاہر ہوتی ہے گویا اسکے قبل حق بات حضرت موسیٰ نے نہین کہی تھی بہر حال اُنکی جہالت یا شقاوت ہو مگر یہ الفاظ شائبہ کفر سے خالی نہین ہین واللہ اعلم۔

چونکہ حضرت موسیٰ کے نزدیک اُنکی شان سے ٹھٹھا کرنا بے حد بعید تھا اور قبیح تھا اُس کی نفی مین کنایہ کو اختیار کیا کہ وہ ابلغ ہوتا ہے صراحت سے یہ نہین کہدیا کہ مین ٹھٹھا نہین کرتا ہون بلکہ کہا کہ خدا کی پناہ ایسا امر قبیح کیونکر مجھ سے ہوگا یہ تو میرا جاہلون مین سے ہو جانا ہوا جس سے خدا کی پناہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ معاذ اللہ محض ادب سے حضرت موسیٰ نے کہا ورنہ حضرت موسیٰ نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا جس سے استعاذہ کرتے مگر یہ امر جیسا کہ ہمنے اوپر ذکر کیا حضرت موسیٰ کے لائق تھا کہ ایسے عظیم گناہ سے پناہ مانگتے اس جگہ سمجھ لینا چاہئے کہ تمسخر اور استہزاء ممنوع ہو جس مین دوسرون کی توہین

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ

کہا اُن لوگون نے کہ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ بتادے کہ یہ کس قسم کی گائے ہے کہا حضرت موسیٰ نے کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہے نہ بیاہی ہوئی ہے

عَوَانٌ بَيْنَ ذَٰلِكَ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا

بلکہ درمیانی سن کی گائے ہے پس اسکو کرو جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ کہا بنی اسرائیل نے کہ اے موسیٰ دعا کرو اپنے رب سے کہ وہ بیان کرے ہمسے کہ اسکا رنگ کیسا ہے

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا

کہا حضرت موسیٰ نے کہ فرماتا ہے پروردگار یہ کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہے اور اُسکا رنگ تیز ہے جو دیکھنے والون کو وہ گائے بھلی معلوم ہوتی ہے کہنے لگے اے موسیٰ پھر اپنے رب سے دریافت کرو

رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝

وہ بتائے کہ کیسی گائے ہے کیونکہ گائین ہمپر مشتبہ ہوگئی ہین اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پانے والے ہونگے۔

بقیہ صفحہ ۱۷۳ اہوتی ہو مگر مزاح جس سے تطییب خاطر احباب ہوتا ہے وہ ممنوع نہین ہو اسی وجہ سے انبیاد کرام علیہم السلام سے مزاح کا ثبوت ہوتا ہے مگر استہزاء کا ثبوت نہین ہوتا ہے۔ مزاح و استہزاء کے درمیان فرق ضرور رکھنا چاہیے تاکہ حلال سمجھ کے حرام فعل کا ارتکاب نہو۔

لا فارض جو بڑی عمر کی گائے ہو کہ بچہ دینے کے لائق نہ رہی ہو۔ولا بکر جو جوان ہو مگر بچہ نہ ہوا ہو یا دو ایک بچہ صرف ہوئے ہون عوان درمیانی عمر کی گائے ہو۔ یہان یہ اوصاف مؤنث کے ہین جیسے حائض اور حامل اسمین تا د تانیث کی ضرورت نہین ہے۔

حضرت موسیٰ کو اُن کے سوالات سے اندیشہ ہوا کہ کہین گرفت مین نہ پڑ جاوین اسواسطے تاکید کی کہ جلد حکم بجا لاوین۔

جمہور محدثین زرد رنگ کو موجب مسرت سمجھتے ہین اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زرد رنگ کی جوتی کو موجب مسرت کہا ہے اور کالے رنگ کی جوتی کو باعث نکبت اور موجب رنج کہا ہے اگرچہ موزہ سیاہ سنت ہے۔

لا بمعنے غیر کے ہے اور ذلول جسکی وحشت جاتی رہے تثیر الارض سے مراد یا تو ہل جوتنا ہے یا سینگون سے کو لیلین کرنا ہے کہ اسمین بھی گائے اپنے چھوٹے چھوٹے سینگون سے زمین کریدتی ہے۔

لا تسقی الحرث نہ اُس سے کھیتی سینچنے کا کام لیا جاتا ہے یعنی بیل نہین یا اس طرح کا کام چاہے دوسری گائے سے لیا جائے مگر اس سے نہین لیا گیا ہے مسلمۃ سے مراد یا تو اللہ نے اُسکو عیوب سے سالم کر دیا ہے یا استعمال سے اُسکو اُسکے مالکون نے محفوظ رکھا ہے یا وہ سالم ہو وجوہ حرمت سے یا اس کا رنگ بے عیب ہے یا کوئی عضو

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي

کہا حضرت موسیٰ نے کہ فرماتا ہے میرا رب کہ وہ ایسی گائے ہے کہ نہ تو سدھی ہوئی ہے کہ زمین جوتے اور نہ وہ کھیتی سینچتی ہے

الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

وہ بالکل درست ہے کوئی داغ اس مین نہین ہے کہنے لگے کہ اب ٹھیک بات لایا تو

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ

آخرش اُنھون نے اُس گائے کو ذبح کیا حالانکہ وہ کسی طرح ذبح کرنا نہین چاہتے تھے اور یاد کرو اسوقت کو کہ جب مار ڈالا تمنے ایک شخص کو پھر باہم

فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

ایک دوسرے کو تہمت لگانے لگے اور اللہ ظاہر کرنیوالا تھا اُس چیز کو جسکو تم چھپاتے تھے

بقیہ صفحہ ۱۷۴ اُسکا ضائع نہین ہے لاشیۃ فیہا یعنی کوئی دھبہ نہین ہے تورا شیہ تیکبرا بیل کہا جاتا ہے جب وہ ابلق ہو ناچار ہوکے بنی اسرائیل کو ایک مفلس نیک اپنی والدہ کی خدمتگذار سے بڑی قیمت پر گائے خرید کے ذبح کرنا پڑی اُس کی گرانی قیمت کی وجہ سے یا اپنی اُلفت وعظمت کے باعث وہ ذبح کرنا چاہتے نہین تھے مگر اُن کو ذبح کرنا پڑا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو شائد کبھی اُن کو گائے کا یہ نشان نہ ملتا۔ اس قصہ کے ذکر کرنے سے مسلمانون کو عبرت دلائی گئی ہے کہ وہ مسخرہ پن نہ کرین یا تعویق اداے حکم مین نکرین یا سوالات بیجانہ کرین اگرچہ تقدیر مین وہی گائے تھی مگر سوال نہ کرتے تو اُن کو اختیار تھا کہ وہ جس گائے کو چاہین ذبح کرین فوراً ذبح کر دیتے تو دشواری نہ ہوتی۔

اس آیت کا عطف بھی دو احتمال رکھتا ہے یا تو اُن آیات پر ہے کہ جنمین ذکر نعمت ہے یا اُن آیات پر ہے کہ جنمین بنی اسرائیل کی بُرائیونکا ذکر ہے کیونکہ اس آیت مین اگر اس امر کا لحاظ کیا جاوے کہ قتل مین جو شبہہ تھا اور بُرے اور بے قصور گرفتار کیے جانے والے تھے وہ دور کر دیا گیا اور اُس کے ضمن مین ایک بڑے معجزہ کا اظہار ہوا جس سے مسئلہ بعثت کا ثبوت ہو گیا تو یہ ایک نعمت عظمیٰ ہے اور اگر اس امر کا اعتبار کیا جاوے کہ محض طمع مال اور حب جاہ کے باعث قتل نفس بے قصور کا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی بُری بات ہے یہ آیت اُس بُرائی کو ظاہر کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے ان دونون احتمالون کے اعتبار سے عطف ہو سکتا ہے اس آیت کے مخاطب بھی موافق سابق آیات کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بنی اسرائیل ہین اگرچہ اُس شخص کے قاتلون مین سے کوئی موجود نہ تھا یہ خطاب بکہ موافق عادت عرب کے ہے کہ قبیلہ کے کسی فرد کے فعل کو اُس قبیلہ کے مخاطب افراد کی طرف منسوب کرتے ہین۔ اس آیت کے قصہ کو

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ
اُس کے بعد ہمنے کہا کہ مارو اس کو اُسکے کسی جزو سے اسی طرح اللہ مُردون کو زندہ کردیتا ہے اور تم کو
اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○
اپنی نشانیان دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

بقیہ صفحہ ۱۷۵ ﴿ پہلی آیت کے قصہ سے جو مفسرین مقدم کہتے ہین وہ اس کے تاخیر کرکے نازل ہونیکی اور بعد مین ذکر کرنیکی علت یہ کہتے ہین اوپر کی آیت یعنی ذبح بقرہ کے مضمون کی مستقل ایک حیثیت رکھتی ہے خواہ لحاظ نعمت کا کیا جاوے یا معصیت وسئیہ کا کیا جاوے اور یہ آیت مستقل حیثیت رکھتی ہو اگر اس طرح تقدم وتاخر نہ کردیا جاتا تو ان دونون آیتون مین سے ایک ہی آیت مستقل حیثیت رکھتی اور دوسری آیت اُسکے تابع ہوجاتی اور ایک ہی قصہ معلوم ہوتا اس تقدم وتاخر سے دونون کے استقلال کا فائدہ حاصل ہوا۔

فادّٰرأتم فیہا کے معنی یہ ہین کہ ہر ایک تم مین سے اپنے اوپر سے الزام کو اُٹھاکے دوسرے پر دھرنے لگا۔ ادّٰرأتم کی اصل درء ہی جسکے معنے دفع کے ہین ادّٰرأتم چاہتاہے کہ باہم اس دفع کی نسبت ہو اس لحاظ سے ادّٰرأتم کے معنی تدافعتم کے ہوئے اور تدافع اس طور پر صادق کیا جاوے کہ ہر ایک اپنے قتل کو اپنے سے دور کرکے دوسرے پر پھونکنا چاہتا تھا بعض کہتے ہین کہ ہر ایک کا اپنے سے قتل کو دفع کرنا ہی تدارء ہے بعض کے نزدیک یہان تدارء درء سے مجاز ہے تو معنی تدافع کے دفع ہے یا درء کنایہ ہے اس امر سے کہ ہر ایک متخاصم ایک دوسرے کو دفع کرتے تھے مناسب تر یہان معنی مجازی ہین جو خلاف اور خصومت کے ہم معنی ہین۔

واللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمون مخرج کے معنی مظہر کے ہین یہان اسم فاعل معنی استقبال کے ہو اور مراد تکتمون سے امر قتل ہے کہ قاتل چاہتا تھا کہ قتل جو اُس سے صادر ہوا ہے ظاہر نہ ہو تاکہ وارث ہوجاوے اور خدا اُسکو ظاہر کرنیوالا تھا تاکہ جس مقصد سے یہ قتل ہوا ہے وہ حاصل نہ ہو قاتل وارث نہ بنایا جاوے۔

اضربوہ ببعضہا اس جگہ لفظ ضرب آیا ہے جسکے معنے مارنے کے ہین اور ضمیر مفعول کی مذکر ہے اسکا مرجع بظاہر شخص مقتول ہے نفس کیجانب ضمیر مذکر پھرتی ہے اس لحاظ سے کہ مراد اُس سے شخص یا قتیل ہو خصوصًا اُسوقت جبکہ نفس مذکر ہو اور ضمیر ببعضہا کی بقرہ کی جانب راجع ہو اسواسطے کہ وہ مؤنث ہے اس جگہ ان دونون ضمیرون کے مرجع پر بہت غور کرنا چاہیے کیونکہ ان مرجعون کے غور کرنے سے اس آیت کے معنی

صحیح طور پر حاصل ہو سکتے ہین ظاہر ہے کہ سوائے نفس اور بقرہ کے اور کوئی مرجع نہین ہو سکتا ہے اور ضمیر مذکر کی بقرہ کی طرف پھر نہین سکتی ہو تو اب صرف ضمیر مؤنث کی محتمل ہے کہ بقرہ کی طرف پھرے اور احتمال رکھتی ہو کہ نفس کی طرف پھرے اگر بقرہ کی طرف پھرے تو معنی یہ ہوتے ہین کہ گائے کے کسی جزو سے جسم قتیل کو مارو اور اگر نفس کی طرف پھرے تو معنی یہ ہونگے کہ نفس قتیل کے جزو سے جسم قتیل کو مارو اس صورت مین ایک ہی جملہ مین ایک ہی کلمہ کی طرف ضمیر مذکر اور ضمیر مؤنث دونون راجع ہونگی اور ظاہر ہو کہ ضمیر مذکر و مؤنث دونون کا تعلق فعل اضربوا سے ہے ایک مضروب ہے ایک آلہ ضرب کی ضمیر ہے اس طرح مذکر و مؤنث ضمیر ایک ہی شے پر غیر فصیح ہے اور اُسو ذوق سلیم پسند نہین کرتا ہے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ دو قسم کی ضمیرون کے لانے سے فائدہ اُسی صورت مین ہے جبکہ ہر دو ضمیرون سے مرجع دو قسم کے ہون ورنہ یہ انتشار کی صورت مناسب مقام نہین ہے۔

اِس جگہ اگر اس طور پر ضمیرین راجع کی جاوین کہ ضمیر مذکر کی نفس کی جانب راجع ہوا ور مؤنث کی بقرہ کیجانب تو ظاہر یہ آیت اُس قصہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جسکا بیان اوپر ہو چکا ہے کہ کسی قریب یا رقیب نے طمع مال یا حُب جمال کے باعث ایک شخص کو مار ڈالا اور اُسکے قاتل چاہتے تھے کہ قتل ظاہر نہ ہو کہ اپنے مقصد کو حاصل کرلین حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُنھون نے تفتیش کی خواہش کی حضرت موسیٰ نے گائے کے ذبح کرنیکا حکم دیا جب گائے کو ان لوگون نے ذبح کیا تو حضرت موسیٰ نے ارشاد کیا کہ اُسکے کسی جزو کو اس مین اختلاف ہے کہ وہ جزو کیا تھا بعض کہتے ہین زبان تھی یا ران تھی یا پٹھے تھے بعض کہتے ہین کہ اُس گائے کی دُم تھی اُس سے قتیل مارا جاوے چنانچہ قتیل مارا گیا وہ جی اُٹھا اُسنے کہا کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہے اُسکے بعد پھر وہ مرگیا اُسکی جانب اللہ نے اشارہ فرمایا کہ ایسا ہی اللہ زندہ کریگا اموات کو اس قصہ کو تسلیم کرنے سے معجزہ و خرق عادت کا قائل ہونا پڑتا ہے تمام مفسرین اہل اسلام نے اِس قصہ کو تسلیم کیا ہے مگر بعض متاخرین نے معجزہ کی تاویل ہر جگہ کی ہے یہان بھی اسکو تسلیم نہین کیا ہے بلکہ اس آیت مین تاویل کرکے کہا کہ حضرت موسیٰ نے قاتل کی شناخت مین ایک چکمہ دیا جیسا کہ عموماً لوگ اس قسم کے چکمے دیا کرتے ہین فرمایا کہ میت کے کسی جزو سے اُسکے کسی جزو کو مارو جو قاتل نہ تھے اُنھون نے اس حکم کی تعمیل کی جو قاتل تھا وہ خوف زدہ ہو گیا جیسا کہ ہوا کرتا ہے اس صورت مین کوئی چارہ نہ تھا بجز اسکے کہ ضمیرین دونون نفس کی جانب پھیری جائین اُسکے بعد ہر دو فریق نے ایک دوسرے پر اعتراضات کئے اور اُسکے جواب دئے وہ اپنی جگہ پر مذکور ہین ہمکو جو امر ذوقی یہان معلوم ہوا ہے اُسکو ذکر کرتے ہین وہ یہ کہ ضمیر مذکر تو بلا شبہہ نفس کی طرف پھرتی ہے اور ضمیر مؤنث گائے کی طرف راجع ہے گائے کے ذبح کرنے کے بعد حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ اُس کے جزو کو

وسیلہ گردانو کہ اللہ تمھارے مقصد کو حاصل کرا دے اور وہ تمکو بصیرت عطا فرمائے کہ جو عالم مثال کے مشاہدہ کے واسطے درکار ہے چنانچہ ویسا ہی ہوا عبادت کی برکت سے وقتی قوت اشراقی اُنکو حاصل ہو گئی اور عالم مشترک برزخ مین قتیل کو حیات برزخی حاصل تھی اُس نے اُن لوگون کے سامنے کھڑے ہوکے اپنے قاتل کو بتا دیا پھر وہ کیفیت دفع ہو گئی اور میّت اپنی حالت مین رہگئی اس امر کو ہمنے محض تاویل کی غرض سے نہین کہا ہے کیونکہ ہم ایمان لائے ہوئے ہین کہ اللہ چاہے تو مردونکو زندہ کر دے بلکہ ہم یہ ذوقی بات اسوجہ سے کہتے ہین کہ اس جگہ اللہ جلشانہ نے قصداً بغیر نسیان کے جس سے وہ پاک ہو کیفیت حیات کو ذکر نہین فرمایا اُس کو بالکل ترک کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس مین کوئی تغیر نہین ہوا وہ تو ایسی حیات پا چکا تھا کہ جس کے بعد موت نہین ہے وہ اسوقت بھی حی تھا جس وقت اُسکے قاتل کی تلاش ہو رہی تھی اور یہ حیات جو ان لوگونکو مشاہدہ ہوئی ایسی حیات سے تمام اموات کو اللہ جلشانہ زندہ کرتا ہے یہ حیات برزخی ہے جو سب کے لئے ثابت ہے اور جس کے ثبوت کے بعد پھر حشر و نشر مین کلام کو گنجائش نہین ہوتی ہے۔

یہ قصہ مشابہ اُس صورت کے ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین حضرت جبرئیل تعلیم ایمان کے لئے تشریف لائے اور جماعت صحابہ نے حضرت جبرئیل کا مشاہدہ کیا اور یہ برکت نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم مثال ان پر منکشف ہو گیا اور وہ عالم مثالی کی بات کو ہوشیاری مین دیکھنے لگے جو عموماً رویار وخواب مین دکھائی دیتا ہے۔

اِس مین شک نہین کہ عالم خواب کی بات پر کوئی حکم نہین دیا جا سکتا ہے مگر عالم بیداری مین اگر ایسی حالت ہو خصوصاً نبی کی موجودگی مین تو اُس پر احکام کا مرتب نہ ہونا غیر مسلم ہے بلکہ بعض خواب ایسے ہوتے ہین جنکا ثبوت عیاناً ہو جاتا ہے اُن پر احکام مرتب ہو جاتے ہین جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک صحابی نے شہادت کے بعد اپنے ترکہ کا نشان دیا اور اُسکے متعلق وصیت کی وہ حضرت ابو عبیدہ نے نافذ کی حضرت عمر نے برقرار رکھا۔ یہان ایک تفسیر اور ہے جسکا ذکر خالی از لطف نہین ہے وہ یہ کہ اس آیت مین جس قتل کا ذکر ہے وہ قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اس پر بہت قوی دلیل یہ ہے کہ لاحب اللہ مین یسالک اہل الکتاب کے رکوع مین یہ سب انعامات ذکر کئے گئے ہین اور آخر مین حضرت عیسیٰ کے قتل کا ذکر ہے لہذا اس جگہ اُنہین کے قتل کی طرف اشارہ ہے اور مُراد اُس سے نفس زکی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اللہ فرماتا ہے کہ یاد کرو اُسوقت کو کہ جب حضرت عیسیٰ کو تمنے قتل کیا اور پھر اُسمین تم جھگڑا کرنے لگے اور اللہ ظاہر کرنیوالا تھا جس کو تمنے پوشیدہ کیا ہے پھر کہا ہمنے یعنی بنی اسرائیل نے کہ عیسیٰ کی ٹانگین توڑ ڈالو

ایسے ہی اللہ زندہ کرتا ہے مردونکو الی آخر الآیہ ہم کو اس تفسیر کی بہت زیادہ تردید کی ضرورت نہین ہے
اسواسطے کہ فقلنا اضربوہ ببعضہا اسکی پوری طور پر تردید کرتا ہے ظاہر ہے کہ قلنا سے بنی اسرائیل کے قول
کا ہونا اضربوہ ببعضہا سے ٹانگین توڑنے کو کہنا یہ سب باتین خود ہی تردید کرتی ہین اصل یہ ہو کہ ایک
عقیدہ قائم کرکے قرآن کے معنے پھیر دینا یہ امر دوسرا ہے اور قرآن کے معنے کہنا امر دوسرا ہے یہ دیسا ہی ہے
کہ جیسا وان من شیعتہ لابراھیم مین ہ مذکر حضرت علی کی طرف راجع کیجاتی ہی یا ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتھم ام
لم تنذرھم لایؤمنون ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم کر معنے یہ کیے جاوین کہ جو لوگ دلمین اپنے
تخم محبت بوتے ہین برابر ہی کہ انکو آپ ڈرائیے یا نہ ڈرائیے وہ ہرگز ہمارے ڈرانے کی تصدیق نہ کرینگے اللہ نے انکے دلون
مین جو نعمت ہے اُس کی حفاظت کے لئے مُہر کردی ہے اور اُنکے کانون پر اور آنکھون پر پردہ ہے کہ غیر
معرفت الٰہی کوئی شئے نہ سن سکتے ہین نہ دیکھ سکتے ہین اُن کے لئے شیرینی بہت بڑی ہے کہنے والا کہہ سکتا
ہے کہ شیعتہ کا مرجع گو اوپر حضرت نوح کی طرف پھر سکتا ہے مگر کلام عرب مین جل جلالہ کے طور پر بھی مرجع معروف
کی جانب پھرتا ہے یہان حضرت علی کی طرف اسی قاعدہ سے پھرا اسی طرح کفر کے معنے پوشیدہ کرنے کے ہین
بونے کے ہین اور اس قسم کا استعارہ برابر مستعمل ہے مُہر بھی عمدہ شئے کے لئے لگائی جاتی ہی عذاب عذب سے
ماخوذ ہے جسکے معنے شیرینی کے ہین ان سب اُمور کا ثبوت کلام عرب سے دیا جاسکتا ہے ایسے ہی تفاسیر وہ بھی ہین
جو اس آیت کی کی جاتی ہین محض کسی لفظ کے کوئی معنی ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ ہر جگہ جو چاہے
جو معنے لے لے جبتک سیاق کلامی نہ ہو کیونکہ معنے جو جو مین آئین لئے جاسکتے ہین اس تفسیر سے تو پھر وہ تفسیر
لگتی ہوئی ہے جس مین یحیی الموتی کی تاویل چھپی بات کے ظاہر کرنے سے کی گئی ہے اگر یہ بھی ظاہر سے پھر کے
معنے حقیقی کے ہوتے ہوے معنے مجازی لئے گئے ہین اور حذف فاظھر اللہ ماکتموہ لیا گیا ہے آخر الکلام یہ کہنا
پڑتا ہے کہ سب سے قریب وہی تفسیر ہے جو جمہور کی ہے فاضربوہ ببعضہا پس مارو تم نفس مقتول کو بعض جزو سے
گائے کے فاحیاہ اللہ فاخبر بقاتلہ محذوف کرنا پڑیگا کہ اللہ نے زندہ کیا اُس مقتول کو اُس نے اپنے قاتل کی
خبر دی ایسا ہی اللہ مُردون کو زندہ کرتا ہے اس جملہ کو اپنے معنے پر رکھا گیا ہے لیکن اقرب ترین وہی ہے
جو ہمنے اوپر ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ میت پر گوشت مارنیکا حکم نہین ہوا بلکہ قبر پر میت کے گوشت مارا گیا جس سے وہ
زندہ ہوگیا یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ روح کو قوت بروز کی حاصل ہے اگر چاہے تو کسی کے جسم مین سما جاوے
اس امر کے اکثر اہل تحقیق قائل ہین اس لئے اس جگہ خدا نے ذبح بقر کا حکم دیا تاکہ بروز کا اندیشہ جاتا رہے
کیونکہ مردہ کی روح کسی مین سما نہین جاتی ہے خصوصاً بطلان تناسخ کے اُصول پر اسی وجہ سے اللہ نے حکم ذبح

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ
پھر سخت ہوگئے تمھارے دل بعد اسکے تو ہوگئے مثل پتھر کے بلکہ اُس سے بھی زائد سخت

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ
حالانکہ پتھر مین تو وہ بھی ہے جس سے دریا جاری ہوتے ہین اور یقیناً اس سے وہ بھی ہے جو پھوٹ جاتا ہے اور

مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○
اُس سے پانی نکل آتا ہے اور بعض اُن مین سے وہ ہے جو خدا کے خوف سے گر پڑتا ہے اور اللہ غافل نہین ہے اُس سے جو تم کرتے ہو

بقیہ صفحہ ۱۷۹ بقرہ کا دیا نیز یہ امر بھی جان لینا چاہیئے کہ عموماً نفس کو قرآن مین مؤنث کہا ہے یہان ضمیر مذکر پھیری ہے اس مین یہ فائدہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ یہان مُراد نفس سے مقتول ہے برخلاف دوسری جگہ کے کہ وہان نفس سے نفس مُراد ہے۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ایسا ہی اللہ مردونکو زندہ کرتا ہے یہ جملہ معترضہ ہے کہ جس طرح یہ قتیل اُٹھایا گیا اسیطرح تم پھر زندہ ہو جاؤگے یا جو حالت اِس مقتول کی ہے وہی تمام مردونکی ہے کہ اُنکی حیات برزخی ہو ویریکم ایتہ اور دکھاتا ہے تمکو اپنی نشانیان مراد اِس جگہ یا تو معجزات انبیاء بنی اسرائیل کے ہین یا اُن کے واقعات ہین یا جو آنحضرت کے وقت مین اُنھون نے دیکھا آیات سے مُراد مُطلقاً دلائل ہین یا مخصوص احیاء اموات وغیرہ یا عجائب قدرت جو حضرت سے لیکے آنحضرت تک ظاہر ہوئے۔

لعلکم تعقلون تاکہ تم اُس کو سمجھ لو ظاہر ہے کہ آیات اس سے دکھائے جاتے ہین کہ عقلاء اُن کو مشاہدہ کرکے وجود صانع اور اُسکی قدرت کو تسلیم کرین مثلاً اس قدرت کے دیکھنے کے بعد پھر کس کو حق ہے کہ وہ احیاء اموات کا منکر ہو۔

مسئلہ اِس آیت شریف مین جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یا تو حضرت موسیٰ کے وقت کا ہے یا بعد حضرت موسیٰ کے تو اگر حضرت موسیٰ کے وقت کی حالت ہے تو ظاہر ہے۔ ثم یہان بعد زمانہ کے لئے نہین ہے بلکہ بعد عقلی و عادی ہے کہ باوجود ایسے ایسے آیات قدرت کے دیکھنے کے پھر تمھارے دل سخت ہوگئے حالانکہ یہ امر مستبعد ہے کہ ایسے امور کے ظاہر ہونیکے بعد دل سخت ہو جاوے اِس صورت مین یہ اشارہ ہے اُس حالت کی جانب جبکہ قاتل نے باوجود مقتول کے زندہ ہوکے بتا دینے کے قتل سے انکار کیا ارشاد ہوتا ہے یہ احیاء میت کے بعد پھر جرات مشکل تھی اور عادت کے خلاف تھی مگر ایسا ہوا کہ جب قاتلون کو معلوم ہوا کہ میت نے خود اُن کے قتل کرنیکی خبر دی تو اُنھون نے کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے ہمنے اس کو قتل نہین کیا گو اس انکار کا کوئی ثمرہ نہین ہوا اور وہ قاتل ٹھہرائے گئے اور وراثت سے محروم کر دیے گئے اگر ثم بعد زمانی اور تراخی وقتی کے اوپر دلالت

کرتا ہے تو اس آیت مین بیان اُس وقت کا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے تورات کی اتباع بالکل چھوڑدی اور فسق وفجور اور قتل انبیا بلکہ شرک وکفر تک کرنے لگے یا اشارہ اُس شقاوت قلبی کی جانب ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین ان سے ظہور پایا چاہیے تھا کہ انکو تمام علامات سے آگاہی تھی پہلے رب کے ایمان لاتے بجائے اسکے رب سے زائد ہی دشمنی کرنے لگے انکے دل اگر اپنی اصلی حالت پر ہوتے تو بعد انعامات کے اور ظہور بینات کے اور بعد وقوف علامات کے یہ ایمان لے آتے مگر انکے دل تو اصلی حالات سے خارج ہو گئے ان مین قسوت پیدا ہو گئی قسوت یُبس وصلابت کو کہتے ہین انکے دل بالکل خشک اور سخت ہو گئے من بعد ذلک کا اشارہ یا تو احیاء مقتول اور اُسکے قاتلون کے نشان بتادینے کی طرف ہے یا دیگر واقعات ہین جو بنی اسرائیل کو مختلف اوقات مین پیش آئے اور آیات وبینات انھون نے مشاہدہ کئے یا وہ عہود ومواثیق جو اتباع آنحضرت کے لیے کئے گئے تھے اور اُنکے ظہور کا وقت آگیا تھا تو بعد ان اُمور کے اُنکے دل بجائے متاثر ہونیکے غیر متاثر ہو گئے ۔

فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ پس وہ دل مثل پتھر کے ہو گئے بلکہ اُس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کیونکہ اُن کے قبول تاثیر اور استفادہ کی صورتین ہین مگر انکے دل کی درستی کی صورت نہین ہو۔ پتھر سے تو دریا نکلتے ہین وہ پھٹ جاتا ہے تو سوتا جاری ہو جاتا ہے اس مین پہلی صورت سے دوسری صورت زیادہ عدم تاثیر پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ پتھر سے دریا جب جاری ہوتا ہے جبکہ اُسکے اندر کوئی مادہ ہوتا ہے اور سوتا اُسوقت نکلتا ہے جبکہ مادہ خارجی کو وہ رفع کرنے لگتا ہے ظاہر ہے کہ جب باطن حجر مین مادہ دریا جاری ہونیکا ہے تو اُسکے اجرا مین اس قدر بعد نہین جسقدر باہری مادہ کی وجہ سے اگرچہ دوسری صورت مین جریان پانی کا سُست ہوتا ہو اور پتھر پیچ کے رہجاتا ہو لیکن قبول تاثیر اس صورت مین زیادہ مستبعد ہو بہ نسبت صورت اولی کے یہان اسی وجہ سے اس تدریج کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ بعض پتھر مین اُسکی اندرونی استعداد سے پانی دریا کا دریا جاری ہوتا ہے اور بعض پتھر مین خارجی مادہ سے تھوڑا بہت پانی نکل آتا ہے مگر اُنکے دل نہ خارج سے اثر قبول کرتے ہین نہ داخل سے کسی قسم کے تاثر کا مادہ ہی نہین رہا ہے ۔

ظاہر ہے کہ پتھر کی طبیعت بلحاظ ہیولی اور صورت اور جنس کے اشکال قبول کرنے کے قابل ہے مگر صورت حجری قبول اشکال کو روکتی ہے لوہا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی ہے مگر اُسکو پگھلا کے سب طرح سے تاثر کر سکتے ہین مگر پتھر اُسکو بھی قبول نہین کرتا ہے تو دل یہود کے پتھر ہین بلکہ اُس سے بھی بدتر ہین کیونکہ وہ تو کچھ نہ کچھ اثر قبول کرتے ہین مگر ان سے اثر قبول کرنے مین بالکل ناامیدی ہے کیونکہ اُنکے دل تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہین ۔ اس جگہ او اشد قسوۃ مین واؤ شک کے لئے نہین ہے بلکہ بلکہ کے معنی مین ہے یا واؤ کے

معنی مین ہے یا ابہام اس مین بلحاظ مخلوق کے ہو اگرچہ بلحاظ خالق کے معلوم ہے کہ یہ کسقدر زیادہ شدید وسخت دل ہین ایں جگہ اشد قسوۃ کہا ہے حالانکہ اشد سے تفضیل کا صیغہ اُسی جگہ لایا جاتا ہے جہان افعل کا صیغہ نہ ہو حالانکہ یہان اقسی مستعمل ہے یہ محض اشد قسوۃ لانے سے اظہار غایت درجہ مبالغہ کا ہے کہ شدت در شدت ہے سختی پر سختی ہے اس سختی کے ہوتے ہوے پتھر کے ایسے خفیف اثر کو قبول کرنا بھی ناممکن ہے نہ ان سے پانی کے دریا جاری ہوتے ہین کہ یہ بڑے ظرف کی بات ہے نہ یہ مانند پتھر کے پسیج سکتے ہین ذرہ نرم ہونا بھی دشوار ہے پتھر مین تو بعض پتھر ایسا بھی ہے کہ خدا کے خوف سے بلندی سے نیچے گر پڑتا ہے جن لوگون نے حس وادراک کو ہر پتھر کے مشاہدہ کیا ہے اور وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ کوئی چیز ذرہ نہین جو اللہ کی تسبیح اُس کی حمد کے ساتھ نہین کرتی ہے وہ کہتے ہین کوئی پتھر ایسا نہین ہے جو گرے اور خدا کے خوف سے نہ گرے بلکہ جو گرتا ہے وہ خوف وخشیت الٰہی سے گرتا ہے یہ قول مجاہد کا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ علاوہ اس عموم تسبیح کے بعض پتھر کو خدا ادراک خاص اور خشیت مخصوص عطا فرماتا ہے تو وہ خوف الٰہی سے گر پڑتا ہے لو انزلنا ھذا القران علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعًا من خشیۃ اللہ سے بھی ایسا ہی مراد ہے جیسے جبل طور پر تجلی ہوئی وہ ریزہ ریزہ ہوگیا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اُس پتھر کو پہچانتا ہون جو قبل بعثت کے جب جبل حرا جاتا تھا تو وہ مجھ پر سلام کرتا تھا۔

بعض کہتے ہین کہ ہبوط حجر چونکہ موجب خشیت ودہشت کا ہوتا ہے اسواسطے خشیت کی اضافت پتھر کی طرف کی گئی ورنہ مطلب یہ ہے کہ لوگون کو بعض پتھرون سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اُن کے گرنے سے خوف پیدا ہوتا ہے یا یہ محض تمثیل دل کی ہے اول مین بھی پتھر سے دل مُراد لیا ہے دوسرے مین بھی کہ دل اُن کے صلاحیت رکھتے تھے کہ وہ اثر قبول کرتے جس طرح مادہ اجسام مگر صورت حجری نے اُن کی تاثیر قبول کرنے مین رُکاوٹ پیدا کر دی ہے اسی طرح اُن کی شقاوت قلبی سے رکاوٹ پیدا ہوگئی ہو حالانکہ جو دل شقی وقاسی نہین ہین وہ روتے ہین پسینے پسینے ہوجاتے ہین خدا کے خوف سے گر گر پڑتے ہین بعض نے کہا ہے کہ مراد ہبوط سے انقیاد ہے کہ پتھر تو منقاد ہوتا ہے مگر اُن کے دل منقاد بھی نہین ہوتے ہین ان کے دل پتھر کے ہین اور ایمان دارون کے دل چاہے کیسے ہی سخت ہون مگر بغیر اثر قبول کئے ہوئے نہین رہتے اعلیٰ ترین دل مسلمانون کے ہین جنکی حالت یہ ہے کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم اس جگہ اختلاف ہے کہ اوپر بھی گذرا ہے کہ مخاطب اس آیت کے یا تو بنی اسرائیل اگلے تھے یا وہی کہ جو آنحضرت کے زمانہ مین تھے پھر یہ لوگ مخاطب یا تو محاورہ عرب کے طریقہ پر ہوئے کہ اُنکے اسلاف کے

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ
کیا تمکو طمع ہے کہ وہ ایمان لائینگے تمھارے واسطے حالانکہ ایک گروہ انمین کا کلام اللہ سن چکا ہے
اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
پھر اُسنے اُسکو پھیر دیا بعد اسکے کہ وہ سمجھ چکا تھا اور وہ اپنی اس سنگدلی کو خوب جانتا تھا

بقیہ صفحہ ۱۸۲ افعال سے وہ مخاطب کئے گئے یا انھین مخاطبین کا حال ذکر کیا گیا بظاہر مخاطبین موجودین زمانہ نزول وحی مراد ہین واللہ اعلم بالصواب۔

استفہام اس جگہ یا توبیخی ہے یا اس امر کے بعید ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے سخت دل لوگون کے ایمان کی توقع کی جاوے۔ اور یہ جملہ ہے یا تو اسکا عطف ثم قست قلوبکم پر ہے یا معطوف ایک جملہ پر ہے جو محذوف ہے اور درمیان ہمزہ استفہام اور فا کے اُس کو تجویز کرتے ہین یعنی اتحسبون ان قلوبکم صالحۃ للایمان فتطمعون ایا تھم کیا گمان کرتے ہو کہ اُن کے دلون مین ایمان کی صلاحیت ہے جو اُن کے ایمان کی طمع کرتے ہو۔

طمع کہتے ہین کسی شئے کے حاصل کو جی بے اختیار چاہے اور بہت چاہے آرزو سے زیادہ ظاہر ہے کہ یہ امر رغبت قوی کے باعث ہوتا ہے اس کے مخاطب یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین خاصکر کے اور اسوقت جمع محض تعظیم کے لئے ہے یا مخاطب مخصوص جماعت انصار کی ہے یا تمام ایماندار ہین یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام ایماندار ہین۔ ان یومنوا لکم یا تو مراد اس جگہ ایمان سے معنی لغوی ہین اور وہ تصدیق کے ہین اور اس جگہ لام تعدیہ کا تضمین کے لئے ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ان یصدقوا مستجیبین لکم یعنی تصدیق کرینگے اور درحالیکہ وہ تمھاری دعوت قبول کرنیوالے ہین یا مراد یہان ایمان شرعی ہے تو لام کے معنے اجل کے ہین یعنی ایمان لاوینگے تمھاری غرض سے اور مراد دونون صورتون مین ضمیر غائب سے وہ یہود ہین جنکے ایمان کی طمع کی جاسکتی ہے خواہ وہ آنحضرت کے زمانہ مین ہون یا بعد آنحضرت کے ہون یا مراد اس سے جنس یہود ہو کسی وقت ہو۔ وقد کان فریق منھم یعنی درحالیکہ ایک گروہ ان مین کا مراد اس سے اسلاف یہود ہین اور وہ احبار ہین یسمعون کلام اللہ مراد کلام اللہ سے تورات ہے جو اُن پر نازل ہوئی تھی اور انکو اس کی اتباع کا حکم تھا ثم یحرفونہ پھر اُس کی تحریف کی یعنی اُس کے معنی تبدیل کر دئے جیساکہ ابن عباس کی تفسیر ہے یا اُس کے الفاظ کو اُنھون نے بدل دیا ہے جیساکہ جمہور کی رائے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف کو اُنھون نے بدل ڈالا تھا تورات مین تھا کہ جو آنیوالا ہے وہ ابیض ربعۃ گو رامیانہ قد ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور مدینہ طیبہ مین تشریف لائے اور آنحضرت کی احبار یہود نے صورت دیکھی اُن کو اندیشہ ہوا کہ حضرت کا حلیہ دیکھ کے لوگ شناخت کرینگے

اُنھون نے بجاے ابیض ربعۃ کے اسمر طویل کر دیا جس کے معنی گندم گون لمبے کے ہین ہو سکتا ہے کہ یہ غلطی ترجمہ کی ہو یا اُن کی شرارت ہو اسی طرح آیت رجم کو بدل دیا تھا اور اُس کا حکم قائم نہین رکھا تھا۔
بعض کہتے ہین مراد کلام اللہ سے وہ ہے جو اُنھون نے طور پر سُنا تھا اور تحریف اُس مین کی کہ اُس مین تھا کہ اوامر کو جہان تک قدرت ہو بجالاؤ اور نواہی کا ارتکاب نہ کرو اُنھون نے اس کے بعد اگر چاہو کا لفظ بڑھا دیا کہ جی چاہے تو نہ کرو حالانکہ اس صورت مین جملہ مہمل ہو گیا اور بعض کہتے ہین کہ کلام اللہ سے وہ مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا یہود نے اس کو سُنا اور اُس کی ایسی تاویلین کین جنسے احکام خلط ملط کر دئے واللہ اعلم۔
حاصل یہ ہے کہ اگر تحریف سے مراد زمانہ موسوی کی تحریف ہے تو ظاہر ہے کہ نعت حضرت مراد نہ ہو گی بلکہ تاویل احکام مین ہو گی اور اگر تحریف آنحضرت کے وقت ہو گی تو ظاہر ہے کہ تحریف الفاظ مین ہو گی خصوصًا نعت مین تغیر کر دینا ہو گا من بعد ما عقلوہ بعد اس کے کہ اُس کلام آلٰہی کو اُنھون نے سمجھ لیا یعنی ضبط کر لیا اور اُس کی صحت مین کسی قسم کا شبہہ باقی نہ رہا۔ ما اس جگہ مصدریہ ہے وہ ضمیر راجع کلام کی طرف ہے بعض ما کو موصولہ کہتے ہین اور ضمیر کو اُس کی طرف عائد کہتے ہین۔
وَهُمْ يَعْلَمُونَ اور وہ جانتے تھے اسکا متعلق محذوف ہے کس چیز کو جانتے تھے مراد اس جگہ یہ ہے کہ وہ اپنے کو خوب جانتے تھے وہ جھوٹے ہین اور باطل پر ہین یا یہ خوب جانتے تھے کہ تحریف کرنے مین کتنا عذاب ہو گا اس آیت مین ایک شناعت کا یہود کے ذکر کیا گیا ہے اور جس کی بنا پر اُن کی سنگدلی کا ثبوت دیا گیا ہے اور اُن سے ایمان لانے کی طمع رکھنے پر انکار کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شناعت اور عیب کے بعد پھر انسان کا دل اس قابل نہین رہتا ہے کہ حق بات کو مانئے یہ شناعت تحریف کلام اللہ ہے اور یہ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی ہو دونون ایک ہی حکم رکھتی ہین اسواسطے کہ تمرد اور سرکشی کی حد باقی نہین رہتی ہر جب اتنی جرأت انسان مین پیدا ہو جاتی ہے آیات اللہ کے بدلنے کی جرأت اور اُسکے معانی متغیر کر دینے کی ہمت اُسی شخص کو ہوتی ہے جو نہایت بے باک و بے خوف ہوتا ہے اس جگہ تحریف کرنے والے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود ہون تو اُنکے ایمان لانیکی طمع نہ رکھنا ظاہر ہو کہ وہ اس شناعت کے مرتکب ہین مگر اُنکے اسلاف کی اس فعل شنیع کے سرزد ہونے سے اُنکے ایمان لانیکی طمع نہ رکھنا کس وجہ سے ہے اسکا سبب یہ ہے کہ اسلاف مین احبار و اشراف اس فعل کے مرتکب تھے تو جس قوم کے اکابر کے یہ اوصاف تھے تو اُنکے اصاغر سے تو ان برائیون سے بڑھکر برائیون کی توقع اور انسے اگلون سے زیادہ قبول حق سے مایوسی ہونا چاہئے اس جگہ یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جب حضرت موسیٰ نے انکو نجات دلائی اُن کے کہنے پر اُنھون نے عمل نہ کیا تو دوسرے

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ
اور جب وہ ایمانداروں سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بھی ایمان لائے ہین اور جب باہم ملتے ہین

قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا
تو کہتے ہیں کہ کیا تم جر دیتے ہو مسلمانون کو اُن باتون کی جنکو اللہ نے تمپر ظاہر کیا ہو تاکہ وہ اُسی کو دلیل پکڑین تمھارے پروردگار کے پاس کیا تم

تَعْقِلُونَ ○ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ○
سمجھتے نہین ہو کیا اُن کو علم بس ہے کہ یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہین اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہین

بقیہ صفحہ ۱۸۴ شخص کے کہنے پر کیا عمل کرینگے انسے کسی طرح توقع نہین ہو سکتی ہے یہود جو کچھ ایمان لائے وہ محض عبداللہ بن سلام کی وجہ سے۔

شان نزول اس کا یہ ہے کہ بعض غیر معاند واقعات اپنے دین کے اور بشارت ذکر کر دیتے تھے بعض کہتے ہین کہ بنی قریظہ اظہار محبت کرتے تھے دل مین عداوت رکھتے تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی یہ جملہ مستانفہ ہے اور اسوجہ سے لایا گیا ہے کہ اُنکے حرکات و جرائم کا اظہار کیا جائے یا عطف وقد کان فریق کے جملہ پر ہے یا یسمعون پر ہے بعض کہتے ہین واذ قلتم پر عطف ہے ضمیر یا تو یہود کی طرف ہے یا جماعت مخالفین کی طرف ہے خواہ یہود ہون یا منافق جو باہم ملتے ہین اُن کی طرف ہے اور خلا کے معنی انفراد کے ہین کہ جب تنہا ہوتے ہین تو بعض جنھون نے کہا آمنا حالانکہ وہ منافق ہین اور بعض جو ساکت رہے آپس مین ملتے ہین تو گفتگو کرتے ہین اس مین اُن ساکتون کی انتہائی کمزوری کا بیان ہے جو وقت پر تو چپ رہتے ہین اور جب وقت نکل جاتا ہے اور پھر گفتگو کرنے والون کو الزام دیتے ہین اور کہتے ہین کہ تمنے کیون ایسی باتین کہدین جنکو اللہ نے تم پر ظاہر کیا تھا اور تمھارے لئے بیان کیا تھا حالانکہ وہ اس قابل نہین کہ مسلمانون سے کہی جاوین اور اُن کو بتائی جاوین اُن سے تو وہ پوشیدہ رکھی گئین تھین اُن کے بتانے سے یہود کا نقصان ہے اور وہ نقصان یہ ہے کہ وہ اپنی تائید مین اُن باتون کو پیش کر سکتے ہین وہ باتین وہی تھین جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہو وصف نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ عہود جو انبیاء نے حضرت کی اتباع کے بارہ مین لئے تھے کہ جب حضرت تشریف لائنگے تو تم اُنپر ایمان لانا اور اُنکی مدد کرنا اُنھون نے قبول کیا تھا۔

عِندَ رَبِّكُمْ سے مراد یا حکم الٰہی ہے یا کتاب اللہ ہے بعض روز قیامت کو مراد لیتے ہین حاصل یہ ہے کہ تمھاری پوشیدہ بات بتانے سے تم پر حجت لاوینگے اللہ کے حکم یا اُس کی کتاب کی تائید مین یا روز حشر مین۔

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ○
اور اُن مین سے بعض ان پڑھ ہین وہ توراۃ کو نہین جانتے ہین بجز اس کے کہ اُن کو تمنائین ہین اور گمان کرتے ہین

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ
تو افسوس ہے اُن کے لیے جو اپنے ہاتھون سے توراۃ لکھتے ہین پھر کہتے ہین کہ یہ اللہ کے نزدیک سے ہے

اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ ○
تا کہ اُس کے عوض تھوڑا بدلا لیوین پھر افسوس ہے اُنکے لیے جو کچھ اُنکے ہاتھ لکھتے ہین اور اُس پر افسوس ہی جو وہ کماتے ہین

اس آیت سے بھی فضائح اور قبائح یہود کے بیان کرنا مقصود ہی۔

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ بھی یا تو جملہ مستانفہ ہی محض یہود کے قبائح بیان کرنیکے لیے یہ جملہ لایا گیا یا عطف ہے قد کان پر امیون جمع اُمی کی ہے جسکے معنے ان پڑھ کے ہین اُم کی طرف یا تو منسوب ہی یعنی جیسے مان نے جنا ویسا ہی ہے یا اشارہ ہے کہ تعلیم مان کم کرتی ہے یا ماخوذ اُمت سے ہے جسکے معنے خلقت یا جماعت کے ہین عرب عموماً اور آنحضرت بالخصوص اُمی کہلاتے ہین یا اُم القریٰ کی طرف منسوب ہین کبھی ہر اُس گروہ کو امیون کہتے ہین جو کسی شریعت کا پابند نہ ہو یا جاہل بنی اسرائیل مراد ہین۔ اس آیت مین الکتاب جو مذکور ہے اس سے بھی مراد توراۃ ہے اس پر سیاق وسباق دلالت کرتے ہین۔ امانی کی اصل امنونہ ہے مراد اُس سے وہ آرزو ہے جو انسان دل ہی مین رکھے کبھی گڑھی ہوئی بات کو اور کذب کو بھی کہتے ہین کبھی جس شئے کی تمنا کی جاوے اُس کو کہتے ہین اور کبھی قرات کو امانی کہتے ہین حسان بن ثابت نے حضرت عثمان کے واقعہ مین کہا ہے۔

تمنی کتاب اللہ اول لیلتہ ٭ وآخرہ لاقی حمام المقابر۔ یعنی تمنی بمعنی قرا پڑھتے تھے کتاب اللہ کو ابتدا رات مین اور آخر مین رات کے جاملے مقابر کی موت سے حضرت ابن عباس یہان امانی سے اکاذیب مراد لیتے ہین یہان بعض محض قرات بغیر معنی سمجھے بوجھے کو مراد لیتے ہین جیسا کہ قرات کے معنے مین یہ لفظ آتا ہے۔ بعض امید وآرزو کو مراد لیتے ہین اُن کو توقع تھی کہ وہ بخشدیے جاوینگے اُن کو خدا عذاب نکریگا اُن پر خواہ نخواہ رحم کریگا اسواسطے کہ وہ انبیائے کرام کی اولاد ہین بعض کہتے ہین کہ مراد امانی سے وہ عہود ہین جو احبار نے اپنے دل سے بنائے تھے مثلاً کہتے تھے کہ جنت مین سوائے یہود کے کوئی اور نہ جاویگا یظنون یعنی گمان کرتے ہین اس مین اشارہ اس جانب ہے کہ یہ جو باتین ہین اُن مین سے کوئی بھی حد علم تک نہین پہونچی ہے اس جگہ یہ امر ثابت ہوا کہ ایمان تقلیدی معتبر نہین ہے بلکہ تحقیق کرنا اور یقین حاصل کرنا لازم ہے برخلاف امور غیر قطعیہ کے کہ اُن مین تقلید روا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ہر ظنی امر مین تحقیق وقت کی عمل سے تابع ہوگی اور نظام عالم درہم برہم ہو جاویگا اور تمام کاروبار معطل ہو جاویگا واللہ اعلم۔

ویل مثل ویح کے افسوس کا کلمہ ہے مقصود اس سے حسرت اور فضیحت ہے ایک حدیث مین ہے کہ ویل ایک وادی ہے جہنم مین کہ کافر اُس مین جھوکا جاویگا تو وہ اُس کے قعر تک چالیس برس مین بھی نہ پہونچے گا ایدی ھیمر اسوجہ سے ارشاد کیا ہے کہ شائبہ بھی مجاز کا باقی نہ رہے یقینی طور پر انھین کا فعل سمجھا جائے۔

فائدہ۔ کتابت سب کے پہلے حضرت آدم نے کی تھی اور بعض کہتے ہین کہ حضرت ادریس نے ممکن ہے کہ حروف سے سب کے پہلے کتابت حضرت آدم نے کی ہو اور خطوط و دوائر سے سب کے پہلے حضرت ادریس نے کی ہو یہ ہمنے اسواسطے کہا ہے کہ حضرت ادریس کا ایک معجزہ ہے اسطرلاب جسکو اُنھون نے تسطیر کیا ہے حضرت ادریس کو لوگ ہرمس بھی کہتے ہین واللہ اعلم۔

مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یہود نے بدل دی تھی جیسا کہ اوپر گذرا ہے۔

فائدہ۔ اِس جگہ مین مقام پر لفظ ویل آیا ہے بعض لوگون نے اِس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہود سے تین بڑی خطائین ہوئی تھین اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بدل ڈالے تھے ثانیاً اللہ پر افترا کیا ثالثاً رشوت لیتے تھے کبھی احکام جاری کرنے مین رشوت لے لیتے تھے کبھی احکام بتلانے مین رشوت لے لیتے لہٰذا یہ کلمہ تین بار آیا یا تین خطاؤن پر تین مرتبہ افسوس کیا گیا۔

شان نزول مین اِس آیت کے کہا جاتا ہے کہ یہ احبار یہود کی شان مین نازل ہوئی ہے اُن کو خوف تھا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت رہنے دینگے تو سب حضرت کی پیروی کرینگے ان کی جو ریاست اور سرداری ہے وہ جاتی رہیگی بعض کا خیال ہے کہ ملوک بنی اسرائیل کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی ہے اُنکو یقین تھا کہ اگر حضرت کی رسالت کا وہ یا اُن کی رعایا اقرار کرینگے تو پھر اُن کی حکومت کا برقرار رہنا مشکل ہو جاویگا۔

بعض لوگون کی راے ہے کہ یہ آیت ایسے گروہ کی شان مین نازل ہوئی ہے جنھون نے کسی آسمانی کتاب پر اعتماد نہین کیا بلکہ خود دل سے گڑھ کے کتاب بنائی اور کہنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ جو چاہا اُس کتاب مین احکام لکھے جس شئے کو چاہا حلال لکھا جسکو چاہا حرام لکھا۔

بعض کہتے ہین یہ آیت عبداللہ بن سرح کی شان مین نازل ہوئی ہے یہ کاتب وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا مرتد ہو گیا اور اُس نے کلام مین اپنی طرف سے آیات لکھدئے مگر قول صحیح یہی ہے کہ یہ احبار یہود کے بارہ مین نازل ہوئی ہے۔ بعض لوگون نے اِس آیت سے قرآن شریف کی کتابت پر قیمت لینے کو منع کر دیا ہو بلکہ قرآن شریف کی بیع کے عدم جواز کے قائل ہین۔ بعض صحابہ ہین جو ایسی ہی راے رکھتے ہین حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود سے کراہت مروی ہے فتح تستر مین ایک صندوق مال غنیمت سے فروخت ہونے لگا اُس مین

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ
اور وہ لوگ کہتے ہین ہمکو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن کہدو اُن سے کیا تم اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے

اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝
جو وہ اپنے عہد کے خلاف نکرے گا یا یہ ہے کہ تم نے خدا پر باندھ لیا ہے جس کو تم نہیں جانتے ہو

بقیہ صفحہ ۱۸۷ تورات یا زبور یا انجیل تھی ایک کافر نے اُس کو خریدنا چاہا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری کے حکم سے وہ کتاب اُسکو مفت دیگئی اور صندوق فروخت کیا گیا اِس سے قتادہ سند لاتے ہین سالم بن عبداللہ بن عمر اسکو تجارت بد کہتے ہین حضرت ابراہیم نخعی وغیرہ فقہا بھی کراہت کے قائل ہین حضرت امام زین العابدین لوگونسے تھوڑا کرکے مصحف لکھواتے تھے اُجرت دیکے نہین لکھواتے تھے مگر حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ اباحت کے قائل ہین اور حسن بصری اور مطر نے اپنے پہلے قول عدم جواز سے رجوع کیا اور جواز کے قائل ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد غور کے اباحت کا حکم قابل قبول ہے واللہ اعلم۔

اُس آیت کا عطف یا تو اذ قلتم پر ہے یا یہ آیت حال ہے فریق منہم سے یا جملہ معترضہ ہے۔ مس کے معنے یہ ہین کہ ایک چیز دوسری چیز کو چھو جائے اور اسکا احساس و ادراک بھی ہو اور لمس کے بھی یہی معنی ہین لیکن کبھی لمس ایسی شئے کی طلب کو بھی کہتے ہین جو حاصل نہ ہو بلکہ پائی نہ جاوے اور مراد اس جگہ نار سے نار جہنم ہے اور معدودہ کنایہ ہے قلیلہ سے یعنی تھوڑی گنتی کے دن آگ مین یہود رہینگے کہتے تھے کہ وہ مدت گوسالہ پرستی کی تھی تین دن یا سات دن یا دس دن یا چالیس دن بعض کہتے ہین کہ سات دن رہینگے عام اس سے کہ وہ دن یہان کے دن کا ایسا ہوگا یا ایک ہزار برس کے برابر ہوگا۔ ابن عباس سے مروی ہے وہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ تورات مین ہو کہ جہنم کے دونون کنارے کے درمیان چالیس ہزار برس کی مسافت ہے وہ ہر روز ایک ہزار برس کی مسافت طے کرینگے اور آخر مین شجرہ زقوم کے قریب چالیسوین دن پہونچ جاوینگے اسوقت انکو نجات ملجاویگی یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی جب آنحضرت مدینہ تشریف لائے اور یہود کو کہتے سُنا کہ وہی جنت مین جاوینگے اور چند روز رہینگے اسکے بارہ مین ارشاد ہوا کہ کیا اسپر کچھ اللہ نے عہد کرلیا ہو کہ وہ اپنے عہد کے خلاف نہ کریگا یا اللہ پر باتین بنالی ہین بے علمی سے۔ عہد سے مراد یا تو خبر ہی دخول جنت کی اور عدم تخلید عذاب یا وعدہ ہی اگر خبر مراد لیجاوے تو بعض کا خیال ہو کہ خلف وعید و عدہ دونون محال ہین اور مذہب حق یہ ہے کہ خلف وعید کرم ہو اور عہد سے مراد یہان وعدہ ہو جسکے خلاف کرنا محال ہو اللہ ہرگز خلاف وعدہ نہین کریگا اس آیت سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہو حضرت ابن عباس اس جگہ عہد سے مراد قول لا الٰہ الا اللہ لیتے ہین جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مفتاح جنت ہے۔

بلیٰ مَن کسب سیّئة واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا
ہان جس نے کمائی برائی اُس کو گھیر لیا ہو اُن نے گناہ تو وہین

خلدون ○ والذین امنوا وعملوا الصّلحت اولٰئک اصحٰب الجنة ھم فیھا خلدون
ناری ہین ہمیشہ اس مین رہین گے اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی جنت والے ہین ہمیشہ اسمین رہینگے

بلیٰ سے نفی متقدم کا اثبات ہوتا ہے اور کسب جلب منفعت کو کہتے ہین اور سیئہ سے یہان مراد کفر ہے اور خطیئتہ سے وہ گناہ جو بدون مغفرت کے جہنم مین جانے کا باعث ہو اور اصحاب زمانۂ دراز تک ہمراہ رہنے والون کو بولا جاتا ہے اور مراد خلود سے مکث دائمی ہے یہ آیات دلیل کے طور پر ذکر کیگئی کہا گیا ہے کہ ایسا نہین ہے جیسا کہ یہود کہتے ہین بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی کافر گنہگار ایسا نہین ہے جو ہمیشہ جہنم مین نہ رہے چاہے وہ یہود ہون یا کوئی اور رہو جب اس حکم کو ظاہر کر چکا تو موافق طریقہ ترہیب و ترغیب کے ایمانداروں کی حالت بھی ذکر کر دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنت ایماندارون اور نیکون کے لیے ہے کوئی ہو کسی قوم کا ہو۔ اس جگہ یہ امر سمجھ لینا چاہیے کہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص سوائے مبشرین بالجنة کے اپنے کو یہ نہین کہ سکتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا وہ اتنی مدت جہنم مین جلیگا اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جو ایمان لایا اور اُس نے عمل صالح کیا وہ جنتی ہے جس نے کفر کیا وہ جہنمی ہے قرآن شریف مین مسلم عاصی کے دوزخ مین جانیکی تصریح نہین ہے حدیث مین اُسکے جنت مین جانیکی تصریح ہے اسواسطے اُس کو ہم کہتے ہین کہ مخلد فی النار نہ ہوگا چاہے دخول نار پہلے ہو پھر جنت مین جائے۔

ایکجانب معتزلہ و خوارج کا مذہب ہے کہ وہ کسی مرتکب کبیرہ کو بغیر توبہ کے جنت مین داخل ہونے کے قائل نہین دوسری جانب اباحیہ کا مذہب ہے وہ کہتے ہین کہ جس طرح ایمان کے بدون حالت کفر کی کوئی عبادت مقبولہ نہین ہے اسی طرح حالت ایمان مین بدون کفر کے کوئی معصیت ایسی نہین ہے جس پر عذاب کیا جاوے معتزلہ اُن آیات سے اور احادیث سے استدلال کرتے ہین کہ جو مرتکب کبائر کے لئے وارد ہوئی ہین جنسے معلوم ہوتا ہے مثلاً قاتل ایماندار کا اگرچہ مومن ہو ہمیشہ جہنم مین جاویگا اور اباحیہ اُن آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہین جنسے دخول فی النار مخصوص کفار کے لئے ثابت ہوتا ہے اور ایک حدیث مشہور ہے اذا احب اللّٰہ عبدا لایضرہ ذنب جسوقت کسی بندہ کو خدا دوست رکھتا ہے تو پھر اُس کو اُسکے گناہ ضرر نہین کرتے ظاہر ہے کہ گناہ کا ضرر یہی ہے کہ آخرت مین معتوب ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ خواہ نخواہ تمھارا دوست اللہ اور اُس کا رسول ہے دلالت کرتی ہے کہ اللہ ہر ایماندار کو دوست رکھتا ہے لہذا ہر ایماندار ایسا ہے جسکو اُس کے گناہ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اباحیہ کا قول یہود و نصاریٰ دونون سے بڑھ گیا وہ تو ایک مدت جہنم مین جانے اور مغضوب

وملعون رہنے کے قائل ہین یہ معصیت کی سزا ہی کے سرے سے منکر ہیں انکی تردید تمام نصوص شرعیہ کرتی ہین جس طرح معتزلہ وخوارج کی دوسری نصوص تردید کرتی ہین اسواسطے اہل سنت نے تمام دلائل کو غور کرنیکے بعد وہ رائے قائم کی کہ جو اوپر ہمنے ذکر کی ہے کہ جو ایمان پر مرا اور عمل صالح اُس نے کیا تو وہ جنتی ہے مگر بالیقین کسی کو نہین معلوم کہ وہ اِس معنی کا مصداق ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہین جو کفر پر مرے وہ بالیقین جہنم مین ہمیشہ رہینگے پہلا گروہ جنتی ہے اور دوسرا جہنمی تیسرا وہ گروہ ہے جو ایمان تو لایا اُسی پر مرا مگر اُس کے گناہ بھی بہت ہین اور مرتکب کبیرہ کا ہے اور اُسنے توبہ بھی نہین کی ہے اسواسطے کہ اگر وہ توبہ کرلیتا تو اُسکا گناہ گناہ ہی نہ رہتا اس گروہ کی بابتہ کوئی نص نہین ہے کہ بالیقین اسکا نتیجہ کیا ہے یہ کتنا عذاب پاویگا اور کب اُس کو نجات ملیگی مگر یہ یقینی ہے کہ بعد اعمال کی سزا پانیکے اُس کو عوض ایمان کے دخول جنت کا موقع ملیگا ساتھ ہی اسکی بھی توقع ہے کہ اُس کو شفاعت نصیب ہو یا خدا محض رحمت سے بخشدے اسواسطے کہ ایسے شخص کے لئے امید مغفرت کی نصوص اور شفاعت کے وارد ہوے ہین مگر مخلد فی النار ہونیکی کوئی نص صریحی نہین ہے بلکہ اسکے خلاف ہے اسواسطے جو نصوص بظاہر اسکے مخلد فی النار ہونے کے اوپر دلالت کرتے ہین اُن کی تاویل کرنی ضروری ہوجاتی ہے ان مین سے اگرچہ فرقہ اولی قطعی جنتی ہے مگر بالیقین کسی کو امن عذاب سے نہین ہوسکتا ہے بالخصوص اشعریہ کے نزدیک کیونکہ اُنکے قول کے موافق تو اللہ اُن کو بھی عذاب کرے تو کرسکتا ہے ماتریدیہ اگرچہ قدرت مین خدا کے سمجھتے ہین مگر خلف وعید مذموم ہے اسواسطے اُسکے قائل نہین ہین اور کہتے ہین کہ یہ وصف مذموم ہے جس سے خدا بری ہے اِس جگہ ایک جماعت ہے جو بالیقین جنتی ہے جنکی نجات ودخول جنت پر مخصوص اُسکے لئے مخبر صادق نے بشارت دیدی ہے وہ جماعت عشرہ مبشرہ کی ہے یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی حضرت زبیر بن العوام حضرت طلحہ بن عبیداللہ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہ اُنکے لئے آنحضرت نے ایک ہی نص مین جنتی ہونا ثابت کیا ہے علاوہ اُس نص کے اِن حضرات کے فضائل اور بھی نصوص سے ثابت ہوتے ہین ایسے ہی حضرت خدیجہ حضرت عائشہ حضرت فاطمہ اور دیگر ازداج اور حضرت امام حسن حضرت امام حسین حضرت حمزہ حضرت جعفر طیار وغیرہم ہین جنکے دخول جنت پر نصوص موجود ہین حضرت بلال کے لئے ارشاد ہوا کہ اُنکے جوتے کی چرچراہٹ مین نے جنت مین سُنی یا کسی سے کہا کہ تم مونچھین کم کراڈا اور جنت مین مجھسے ملو باوجود اسکے چونکہ ایمان پر مرنا یقینی اُنکو خود نہین ہوتا ہے اسواسطے یہ مبشرین بالجنۃ بھی خائف ہین اگرچہ دوسرون کو اُن کے قطعی جنتی ہونے پر ایمان لانا لازمی ہے یہ حالت یہود کی حالت کے بالکل برعکس ہے اُن عشرہ مبشرہ مین سے کوئی تو کہتا ہے کہ کاش مین بکری ہوتا کہ لوگ ذبح کرتے اور کھاجاتے حساب کتاب کا موقع نہ آتا کوئی کہتا ہے کہ کاش گھانس ہوتا اور سوکھ جاتا

بقیہ صفحہ ۱۹۰ کوئی کہتا ہے کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا اسی طرح تمام صحابہ کی حالت ہے حضرت عمرو بن العاص
جب وفات کرنے لگے تو روئے ایک شخص نے انکے فضائل بیان کیے اور کہا کہ آپکو کیا خوف ہے فرمایا کہ ہماری
تین حالتین ہین ایک تو وہ حالت ہے کہ جب ہم مرتے تو یقیناً جہنمی ہوتے وہ حالت کفر ہے کہ سخت سخت
مخالفتین ہمنے دین حق اور محبوب خدا کی کین تو اگر اس حالت مین مرتے تو قطعاً جہنم مین جاتے
دوسری حالت وہ تھی کہ جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اشاعۃ دین حق کرتے تھے اور
نماز وروزہ اور اعمال صالحہ بجالاتے تھے اگر اُس حالت مین مرتے تو قطعاً جنتی ہوتے اب یہ تیسری حالت ہے
جبکہ نہ پہلی سی حالت ہے نہ دوسری حالت باقی رہی بلکہ فتن وحروب مین پھنس گئے اس حالت کی وجہ سے
تردد ہے خدا ہمارے ساتھ کیا کریگا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی وفات کے وقت اپنی مغفرت
کی فکر ہوئی حضرت عمر نے تو اپنے فضائل کے احادیث لکھواکے اپنی قبر مین رکھوا دیے حاصل کلام یہ ہی کہ اہل اسلام
مین جو لوگ بالیقین جنت کی خوشخبری پاچکے تھے وہ ہیبت حضرت حق سے ہمیشہ خائف اور نادم ہی رہتے
تھے ہمکو اُنکے قطعی جنتی ہونیکا ثبوت مل گیا مگر وہ اپنی نظر مین اس مرتبہ پر نہ تھے خوشخبری سے خوف عذاب
کا نہین گیا اسی وجہ سے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا یقینی اللہ سے ڈرنے والے اُسکے عبد اہل علم ہین جسقدر
اللہ کی ذات اور صفات سے اُنکو علم زیادہ ہے اُتنا ہی اُن کے دل مین ہیبت وجلال زیادہ ہے دنیہ خوف زدہ
ہین۔ انصار کے بارہ مین ارشاد ہوا کہ اللھم اغفر للانصار ولاولاد الانصار ولاولاد اولاد الانصار الی یوم القیمۃ اس دعا کی قبولیت
یقینی ہے اور انصار اور اولاد انصار بلکہ اُنکی ذریت اُنکے غلام ومتعلقین سب کی مغفرت کی دعا ہی مگر کسکو یقین
ہے کہ وہ یقینی اولاد انصار ہے اور اگر ہے بھی تو اُس کو ایمان پر خاتمہ ہونے کا کیا اعتماد ہے کسی مسلمان کو
یقین نہین کہ وہ قطعی جنتی ہے اگر اُس کو امن عذاب الٰہی سے ہو جاوے تو وہ مومن نہین ہے جس طرح وہ
ایماندار نہین ہے جو نا امید ہو جاوے رحمت حضرت حق سے ایمان درمیان خوف ورجا کے ہے جیسا کہ گذرا۔
اب رہا عمل صالح کیا ہے اُسکو خدا آگے ارشاد فرماتا ہے اور عمل صالح کی تفصیل اوپر بھی گذر چکی ہے بیان یہ
سمجھ لینا چاہیے کہ ہر وہ شے جسکو اللہ نے حکم دیا وہ صالح ہے اُسکی تعداد بہت ہے حدیث شریف مین آیا ہے ایمان کے
کچھ اوپر ستر شعبہ ہین اعلیٰ سب کا قول لا الٰہ الا اللہ ہے اور ادنیٰ اُسکا موذی شے کو راہ سے دور کر دینا ہے
تو جسنے ایمان کیساتھ اعمال صالحہ بھی کیے تو وہ قطعی جنتی ہے چاہے یہودی ہو یا کوئی قوم ہو قومیت کو اس میں
دخل نہین واللہ اعلم۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور یاد کرو جبکہ ہمنے بنی اسرائیل سے قول قرار لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرین اور ان باپ کیساتھ احسان کرین

وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور قرابت والون اور یتیمون اور محتاجون کے ساتھ اور لوگون کے لیے کہین اچھی بات اور ٹھیک ادا کرین نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ

اور زکوۃ دین پھر تم پھر گئے بجز چند کے تم مین سے اور تم پھر جانے والے ہو

اوپر بعض مناسب باتونکو ذکر کرنے کے بعد پھر یہود کے دیگر قبائح بیان کرنیکی غرض سے ارشاد ہوا کہ یاد کرو اسکا عطف اوپر ہی کی آیت پر ہے جس مین قبائح ذکر کیے گئے ہین اسمین جو کچھ حرکات مذکور ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم بڑی ہی سخت ہے اس سے کسی طرح توقع نہین ہے کہ ایمان لائین ان حرکات کیساتھ اُن کا ایمان لانا بہت مستبعد ہے کیونکہ اُنکے اسلاف کا اثر اُن مین پورے طور پر موجود ہے اور احتمال رکھتا ہے کہ انواع نعمت پر معطوف ہو کیونکہ ان اُمور کی تکلیف موجب ہوگی دخول جنت کو جس سے زیادہ اور نعمت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ذریعہ نعمت ہو وہ بھی نعمت ہے اس آیت مین واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل ہے اسوجہ سے مخاطب اس آیت کے یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مراد یہ ہے کہ ذکر کیجیے اے محمد جب بنی اسرائیل سے ہمنے اقرار لیا یا اذکروا ہے اور مراد اس جگہ عامہ اہل کتاب ہین یا صرف اہل اسلام ہین اور مراد میثاق سے یا تو وہ قول و اقرار ہے جو حضرت موسی علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پابندی احکام کا کیا تھا یا جو کچھ توراۃ مین حکم دیا جا چکا ہے اور توراۃ کو انھون نے قبول کر لیا تھا اسی طرح دیگر انبیاء کرام نے جو نصائح و پند ارشاد فرمائے مذکورہ آیت کے اُمور کا حکم دیا وہ بھی مراد ہو سکتا ہے بعض کہتے ہین کہ مراد اس جگہ میثاق سے وہ عہد ہے جو اصلاب آبا مین عالم ذرہ مین ہوا ہے مگر یہ قول ضعیف ہے۔ لا تعبدون الا اللہ نہ عبادت کرو کسی کی مگر اللہ ہی کی عبادت کرو اس جگہ قلنا محذوف ہے یا قائلین یعنی ہمنے کہا یا میثاق لیا درحالیکہ ہم کہنے والے تھے کہ سوائے اللہ کے کسی کو معبود نہ بناؤ اس جگہ اخبار ہے مگر مقصود نہی ہے جو انشا سے ہے جیسے لا یضار کاتب ولا شہید مین صورۃ خبر ہے اور معنی انشا ہے اس صورت سے نہی کرنے مین مبالغہ ہے اور معنی کی تقویت ہے کیونکہ کنایہ ہے اور وہ ابلغ ہے صراحت سے اس جگہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بجائے لا تعبدون کے لا تعبدوا بصیغہ نہی پڑھا ہے جس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے اس جگہ عبادت کا خدا کے حکم دیا گیا ہے اور عبادت نہ کرنیکا غیر خدا کے حکم دیا گیا ہے یہود نے اگرچہ اللہ کی عبادت کی مگر شرک بھی کیا اس واسطے اس عہد کو توڑ ڈالا خدا کی کنہ ذات تو کسی کو معلوم نہین ہو سکتی ہے مگر اُسکے وجود ذاتی اور صفات ثبوتیہ وسلبیہ کے ساتھ معرفت ضروری ہے اُسکے بعد عبادت ہو سکتی ہے

عبادت انتہائی تعظیم ہے اور اُس کا مدار چار باتون پر ہے ایک وفاء عہود دوسرے حفاظت حدود تیسرے رضا بالموجود چوتھے صبر بالمفقود ان اُمور کے لحاظ کرنے سے ہر معصیت سے اجتناب اور طاعت پر عمل کی توفیق ہوتی ہے وہی عبادت ہے۔

وبالوالدین احسانا اور عہد لیا ہمنے بنی اسرائیل سے کہ والدین کے ساتھ احسان کرین تقدیر کلام یون ہے کہ تحسنون بالوالدین احسانا یا احسنوا اور عطف اسکا تعبدون پر ہے اور والدین تثنیہ والد کا ہے کیونکہ والد مان باپ دونون پر بولا جاتا ہے یا بقاعدہ تغلیب کے ہے جیسے قمرین ونورین جبکہ والد کے معنے صرف باپ کے ہون اس آیت سے بر الوالدین کی تاکید معلوم ہوتی ہے کیونکہ خداوند عالم نے عبادت کے ساتھ اُسکا عہد لیا خدا نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنیکا حکم دیا ہے اسواسطیکہ جس طرح خدا مفیض وجود ہوا اسکا مظہر والد و والدہ ہین اُسکی عبادت فرض ہوئی کیونکہ شکر منعم ہوا اسیطرح والدین کیساتھ احسان شکر منعم ہے وہ واجب ہے خدا کی عبادت کیساتھ یہ حکم تاکید کی غرض سے ہے حدیث شریف مین آیا ہے کہ والدین کا حق کوئی ادا نہین کر سکتا ہے بجز اُس شخص کے کہ وہ والدین کو خریدے اور آزاد کردے اسکی وجہ یہ ہے کہ والدین کے باعث ولد کی حیات واختیار حاصل ہوا اسی طرح معتق نے اُسکو حیات تازہ اور اختیار عطا کیا تو اس مکافات مین کچھ مناسبت ہوئی۔

بعض کہتے ہین کہ لڑکا اگر والدین کو خریدے تو اُس کو آزاد کرنا چاہیئے مگر جمہور کہتے ہین کہ لڑکا جب والدین کا مالک ہو خواہ خریدے یا وراثت سے ملک حاصل ہو فوراً وہ آزاد ہو جاوینگے ملک ذی رحم محرم عتق ہے اور اختیاری نہین ہے اس حدیث سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے والدین کا آزاد کرنا غیر اختیاری ہے یہ حکم محال پر معلق کیا گیا ہے لہذا مقصود اس سے یہ ہے کہ احسان کرنا کمال کے ساتھ ناممکن ہے جس طرح عبادت اللہ کی پورے طور پر ناممکن ہے اور ما عبدناک حق عبادتک مروی ہوا ہے اسی طرح احسان والدین کا ہے سوائے عبادت کے ہر طرح کے اُمور لازم ہین اُن کی اطاعت تعظیم خدمت اور اُنکے ایفاء مواعید و وصیت اُنکے لئے ایصال ثواب اور اعزہ و احباب کی مراعات احسان دبر مین داخل ہے اطاعت والد کی اور خدمت والدہ کی مقدم ہے بلکہ والدہ نے چونکہ سہ گونہ والد کے لحاظ سے انعام ولد پر کیا ہے اسواسطے اُسکی خدمت بھی سہ گونہ والد سے زیادہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تمام اعمال سے بہتر کیا عمل ہے آپنے ارشاد فرمایا بعد ایمان کے والدہ کے ساتھ اپنی نیکی کرو اُسنے عرض کیا اسکے بعد آپ نے فرمایا والدہ کے ساتھ نیکی کرو اس سے معلوم ہوا کہ خدمت مین تیسرا درجہ والد کا ہے دو درجہ والدہ کے ہین اسواسطے کہ والدہ کا احسان دوگونہ بلکہ سہ گونہ ہے مان کے پیٹ مین پرورش پاتا ہے پھر اُسکی رضاعت سے

پرورش پاتا ہے پھر اُسکی حضانت سے پرورش پاتا ہے اُس وقت تعلیم ہوتی ہے جس مین بہت بڑا حق والد
کا ہوتا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ جسنے والدین کو پایا اور جنت نہ لی تو وہ بڑا بدقسمت ہے اطاعت والد کی
اور والدہ کی ضروری ہے خدا کے حکم کے خلاف اگر وہ کہین تو اُن کی اطاعت نہ کرنا چاہیئے مگر اُن کی
تعظیم و تکریم مین کسی قسم کا فرق نہ آنے دینا چاہیئے وہ کفر کرنے پر مجبور کرین تو اُس کو قبول نہ کرنا چاہیئے
اُنکو نصیحت کرنا چاہیے مگر اُنکے مرتبہ کا لحاظ کرکے نصیحت کی جاوے یون جملہ اُمور نیکی کے لازم ہین مگر خاص
طور پر جنکے لازم ہونیکی تاکید شرع سے ہے وہ مقدم ہین ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما نہ اُنکو
کڑوی بات ناگواری کی کہنا چاہیے نہ اُن کو جھڑکنا چاہیے اُنسے جو کچھ کہا جاوے اُنکی بزرگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے
کہا جاوے۔ شرک و کفر کے بعد مرتبہ ترک نماز کا ہے تو اُنکی اطاعت نماز فرض ترک کرنے مین نہ کی جاوے
اگر سنت پڑھنے کی اجازت نہ دین یا نفل نماز کو روکین تو اُن کی تعمیل ارشاد کرنا چاہیئے البتہ وہ اگر ہمیشہ
سنتون کو روکین تو اُن کی اطاعت نہ کرے اسواسطے کہ اس مین تغیر شرع ہے اور وہ حرام ہے ایسے ہی اگر وہ
روزہ نفل سے ممانعت کرین تو ترک کرنا چاہیے اگر اُنکو مال کی ضرورت ہو تو وہ بغیر اجازت بقدر ضرورت
اپنے لڑکون کے مال سے لے سکتے ہین حج کے سفر کو منع کرین تو حج چونکہ بالفور فرض نہین ہے اُنکی اطاعت کرنا
چاہیئے ایسے ہی علم کے لئے سفر اور تجارت کی غرض سے نکلنا اگر وہ روکین تو نہ کرنا چاہیے بلکہ اُن کی اطاعت
لازم ہے اگر وہ اپنی ضرورت سے اِس کو جانے نہین دیتے ہین تو لازم ہے کہ نہ جاوے جیسا کہ ہمنے ذکر کیا مگر
ایک گروہ علماء کا کہتا ہے کہ اگر وہ شفقت سے روکتے ہین تو علم کی تحصیل کے لیے نکلنا جائز ہے خصوصاً ایسے
علم کی تحصیل جو لازم ہے جسکے بدون واقفیت انسان کی دینی خواہ دنیوی ہلاکت ہے اُس کی تحصیل کے لئے
جانا جائز ہے اگرچہ وہ شفقت سے اجازت نہ دین ایک شرط اور بھی لگائی جاتی ہے وہ یہ کہ راہ مین امن ہو
تو اس صورتین سفر علم کیلئے اور حج کیلئے اور تجارت کے لئے جائز ہے جبکہ محض شفقت سے والدین روکتے ہین اور اگر
ضرورت سے روکتے ہین تو اُن کی تعمیل اور ضرورت مقدم ہے جہاد کے لئے جانا بدون اذن والدین کے
روا نہین خواہ وہ شفقت سے روکین یا ضرورت سے روکین بجز اِس صورت کے جبکہ جہاد فرض عین ہو جاوے
اور نفیر عام ہو اِسی طرح ہجرت ہے حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک شخص جہاد کرنے آیا آپ نے فرمایا کہ والدین
نے تمکو اجازت دی ہے اُسنے عرض کیا کہ اُنھون نے اجازت نہین دی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا ففیهما
فجاهد انھین مین جہاد کر اُن کی خدمت خود ہی حکم مین جہاد کے ہے ایک شخص نے ہجرت کرنا چاہی آپ نے
فرمایا پہلے اپنے والدین کو خوش کر آؤ اور ہنسا آؤ پھر دوسرے کام کرو ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
جہاد و ہجرت سے بھی اُن کی فرمانبرداری نزد اللہ بہتر ہے اگر وہ حکم دین کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدے تو لازم

ہے کہ اُنکی تعمیل کیجاوے چاہے عورت کا قصور ہو یا نہ ہو حضرت ابن عمر سے حضرت عمر نے حکم دیا آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر کے اس حکم کی شکایت کی کیونکہ وہ عورت حضرت ابن عمر کو پسند تھی آپنے باوجود اسکے حضرت عمر کے تعمیل حکم کا حکم دیا۔ ذوی القربی اسکا عطف الوالدین پر ہے جیسے رجعی اور الف اس مین تانیث کا ہے مُراد اِس سے قرابت ہے بلحاظ رشتہ و ناتہ کے خواہ باپ کی طرف سے ہو یا مان کی طرف سے ہو۔ والیتمی کا عطف ذی القربی پر ہے اور وزن اُس کا فعالی ہے اور الف اس کا بھی تانیث کے لیئے ہے جمع یتیم کی ہے جس طرح ندیم کی جمع ندامی ہے کبھی یتیم کی جمع ایتام بھی آتی ہے یتیم ماخوذ یتم سے ہے جسکے معنے غفلت کے ہین۔

یتیم کو یتیم اِس وجہ سے کہتے ہین کہ اُس کی خبر گیری سے تغافل کیا جاتا ہے یا معنی مین ابطاء کے ہے یعنی تاخیر سے اُس کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے یتیم آدمیون سے اُس کو کہتے ہین کہ جسکے باپ نہ ہو اور بلوغ کے بعد یتیم نہین رہتا ہے اور جانورون مین وہ یتیم ہے جسکی مان نہ ہو اور طیور مین مان باپ سے کوئی نہ ہو وہ یتیم ہے اور بعض جگہ بے مان کے لڑکے کو بھی یتیم کہا گیا ہے مگر یہ اطلاق صحیح نہین ہے ایسے ہی جوان کو یتیم کہنا بھی درست نہین ہے۔

والمساکین جمع مسکین کی ہے ماخوذ ہے سکن سے یعنی حاجت نے اُس کو بیٹھال دیا اِس اعتبار سے یمیم زیادہ ہے۔

فائدہ۔ اِس جگہ مان باپ کا ذکر مقدم کیا گیا ہے اسواسطے کہ اُن کا حق انسان پر بہت ہے اُنکے بعد قرابت مندونکا ذکر کیا گیا ہے اسواسطے کہ اُنکا اتصال بوجہ والدین کے ہوتا ہے اُنکے اوپر احسان کرنا مقدم ہے اس جگہ ذی القربی کہا ہے اور مراد لی ہے جنس قرابت مندون کی مگر ذی کی اضافت مصدر کی طرف کرنے سے ہر ذی قرابت مراد ہو گیا ہے اور اس مین اشارہ اس کی جانب بھی ہے کہ کتنے ہی زیادہ اشخاص ہون حکم سب کا ایک ہی ہے اگر دس بھائی ہون تو دسونکے ساتھ سلوک کرنا ایک ہی حکم رکھتا ہے اُنکے بعد ذکر کیا یتیم کا اسواسطے کہ یتیم اکتساب معیشت نہین کر سکتا ہے اور اگر کرے تو وقت تحصیل علم و دین کیلئے اُس کو نہین بچتا ہے اسواسطے اُسکا سلوک مقدم ہوا مسکین سے اسواسطے کہ وہ قدرت رکھتا ہے اگر اسباب مہیا ہون تو معیشت خود حاصل کرے اور اگر چاہے تو خدمت کر کے اپنا پیٹ بھرے اکثر مواقع پر تو یتیم اپنے مقصد کو بیان کرنے سے بھی قاصر ہوتا ہے اور اپنی حاجت ظاہر کرنے سے بھی عاجز ہوتا ہے بخلاف مسکین کے کہ وہ زبان رکھتا ہے کہہ سکتا ہے۔

وقولوا للناس حسنا کہو تم لوگون کے لیئے اچھائی یہان قول کا لفظ محذوف ہے یعنی قولوا قولا حسنا

کہو تم لوگوں کے لئے اچھی بات قول کی صفت حسن سے لائی گئی ہے مقصود مبالغہ ہے بعض کہتے ہین کہ بلحاظ لغت کے حُسن اور حَسن کے ایک ہی معنی ہین جیسے بُخل اور بَخل یا رُشد اور رَشد بعض لوگون نے حسن کی حا اور سین دونون کو مضموم پڑھا ہے بعض نے حسنی پڑھا ہے اور بعض نے احساناً پڑھا ہے۔ کہو تم اُن سے قول طیب یہ تفسیر ابو العالیہ نے کی ہے ابن جریج کہتے ہین کہ مراد قول حسن سے یہ ہے کہ تعلیم دو لوگونکو جو کچھ تمھاری کتاب مین ہے چاہے تمھاری مرضی کے موافق ہو یا نہ ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہی اُسکو لوگون کے روبرو ظاہر کرد اور بیان کرو امام سفیان ثوری کہتے ہین کہ امر بالمعروف کرو اور نہی عن المنکر کرو اس سے زیادہ اور کوئی بات بہتر نہین ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ کہو تم قول لا الٰہ الا اللہ اور اُسکا حکم دو لوگون کو ظاہرا یہ بھی منجملہ میثاق کے تھا جو بنی اسرائیل سے لیا گیا اور اُسکے ضمن مین سب ہو گیا یہ نہین کہ مخاطب وہی بنی اسرائیل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے۔

فائدہ۔ قول حسن سے کذب بہتان۔ غیبت۔ گالی گلوج سب خارج ہین۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ اور پورے طور سے آداب کے ساتھ اور بالکل درست نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو مطلب اس کا یہ ہے جس طرح کی نماز اور جس قدر زکوٰۃ تم پر فرض ہے وہ ادا کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر بھی نماز اور زکوٰۃ فرض ہے احادیث سے اور آثار سے بھی اُسکی تائید ہوتی ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ مخاطب اس آیت کے مسلمان ہین یا کفار ہین اور کفار فروعات ایمانیہ کے مخاطب ہین۔

ثم تولیتم یعنی پھر گئے تم ثمّ اِس جگہ محض اس فعل کے بعید از انصاف ہونے کے لئے لایا گیا ہے اور شناعت ظاہر کرنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے اسواسطے کہ اعراض بعد اقرار اور عہد کرنے کے بہت ہی قبیح اور شنیع ہے۔

الا قلیلا منکم مگر تم مین سے تھوڑے اقرار پر قائم رہے مراد اُن سے یا تو وہ لوگ ہین جو باوجودیکہ اُنکی قوم نے توراۃ کے احکام کی تحریف کردی اُس کے اوامر کے خلاف کیا مگر وہ یہودیت صحیحہ پر قائم رہے یا مراد اُس سے وہ گروہ ہے کہ جو اُن مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اُنکے ہمراہی ہین اِس جگہ قلیلاً بلحاظ عدد کے ہے کہ وہ لوگ جو قائم رہے وہ بہت کم عدد کے رو سے ہین۔

وانتم معرضون اور تم روگردانی کرنے والے ہی تھے۔ یہ جملہ معترضہ ہے یعنی تمھاری عادت اعراض کی تھی چونکہ جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے اسواسطے اسنے دوام و ثبات پر دلالت کی جو شان جملہ اسمیہ کی ہے بعض نے کہا ہے کہ جملہ معترضہ نہین ہے بلکہ حال مؤکدہ ہے اِس جگہ تولیتم اور معرضون دونون آئے ہین ظاہر استعمال اِن دونون لفظون کا ایک ہی معنی پر ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اعراض کہتے ہین کسی شئے سے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

اور یاد کرو جبکہ تم سے قرار لیا گیا کہ تم اپنے خونوں کو نہ بہاؤ گے نہ اپنوں کو تم گھروں سے اپنے نکالو گے

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝

پھر تم نے اُس کا اقرار کیا اور تم گواہ اور حاضر تھے۔

بقیہ صہ ۱۹۶ پھر جانیکو دل سے ور تولی ہی انصراف کو کہتے ہین باوجودیکہ اُس کا عہد کر لیا گیا ہو بعض کہتے ہین کہ تولی مُنھ پھیر لینے کو کہتے ہین جس طرف جاتا تھا اُدھر سے پھر جاوے مُنھ کی طرف پیٹھ کرلے اور پیٹھ کی طرف مُنھ کرلے اور اعراض کہتے ہین راہ چھوڑ کے بجاے طول کے عرض مین چلا جاوے اسی لحاظ سے تولی سے ہدایت آسان ہی کیونکہ منہج وصراط راہ وراستہ وہی ہے صرف مُنھ پھیر کے چلے جانا ہے برخلاف معرض کے کہ وہ راستہ کو بالکل چھوڑ کے بازو کی راہ لیتا ہی اور کدھر کا کدھر چلا جاتا ہے لہذا انمین دونون حالتین ہین۔

اس آیت مین جن اشیاء پر عہد لیا گیا ہے اگرچہ تفاصیل مین اُن کے فرق ہو مگر جنس وفعل وحکم جس طرح اُنپر لازم کیا گیا تھا اُسی طرح مسلمانون پر بھی لازم ہے اور یہ اُمور مامور بہ ہین کیونکہ شرائع من قبلنا اگر بلا نسخ کے قرآن مین یا احادیث مین مذکور ہون تو وہ ہمارے لئے بھی مامور بہ ہین۔

بعض مفسرون نے قولوا حسنا کو مخصوص بنی اسرائیل کے لئے لیا ہے اور بعض نے اس کو آیت غلظت سے منسوخ سمجھا ہی کیونکہ واغلظ علیہم اُنپر ترشی کرنے سے اُنکے نزدیک مسلمان فساق وکفار سے قول حسن کے ساتھ بات کرنیکو روکے گئے ہین مگر یہ قول مناسب نہین ہے واغلظ علیہم کا حکم قول حسن کے مخالف نہین ہے۔

لا تسفکون دماءکم یعنی اپنے خون نہ بہاؤ اس جملہ مین خودکشی بھی داخل ہے کسی کو قتل کرڈالنا بھی داخل ہے ایسے کام کو کرنا جس سے خود قتل کیا جاوے یہ بھی داخل ہے مگر حق سے قتل کرنا یا کیا جانا وہ سفك دماء مین داخل نہین ہے۔ ولا تخرجون انفسکم سے مراد اپنی ہم قوم ہین کہ اُن کو شہر بدر نہ کردیا خود ایسی حرکت نہ کرو کہ شہر بدر کیے جاؤ ثم اقررتم اس مین ثم یا تو اس امر کے اہم ہونے پر دلالت کرتا ہے یا تاخیر اس اقرار کے زمانہ کے لحاظ سے ہوئی ہے بلکہ قرار لیا گیا ہے بعد مدت اُس کو پھر مضبوط کیا گیا اور اُنکی آگاہی اور شعور کے ساتھ یہ عہد لیا گیا بلکہ اُنکی گواہی ہوئی اس سے کمال درجہ اس قرار ومیثاق کی اہمیت ہوگئی۔

مخاطب اسکے یا تو بنی اسرائیل کی قوم ہے جس مین موجود بھی داخل ہین یا صرف موجودین ہین آنحضرت کے زمانہ مین بعض کہتے ہین کہ اس آیت مین اشارہ اُس معاہدہ کی جانب ہے جس کو آگے ہم بیان کرینگے یہ قول سیاق وسباق کے مناسب نہین ہے۔

بنی قریظہ بنی نضیر کے واقعات آگے ذکر کئے جاتے ہین۔

ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ

پھر تم ہی وہ لوگ ہو جنھون نے اپنون کو قتل کیا اور ایک گروہ کو اپنے میں سے گھرون سے اُنکے نکالدیا

تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَ

صاف طور پر تم نے گناہ اور زبردستی کی اور اگر وہ قید ہوکے آئے تو تمنے انکو فدیہ دیکے چھوڑا لیا

هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ

حالانکہ شان اور واقعہ یہ ہے اُنکے شہربدر کرنے کو تم پر حرام کیا گیا ہے کیا تم ایمان لائے ہو بعض کتاب پر اور کفر کرتے ہو بعض کتاب کے ساتھ

یہ قصہ طلب ہے یہود کو جب شام سے چھوڑ کے اطراف مین بھاگنا پڑا کیونکہ دوسری اقوام نے بہت ظلم کیا تھا تو اُنکا ایک گروہ شام سے حجاز کی طرف بھی چلا آیا وہ یہود بنی قینقاع ہین اُسوقت مدینہ طیبہ مین مین کے دو قبیلہ تھے ایک اوس دوسرے خزرج انسے معاہدہ مددویاری کا یہود نے کرلیا اوس و خزرج مین باہم لڑائی ہوگئی اس عرصہ مین یہود بھی بڑھے اور ایک بنی قریظہ اور دوسرے بنی نضیر قبیلہ ممتاز ہوگئے اور باہم لڑنے لگے اوس سے بنی قریظہ سے حلف وعہد ہو گیا اور بنی نضیر سے خزرج سے اسی طرح معاہدہ ہو گیا۔ اوس سے جب خزرج سے لڑائی ہوتی تو اوس کے ساتھ بنی قریظہ خزرج کے حلیف بنی نضیر سے لڑتے بنی قریظہ کے پاس جو خزرج کے یا بنی نضیر کے لوگ قید آتے تو وہ اُن کو قتل کر ڈالتے اور بنی نضیر کے پاس اوس یا بنی قریظہ کے لوگ آتے تو اُن کو یہ لوگ شہر بدر کر دیتے اور جب صلح کے بعد قیدی بنی قریظہ کے خزرج کے پاس رہ جاتے تو بنی نضیر اُن کو فدیہ دیکے چھوڑا لیتے اسی طرح جب بنی نضیر کے لوگ اوس کے پاس قید ہوتے تو بنی قریظہ فدیہ دیکے چھوڑا لیتے حالانکہ یہ فدیہ بعد مقاتلہ اور شہربدر کے تھا جس طرح فدیہ دینا اور اپنی قوم کو چھوڑا لینا ضروری تھا اسی طرح مقاتلہ نہ کرنا اور شہربدر نہ کرنا اپنی قوم کا ضروری تھا تو یہ فدیہ شہربدر کرنے کے اوپر مُرتب ہوتا تھا جو حرام تھا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ دو امر جو منع تھے وہ تم کرتے ہو اُن کے حکم پر عمل نہین کرتے تو اُن پر تمھارا ایمان نہین رہا اور ایک حکم فدیہ کا تم بجالاتے ہو گویا اُس پر ایمان تمھارا باقی نہ رہا جب یہود سے کہا جاتا تھا کہ تم فدیہ دیکے چھوڑاتے کیون ہو تو کہتے تھے کہ کیا کرین یہ تو اللہ کا حکم ہے اور جب مقاتلہ ہوتا تو لڑتے اور شہربدر کرتے اُن سے کہا جاتا یہ کیا ہے تو کہتے کیا کرین حلف اور معاہدہ ہے اسکے خلاف کرنا ناموس پر حرف لاتا ہے۔

بقیہ ۱۹۹ ارشاد ہوا کہ جب تم بعض احکام کو مانتے ہو اور بعض کو چھوڑتے ہو حالانکہ تمنے اقرار کیا اور اپنے اقرار کے تم گواہ ہو تو پھر سوائے اسکے کہ تم ذلیل و خوار ہو اور تمھاری کوئی سزا نہین ہے چنانچہ بنی قریظہ کو وہی سزا دُنیا مین ملی جو وہ لوگون کو دیا کرتے تھے جب اُنکو شکست ہوئی تو اُنھون نے لاچار ہوکے سعد بن معاذ ہی کے

فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡيٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ۚ

بس کوئی جزا نہین ہے اُن لوگون کی جو تم سے ایسا کرتے ہین بجز اسکے کہ دنیا کی زندگی مین ذلت وخواری ہو

وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ

اور قیامت مین شدید تر عذاب کی جانب لوٹائے جاوین اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۞ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا

غافل نہین ہے اُس سے جو تم کرتے ہو۔ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے حیات دنیا کو عوض مین

الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ‌ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ

آخرت کے خرید لیا اس سے نہ اُن سے عذاب کم ہوگا

وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ۞

نہ اُنکی مدد کی جاوے گی۔

حکم پر تصفیہ قرار دیا اُنھون نے حکم دیا کہ مقاتل جو لڑے وہ سب کی سب قتل کیے جاوین اور بچے اور عورتین چھوڑ دیے جاوین درحقیقت اُسوقت تک کوئی حکم شرع اسلام کا ایسا وارد نہین ہوا تھا نہ یہ حکم بعد کو نازل ہوا یہ حکم مؤافق تقدیر الٰہی کے حضرت سعد نے اُنکے قاعدہ کے موافق دیا جس طرح اخراج بلکہ حکم نبی نضیر کو اُن کے اُصول کے موافق دیا گیا۔

بنی قریظہ کی حرکات کے باعث یہ سزا اُنکے حلیف نے تجویز کی اسمین آنحضرت کو کوئی سروکار نہ تھا جیسا بنی قریظہ نے اپنے لئے تجویز کیا تھا ویسا ہوا یہ وہ جماعت تھی جس نے بارہا اپنے مقابل کے ساتھ اس سے سخت سلوک کیا تھا عبرت کا مقام ہی کہ اپنی قوم کے ساتھ مسلمان اُسوقت وہی حرکت کرتے ہین جو بنی قریظہ و بنی نضیر نے اپنی قوم کے ساتھ کی خدا سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ یہود کو جو سزا ہوئی وہ پیش نظر ہے دُنیا مین ذلت اور آخرت مین عذاب شدید تر۔

دُنیا کی عارضی اور وہمی راحت پر آخرت کی یقینی اور دائمی راحت کو اُنھون نے قربان کیا خدا کے احکام کے انکار سے کفار ہو گئے پھر نہ تو اُن سے عذاب مین کمی ہوگی نہ کسی قسم کی مدد کی جاویگی یہ ناواقف وہریون سے اور غافل مشرکون سے بدتر ہین۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى

اور یقیناً ہمنے موسی کو کتاب دی اور اُن کے بعد پے درپے پیغمبر بھیجے اور ہمنے عیسے

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

ابن مریم کو نشانیاں دین اور اُن کی تائید کی ہمنے روح قدس سے کیا جب کبھی کوئی رسول

بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

تمھارے پاس ایسی چیز لایا جسکو جی تمھارا نہیں چاہتا ہر تو تمنے اُس رسول کی سرکشی سے ان کی پھر ایک گروہ کو تمنے جھٹلایا اور ایک گروہ کو تمنے قتل کیا

اللہ جلشانہ نے پھر بعض قبائح یہود کے یہان ذکر کئے اور دوسرے عنوان سے اُن کو شروع کیا تاکہ ذہن مین خوب آجاوین اور تاکید کے کلمہ سے اور تحقیق کی لفظ سے شروع کرنے سے اشارہ اس جانب کیا کہ جو کچھ اسکے بعد مذکور ہوگا وہ اعتنا کرنے کے قابل ہے اور اُسکو بغور سمجھنا چاہیے معمولی نہین ہے۔

آتینا کے معنے اعطینا کے ہین کہ ہمنے موسٰی کو کتاب یعنی توراۃ دی بعض روایات مین ہے ابن عباس سے کہ حضرت موسٰی کو ایک جگہ پوری توراۃ دی گئی اور اُن سے ارشاد ہوا کہ اس کو اُٹھاؤ اُنھون نے اُسکو اُٹھانا چاہا کسی طرح حضرت موسٰی سے توراۃ اُٹھ نہ سکی ارشاد ہوا ملائکہ سے کہ تم اُٹھاؤ ہر ایک حرف پر ایک فرشتہ موکل ہوا مگر وہ بھی عاجز رہے اسواسطے کہ کلام اللہ کا تحمل مشکل تھا اللہ جلشانہ نے اظہار عاجزی کرانے کے بعد اپنی قدرت کاملہ سے اُس کو ہلکا کر دیا اور حضرت موسی نے اُس کو برداشت کر لیا یہی مقصود اس جگہ عطا کرنے سے ہے اس معنی کے اعتبار سے موسٰی مفعول اوّل ہے اور کتب مفعول ثانی ہے اور بعض لوگون نے آتینا کے معنے انزلنا کے لئے ہین یعنی اُتارا ہمنے توراۃ کو اس صورت مین توراۃ ہی مفعول بہ ہے اور موسٰی منصوب ہے بنزع خافض یعنی حرف جر یہان سے محذوف ہے تقدیر عبارت کی یہ ہے کہ انزلنا علی موسی الکتاب اُتارا ہمنے توراۃ کو موسٰی پر بعض لوگون نے کہا ہے کہ آتینا کے معنی فہمنا اور علمنا کے ہین یعنی ہمنے اُنکو کتاب وہی خوب سمجھا دیا اُسکو خوب سکھا دیا تو اس صورت مین علم الکتاب اور فہم الکتاب مراد ہوگا اور اس جگہ مضاف محذوف ہوگا بہرحال موسی علیہ السلام کو توراۃ عطا کیگئی

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ یعنے ارسلناہم علی اثرہ ہمنے بھیجا اُس کے بعد پے درپے رسولون کو حضرت موسٰی کے بعد بہت سے رسول ہوئے جو حضرت موسٰی کی اتباع مین رسول کیئے گئے چار ہزار سے ستر ہزار تک رسولون کا ہونا بعد موسی علیہ السلام کے منقول کیا گیا ہے جن مین سے حضرت یوشع بن نون ہین حضرت شموئل حضرت شمعون حضرت داؤد حضرت سلیمان حضرت شعیا حضرت ارمیا حضرت عزیر حضرت حزقیل حضرت الیاس حضرت الیسع حضرت یونس حضرت زکریا حضرت یحیی وغیرہم ہین رسل مین دو لغتین ہین ایک لغۃ اہل حجاز کی وہ سین کو

ساکن بولتے ہین اور دوسری لغت بنی تمیم کی وہ ضمہ دیتے ہین اسیوجہ سے قرأت بھی مختلف ہے یہ اس مذہب پر تعداد ذکر کی گئی ہے جو رسالت کیلئے جدید شریعت ہونے کی قید نہین لگاتے ۔

بعض کہتے ہین کہ جنکو مستقل شریعت ملی اور وحی نازل ہو اگرچہ بعض مسایل مین وہ نبی سابق کے موافق مامور ہون تو وہ رسول ہین اس اعتبار سے جملہ رسول خواہ قبل موسیٰ علیہ السلام کے ہون یا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہون تین سو ساٹھ یا اسیقدر ہین جو پانچ سو سے بھی نہین بڑھتے ہین اُن مین سے اولوالعزم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بوجہ نبی الانبیاء ہونے کے آنحضرت سب سے افضل ہین۔ پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ پھر اولوالعزم پھر تمام انبیا اگرچہ مرتبۂ رسالت مین سب برابر ہین ۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہمنے عیسیٰ کو جو مریم کے فرزند ہین کھلی نشانیان دین۔ عیسیٰ کی اصل عبرانی ہے الیشوع اسکے معنے سید سردار یا مبارک کے ہین حضرت عیسیٰ کو الیشوع اسوجہ سے کہنے لگے کہ یہ اپنے زمانہ کے صلحاء کے سردار تھے اور مبارک تھے جیساکہ خود اپنے کو مبارک بتایا ہے۔ انکی برکت ظاہر ہے کہ اللہ نے بہتون کو دینی و دنیوی مدارج عطا فرمائے چونکہ یہ اولوالعزم رسولون سے تھے اور انکی شریعت نے بہت سے احکام شریعت موسوی کے منسوخ کر دیے تھے اور اُنکو مستقل کتاب بھی دیگئی تھی اسوجہ سے انکا ذکر بھی خصوصیت سے کیا گیا انکی نسبت مریم کی طرف کی گئی اسواسطے کہ یہود کو شبہ تھا کہ انکے باپ تھے تو اللہ فرماتا ہے کہ یہ ولد مریم ہین و بس مریم یا تو اصل اسکی عربی ہے تو اسکے معنے مین اختلاف کیا گیا ہے اور غالبًا وہ اختلاف اسی امر پر مبنی ہے کہ یہ نام حضرت عیسیٰ کی والدہ کا تھا اور اُنکے اوصاف اس کلمہ مین مدنظر رکھے گئے بعض نے کہا کہ مریم وہ عورت ہے کہ جو مردون سے باتین کرنے کو پسند کرتی ہو چونکہ حضرت مریم خدمت بیت المقدس کے لئے چھوڑ دی گئین تھین اسواسطے انکو مردون سے باتین کرنے کی ضرورت ہوتی تھی بعض نے ایک قید اور بڑھائی کہ مریم وہ عورت ہے کہ مردون سے باتون کی شائق تو ہو مگر فجور و بدکاری نہ کرے بعض لغتو نمین ہے کہ جو مردون سے بات کرنے کو نہ پسند کرے مگر قرینہ قیاس یہ ہے کہ مریم لفظ عبرانی ہے جس کے معنے خادم کے ہین ۔ حضرت مریم کو مریم اسوجہ سے کہنے لگے کہ وہ خدمت بیت المقدس ہین سے تھین انکی والدہ نے اپنی نذر کے موافق خدمت کے لئے رکھ دیا تھا ۔ البینات امور واضحات مراد ہین چاہے انجیل مراد ہو یا دیگر معجزات مراد ہون جو لوگ معجزات کے منکر ہین اور اُنکو دلیل نبوت نہین سمجھتے وہ بینات سے صرف انجیل مراد لیتے ہین۔ ورنہ لفظ شامل دونون کو ہے چاہے اضافت اسکی اللہ کی جانب ہو یا کسی دوسرے کی جانب ہو۔ اسی وجہ سے مفسرین نے جہان اسکے معنے انجیل کے لکھے ہین وہان معجزات کے بھی معنے لکھے ہین مراد اُنسے وہ معجزات ہین جنکا

ذکر سورۂ آل عمران اور سورۂ مائدہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ اندھے کو اور دیگر مریضون کو اچھا کرتے تھے جانور کو زندہ کرتے تھے ابرص کو اچھا کرتے تھے وغیر ذالک۔

وَاَیَّدْنَاہُ یعنی قوت دیا ہم نے قوت دی اُنکو روح قدس سے روح ایک لطیفۂ رحمانی ہے جو باعث حیات ہی اور قدس مین دو لغتین ہین بعض بسکون دال پڑھتے ہین اور بعض بضمہ دال پڑھتے ہین۔ قدس سے مراد طہارت و برکت ہی بعض نے کہا ہے کہ قدس مثل قدوس کے اللہ کا نام ہے تو اس صورت مین روح القدس کے معنے روح اللہ کے ہین اضافت شرافت اور عظمت ظاہر کرنے کی غرض سے ہے اور مراد اُس سے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح ہی کیونکہ انکی رُوح طاہر و پاک تھی نہ اصلاب آبا مین مقید ہوئی تھی نہ ارحام امہات مین گندے ہوئے تھے محض اللہ کا حکم تھے تائید کا مقصد یہ ہی کہ جس وقت سے آپ تولد ہوے اسکی طہارت اور طیبت نے برابر آپ کی تائید اور تقویت کی کسی وقت بھی غلطی نہین ہونے پائی بعض لوگ کہتے ہین کہ مراد روح القدس سے اللہ کی ایک صفت ہی اور اسم اعظم ہے کہ جس سے ہر شی کی حیات ہی۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد روح القدس سے انجیل ہے جس طرح قرآن شریف پر روح کا اطلاق ہوا ہے اسیطرح انجیل پر بھی رُوح کا اطلاق ہوا ہی قرآن شریف کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ واوحینا الیك روحًا من امرنا۔ بعض لوگ کہتے ہین مراد روح القدس سے جبرئیل فرشتہ ہے جس نے حضرت عیسیٰ کی تائید وقت ولادت سے کی ہے انپر روح القدس کا اطلاق یا تو اسوجہ سے ہے کہ علم اُنکا روح القدس ہے یا اطلاق مجازی ہے۔ کیونکہ روح سے جسطرح حیات جسمانی ہوتی ہے اسی طرح یہ باعث حیات روحانی کے ہین اور انھین سے ہمیشہ وحی ارسال کی گئی ہے ان کی لطافت وطہارت باعث ہے کہ یہ روح القدس کہے جاوین۔

اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ الآیۃ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کا ذکر کیا تو یہود نے آنحضرت سے کہا کہ جو حالات حضرت عیسیٰ کے آپ ذکر کرتے ہین اگر اُن کو تسلیم کیا جاوے تو آپ نے نہ تو اُنکے ایسے معجزات دکھائے نہ دیگر انبیاء کے ایسے معجزات آپنے دکھائے اگر آپ سچے ہین اور نبی ہین تو ایسے اُمور آپ بھی ظاہر فرمائیے اوسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معجزات ظاہر فرمائے مگر معجزہ حضرت نبوت عامہ کی دلیل نہین ہوسکتا ہے اسواسطے اللہ جلشانہ نے اُنکے اس قسم کے مطالبات کا بالکل قلع قمع کردیا ارشاد فرمایا اس طرح کے مطالبات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم شائد انکے ارشاد کو قبول کرو اور ایمان لاؤ حالانکہ یہ تمھاری عادت کے خلاف ہی تمنے تو ہمیشہ عناد و فساد کیا جب کوئی نبی آیا اُسنے تمھارے دل کے خلاف حکم دیا تو تمنے تکبّر کیا اور اسکی حقارت کی اُسکے ارشاد پر عمل نہ کیا ایمان نہین لائے اسی پر اکتفا نہ کرکے بعض کو اُنمین سے تمنے جھٹلایا جیسے حضرت عیسیٰ و حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور بعض کو تمنے قتل کر ڈالا جیسے حضرت زکریا اور

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ

اور کہا یہود نے کہ ہمارے دل پردہ مین ہین بلکہ اللہ کی لعنت انکے لئے ہو بوجہ انکے کفر کے اسلئے بہت کم ایمان لائین گے۔

بقیہ صفحہ ۲۰۲۔ حضرت یحییٰ اس جگہ تقتلون بمعنے قتلتم کے ہے جیسا عطف اور سیاق سے معلوم ہوتا ہے اور اگر حال کیلئے ہو تو بھی ہو سکتا ہے۔ اسکی تاویل یہ ہے تمنے قتل کیا اور ارادہ قتل مین لگے ہوئے ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی ہر طرح فکر ہے بنی قینقاع اور بنی نضیر و بنی قریظہ نے مقابلہ بھی کیا عداوت بھی کی یہانتک کہ ظاہری طور پر جب قتل سے عاجز ہوگئے تو زہر دیا گیا چنانچہ زہر کا اثر نہین ہوا اس اعتبار سے تمنے تو قتل کیا اگرچہ اللہ نے بچایا جسطرح عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے محفوظ رکھا بعض لوگ کہتے ہین کہ اس تاویل کی ضرورت نہین بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہود نے شہید کیا اور حضور کی وفات اسی یہودیہ کی سم خورانی سے ہوئی ہے مگر وہ روایت ثقات نے مقبول نہین کی ہے جس مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سم سے مذکور ہے۔ حضرت علیل ہوئے اور اپنی طبیعی علالت کے بعد وفات طبیعی جو کمال ہے حاصل فرمائی قتل پر حضرت کے کسی کو دسترس نہین ہوا واللہ اعلم۔

یہود نے آنحضرت سے کہا کہ آپ کی ہدایت کی ہمکو حاجت نہین نہ آپ کی ہدایت سودمند ہے۔

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ہمارے قلوب پردہ مین ہین غلف مین دو قراتین ہین ایک تو بسکون لام اسکے معنے پردہ کے ہین اور دوسرے بضم لام اسکو ابن عباس نے پڑہا ہے اس اعتبار سے اسکے معنے غلافون کے ہین مقصود اُسنے یہ ہے کہ آپ بیکار ہمکو تبلیغ اسلام کرتے ہین اور نصیحت مین وقت ضایع کرتے ہین کیونکہ قلوب پر پردہ پڑے ہوئے ہین آپ کے کلام کو رسائی نہین نہ آپ کی نصیحت دل تک پہونچتی ہے جیسا کہ قالوا قلوبنا فی اکنۃ اور قراءت ثانی کی بنا پر یہ ہے کہ قلوب ہمارے غلاف علوم کے ہین جسطرح برتن مین پانی یا گھی رکھا جاتا ہے اسیطرح ہمارے دلون مین علم ہے اور ہمارے دل اوسکے غلاف ہین تمھارے علم کی ہمکو حاجت نہین ہمارے پاس ہر قسم کا علم ہے وہ ہمکو کافی ہے تمھارے علم کی ضرورت نہین ہے بعض کہتے ہین کہ ہمارے دل تو علوم کے برتن ہین سب طرح کا علم حاصل ہو جاتا ہے مگر تمھاری باتین ایسی ہین کہ جن کی گنجایش ہمارے قلوب مین نہین ہے تو گویا تعریض ہے کہ وہ علم نہین ہین ان کی تردید کی گئی اور ارشاد ہوا نہ پردے پڑے ہین نہ وہ علوم کے غلاف ہین بلکہ لعنت اور پھٹکار اللہ کی ہے کہ اُسنے اپنی رحمت سے دور کردیا ہے، اور ہر خیر سے تمکو محروم کردیا ہے۔

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ اسلئے بہت ہی کم تمسے ایمان لاوینگے مشرکین بہت ایمان لائے اور یہود نے بہت ہی کم ایمان قبول کیا اس صورت مین قلیلًا بوجہ حال کے نصب ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ نصب بوجہ

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا
اور جبکہ آئی اللہ کی طرف سے اونکے پاس کتاب کہ تصدیق کرتی ہے اوس چیز کی جو اون کے پاس ہے

مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا
حالانکہ قبل اسکے مدد طلب کرتے تھے کفر کرنے والون پر پھر جب آیا اونکے پاس وہ جسکو وہ

كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا
پہچان چکے تھے کفر کیا اونھون نے اسکے ساتھ پس لعنت اللہ کی ہے کافرون پر بُری چیز ہی اونھون نے اپنی

بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ
جانونکے عوض وہ یہ کہ اونھون نے انکار کیا اوس چیز کا جس کو خدا نے نازل کیا

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ
اس ضد سے کہ خدا نے نازل کیا اپنے فضل سے اپنے بندون میں سے جسکو چاہا پس کمایا اُنھون نے

عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
غضب پر غضب اور منکرون کے لئے عذاب ذلت وخواری کا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۰۳ نزع خافض کے ہی وہ باء جارہ ہے الا بقلیل یعنی ایمان لاوینگے مگر تھوڑے سے کیساتھ وہ توراۃ ہے اور خیر وکثیر جو قرآن ہے اسکو نہ قبول کرین گے بعض کہتے ہین ولا کثیرا محذوف ہی معنے یہ ہین کہ مگر نہ ایمان لائین گے قلیل کیساتھ نہ کثیر کے ساتھ یعنی بالکل ایمان ہی کی نفی ہے کیونکہ ملعون ہین۔

کتاب سے مراد قرآن ہے لما معہم سے مراد توراۃ و انجیل ارشاد فرماتا ہے کہ جب قرآن نازل ہوا اور اسنے توراۃ کی تصدیق کی تو چاہیے تھا کہ یہ لوگ ایمان لاتے یہ ایمان نہین لائے حالانکہ اس کتاب کے نازل ہونے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانیکے قبل انکی حالت یہ تھی کہ جب انسے کسی قبیلہ سے مشرکین کے لڑائی ہوتی یا وہ اُن کو تنگ کرتے تو یہ لاچار ہو کے دعا کرتے تھے اللھم انصر علیہم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ۔ جب یہ دعا مانگتے اللہ انکی دعا قبول کرتا اور انکو مدد دیتا برابر یہ مشرکین سے کہتے تھے کہ زمانہ نبی آخر الزمان کا آپہونچا ہے انکے ہمراہی ہوکے ہم تمہیر جہاد کرینگے اور فتحیاب ہونگے تو جب ماعرفوا جسکو وہ جانتے تھے آیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے انکو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اسواسطے کہ انکی مدح وصفت کتب سماویہ سے وہ جان چکے تھے تو بجاے ایمان لانے کے کفر کیا اور محض یہ کفر عناد حسد سے تھا ناواقفیت سے نہ تھا اسکی جزا سواے اسکے کیا تھی کہ وہ ہمیشہ اس کفر کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دُور کردیے گئے

نعم وبئس افعال مدح وذم سے ہین دونون صیغہ ماضی کے ہین مگر انکی گردان مثل افعال کے نہین آتی ہے نعم مدح

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اُسپر جسکو اللہ نے نازل کیا تو کہتے ہین ہم تو ایمان لائے اسپر جو ہمپر نازل ہوا ہے

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ

اور وہ کفر کرتے ہین اسکے سوائے سب کا حالانکہ وہ تصدیق کرتا ہے اسکی جو انکی پاس ہی کہدو کہ پھر کیون تم نبیون کو اللہ کی قتل کرتے ہو اگر

اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

تم ایمان اسکے ساتھ رکھتے ہو اور بیشک تمھارے پاس

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

موسیٰ کھلی نشانیان لیکے آئے پھر اونکے بعد تمنے گوسالہ پوجا اور تم ظالم تھے۔

بقیہ صفحہ ۲۰۴ کیلئے ہے اور بئس ذم کیلئے ہے معنے یہ ہوے کہ بُرا ہے جو ان لوگون نے اختیار کیا اپنے لئے جبکہ گمراہی اور باطل کو لیا ہدایت اور حق کو چھوڑکے بعض کہتے ہین کہ اشتروا بمعنی باعوا کے ہے فروخت کر ڈالا انھون نے اپنی جانون کو اور اختیار کیا انھون نے کفر کو نفع کی بات چھوڑکے دائمی ضرر لیا۔

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد قرآن ہے اور بغیاء سے مراد حسد ہے بغی کی اصل فساد ہے اور ظلم ہے اور اسکی طلب ہے۔ باغی طالب ظلم ہوتا ہے اور حاسد محسود پر ظلم کرتا ہے اسوجہ سے کہ انکی خواہش اور طلب یہ ہوتی ہے کہ نعمت محسود سے جاتی رہے چاہے اوسکو حاصل ہو یا اسکو بھی نہ ملے۔

ان ینزل اللّٰہُ اسکو تخفیف کیساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور تشدید بھی پڑھی گئی ہے۔ وہی ہماری قرات ہے۔

من فضلہ اپنے فضل سے اتارا مراد اس سے نبوت ہے اور قرآن شریف ہے کہ عطا کیا گیا۔

علی من یشاء من عبادہ۔ مراد اس سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین ارشاد ہوتا ہے کہ انکو صرف حسد ہے کہ کیون اللہ نے اپنا فضل اپنے بندہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا حالانکہ اللہ جلشانہ کی مشیت یہی تھی کہ اولاد اسمٰعیل سے ایک بندہ پیدا کیا جاوے جس پر موسیٰ علیہ السلام بھی غبطہ کرین۔

فباؤ بغضب علی غضب۔ لوٹ گئے وہ غضب پر غضب مین پہلا غضب تو اسوجہ سے ہوا کہ اُنھون نے توراۃ کے احکام کو ضایع کر دیا دوسرا غضب اسوجہ سے کہ انھون نے آنحضرت کی نبوت کا انکار کیا اور قرآن کو نہ مانا۔

بعض کہتے ہین کہ پہلے غضب کے مستحق بوجہ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے انکار کرنے کے ہوے اور دوسرے غضب کی بوجہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار کے ہوے بعض کہتے ہین پہلا غضب عبادت گوسالہ کے باعث ہوا دوسرا بوجہ انکار نبوت آنحضرت صلعم کے وللکافرین عذاب مہین اور جو منکر ہین اور نہین مانتے ہین نبوت کو آنحضرت کی انکے لئے ذلت و خواری کا عذاب ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

اور یاد کرو اسوقت کو جب ہمنے تمسے عہد لیا اور تمپر کوہ طور کو اُٹھایا اور کہا کہ جو ہمنے تمکو دیا ہے

بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اوسکو مضبوط پکڑو اور اسکو سُنو کہا انھون نے کہ ہمنے سنا اور خلاف کیا اور انکے دلون مین

الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

گوسالہ سمایا ہوا تھا انکے کفر کی وجہ سے کہدو کہ بُری بات ہے کہ جسکا حکم تمکو تمھارا ایمان دیتا ہو اگر تم ایمان لائے ہو

اس جگہ اذ اخذنا کا عطف فلم تقتلون پر ہے لہذا قل کے مقولہ مین داخل ہے اوپر جو ذکر ہوا ہے اوسکی تکرار نہین ہے۔ یہان سے انکے تمرد کو ظاہر فرمایا ہے۔ کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم کلام اللہ پر ایمان لاؤ جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے وہ قرآن شریف ہے تو اسکے جواب مین وہ کہتے ہین کہ ہم تو تورات پر ایمان لائے جو ہمارے اوپر نازل ہوئی ہے اسکے سوا کسی دوسری شے پر چاہے اسکو خدا ہی نے کیون نہ نازل کیا ہو ہم ایمان نہ لائین گے۔ ظاہر ہے کہ یہ سراسر حسد تھا۔ مگر اس سے قطع نظر کرکے اللہ نے اُنکے دعوے کی تکذیب کر دی کہ اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو تم کو چاہیے کہ تورات کے احکام پر عمل کرو تورات مین قتل کی ممانعت تھی اور تمنے تو انبیا کو اللہ کے مار ڈالا یا مارنے کا ارادہ رکھتے ہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تم تورات پر بھی ایمان نہین رکھتے تمھاری حالت تو یہ ہے کہ اقرار کرتے ہو اور اسکے خلاف کرتے ہو جو موافق تورات کے ہے اور اوسکی تصدیق کرتا ہے اسکو نہین مانتے پھر کیسی تصدیق تورات بھی ہے تمھاری تو یہ حالت ہے کہ موسی علیہ السلام کا ایسا نجات دہندہ آیا تم کو اُسنے علامات نبوت دکھائے بجائے اسکے کہ اسکا شکر کرتے شرک کرنے لگے۔ اور گوسالہ کی پرستش کرنے لگے اقرار تمسے کرایا گیا کہ احکام تورات کو اچھی طرح بجا لادین گے۔ تم نے اسکے خلاف کیا زبان سے کہا کہ سمعنا اور دل سے کہا عصینا سنا ہمنے زبانی تھا۔ اور عصیان کرنا دل کی بات تھی تمھارے دل مین گوسالہ کی محبت جمی ہوئی تھی کیونکر خدا کی محبت تمھارے دل مین پیدا ہوتی یہ ظاہر ہے کہ اگر تمھارے ایمان نے اس کا حکم دیا کہ تم اللہ کی عبادت چھوڑ دو اور گوسالہ کی پرستش کرو تو یہ بہت بُرا حکم تھا ایمان کے خلاف تھا۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً

کہدو کہ اگر آخری گھر تمام لوگون کے علاوہ خالص تمھارے لئے ہے

مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

توتم موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ اسکی ہرگز آرزو کبھی نہ کرینگے بسبب اسکے کہ جو انکے

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

ہاتھون نے پہلے بھیجدیا ہے۔ خدا ظالمون کو خوب

بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ

جانتا ہے ضرور تم اے محمد انکو زیادہ حریص زندگی پر پاؤ گے اور مشرکون مین سے

اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ

ایسے بھی ہین کہ جو چاہتے ہین کہ کاش وہ ہر ایک انمین کا ہزار برس زندہ رہے اور وہ ہرگز عذاب سے

مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

بچ نہین سکتے۔ اگرچہ بہت عمر انکی ہو۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ کرتے ہین۔

مراد دار الآخرہ سے جنت ہی اور من الذین اشرکوا سے مراد مجوس ہین انکے دعا تھی کہ ہزار برس زندہ رہو غالب کہتا ہے (تم سلامت رہو ہزار برس) اس جگہ یہود کے ادعاء باطل کو دفع کرتا ہے انکا گمان تھا کہ انکے سوائے کوئی جنت مین نہ جاویگا ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ ادعا تمھارا صحیح ہے تو تمکو چاہئے کہ جو تمھارے لیے اس فوز عظیم کا ہے اُسکی تمنا اور خواہش کرو۔

ارشاد فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر یہود تمنا کرتے تو انکی تمنا پوری کی جاتی مگر وہ اس دعوے کو خود بھی بے اصل سمجھتے تھے تمنا کیسے کرتے۔

اس جگہ یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے موت کی تمنا کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے حالانکہ احادیث شریف مین تمنا کرنے کو موت کی منع کیا ہے اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ یہود دعوے کرتے تھے کہ وہ قطعًا جنتی ہین اس دعوی کے بعد موت کی تمنا نہ کرنا فضول ہے۔ اور ایمان اہل اسلام درمیان خوف ورجا کے ہے اور دخول جنت وترقی درجات موقوف عمل صالح پر ہین اسواسطے موت کی تمنا مناسب حال اہل اسلام نہین ہے۔

موت ایسی شے نہین کہ طلب کیجاوے اسواسطے کہ اس عالم کی حیات نعمت ہے اور اسکی انتہا کو موت کہتے ہین بعضون کا گمان ہے کہ موت اگرچہ مقتضائے طبیعت جزئیہ کے منافی ہے اسواسطے کہ طبیعت جزئیہ کا

مقتضی اصلاح بدن ہے مگر طبیعت اپنی مقتضائے طبیعت کے خلاف بوجہ قاسر کے کرتی ہے رطوبات عزیزیہ جو جسم انسان مین ہین انکو حرارت عزیزیہ تحلیل کرتی ہے کیونکہ حرارت عزیزیہ ہوائے حار محیط ہے اور وہ رطوبت کو فنا کرتی ہے۔ رفتہ رفتہ کرکے کل رطوبت فنا ہو جاتی ہے اسکے بعد حرارت کا مرتبہ ہے وہ بھی فنا ہو جاتی ہے مگر مقتضائے طبیعت نوعیہ موت ہے اسواسطے کہ نفس کہ جو اشرف جزء انسان ہے اسکی سعادت موقوف موت پر ہے اور افراد نوعیہ کا وجود عالم ارض بہ مقتضی ہے کہ چند ہون اور چند نہ ہون ہو کے فنا ہو جاوین لیکن حق یہ ہے کہ یہ موت اتمام فعل طبیعت ہے اور اسپر مصالح مرتب ہوتے ہین کہ موت خود کوئی مفید شئے ہے۔ اون مصالح سے یہ ہے کہ عالم مین دوسرون کی گنجائش ہو حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ جب اللہ جلشانہ نے آدم و ذریت آدم کو پیدا کیا تو ملائکہ نے عرض کیا کہ یا اللہ زمین انکے لئے وسعت نہ رکھے گی ارشاد ہوا کہ ہم موت کو پیدا کرینگے عرض کیا ملائکہ نے تو پھر زندگی انکی بےلطف ہو جاویگی ارشاد ہوا کہ ہم آرزو کو پیدا کر دینگے۔

اہل اسلام کیلئے احادیث مختلف پیش کرکے ہم بتاتے ہین کہ کب موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے اور کب جائز ہے حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ اگر آنحضرت نے مجھے موت کی تمنا سے باز نہ رکھا ہوتا تو مین اُسکی تمنا کرتا ایسا ہی خباب سے بھی مروی ہے۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ فرمایا موت کی تمنا نہ کرو اسواسطے کہ اس کا محل طلوع سخت ہے اور سعادت سے یہ ہے کہ بندہ کی عمر دراز ہو کہ اللہ اسکو رجوع کی توفیق بخشے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کی تمنا کرنے سے روکا آنحضرت نے اسکی علت کیا ہے حضرت سعد سے اور ایسی ہے حضرت عباس سے ارشاد ہوا کہ موت کی تمنا نہ کرو اسواسطے کہ اگر تم اہل جنت سے ہو تو بقا تمھارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اہل نار سے ہو تو کیون اُسکی طرف جلدی کرتے ہو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے نہ تو تم مین سے کوئی موت کی تمنا کرے نہ اسکی دعا مانگے قبل اسکے کہ موت آئے اسواسطے کہ اگر تم مین سے کوئی مرگیا تو اسکے عمل منقطع ہو جاوینگے اور شان یہ ہے کہ مومن کی عمر نہین زائد ہوتی ہے مگر بہتری ہوتی ہے ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات ہر حالت مین بہتر ہے لہذا موت کی تمنا نہ کرے لیکن اس صورت مین جبکہ محض دنیاوی ضرر کے اندیشہ اور دنیاوی مصائب سے زندہ رہنا وبال ہو تو اسوقت دعا کرنا موت کی ہرگز نہ چاہیئے یا یہ خیال ہو کہ میرے عمل میری بخشایش کیلئے کافی ہین اور اپنی نجات پر وثوق ہو تو اسوقت بھی موت کی تمنا نہ چاہیئے بلکہ اس صورت مین کہ زندگی سے عاجز ہو دعا کرے اللہم احینی ما کانت الحیاۃ خیرالی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرالی اس مضمون کے احادیث حضرت انس سے مروی ہین اور امام احمد و بخاری وغیرہ نے روایت کی ہین یہ ظاہر ہے کہ مومن کو اگر راحت ہوئی اور اسنے شکر کیا تو اجر ہے اگر مصائب مین مبتلا ہوا اور صبر کیا تو اجر ہے اگر زندہ رہا تو عمل صالح اوسکے زیادہ ہونگے حدیث شریف مین ہے خیارکم اطولکم اعمارا و

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

کہدیجئے کہ جو جبرئیل کا دشمن ہے یقینا جبرئیل نے تو آپ کے قلب پر نازل کیا ہے اللہ کے حکم سے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ مَن كَانَ عَدُوًّا

قرآن جو تصدیق کرنے والا ہے اسکی جو کتب متقدمہ توراۃ و انجیل وغیرہ کی اور وہ ہدایت ہو اور بشارت ہو ایمان داروں کیلئے

لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ

جو اللہ کا اور اسکے فرشتون کا اور اسکے رسولون کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو یقینا اللہ دشمن ہے منکرون کا۔

بقیہ صفحہ ۲۰۸ ۔ احسنکم اعمالاً بہتر لوگ تمھارے وہ ہین جو طویل العمر ہون اور انکے اخلاق اچھے ہون حضرت ابی ہریرہ فرماتے ہین کہ بنی قضاعہ سے دو شخص مسلمان ہوے ایک جلد شہید ہو گیا دوسرا اوسکے بعد تک زندہ رہا پھر مرگیا مگر خواب مین دیکھا گیا کہ وہ جنت مین آگے ہے حضرت سے یہ خواب تعجب سے بیان کیا گیا کہ شہید سے وہ آگے کیسے ہوا تو آپنے فرمایا کہ اسکے نماز و روزہ کہان گئے وہ تو زائد ہو گئے تھے بہت سے احادیث سے ثابت ہوتا ہو کہ عمر کی درازی بخشش کا باعث ہے باوجود اسکے بعض صحابہ نے اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اپنے مرنیکی تو اوسکا موقع یہ ہے کہ دینی فتنہ کا اندیشہ تھا چنانچہ حضرت عمر نے اپنی وفات کی دعا کی اور اُسی سال انکا انتقال ہوا دیگر صحابہ کے متعلق بھی مروی ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اعزہ کی موت کے طالب تھے حضرت ابی ہریرہ سن ساٹھ سے قبل اُٹھ جانے کی دعا کرتے تھے کیونکہ سنہ ۶۰ھ مین حضرت امام حسین کا فتنہ ہو احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب لڑکون کی بادشاہت ہوا ور فیصلہ فروخت ہونے لگے اور نوجوان قرآن کو راگ سے پڑھنے لگین تو موت کی تمنا کرنا چاہیے قرب قیامت مین قبر کے پاس کھڑے ہوکے کہا جاویگا کہ کاش مین بھی قبر مین ہوتا۔

حاصل یہ ہو کہ جب دینی فتنہ ہو تو اسوقت موت کی تمنا جائز ہے ورنہ ممنوع و منہی عنہ ہے۔ اللهم اذا اردت بالناس فتنة فاقبضني اليك غير مفتون اللهم آمين۔

اُس قصہ کو مناسبت قصص سابقہ سے ہو یہ ایک جواب ہے اقوال یہود کا اس امر مین اختلاف ہو کہ کس قول کا اور کسکے قول کا یہ جواب ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ یہود کے علماء کے پاس گئے اور جبرئیل کی حالت دریافت کی انھون نے کہا کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے ہمارے پوشیدہ باتون کی خبر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دیا کرتا ہے اور اسکی وجہ سے عذاب نازل ہوئے اور اقوام دہسادی گئین اور میکائیل شادابی و سلامتی کا ذریعہ ہین حضرت عمر نے کہا کہ اونکا مرتبہ اللہ کے نزدیک کیا ہے انھون نے جواب دیا کہ جبرئیل سیدھے جانب اللہ کے ہے اور میکائیل جانب چپ اور ان دونون کے

درمیان عداوت ہی حضرت عمرنے کہاکہ اگر ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو یقیناً وہ ایک دوسرے کے دشمن ہین
ہین اور تم گدھون سے بھی زیادہ منکر ہوا اور جو کوئی امین سے کسی کا بھی عدو ہو وہ اللہ کا دشمن ہے پھر حضرت
عمر یہ جواب دیکے لوٹ آئے آنحضرت کیخدمت مین حاضر ہوئے آپنے فرمایا کہ جبرئیل تمسے پہلے آگئے اور کہا
انھون نے کہ اللہ نے عمر کی موافقت مین یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ بعض کہتے ہین کہ ابن صوریا کے بارہ مین
یہ آیت اتری ہے اُسنے آنحضرت سے کہاکہ تم پر جبرئیل وحی لے کے نازل ہوتے ہین وہ تو ہمارے دُشمن
ہین جب بخت نصر پیدا ہوا تو اُس زمانہ کے نبی نے اُسکی پیدایش کی خبر دی اور کہاکہ اس سے بنی اسرائیل
کی ہلاکی اور بیت المقدس کی بربادی ہوگی لوگون کا مشورہ ہواکہ وہ ہلاک کردیا جاوے جو شخص اسکے ہلاک
کرنے کے لئے گیا اوسکو جبرئیل نے راہ مین روک کے کہاکہ اگر اللہ کو ایسا لڑکا پیدا کرنا ہے تو تو اسکو مار نہین
سکتا ہے اور اگر یہ وہ لڑکا نہین ہے تو مفت ایک خون کرتا ہے چنانچہ وہ شخص اس بات سے معقول ہو کے
واپس چلا آیا اگر جبرئیل نہ روکتے تو وہ بخت نصر کو مار ڈالتا اور اسطرح بنی اسرائیل کی تباہی نہ ہوتی اسپر
یہ آیت نازل ہوئی جبرئیل مین تیرہ لغات ہین افصح اور اشہر بروزن قندیل ہے لفظ عجمی ہے اور اسکو الفاظ
عربی سے ماخوذ کرنا نکات بعد الوقوع سے کم نہین ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ۔ تو یقیناً وہ وہ ہے کہ جسنے اتارا تمھارے قلب پر یہ جواب شرط ہے خواہ قائم مقام جواب
شرط کے ہے جیساکہ ظاہر ہوتا ہے یا حقیقۃً خود جواب شرط اول ضمیر راجع جبرئیل کی طرف ہے دوسری قرآن
کی طرف ہی کہ اُسنے نازل کیا قرآن کو تمھارے قلب پر۔

حاصل یہ ہی کہ عداوت جبرئیل سے اس وجہ سے نہین ہے جسکو وہ ظاہر کرتے ہین بلکہ سبب عداوت کا یہ ہے
کہ وہ تمھارے لئے منفعت بخش اور ذریعہ وحی ہے تمھاری عداوت کی وجہ سے جبریل سے بھی عداوت ہے ورنہ
وہ جانتے ہین کہ ایک فرشتہ مقرب ہے اوسکی عداوت کون کرسکتا ہے۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے حکم سے یا اوسکے علم سے یا اللہ کے قدرت دینے کے باعث یا اسکے اختیار دینے کے
باعث یا سہولت دینے کے باعث اذن سب معنی کو محتمل ہے مگر معنے اول اولی ہی اور معتزلہ معنے آخر یعنے
تسہیل کو مقدم سمجھتے ہین واللہ اعلم۔

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ہدایت و بشارت ہی یا نذارون کیلئے یہ معطوف ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ مراد مصدقا لما بین یدیہ سے قرآن شریف اور توراۃ اور دیگر کتب سماویہ
ہین اس آیت سے حضرت جبرئیل کی فضیلت گروہ ملائکہ پر ثابت ہوتی ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ ۔ عدو صدیق کا ضد ہے صدیق دوست کو کہتے ہین عدو دشمن کو عداوت دشمنی ہی

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ج وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ

اور یقینا اللہ نے اُتاریں تمپر آیات بینات اور اوس سے منکر نہیں ہین مگر گنہگار لوگ

بقیہ صفحہ ۲۱۰

مراد اس سے ضرر پہونچانا اور اسکے ارادہ مین لگے رہنا یہ اللہ کی عداوت مین معنی حقیقی کا پایا جانا متعذر ہے اسواسطے معنے مجازی لئے جاتے ہین۔ یعنی اللہ کی عداوت اسکی نافرمانی کرنا اور اسکے دوستون کی دشمنی کرنا اور دیگر مذکورین سے عداوت بالمعنی الحقیقی کی ممکن ہے اگرچہ عداوت کی تاثیر نہ ہو اور جس سے عداوت کی جائے اسکو کچھ ضرر نہ پہونچ سکتا ہو۔

جبرئیل ومیکائیل ان دونون فرشتون کا ذکر یا تو اسی وجہ سے ہے جسکا تذکرہ شان نزول مین اوپر گذرچکا ہو یا اُن کی بزرگی اور شرافت ظاہر کرنے کے لئے یا اس سے کہ ان دونون مین سے ایک کی عداوت مستلزم دوسرے کی عداوت کے ہوتی ہے کوئی یہ چاہے کہ جبریل سے عداوت کرے اور میکائیل سے خوش رہے تو یہ بیکار ہے دونون کی عداوت یکسان ہے ایک ہی کی عداوت کے باعث سے تکفیر ہو جاتی ہے جبرئیل ومیکائیل ایسے ہی اسرافیل اور عزرائیل فرشتگان مقربین ہین انکے حقائق کی جانب اشارہ ہو چکا ہے بعض کا خیال ہے کہ جبرئیل عقل فعال ہے اور میکائیل روح فلک سادس ہے اور عقل ہے کہ جس سے افاضہ نفس نبائیہ پر ہوتا ہے اور وہ موکل ہے ارزاق خلایق پر اور اسرافیل روح فلک رابع اور اُسکی عقل ہے اور افاضہ اسکا نفس حیوانیہ کلیہ پر ہے جو موکل ہے حیوانات کا اور عزرائیل روح فلک سابع ہے ارواح انسانیہ پر موکل ہے ان سب کی تاثیرات عوالم مین یا تو بواسطہ ہوتے ہین یا بلا واسطہ۔ بعض سادہ لوح مفسرین نے لکھا ہے کہ جبرئیل ومیکائیل بلکہ کل فرشتگان محض اللہ کے اوصاف ہین وبس یہود اُنکو شخص موجود سمجھے اس بیچارہ نے اس امر کے تعقل مین تو صواب پایا کہ یہ صفات ہین مگر اُن مین اور انسان مین فرق بتایا حالانکہ صفات ہونے مین دونون مشترک ہین بلکہ انسان تو کامل صفت ہے اور فرشتہ تو ناقص صفت ہے پھر اس آیت سے وہ کہتے ہین کہ جبرئیل ومیکائیل کا ثبوت نہین ہوتا ہے کیونکہ یہود کے زعم کے موافق ہے مگر سیاق وسباق قرآن کا اسکے بالکل خلاف ہے جبرئیل ومیکائیل بطور علم اور نام کے بولے گئے ہین جسطرح ابراہیم واسمٰعیل کوئی کہدے کہ اول سے صفت خلت اور دوسرے مینڈھا مراد ہے تو اسکا کیا علاج ہے۔

من کان کی جزا ہو کافر محذوف ہے کہ جو اسکا عدو ہے وہ کافر ہے اسپر آگے کا جملہ دلالت کرتا ہے ان اللہ عدو للکافرین۔ الف لام یہاں پر عہد کا ہے اور مراد اس سے مخصوص گروہ یہود ہین۔ یہ بھی آیت ابن صوریا کے بارہ مین نازل ہوئی ہے وہ آنحضرت سے کہتا تھا کہ تم کوئی بات ایسی نہین لائے

اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

کیا جب کبھی اُنھون نے کوئی عہد کیا تو اُنمین سے ایک فریق نے اُسکو پھینک دیا بلکہ اکثر انکے ایمان نہین لاتے ہین

وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ

اور جب انکے پاس رسول کریم آئے اللہ کی طرف سے جو تصدیق کرنیوالے ہین اسکی جو انکے پاس ہے ایک فریق نے

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ان مین سے جن کو کتاب دی گئی پس پشت ڈالدیا گویا وہ جانتے نہین ہین۔

بقیہ صفحہ ۲۱۱ جس کو ہم جانتے ہون اور نہ کوئی ایسی آیات تمپر نازل ہوئین جن کی ہم پیروی کرسکین تو اسکا جواب دیا گیا کہ اللہ تو کھلی ہوئی نشانیان معجزات و آیات نازل فرمائے جن کو ہر شخص جان سکتا ہے اور جن کی پیروی ہر شخص کرسکتا ہے مگر تم چونکہ گناہ کی حد تک پہونچگئے ہو تم اس سے اعراض کرتے ہو مراد یہان فاسقون کے الف لام سے وہی متمرد ہین فسق جب گناہ کیلئے بولا جاتا ہے مراد وہان اُس گناہ کی حد اعلیٰ ہوتی ہے جیسا کہا جاتا ہے فسق فلان بالزنا یعنے اسنے زنا کا گناہ کیا کہ حد درجہ اسکی حرکت اس گناہ مین تبیح ہوگی اور اسکی عادت عام ہوگی واللہ اعلم۔

یہود کے چار فرقے تھے ایک تو ایمان لائے اور تورات پر اُنھون نے عمل کیا وہ تھوڑے تھے اس فرقہ کا پتہ قول بل اکثرہم لایومنون سے چلتا ہے کہ اکثر کے مقابل اقل ایمان لانے والے تھے دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے عہود کو پھینک دیا بالاعلان اور انکے نافرمانی اور تجاوز حدود اللہ بالکل ظاہر ہوگئے اُسکی جانب نبذ فریق منہم سے اشارہ کیا گیا تیسرا فرقہ وہ تھا جس نے بالاعلان تو تورات کے خلاف نہین کیا نہ بالاعلان نافرمانی اور تجاوز حدود اللہ سے کیا لیکن نبذ عہد اُنسے محض جہالت سے ہوگیا چوتھا فرقہ وہ تھا کہ جو بالاعلان تورات کے ساتھ تمسک کرتا تھا مگر باطناً نبذ عہد کرتا تھا وہ لوگ تھے جو جاہل نہ تھے مگر جاہل بنگئے تھے اس آیت مین اُن سب کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین او کلما عاہدوا کی آیت مالک بن صیف کے بارہ مین نازل ہوئی اُسنے کہا کہ خدا نے کبھی ہمسے عہد نہین لیا کہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائین اور نہ اس پر کوئی میثاق ہوا ہے جسکے ہم پابند ہون بعض کہتے ہین یہ آیت ان یہود کے بارہ مین نازل ہوئی ہے جنھون نے قبل تشریف آوری آنحضرت کے عہد کیا تھا کہ جب وہ نبی تشریف لاوینگے تو ہم انپر ایمان لاوینگے اور مشرکین عرب کے مقابل مین اُنکی مدد کرینگے لیکن جب تشریف لائے تو انھون نے انکار کیا۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ

اور پیروی کی اُن لوگون نے اس کی جسکو شیاطین نے سلیمان کی بادشاہت مین پڑھا

سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

اور سلیمن نے کفر نہین کیا اور لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ جو لوگون کو سحر سکھایا اور اتباع کی اُنھون نے

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط

اس شے کی جو اُتارا گیا دو فرشتون پر بابل مین کہ جو ہاروت وماروت تھے -

بقیہ صفحہ ۲۱۲ بعض کہتے ہین کہ یہ بنی قریظہ و بنی نضیر کے ایسے یہود کے بارہ مین نازل ہوئی ہے کہ وہ آنحضرت سے عہد کرکے نقض عہد کرتے تھے۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ۔ نبذ کے معنے پھینکنے کے ہین کوئی مجسم شئے ڈالی جاوے تو اُسکو نبذ کہتے ہین اور اکثر خسیس شے مین اسکا استعمال ہوتا ہے عہد کے نقض مین مجازاً اسکا استعمال ہوا ہے۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ سے مراد یا تو عہد توڑنے والے ہین یا سوا ان ناقضین عہد کے مراد ہین دونون محتمل ہین۔

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سے مراد یا تو حضرت عیسیٰ ہین یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور احتمال دونون کا ہر

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ سے مراد صرف توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور تمام کتب الٰہیہ بھی مراد ہو سکتے ہین۔

اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد توراۃ ہی اور وہ یہود ہین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیوقت مین تھے۔

كِتٰبَ اللّٰهِ سے مراد یا تو توراۃ ہے یا قرآن ہے مگر بظاہر توراۃ معلوم ہوتی ہے مقصود یہ ہی کہ توراۃ جب قرآن کے مطابق دیکھی تو انھون نے توراۃ کو بھی پس پشت ڈالدیا اور کتاب آصف بن برخیا اور سحر ہاروت وماروت کو اختیار کیا اس سے اور قرآن سے مطابقت نہین ہوسکتی تھی۔

اس آیت کا عطف یا تو نبذ فریق پر ہے یا عطف قصّہ کا قصّہ پر ہی اور مراد اس فعل کی ضمیر فاعل سے یا تو وہ یہود ہین جو حضرت سلیمان کے وقت مین تھے یا وہ ہین جو آنحضرت کے وقت مین تھے اور اتباع سے مراد توغل یا اقتدا ہے اور مراد شیاطین سے یا تو مردۃ الجن ہین جو موسیٰ اور راکس ہین یہ قول اکثر اہل سنت کا ہے یا شیاطین الانس ہین یہ مذہب معتزلہ کا ہے۔ سلیمان لفظ عجمی ہے مثل ہامان اور ماہان کے مراد یہان سلیمان بن داؤد ہین اور علی ملک سلیمان مین علی بمعنے فی کے ہے اور عہد محذوف ہی یعنی زمانہ ملک سلیمان مین یا ملک مجاز عہد سے ہے اور ما تتلوا سے مراد سحر ہے جسکے متعلق بیان آتا ہے۔ مروی ہے حضرت سلیمان کے زمانہ مین شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتون کو جہانتک سُن سکتے تھے. سن کے اور باقی اپنی طرف

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

اور وہ سکھاتے نہین تھے جب تک کہہ نہ دیتے کہ ہم آزمایش ہین لہذا تم کفر نہ کرو

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ

پھر اُن دونون سے وہ لوگ سیکھتے تھے جس سے تفریق درمیان جورو خاوند کے ہوجاوے اور وہ

بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ

کچھ ضرر پہنچا نہین سکتے تھے کسی سے مگر اللہ کے اذن سے اور سیکھتے ہین وہ جو اُن کو

وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

ضرر کرے نہ کہ وہ نفع کرے انکو اور یقیناً انکو معلوم ہوگیا ہے جو شئے وہ خریدتے ہین اسمین اُن کو

مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

آخرت مین کچھ حصہ نہین ہے اور یقیناً بہت ہی بری ہے وہ شے جسکو وہ خریدتے ہین اپنی جانون کے عوض مین کاش وہ جانتے ہوتے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر وہ یقین لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو بلاشبہ اللہ کے پاس انکا بہتر ثواب تھا کاش کہ وہ جانتے ہوتے

بقیہ صفحہ ۲۱۳ گروہ کے لایا کرتے تھے اس سے فتنہ وفساد کا اندیشہ تھا حضرت سلیمان کے حکم سے وہ سب کتب انکے تخت کے نیچے دفن کردی گئی جب انکا انتقال ہوا تو وہ مدفون شیاطین کے بتانے سے لوگون کو ہاتھ لگ گیا اسمین حضرت سلیمان کا کوئی قصور نہ تھا جب آنحضرت نے انبیاء کرام کے ذکر مین حضرت سلیمان کا بھی ذکر کیا تو یہود کہنے لگے کہ یہ دیکھو محمد صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ذکر مین ایک بادشاہ کا ذکر کرتے ہین جو ساحر تھا اور ہوا پر چڑھا پھرتا تھا تو اسکے رد کرنے کیلئے اور حضرت سلیمان کا دامن پاک کرنے کی غرض سے ارشاد ہوا وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ سلیمان نے کفر نہین کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا کہ لوگون کو سحر تعلیم کیا کفر سلیمان سے مراد یہان سحر ہے اسواسطے کہ نتیجہ سحر کا کفر ہوتا ہے اور سحر سیحر کا مصدر ہے سحر کے معنی یہ ہین کہ ابدی اخفی ظاہر کیا اُس شے کو جو پوشیدہ تھی اور استعمال سحر کا ہر اوس شے مین ہوتا ہے جسکا سبب خفی ہو اور باریک ہو اور مراد اُس سے وہ عجیب ونادرات ہین جو مشابہ خارق عادت کے ہو مگر خارق عادت ہون نہین کیونکہ سحر مین تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہوتا ہے اور اسکی تحصیل مین مدد لیجاتی ہے اکثر شیاطین کی استعانت سے سحر ہوتا ہے اور اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے انشاد شرکیہ اور عبادت کواکب کی اور انکے تقربات کو

مستحسن سمجھنا ہی کیا کم گناہ ہی اور وہ عجیب باتین جو آلات سائنس سے یا مرکبات علم ہندسہ یا ادویہ سے یا ڈھٹ بندی سے واقع ہوتے ہین انکو سحر کہنا مجاز ہے اگرچہ یہ بھی ممنوع ہین اور نووی وغیرہ نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے بعض نے مسمرزیم کو بھی سحر مین داخل کیا ہی اور اسکو بھی حرام کہا ہے مگر عدم جواز کے سب قائل ہین۔

سحر کی حقیقت سے ابو جعفر استرآبادی نے اشاعرہ مین سے اور معتزلہ نے انکار کیا ہے اور وہ کہتے ہین کہ ایک قسم کا تخیلہ ہے اور اگر اسکی حقیقت ثابت ہو جاوے تو پھر معجزہ مین اور اسمین کوئی فرق نہین ہے مگر یہ شبہ انکا ہے ورنہ معجزہ مین تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری نہین ہو سکتا ہے تحدی اور دعوی نبوت اسکے ساتھ نہین ہوتا ہی ایسے امر جو مختصات آثار ارواح طیبہ مین سحر سے پیدا نہین ہو سکتے جسطرح ملائکہ ارواح صلحاء اور متقین سے مانوس و روشناس ہوتے ہین اسیطرح شیاطین اپنے جنس کے خبثاء اور بدکارون سے مائل ہوتے ہین اور ان کی اعانت کرتے ہین اسکی حقیقت کا انکار و اقرار موقوف شیاطین کی حقیقت کے انکار پر ہے اگر اسمین شبہہ نہین تو اسکی حقیقت کا ہونا مشتبہہ نہین ہے ورنہ اسکی حقیقت اسیقدر ہے جو شعبدہ اور سائنس کے امور کی حقیقت ہی بلکہ اس سے بھی ضعیف تر مگر ساحر کے بارہ مین امام ابو منصور نے حکم کفر کا دیا ہے اسیوجہ سے مسمرزیم وغیرہ کل کو علماء نے سحر مین داخل کر کے تکفیر کی ہے لیکن عند التحقیق لازم ہی کہ اسکی حقیقت دریافت کیجاوے اگر اس سے ارتکاب ان امور کا ہوا ہے جس سے شرائط ایمان کی تردید ہوتی ہے تو بلاشبہ کفر ہے ورنہ کفر ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے پھر جو سحر کفر ہے اسکا فاعل مستوجب قتل ہے مرد مار ڈالا جاویگا اور عورت کو توبہ کرائی جاویگی اور قید کیجاویگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک ساحر کی توبہ قبول نہین ہے اسوجہ سے کہ صحابہ سے ایسے ہی مروی ہوا ہے کہ توبہ قبول نہین کی گئی بلکہ قتل کر دیا گیا البتہ وہ شخص جسنے کہا کہ مدت ہوئی کہ مین سحر کا عمل کرتا تھا مگر اب نہین کرتا چھوڑ چکا تو اسکی بات مانی جاویگی وہ قتل نہ کیا جاویگا۔ شافعیہ کہتے ہین قتل نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ آنحضرت نے یہودیہ ساحرہ کو قتل نہین کیا حضرت موسیٰ کے ساحرونکی توبہ قبول کی گئی۔ مگر مین سمجھتا ہون کہ وہ امور جبکہ موجب کفر ہون تو مسلمان سے سرزد ہونے کے بعد ارتداد کا باعث ہوتے ہین مرتد کا حکم اور ہے اور کافر اصلی کا حکم اور ہے یہودیہ کا قتل نہ کیا جانا اور ساحران موسی کی توبہ مقبول ہونا مستلزم مرتد کے حکم کے نہین ہی اگرچہ توبہ کے نامقبول کئے جانیکی بھی وجہ معقول نہین ہی۔ اس امر مین اختلاف ہی کہ آیا تعلیم و تعلم جائز ہے یا نہین بعض حرام بعض مکروہ بعض مباح کہتے ہین محقق یہی ہے خصوصاً ایسے موقع پر جہان سحر سے افساد دین مین پڑتا ہو سحر کا سیکھنا مباح بلکہ لازم ہو جاتا ہے۔ سحر کا اطلاق عجیب شے پر اور

کلام خوشگوار پر بھی ہوتا ہے مگر یہ مجازی ہے واللہ اعلم۔
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔ اور اتباع کرتے ہین اس شے
کی جو نازل کیا گیا دونون فرشتون پر بابل کے جو ہاروت و ماروت ہین. اس جملہ کا عطف ماتیلوا
پر ہے مراد اس سے وہ حالت ان بنی اسرائیل کی ہے کہ جب زمانہ ادریس مین جادوگری کیجانب مائل
ہوئے تھے بمقام بابل ورہ دونون ملک ہاروت و ماروت ہین ملک کی دو قرائتین ہین ایک ملک بفتح
لام جسکے معنے فرشتہ کے ہین دوسرے ملک بکسر لام جسکے معنے بادشاہ کے ہین مراد دونون صورتون مین دو
شخص ہین جنکے نام ہاروت و ماروت ہین اسمین اختلاف ہے کہ یہ نیک تھے یا بد بعض کا خیال ہے کہ د۲و
بادشاہ تھے اور نیک سیرت تھے بعض کہتے ہین کہ دونون بداطوار تھے چونکہ نیکو نکو فرشتہ کہتے ہین اسواسطے
ان پر اطلاق فرشتہ کا ہوا اور جو ملک پڑھتے ہین یعنی بادشاہ تو وہ کہتے ہین کہ یہ دونون بداطوار تھے
بابل سے مراد ملک عراق کا ایک مقام ہے جو مشہور ہے بعض نے اسکو کوفہ کے قریب اور بعض نے دوسرے
مقامات مین بابل بتایا ہے یہ پائے تخت نمرود کا تھا یہان ہمیشہ سے سحر کا چرچا رہا ہے چنانچہ نمرود کے
وقت کے سحر بہت سے ہین مشہور ہے کہ بابل کے دروازہ پر ایک بط بنی ہوئی تھی کہ جب کوئی اجنبی آتا تھا
اسمین ایک آواز پیدا ہوتی تھی جس سے تمام شہر کے لوگ واقف ہوجاتے تھے اور چور یا دشمن چھپ نہین
سکتا تھا دوسرا ایک نقارہ تھا کہ جب اسپر کوئی چوب مارتا تھا تو چور کا نشان معلوم ہوجاتا تھا۔
ایسے ہی ایک آئنہ تھا کہ جسکا کوئی عزیز غائب ہوجاتا تھا جب اسمین منہ دیکھتا تھا وہ عزیز سامنے
آجاتا تھا اور اسکی کیفیت اور مقام دکھائی دیتا تھا اسی طرح ایک حوض تھا کہ جس وقت سیر کرنیوالے
آتے تھے اپنے ساتھ ہر ایک گلاس مین مختلف شربت لاتے تھے اور سب اس حوض مین ڈالدیتے تھے
جب ساقی گلاس اس حوض مین ڈالتا اسی کا لایا ہوا شربت نکلتا تھا اسیطرح بہت سے عجائبات تھے
جو لوگ ان امور سے واقف نہین وہ تعجب کرتے ہین جو واقف ہین انکو تعجب نہین ہے سحر اگر حروف کی تراکیب
سے مرکب ہوتا ہے تو اسکو چاہیے کہ گالی پر قیاس کیجئے کہ گالی کا اثر فوراً جسم مین ہوتا ہے اور خلط کو خراب
کردیتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ذہن کو اسکی جانب توجہ ہو کہ یہ گالی ہے ورنہ بہت سے لوگ ہین کہ جنکا گالی
تحیہ وسلام ہے وہ بجائے متاثر ہونے کے خوش ہوتے اور دل لگی سمجھتے ہین اسیطرح وہ الفاظ ہین جو
سحر استعمال کرتے ہین انکو ملبانیت و تصوّر اس امر کے کہ یہ سحر ہے پڑھنے سے کچھ نہین ہوتا ہے۔ اس کی
مثال بالکل ادویہ کی ایسی ہے کہ اسکی تاثیرات بھی ہین مگر ان کی تاثیرات کے شرائط ہین ان شرائط کے ساتھ
اگر استعمال ہو تو بہت زائد فوائد ہون جو حالت طب کی ہے وہی حالت سحر کی ہے۔ اب جاننے والے

اوسکے کم ہین عطائی اور اپنے اساتذہ کے خوشہ چین ہین دو دوا دیتے ہین یہ تعویذ لکھتے ہین مگر جو تاثیرات کواکب وغیرہ سے آگاہ ہین وہ ان تاثیرات کے لحاظ کرنے کے بعد دوا اور دعا دیتے ہین اسکی تاثیر بہت ہوتی ہے یون بھی ہوتی ہے مگر کم بلکہ بعض مواقع مین بہت ہی کم گویا کہ نہین ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جن شروط کا اعتبار کرنا چاہئے ان کو استعمال کرانے والا نہین سمجھتا ہے بہرحال اس صورت مین جو کیفیت طب کی ہے وہی سحر کی ہے بعض مواقع پر سحر بذریعہ توجہ کے ہوتا ہے جیسے ہاتھ پر سیاہی لگا کے چھوٹے لڑکے کو اسمین غور کراتے ہین اور پہلے سے اس سے کہدیتے ہین کہ بادشاہ آئیگا دربار ہوگا تھوڑی دیر کے بعد دریافت کرتے جاتے ہین یہانتک کہ قوت متخیلہ پیدا کردیتی ہے مین نے خود دیکھا کہ ایک عرب نے حیدرآباد مین یہ سحر کیا اور ایک لڑکے کو اسطرح معمول بنایا میرے ایک بھائی مامون زاد مدینہ منورہ مین تھے انکو اس لڑکے نے دیکھا نہین تھا ان کو بلایا اُن کی حالت دریافت کی معلوم ہوا کہ وہ علیل ہین واقعہ بھی ایسا ہی ہوا اُسی طرح کی کامل صنعت وہ تھی جو بابل کا آئنہ تھا ایسے ہی سحر کبھی گنڈون تعویذون کے علاوہ دوا سے ہوتا ہے جیسے جنگ کے زمانہ مین متحاربین نے سائنس کے ذریعہ سے اور کیمیاوی ترکیب کے سبب سے بہت سے عجائبات دکھائے یہ سب سحر ہین مگر بابل کے ہاروت وماروت نے بہت بڑا سحر نہین کیا تھا بلکہ محض جدائی ڈالنے کے اعمال معلوم تھے اس جگہ ایک زبان زد قصہ یہ بھی ہے کہ ہاروت وماروت دو فرشتہ تھے انسان کو مرتکب افعال ذمیمہ کا دیکھ کے تکبر کرنے لگے اللہ نے انکو قوای بشری عطا کئے وہ زمین پر آئے ایک عورت زہرہ تھی اُسپر عاشق ہوئے اسکو آسمان پر جانیکا عمل بتادیا وہ تو اڑ گئی یہ عذاب مین مبتلا ہوئے اس قصہ کو اکثر مفسرین نے لا اصل بتایا ہے قواعد شرعیہ کے بھی یہ مخالف ہے یہ یہود سے نہین آیا ہے بلکہ مجوس مین یہ قصہ مشہور ہے۔ بعض کتب معتبرہ مثل مسند امام احمد حنبل وغیرہ مین بھی یہ قصہ مذکور ہے جہانتک تحقیق کی گئی یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ قصہ مثل حدیث خرافہ اور ام زرع کے جسکو شمایل ترمذی مین لکھا ہے بطور حکایت کے ذکر کیا ہے روات کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ جو قصہ بطور حکایت کے ذکر کیا گیا ہو وہ بھی صحیح ہو بعض کبار نے اسکو بطور مثل کے سمجھا ہے مثلاً دونون ملک سے مراد روح اور قلب ہے زہرہ سے مراد نفس ہے نفس بوجہ روح وقلب کے مغلوب ہونے کے غالب ہوگیا اور وہ دونون عذاب دنیاوی مین مبتلا ہوگئے یہ مثال اسکی ہے کہ فرشتہ خصلت مین بوجہ معاصی کے قعر مذلت مین گرتا ہے اور طوایف دبدکار بھی بوجہ ذکر الٰہی کے آسمان پر بارہ ہوجاتی ہے بہرحال اس قصہ کی صورت ظاہری پر کوئی اصل نہین ہے۔

وَمَا یُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ وکسی کو نہ سکھاتے یہانتک کہ کہدیتے کہ ہم فتنہ ہین لہذا تم کافر مت ہو اس قسم کی آزمایش اللہ نے اس زمانہ کے لوگون کی تھی بعض کہتے ہین کہ اس زمانہ مین ساحرون کی کثرت تھی

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا
اے ایمان والو نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنو اور کافرون کے لئے
وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
دردناک عذاب ہے

بقیہ صفحہ ۲۱۷ - اسواسطے وہ انکے دفع کرنے کے لئے عمل کرتے تھے دوسرون کو روکتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تعلم سے اگر منفعت دینی ہو تو جائز ہے اور جسمین منفعت دینی نہین بلکہ کفر و شرک کی باتین ہین تو وہ کفر ہے جیسا کہ فلا تکفر سے معلوم ہوتا ہے پھر وہ دونون وہی سکھاتے تھے جس سے جُدائی ڈالدین مرد مین اور اسکی بیوی مین وہ اس سے کسیکو ضرر نہین پہونچاتے بجز خدا کے حکم کے اور اُنسے سیکھتے تھے وہ لوگ اُس شے کو جو اُنکو نقصان دہ تھی اور اُنکو نفع مند نہ تھی اور بلاشبہ وہ جانتے ہین کہ جس نے جادو کو سیکھا اور اسکو مول لیا اسکے لئے آخرت مین کچھ حصہ نہین ہے اور یقیناً وہ شے بہت ہی بُری ہے جسکو اُنھون نے اپنی نفسون کی منفعت کو دیکے خریدا ہے کاش وہ جانتے ہوتے تو وہ ضلالت ایمان و ہدایت پر اختیار کرتے اس آیت مین ایک لفظ کے کہنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لفظ کے ترک کرنیکا حکم دیا گیا ہے لفظ راعنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اسوجہ سے پہلے اسکے معنے سمجھنا چاہئے بظاہر راع امر کا صیغہ ہے اور نا ضمیر جمع کی ہے مفعول ہی ماخوذ ہے رعی سے اپنی مصلحت کیلئے کسی کی حفاظت کرنے کو رعی کہتے ہین - چاہے جس کسی کی حفاظت کی جاوے وہ خود بھی عاقل ہو یا نہ ہو یہان تک کہ چرواہے کو بھی راعی کہتے ہین - اور امیر و والی و محافظ کو بھی راعی کہتے ہین اور کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ مین اسی معنے کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے اس جگہ اس معنی مین تو کوئی قباحت نہین معلوم ہوتی ہے - البتہ باب مفاعلہ سے ہونے کے باعث بوے مساوات پائی جاتی ہے حالانکہ آنحضرت کی شان اس سے عالی ہے کہ آپ کا کوئی راعی غیر خدا ہو ممکن ہے کہ اسی معنے کے باعث ممانعت ہوئی بعض کہتے ہین کہ انصار کی لغت مین یہ لفظ رعایت سے ماخوذ تھا مگر یہود اسکو سب و شتم کے موضع پر استعمال کرتے تھے اسواسطے اسکی ممانعت ہوئی بعض کا گمان ہے کہ یہ یہود نے ایجاد کیا تھا اگرچہ عرب اسکو دوسرے محل پر استعمال کرتے تھے بعض کہتے ہین کہ انصار اسکو اکثر استعمال کرتے تھے یہود نے اسکو گالی کے معنے مین استعمال کیا اور جب انصار کچھ شبہ کرتے تو وہ کہتے کہ ہم وہی لفظ کہتے ہین جو تم کہتے ہو بعض کہتے ہین کہ یہود نے اسکو اختیار کیا اور گالی کے معنے مین استعمال کیا انصار نے بھی یہ لفظ پسند کیا اور کہنے لگے جب یہود نے یہ دیکھا تو آپسمین ہنسنے لگے کہ خوب ہم نے

مسلمانون کو بنایا ہے۔ اونکے نبی کو اُنکے ہی مُنہ سے بُرا کہلاتے ہین اول اول اسکو سعد بن عبادہ نے
انداز کیا اور فرمایا کہ اب اگر ہمنے تمسے یہ کلمہ سنا تو ہم تمھارے گردن مارین گے۔ انھون نے عذر کیا کہ
یہ لفظ عربی ہے کہ تم بھی استعمال کرتے ہو اللہ نے اُسکے استعمال کی ممانعت کردی یہود اسکو یا تو رعونت
سے ماخوذ کرتے تھے جسکے معنی جہل وحمق کے ہین الف مدا کا ہے یا مصدر مفعول مطلق ہے اور تنوین
وقف کی وجہ سے ساقط ہے یا راعی اسکی اصل ہے اور مراد اس سے جانورون کا محافظ اور چروا ہا ہے
بہرحال اشتباہ کے باعث یہ لفظ ممنوع ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے اوپر ایسا کوئی لفظ
اطلاق نہ کرنا چاہیئے جس سے کسر شان ہوتی ہو بلکہ ایسے الفاظ استعمال کرنا چاہیئے جو کمال تعظیم پر دلالت
کرتے ہون اسی وجہ سے ارشاد ہوا وقولوا انظرنا معنے اسکے کہ انتظار فرمائیے اور تحمل سے کام
فرمایئے تساہل نہ کیجئے یا ہماری طرف ملاحظہ فرمائیے دیکھئے تاکہ بات اچھی طرح سنائی دے یا معنے اسکے
یہ ہین کہ فکر و تدبر سے اور بصیرت سے کام فرمائیے ظاہر ہے کہ مراد اس سے نظر کیجئے۔ زائد مناسب ہے
پہلے ترک کا حکم ہوا پھر ادب سکھا یا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقصود تشریع سے یہ ہے کہ جن اُمور
کو آنحضرت منع فرمائین یا جو دین حق مین ممنوع قرار پا چکا ہے اسکے ترک کو مقدم کرے پھر جو اُمور
ماموراتہین ان کو اختیار کرے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ جن کے معنے ظاہر ہون یا مشتبہ ہون اُنسے
ہر شخص کے مقابل تحرز کرنا چاہیئے بالخصوص اہل اسلام کے درمیان مشتبہ الفاظ کا استعمال
نہ چاہیے البتہ بعض مواقع پر توریہ کی اجازت ہے وہ ایسے ہی وقت مین جبکہ جان کا یا ایمان
کا خطرہ ہو۔ یا عزت و آبرو پر حرف آتا ہو یا کسی ضرر عظیم کا اندیشہ ہو اور بلا وجہ یا مزاح سے
ایسے الفاظ نہ کہنا چاہیئے۔

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور کافرون کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اُن کی
اسطرح کی بے ادبی و گستاخی یون ہی نہ جاوے گی بلکہ اسکا بدلہ اگر اس جہان مین نہین بھی ہوا تو
اس عالم کے عذاب سے چھٹکارا نہین ہے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ

چاہتے نہین ہین وہ لوگ جو منکر ہین اہل کتاب سے نہ وہ لوگ جو مشرک ہین

اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ

یہ کہ اترے تمپر کچھ نیکی تمھارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کرتا ہے

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اپنی رحمت سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے

اوپر بنی اسرائیل کے ان اعمال کو ذکر کیا ہے جو اکثر انکے اگلون نے کیا ہے یہ وہ افعال قبیحہ ہین جو انھین سے سرزد ہوئے انمین سے سب و شتم انبیاء کا بالخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اس قبیح حرکت کو ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ حرکات ان لوگون کے ہین ایسا نہین ہے کہ کچھ ان کو غلط فہمی ہو بلکہ وہ جانتے ہین کہ یہ نبی ہے اور اسکی تعلیم آلہی تعلیم ہے اور اسکا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے باوجود اسکے انکو حسد باعث ہے کہ وہ اس امر کو گوارا نہ کرین کہ کسی قسم کی نیکی اونکے علاوہ کسی کو ملے جیساکہ آگے کی آیت ہین صراحۃً انکے حسد کا ذکر ہے۔ حسد کہتے ہین کسی خیر کو صاحب خیر سے زائل ہونیکی خواہش کرنے کو یعنی کسیکو دیکھا کہ اسکو دولت ملی ہے یہ چاہنا کہ دولت اس سے جاتی رہے۔ عام اس سے کہ یہ بھی خواہش ہو یا نہ ہو کہ وہ دولت ملجاوے غبطہ کہتے ہین خیر کو دیکھ کے چاہنا کہ ہمکو بھی اس خیر سے حصّہ ملے کسی سے زائل ہونے کی خواہش نہ ہو۔ کبھی حسد کا اطلاق غبطہ پر بھی ہوتا ہے۔ حدیث شریف مین آیا ہے لا حسد الا فی اثنین حسد روا نہین ہے سوائے دو شخصون پر ایک تو وہ جسکو اللہ نے علم دیا اور وہ رات دن اسمین مشغول ہے دوسرے مال اسکو ملا اور وہ کار خیر مین رات دن صرف کرتا ہے اور حقوق مالی ادا کرتا رہتا ہے حسد بہت بری صفت ہے وہ حسنات کو اسطرح نیست و نابود کرتا ہے جسطرح آگ سے خشک لکڑی جلکے فنا ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف مین دعا مروی ہوئی ہے ارشاد فرماتے ہین اللھم اجعلنی محسودًا ولا تجعلنی حاسدًا بارخدایا مجھے ایسا کر کہ لوگ مجھ پر حسد کرین نہ کہ مجھے حسد کرنے والا بنا یعنے حسد سے محفوظ رہون اور اسقدر انعام عطا ہون کہ لوگون کو غبطہ ہو۔

یہود کو حسد تھا کہ نبوت بنی اسرائیل کا حق ہے بنی اسماعیل کو نہ ملنی چاہیے بنی اسرائیل کے اندر بھی کوئی پیغمبر ہو یا نہ ہو انکی خواہش تھی کہ بنی اسمٰعیل اس کرامت سے محروم رہین اللہ نے بنی اسمٰعیل مین سرا پا

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ
ہم کسی آیت کو رفع کرتے ہین یا بھلادیتے ہین تو اس سے بہتر یا اسی کے مانند لاتے ہین کیا تم نہین
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
جانتے ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہی کیا تم نہین جانتے ہو کہ خدا ہی کے لئے ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○
آسمانون اور زمین کی بادشاہی اور نہ تمھارے لئے خدا کے سوا کوئی دوست ہی اور نہ مددگار۔

بقیہ صفحہ ۲۲۰ خیر و برکت ذات حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا اور دین اسلام جو مجموعہ خیر ہے عطا فرمایا اور قرآن کریم جو مخزن خیرات ہی اسکو نازل کیا یہ یہود کو بُرا لگا وہ حسد کرنے لگے حاسد بد گو بھی ہوتا ہے یہ بھی بدگوئی کرنے لگے روز افزون ترقی سے متحیر ہوگئے اور سب و شتم مین مصروف ہو گئے جو لاچار دشمن کا طریقہ ہی اللہ فرماتا ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے جس شخص کو چاہی خاص کرلے چاہے وہ بنی اسرائیل ہو یا بنی اسمعیل اسمین حسد کرنا خود کو برباد کرنا ہے خدا کی قدرت مین کسکو دخل ہے اللہ ہی فضل کرنیوالا ہے اور فضل بھی بڑا کہ اسنے اولاد اسمعیل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا پیغمبر بھیجا یہ اللہ کا کیا ہوا ہے اسمین حسد سے کیا فائدہ ہے۔

یہود کہتے تھے کہ اللہ جلشانہ نے کامل شریعت حضرت موسی کو عطا فرمائی اب اسکے منسوخ ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے یہ شریعت محمدی اسکی ناسخ نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ خدا کی شان اس سے اعلی و ارفع ہے کہ وہ ایسا حکم دے جسکے منسوخ کرنے کی اسکو حاجت ہو وہ عالم السر والخفی ہر شے سے آگاہ ہی اسکا کلام قدیم تغیر و تبدل سے پاک و مبرا ہے اسکے احکام ایسے مصالح و حکمت پر مبنی ہین کہ کبھی ان مصالح مین تغیر نہین ہوسکتا ہے اسواسطے ہمکو اسلام کی ضرورت نہین یہودیت کافی ہے پھر اسلام کو دیکھئے تو اسمین خود احکام بدلتے رہتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی حکم دیتے ہین کبھی کوئی حکم دیتے ہین۔ قرآن مین آیت نازل ہوتی ہے پھر وہ منسوخ ہو جاتی ہے یہ سب امور ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی طرف سے شریعت نہین نازل ہوئی ہے بلکہ محمد صلعم نے اپنے دل سے بنائی ہے محمد بنی اسمعیل سے ہین ہمیشہ بنی اسرائیل سے انبیاء ارسال کرتا رہتا ہی اب اسکو کیا ضرورت ہی کہ اولاد اسرائیل کو چھوڑ کے اولاد اسمعیل سے نبی بھیجے حالانکہ اسمعیل کی اولاد سے اولاد اسرائیل ہر طرح سے افضل ہے اور شرف و منزلت مین زیادہ ہے ان سب باتون کا

جواب اس آیت مین دیدیا گیا ارشاد ہوا کہ اللہ جب کسی شریعت کو منسوخ کرتا ہی یا کسی حکم کو منسوخ کرتا ہے یا
کسی قوم سے کسی دوسری قوم مین فضیلت منتقل کرتا ہے تو اسمین حکمت دقیقہ ہے دوسرا امر پہلے امر سے زیادہ
بہتر یا اسکے مثل ہوتا ہے اسکا علم قدیم اول و آخر دونون کی حکمت کو مشتمل ہے اسکا کلام قدیم دونون سے
تعلق رکھتا ہے اگرچہ متعلق حادث ہی اوسکے علم یا کلام مین تغیر نہین ہوتا بلکہ انکے متعلقات مین تغیر و
تبدل ہوتا ہے کبھی کسی امر مین غرض حاصل ہوتی ہے کبھی کسی مین غرض مضمر ہوتی ہے جاڑے مین مثلاً
حکم دیا جاتا ہے کہ باہر نہ سوؤ گرمی مین حکم دیا جاتا ہی کہ باہر سوؤ اسی طرح حکیم کہتا ہے کہ شربت لیموں نہ پیو جب
زکام دفع ہوجاتا ہے تو اسکے پینے کی اجازت دیدیتا ہی حکم دینے والا جانتا ہے کہ یہ حکم عارضی ہی اگرچہ
اسکو ظاہر نہین کرتا ہے اسکے تغیر حکم سے نقصان اسمین نہین ہوتا ہے اسیطرح کوئی عقد بیع کرتا ہے پھر کوئی
امر ایسا لاحق ہوتا ہے کہ جو موجب اقالہ بیع کے ہو بیع کا لزوم جاتا رہتا ہی یہ تغیر حکیم کی شان سی ہی او خدا
حکمت والا اسکی حکمت کا مقتضی ہے کہ جو حکم چاہے اور جب چاہے مناسب اوقات و اقوام و ملک نازل کرے
اسکو اختیار ہے کہ چاہے حکم بدلے یا شریعت بدلدے جسطرح اسکو عالم کون و فساد مین تغیر و تبدل کی
قدرت ہی اسیطرح وہ اقوام عالم مین تغیر و تبدل کرتا ہے کبھی کسی کی ترقی ہوتی کبھی کسی کی ترقی ہوتی کبھی
کوئی قوم تنزل کرتی ہے کبھی کسی قوم کو تنزل ہوتا ہے ایک قوم بادشاہت و حکومت پاتی ہے۔ کبھی
دوسری اسیطرح کبھی کسی قوم مین نبوت و رسالت ہوتی ہے کبھی کسی قوم مین اس بارہ مین بنی اسرائیل کا کوئی
اجارہ نہین ہے نہ اللہ کی قدرت سے یہ امر باہر ہے کہ وہ بنی اسمعیل سے کسی کو نبی کرے۔ مدت تک انبیائے
بنی اسرائیل ہوتے چلے آئے اب بنی اسمٰعیل سے نبی ہوا ہے اور اسکی امت کے علما مثل انبیاے بنی اسرائیل
کے ہین۔

پہلا حکم تحویل قبلہ کا ہے کہ بیت المقدس سے قبلہ منسوخ ہو کے بیت اللہ کی جانب قرار پایا اسکا جواب
ابو مسلم کہتے ہین کہ بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنے کا حکم بالکلیہ منسوخ نہین ہوا اس صورت مین یہ نسخ نہین
ہے بلکہ تخصیص حکم کی ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے یہ امر کہ بالکلیہ اسکی جانب سجدہ منسوخ نہین ہوا
اسوجہ سے معلوم ہوتا ہی کہ جب سمت قبلہ کی دریافت مشکل ہوجاوے تو اوسوقت بیت المقدس کیطرف بھی
پڑھ سکتے ہین مگر ہم کہتے ہین اوسوقت بیت المقدس کی طرف نہین پڑھ سکتے ہین بلکہ سمت کعبہ سمجھ کے
بیت المقدس کی طرف پڑھ جاوین تو جائز ہی اس امر مین بیت المقدس اور دوسرا سمت سب برابر ہے۔ اگر
کوئی شخص نیت مین بیت المقدس کو قبلہ سمجھکر نماز پڑھیگا تو وہ نماز جائز نہ ہوگی۔

دوسری آیت اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقات۔ جب تم

رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرو تو پہلے اس سرگوشی کے صدقات پیش کش کرو یہ حکم بالاتفاق منسوخ ہے ابو مسلم کہتے ہین کہ یہ حکم بوجہ اسکے کہ اس تعبد کا سبب زائل ہوگیا زائل کر دیا گیا یہ نہین کہ منسوخ ہوگیا کیونکہ تعبد اس کا اسوجہ سے تھا کہ منافق اور مومن کے درمیان مین امتیاز حاصل ہوجاوے وہ حاصل ہوگیا ہم لوگ کہتے ہین کہ اگر مقصود اس سے اور سبب اسکا یہی امتیاز تھا تو لازم یہ آتا ہے کہ جس نے صدقات پیش کش نہ کئے ہون وہ منافق ہوجاوے حالانکہ سوائے حضرت علی کے کسی نے بھی نہ سرگوشی کی نہ صدقہ پیش کیا ظاہر ہے کہ صدقہ نہ پیش کرنے والے کل وہ تھے کہ جو سرگوشی سے بھی محترز ہوگئے وہ تمام صحابہ تھے سوائے حضرت علی کے اس صورت مین منافق سے کیا امتیاز رفع ہوا جو حکم سبب کے زائل ہوجانیکا احتمال نکالا جاوے اصل یہ ہی کہ یہ حکم اہل اسلام کو شاق ہوگیا اسوجہ سے اللہ جلشانہ نے منسوخ کر دیا اور فائدہ یہ ہوگیا ہے کہ لوگ اذیت دہ شے کے عمل کرنے سے باز رہنے لگے واللہ اعلم۔

تیسری آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجًا وصیۃ لازواجہم متاعًا الی الحول غیر اخراج اس آیت کی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشہر وعشرا ناسخ ہی کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے جس عورت کا خاوند مرجاوے اسکو سال بھر کی عدت رہنا چاہیئے دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار ماہ دس دن اس حکم مین مصلحت یہ ہی کہ پہلا حکم تو محض اس غرض سے تھا کہ لوگ نکاح فورًا نہ کرین عدت چونکہ سال بھر کی ہوتی تھی اسواسطے وہی برقرار رکھی گئی مگر یہ شاق تھی اور فضول تھی کیونکہ مقصود اس سے کم مین حاصل ہوتا تھا کہ برأت رحم اچھی طرح سے ہوجاوے۔ وہ صرف تین ماہ مین معلوم ہوسکتا ہی مگر چونکہ عورت کو مفارقت خاوند سے رنج ہوتا ہے اور کبھی خون حیض بوجہ رنج کے کم ہوجاتا ہے تو وہ مدت جو عمومًا رنج کی تھی۔ سو دن وہ بڑھا دئے گئے چار ماہ دس دن کی مدت پر اکتفا کی گئی اسمین صاف نسخ ثابت ہوتا ہے ابو مسلم کہتے ہین کہ اس جگہ سے مطلقًا اس آیت کا عمل متروک نہین ہوا اسواسطے کہ اگر متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو اور سال بھر کے گذرنے پر تولد ہو تو اس صورت مین سال کی عدت ہوگئی۔ ہم کہتے ہین کہ یہ عدت اس آیت کے فرد مین نہین کہ اس عدت مین اس آیت کا امتثال مقصود ہے کیونکہ حولان حول کو اس عدت کے گذرنے مین کوئی دخل نہین ہی۔ بلکہ یہ حاملہ کی عدت ہے جسکا حکم دوسری آیت مین ہے حتی یضعن حملھن یہان تک کہ وضع حمل انکا ہو اگر وضع حمل سال کے اختتام پر نہ ہو تو بھی یہ عدت مین رہیگی اسکو کون ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ حولان حول کے باعث عدت گذری اور جب اس امر کا اعتبار نہوا تو حکم کہان سے باقی رہا جو تخصیص ہو بلکہ صراحتًہ بیان نسخ ہے ولا غیر۔

چوتھی آیت فان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین کو الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مأۃ صابرۃ یغلبوا مأتین نے نسخ کیا پہلے ایک آدمی کو دس کے مقابل وردو کو بیس کے مقابل لڑنے کا حکم ہوا پھر ایک کو دو کے مقابل اور سو کو دوسو کے مقابل رہ گیا بہرحال ان آیات سے بلا تاویل نسخ ثابت ہی۔ اب اصل آیت کی تفسیر کرنا چاہیئے تاکہ مفہوم قرآن شریف ظاہر ہو جائے۔

مَا نَنسَخْ یعنی جسکو ہم منسوخ کرتے ہین تو یہ محمول ہے نسخ حکم پر چاہے تلاوت قائم رہے۔

اَوْ نُنسِهَا محمول ہی نسخ حکم وتلاوت دونون پر اسکی قرأت اور انساؤ ہا بھی آئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قلوب سے جاتے رہے اور حفظ نہ رہا اس نسیان کی دو صورتین ہین اور دونون کی اصل ہی یا تو اس طور پر کہ جب اسکا نماز مین پڑھنا ممنوع کر دیا گیا اور اس پر عمل بھی روک دیا گیا تو رفتہ رفتہ وہ بھول گیا اب اگر کہین مذکور ہے تو بطور خبر آحاد کے مثلا مروی ہے لو کان لابن ادم وادیان من ذهب لابتغی الیہما ثالثا ولا یملاء جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ایسے ہی اور بھی آیات ہین کہ وہ مثل خبر آحاد کے ہو گئین یا یہ کہ بطور معجزہ کے ایک دم مین سب کے دل سے بھلا دی گئین چنانچہ مروی ہی کہ بعض آیات کے نسخ کے وقت بعض صحابہ اسکی تلاوت کرنا چاہتے تھے باوجودیکہ انکو وہ آیت یاد تھی مگر وہ پڑھ نہ سکے اور نسیان ہو گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنھون نے عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ وہ آیت شب کو منسوخ کر دی گئی ہے۔

من اٰیۃ سے مراد یا تو آیات قرآنیہ ہین جیسا کہ جمہور کا مذہب ہی یا توراۃ و انجیل ہے جیسا کہ ابو مسلم کا مذہب ہے یا آیت عام ہے چاہے متلو ہو یا مشاہد جیسا کہ محققین کا مذہب ہی یہی زائد قوی ہی اسواسطے کہ شامل تر ہے اور نکرہ سیاق نفی مین عام ہوتا ہے۔

بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ مراد خیر سے از روے اجر کے خیریت ہی نہ کہ سہولت کے اعتبار سے اسواسطے کہ بسا شئی اثقل ہوتی ہے مگر اجر زائد ہوتا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ مخاطب اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین ارشاد ہوتا ہے کہ کیا تم نہین جانتے ہو کہ اللہ تعالے ہر شئے پر قادر ہے اور اسی شئے سے نسخ آیت اور نسیان آیت ہی اور نسخ شرایع ہے اور تغیر عالم کون مین ہے ان سب پر اللہ قادر ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ کیا آپ لے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہین جانتے ہین کہ اللہ کی بادشاہی تو آسمانون اور زمین سب مین ہے اسکی قدرت کہان نہین ہے

کہ وہ سب جگہ ہے سب کو گھیرے ہوے ہی مصالح بھی اسکے اختیار مین ہین اور ان مصالح کے لحاظ سے احکام بھی بدلتا ہے اور ادیان بھی اسکے قبضۂ قدرت مین ہین اور اقوام بھی اسکے تصرف مین ہین جو چاہے کر سکتا ہو اسکے مقابل کسی کا کوئی زور نہین چلتا ہے

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ نہین ہے تمھارے لئے اللہ کے سواے کوئی یار نہ مددگار جو تمھاری معاونت کرے یا تمھاری موافقت کرے اللہ ہی مدد کرنے والا ہے اور دوست ہی۔ اس جگہ یہ شبہہ کیا جاتا ہو کہ آیت شفاعت بھی منسوخ ہو سکتی ہو۔ ہم کہتے ہین کہ نسخ خبر مین روا نہین ہے۔ امر و نہی خواہ حتمی ہو یا استحبابی اسمین تو نسخ ہو سکتا ہو مگر خبر مین نہین ہو سکتا ہو اسواسطے کہ خبر کے نسخ سے تکذیب لازم آتی ہو اور کذب باری محال ہو اس جگہ چند مسائل ذکر کئے جاتے ہین۔ مسئلہ اول ایک گروہ کہتا ہو کہ نسخ نہین ہو سکتا ہو جب تک کہ اس سے بہتر یا اوسکا ایسا حکم نہ ہوے مگر جمہور اسکے خلاف ہین۔ مسئلہ دوم ایک جماعت کہتی ہو کہ نسخ اثقل حکم نہین کر سکتا ہو۔ مگر جمہور اسکے خلاف ہین کیونکہ مراد خیر سے بلحاظ ثواب کے ہو۔ مسئلہ سوم امام شافعی کہتے ہین کہ نسخ قرآن کا قرآن سے ہو سکتا ہو مگر جمہور کہتے ہین کہ حدیث مشہور بھی نسخ کرتی ہو۔ جیسا کہ لا وصیۃ للوارث نے آیت وصیۃ للوالدین والاقربین کو منسوخ کردیا مگر حقیقت یہ ہو کہ آیت میراث سے اس حدیث کو تائید ہوئی اس وجہ سے آیت وصیۃ للوارث منسوخ ہوگئی واللہ اعلم بالصواب

ابو مسلم اور انکے اتباع سمجھتے ہین کہ جو لوگ نسخ کے قائل ہین وہ اسوجہ سے قائل ہین کہ دو آیتون مین تعارض رفع نہین کر سکتے اسواسطے انھون نے جہان کہین نسخ کا احتمال ہوا ہے کوشش کی ہو کہ رفع تعارض ہو جاوے اگرچہ طریقہ رفع تعارض کا ایسا اختیار کیا ہو کہ وہ تعارض کو دفع کرے یا نہ کرے۔ قرآن شریف کے الفاظ مین معنوی تحریف کا باعث ہوجاتا ہے جسکو ہم نسخ کے قائل ہونے سے زاید مشکل سمجھتے ہین نسخ کا وقوع احادیث متواترہ سے ثابت ہو اور اس آیت سے اور اِذَا بَدَّلْنَا اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ سے ثابت ہو مگر ابو مسلم ان نصوص مین تاویل کرتے ہین اس جگہ کہتے ہین کہ سیاق اس آیت کا دلالت کرتا ہو کہ مراد اس سے نسخ شریعت موسوی ہو مگر تم جانتے ہو کہ سیاق اس امر مین منحصر نہین ہو بلکہ عام ہے اور نسخ کے افراد سے یہ بھی ایک فرد ہے جسکی تخصیص بلا دلیل شرعی ہو علاوہ اسکے ابو مسلم کہتے ہین یہان کلام شرطیہ ہے کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہین تو بہتر لاتے ہین اس سے منسوخ کرنا کون ضرور ہے نہ نسخ ہوتا ہو نہ بہتر آتا ہے اسکی مثال ویسی ہی جیسے کوئی کہے من جاءک فاکرمہ اس سے لازم نہین آتا ہو کہ اکرام کیا بھی جاوے ممکن ہے کہ مجی ہی ثابت نہ ہو ظاہر ہو کہ اسی جملہ شرطیہ کو ابو مسلم بمعنے نسخ ادیان کے واقعہ سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ نسخ ادیان ہوگیا۔ ہم بھی نسخ احکام کے واقع ہونے کی باعث اسکو واقعہ سمجھتے ہین

ابو مسلم یہ بھی کہتے ہین کہ اس جگہ نسخ کے معنے نقل کے ہین لوح محفوظ سے کتب منزلہ منقول ہوئی ہین ہم کہتے ہین کہ یہ احتمال او ننسہا نات بخیر منہا کے سیاق سے بعید ہے اگرچہ نسخ ادیان مین یہ نص ابو مسلم خود بھی مراد نہین لیتے ہین اور یہ امر کہ قرآن کی آیات مین نسخ واقع ہوا تو اسکو ہم کہتے ہین کہ واقع ہے۔ بلحاظ نسخ کے قرآن کی آیات کی چار قسمین ہین ایک یہ کہ قرآن شریف کی آیت منسوخ الحکم اور منسوخ التلاوت ہو جاوے کثیر التعداد احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی بہت سی آیات ہین چنانچہ سورۂ احزاب کے متعلق مذکور ہی کہ قریب سورۂ بقر کے تھی منسوخ ہوتے ہوتے اتنی رہگئی اسیطرح حضرت ابو بکر سے مروی ہوا ہی کہ لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر منسوخ ہو گیا حضرت عایشہ فرماتی ہین عشر رضعات محرمات منسوخ الحکم والتلاوۃ ہے یہ نہ کہا جاوے کہ یہ تفسیر ہے اسواسطے کہ صحابہ اسکی تلاوت کرتے تھے جب حکم منسوخ ہوا تو اسکی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

دوسری آیت نہ منسوخ الحکم ہو نہ منسوخ التلاوۃ وہ تمام قرآن شریف ہے سوائے اُن آیتون کے جن کا نسخ قطعی ہے یورا قرآن ناسخ ہے۔

تیسرے منسوخ التلاوۃ فقط وہ آیت رجم ہے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔ اس آیت کا حکم موجود ہی کہ بقول حضرت عمر واتفاق صحابہ برابر رجم کیا جاتا ہی اگرچہ اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی۔

چوتھے منسوخ الحکم فقط وہ آیتین ہین جو قرآن شریف مین موجود ہین پڑھی جاتی ہین مگر تلاوت کے علاوہ حکم انکا قایم نہین ہی بلکہ دوسری آیات سے اس حکم کا نسخ یعنی رفع ثابت ہوتا ہی تلاوت صرف تعبد کی غرض سے ہے۔

اس جگہ ہم اُن آیات کو ذکر کرتے ہین جنکو ہم منسوخ سمجھتے ہین اور ابو مسلم اُنکو منسوخ نہین سمجھتے پھر ہم یہ بھی لکھین گے کہ ابو مسلم ان ہین جو تاویل کرتے ہین وہ کہانتک قابل تسلیم ہی امید ہی کہ اسکو بغور دیکھا جاوے ہم اسکو پسند نہین کرتے کہ اختلاف رائے کے باعث کسی کو سفیہ یا ہٹ دھرم کہین بلکہ نفس واقعہ پیش نظر ہی واللہ اعلم۔

اس آیت کی تفسیر مین بعض متاخرین نے ایسی تخصیص کی ہی جسکو ظاہر آیت قبول نہین کرتی ہی کہتے ہین کہ محض یہود کے اس اعتراض کے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی ہی کہ جو وہ کہا کرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت منسوخ نہین ہو سکتی ہے۔ اور خدا کی بھیجی ہوئی کتاب توراۃ ہی وہ اگر منسوخ ہو جاوے تو خدا کی شان کے خلاف ہی ہم کہتے ہین کہ اس آیت سے نہ صرف یہی اعتراض دفع ہوتا ہے بلکہ مذکورہ بالا جملہ اعتراضات دفع

کئے گئے ہین ظاہر ہے لفظ عام مین بلا وجہ تخصیص کی ضرورت نہین ہے اعتبار عموم لفظ کا ہو خصوص سبب کا نہین ہو سیاق دسباق جسطرح اس احتمال پر دلالت کرتا ہو اسیطرح دوسرے احتمال کو بھی شامل ہو حاصل یہ ہو کہ اس آیت سے خدانے تورات کے منسوخ ہونیکا بھی جواب دیا ہے احکام قرآنی کے منسوخ ہونیکا بھی جواب دیا ہو بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل مین نبوت کے منتقل ہونیکا بھی جواب دیا ہو اسکی وضاحت اسوقت ہوسکتی ہو۔ جب معنی نسخ کے سمجھ لئے جادین لہذا پہلے ہم معنے نسخ کے ذکر کرتے ہین۔

نسخ کے معنے لغت مین رفع وازالہ کے ہین کہا جاتا ہو نسخت الشمس الظل آفتاب نے سایہ کو زائل کردیا اور اٹھادیا یا کہا جاتا ہو نسخت الریاح آثار القدم ہواؤن نے قدم کے نشانات زایل کردئے انت مین علاوہ اس معنے کے ایک معنے نقل کے بھی ہین کہا جاتا ہو نسخت الشباب الشیب جوانی بڑھاپے سے بدل گئی یا کہا جاتا ہے نسخ الکاتب الکتاب کتاب کو کاتب نے نقل کیا یہ دونون معنے لغوی ہین اسمین اہل لغت کا اختلاف ہو کہ کون سے معنے حقیقی ہین بعض کہتے ہین رفع وازالہ معنے حقیقی ہین اور نقل مجازی ہین بعض سکا عکس کہتے ہین اور بعض اس لفظ کو دونون معنون مین مشترک کہتے ہین اور یہی اکثر کی رائے ہو اس صورت مین نقل ورفع دونون کو یہان آیت محتمل ہو مگر معانی اصطلاحی بتارہے ہین کہ مراد اس جگہ رفع وازالہ ہو اور چونکہ یہ لفظ اس معنے کے اعتبار سے بعض اذہان سے بعید ہو اسواسطے معنے اصطلاحی مین اسکے رفع وازالہ سے بعض نے احتراز کیا ہے مگر مآل کار یہی رفع وازالہ ہے۔ معتزلہ کہتے ہین کہ نسخ وہ خطاب ہو جو دلالت کرے اس امر پر کہ جو حکم کسی نص مقدم سے ثابت تھا اس حکم کا مثل ساقط ہوگیا یا زائل ہوگیا یا غیر ثابت ہوگیا اسیطرح فقہاء کہتے ہین کہ نسخ وہ خطاب ہو جو دلالت کرے یا کشف کرے مدت عبادت یا اسکے منقطع ہونے پر اصولین مختلف عبارات سے نسخ کی تعریف کرتے ہین محقق یہ ہو کہ نسخ وہ خطاب ہو جو دلالت کرے ارتفاع پر ایسے حکم کے کہ جو ثابت ہو خطاب متقدم سے بشرطیکہ یہ خطاب ثانی اگر نہ ہو تو وہ پہلا خطاب ثابت رہے اور یہ خطاب ثانی متراخی اور بعد مین ہو اس خطاب اول کے یہ تعریف نسخ کی مشتمل ہو بہت سے فوائد قیود پر جن کی تصریح اس جگہ بے محل ہو اور مباحث اصول فقہ مین مشرح ہے ظاہر ہے کہ یہ معانی اصطلاحیہ اس آیت مین محتمل نہین اسواسطے کہ یہ معانی متعاقب ہین معنے لغوی ہی مراد ہے وہ یا رفع وازالہ ہو یا نقل ہو انھین دونون معانی پر یہ آیت محمول ہوسکتی ہے اور انھین پر مدار تعریفات اصطلاحیہ کا ہو اجماع اہل سلام اس امر پر قائم ہو کہ نسخ بمعنے رفع کے از روے عقل ونقل کے جایز ہے اور از روے شرع کے واقع ہو مگر یہود کہتے ہین کہ نسخ بمعنے رفع کے نہ تو عقلاً جائز ہے نہ انکے شرع سے ثابت ہو ابو مسلم اصفہانی کہتے ہین کہ عقلاً اگرچہ نسخ جائز ہے مگر واقع نہین ہو اس جگہ شرایع من قبلنا کا رفع نہین ہوا ہو

بلکہ نقل حکم ہی بالخصوص انکے نزدیک قرآن مین نسخ بمعنے رفع حکم کے واقع نہین ہی۔
یہود کہتے ہین کہ اللہ جلشانہ نے کسی حکم کا رفع کیا تو دو ہی احتمال ہین یا تو پہلے سے اسکو مصلحت امر حکم کے رفع کی ظاہر نہ تھی اب ظاہر ہوئی تو یہ بداء ہے اور بداء شان آلہی سے بعید ہی اور اگر اسکو کوئی مصلحت اس حکم مین ظاہر نہین ہوئی اور اسنے حکم کو رفع کردیا تو یہ عبث ہی اور یہ بھی شان خداوندی سے ابعد ہی اہل اسلام مین سے فرقہ امامیہ نے بداء کا اعتراف کیا اور کہا کہ بداء خدا کے لئے ممکن ہی بلکہ واقع ہی اور وقوع بہت سے امور سے وہ ثابت کرتے ہین اشعریہ کی ایک جماعت کہتی ہی کہ اللہ تعالی قادر ہی کہ بدون کسی حکمت کے حکم دے اور بلا مصلحت کے اسکو منسوخ کرے اور یہ عبث نہین ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ مقصد یہان صرف تعبد ہو بلا لحاظ مصلحت مگر محقق یہ ہی کہ سرے سے اعتراض یہود ساقط ہے اسواسطے کہ اللہ جلشانہ کے افعال اگرچہ معلل بالاغراض نہین مگر خالی حکم دقیقہ اور مصالح عباد سے نہین ہین نسخ حکم مین مصلحت ہی جسکو وہ پہلے سے جانتا تھا اسکو علم تھا کہ وہ حکم اسقدر مدت تک نافع ہی پھر دوسرا حکم نافع ہی اسنے پہلے حکم دیا پھر اس مدت کے بعد اسکو بدلدیا اور رفع کردیا اسمین کوئی امر اسکی شان کے خلاف واقع نہین ہوا۔ یہود کی نقلی دلیل یہ ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری شریعت جب تک آسمان و زمین ہی قائم و دائم ہے اسکا جواب یہ ہی کہ یہ نقل منقول بالتواتر نہین ہی بظاہر یہ گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کیا مختلف اعتراضات نبوت پر وارد کئے گئے یہ کسی نے اعتراض نہ کیا کہ اس قسم کا دعوی بعد موسی علیہ السلام کے غلط ہی بوجہ اسکے کہ نبوت آنحضرت سے شریعت موسوی منسوخ ہوتی اور وہ بقول حضرت موسی صحیح نہین ہی بلکہ انکے شریعت دائمی ہی علاوہ برین خود حضرت موسی نے حضرت عیسی اور حضرت کی خبر تشریف آوری کی دی تھی جو منافی اس دعوی کے ہی مزید بران نسخ شریعت خود تورات سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت آدم کے وقت مین لڑکے اور لڑکی سگے بھائی بہن کا نکاح جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا جب ایک شریعت منسوخ ہوگئی تو دوسری شریعت بھی منسوخ ہوسکتی ہی اگر دلائل و براہین حضرت عیسیٰ و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغور دیکھے جاوین توانکی دونون کی نبوت ثابت ہی اور دونون نے احکام تورات کو کچھ کچھ منسوخ کیا ہی تو اس صورت مین واقع کے خلاف جو حکم ہی وہ نہ خدا کا حکم ہوگا نہ رسول کا بلکہ وہ یہود کا بنایا ہوا ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ ارشاد حضرت موسیٰ کا یہی منزلہ اسکے ہی کہ اللہ قرآن مین فرماتا ہی شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوح و ابراہیم الآیہ یا فبہداہم اقتدہ یہان وہی شریعت مراد ہی جو غیر متبدل ہی وہ اعتقاد توحید آلہی کا اعتقاد رسالت کا اعتقاد یوم آخرت کا یہ امور غیر متبدل ہین اور یہ شریعت موسوی ہمیشہ کیلئے ہے بہرحال موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد بالا

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے سوال کرو جیسا کہ اُنکے قبل موسیٰ سے سوال کیا گیا تھا

وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

اور جو کوئی ایمان کو کفر سے بدلتا ہے تو وہ بلاشک گمراہ ہوا سیدھی راہ سے۔

بقیہ صفحہ ۲۲۸ اولاً تسلیم نہین کہ انکا ارشاد ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے تو ماول ہے جس سے استدلال صحیح نہین ہوسکتا ہے لہذا قول یہود کہ نسخ عقلاً و شرعاً غیر ممکن ہے صحیح نہین ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ نسخ ادیان قطعی ہے اور نسخ احکام واقع ہے۔

اَمْ کے معنے کیا کے بھی ہین اور یا کے بھی ہین یا کے اُسوقت معنی ہوتے ہین کہ جب یہ عطف کے لئے آوے یہان احتمال عطف کا بھی ہے اور استیناف کا بھی ہے اسواسطے اسکے معنے یا کے بھی ہین اور کیا کے بھی ہوسکتے ہین عطف کی صورت مین اسکے پہلے استفہام کا ہونا ضروری ہے یہان الم تعلم مین استفہام ہے اسواسطے اسکا عطف اسی پر ہوگا اور تعلمون محذوف ہے اور مراد اس جگہ الم تعلم سے مخاطب عام مکلف ہین اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مخاطب مین داخل ہونا کوئی ضروری نہین اور اگر داخل ہون تو عطف مین مضائقہ نہین ہے اسواسطے کہ اس جگہ وہ مخاطب مین نہین داخل ہین مخاطب صرف اہل ایمان ہین انکو وصیت کی گئی کہ تم ایسا سوال مت کرو رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا ہے یہود کا ذکر نہین کیا گیا اور سوال کو مجہول لائے اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل ایسا قبیح تھا کہ اسکے فاعل کا نام تک عقل سلیم پسند نہین کرتی ہے اس جگہ وصیت اور حکم دینے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ جو مخاطب ہین انھون نے اس فعل کا ارتکاب بھی کیا ہے بلکہ احتمال تھا کہ یہود کی صحبت سے یا یہودی الاصل ہونے سے کہین انکی بھی عادت سوال کی ہوجائے اسواسطے مخالفت کردی گئی کیونکہ سوال بلا عمل نقصان رسان ہے اس صورت مین نتیجہ کا بھی ذکر کردینا کوئی حرج کا باعث نہ ہوگا وہ نتیجہ یہ ہے کہ کثرت سوال موجب شکوک کا ہوتا ہے اور شکوک منجر کفر کی جانب ہوجاتے ہین لہذا ایماندار کا کام نہین ہے کہ سوال کرے اور شکوک پیدا ہون اور کفر کی حد تک پہونچ جاوے راہ راست سے گمراہی ہوجاوے اگرچہ اسوقت تک شکوک بھی پیدا نہین ہوئے ہین۔

ظاہر ہے کہ محض کسی امر کو دریافت کرنا باعث ضلالت کا نہین البتہ مخالفت و عداوت سے سوالات ضرر رسان ہین یہان ویسے ہی سوالات کی ممانعت کی گئی ہے آیات بینات معجزات لائے جاچکے تھے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ

اہل کتاب مین سے اکثر چاہتے ہین کہ تمکو تمھارے ایمان لانے کے بعد پھیر کر

بقیۂ صفحۂ ۲۲۹۔ نسخ کی علت بیان کردی گئی تھی اسپر بھی سوالات کی کثرت ہوتی تو ظاہر ہےکہ ان سوالات سے مقصود اصلاح حال نہ ہوتا بلکہ اسناد ہوتا بعض لوگون کا خیال ہو کہ ایماندار دن مین سے ایک جماعت نے ایسا سوال کیا تھا جسکے باعث یہ آیت نازل ہوئی۔ مروی ہو خیبر کی لڑائی سے جب حضور واپس تشریف لارہے تھے تو مسلمانو مین سے بعض لوگون نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لیے بھی ایک درخت ذات انواط کی طرح مقرر فرما دیجئے آنحضرت نے اسکو ناگوار سمجھا اور اللہ نے یہ آیت نازل کی نوط تو سیاہ کھجور کی گودھی کو کہتے ہین اور ذات انواط ایک درخت کا نام ہو جسکو مشرکین عرب پوجتے تھے اور اسکے اوپر اپنے کپڑے ٹدکاتے تھے اسکے گرد گھومتے تھے اسکی تعظیم کرتے تھے جسطرح ہندو پیپل کی تعظیم کرتے ہین یہ سوال منجر بکفر ہوتا یہ سوال اسی طرح کا سوال تھا جیسا بنی اسرائیل نے گوسالہ کے متعلق سوال کیا تھا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ تم لوگ بنی اسرائیل کے ایسے طریقے اختیار کروگے ہو بہو۔ یہانتک کہ اگر کوئی انمین سے ایسا ہوا ہوگا کہ اسنے اپنے مان کے ساتھ بدکاری کی ہوگی تو تم مین سے بھی ایسا حرکت کرنے والا ہوگا خدا کی شان ہے کہ یہ ارشاد نبوی ہمنے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا جو کچھ نصاری یورپ کے کرتے ہین وہ سب مسلمان کرنے لگتے ہین والعیاذ باللہ اس سوال کے بعد یہ ارشاد بالکل بجا ہو کہ من تیبدل الکفر بالایمان جسنے کفر کو ایمان کے بدلہ لے لیا ظاہر ہے کہ وہ سیدھی راہ چھوڑ کے گمراہ ہو گیا سواء بمعنے وسط کے ہے یا بمعنے مستوی کے ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ مراد ام تریدون سے وہ مخاطب نہین جو تعلم سے مخاطب ہین بلکہ مخاطب اس آیت کے یہود ہین ایک جماعت نے انمین سے آنحضرت سے عرض کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہین تو آپ توراۃ کی طور پر ایک دم سے پوری کتاب لائیے اس احتمال کو امام رازی نے مقدم کیا ہے کیونکہ اس سورت مین زائد تر بنی اسرائیل و یہودیوں کے واقعات ہین بعض نے کہا ہو کہ سوال کرنے والے مشرکین عرب تھے بعض مخصوص اہل مکہ کو کہتے ہین بعض کہتے ہین مخصوص اشخاص تھے انمین سے عبداللہ بن اُمیۃ المخزومی بھی تھا اوسنے کہا۔ لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک بیت من زخرف الٰخ یہ بعض کہتے ہین کہا گیا کہ کوہ صفا کو سونا کر دیجئے تو ہم آپ پر ایمان لے آوین اُسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

اُحد مین مسلمانون کو شکست ہوگئی تھی اسوقت کفار کو موقع ملا ضعیف الایمان یا نو عمر جن مسلمانون کو دیکھا انکو دھوکہ دینے لگے اور کہنے لگے کہ اگر اللہ کو اس دین کا پھیلانا منظور ہوتا تو احد مین مسلمانون کو شکست نہوتی اس شکست سے معلوم ہوا کہ یہ دین حق نہین ہو خدا اسکی تائید نہین کرتا ہے۔ اس فقرہ کو

كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

کافر بنا دین حسد کرکے اپنے دل سے بعد اسکے کہ انپر حق بات کھل گئی

الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

پھر معاف کرو اور درگذر کرو یہان تک کہ خدا اپنا حکم بھیجے بیشک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

سب چیز پر قادر ہے ۔

فخاس بن عاذورا اور زید بن قیس نے حضرت خذیفہ بن الیمان اور حضرت عمار بن یاسر سے بھی کہا اور انکو ترغیب دی کہ وہ ایمان سے پھر جاوین حضرت عمار بن یاسر نے کہا کہ تمھارے نزدیک عہد شکنی کیسی ہے انھون نے کہا کہ بہت بری شے ہے اسپر حضرت عمار نے کہا کہ ہمنے تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد کرلیا ہو کہ بعد ایمان کے پھر نہ جاوینگے اور ہمیشہ آپ کی نصرت ومدد کرینگے آپ کے دین مین رہین گے حضرت خذیفہ نے فرمایا انا رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیًا و بالکعبۃ قبلۃ وبالمؤمنین اخوانا اسپر انھون نے کہا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی محبت انکے دل مین بھگئی ہے یہ اپنے دین سے نہ پھرین گے اس واقعہ کو حضرت عمار وخذیفہ نے آنحضرت سے عرض کیا آپ نے انکی تحسین کی اور فرمایا کہ ٹھیک کیا تمنے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا ۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اس بات کی خواہش کہ لوگ اسلام سے پھر جاوین اس غرض سے نہین ہے انکے نزدیک دین اسلام حقیقۃً صحیح نہین ہے بلکہ یہ انکی محض نفسانیت ہے یا حسد کی وجہ سے ہے اور وہ حسد محض نفسانیت سے ہے حسد کے معنے اوپر گذر چکے ہین ایسے مقامات پر تین لفظین مستعمل ہوتی ہین تنافس غبطہ ۔ حسد ۔ تینون ایسے جگہ پر بولی جاتی ہین جہان کسی شخص کو نعمت مین دیکھ کے اس نعمت کی خواہش کی جاوے مگر حسد مین ایک امر زائد ہے وہ یہ کہ اپنے لئے خواہش کیجاوے یا نہ کی جاوے زوال نعمت کی خواہش ہو منعم علیہ سے چاہے وہ دوست ہو یا دشمن ہو حسد کے مختلف مراتب ہین اعلیٰ درجہ تو یہ ہی کہ نعمت کا زوال چاہے وبس یہ اخبث انواع حسد ہی دوسرا درجہ یہ ہی کہ چاہے نعمت دوسرے شخص سے زائل ہو کے خود مین حاصل ہو جاوے مثلاً کسی کو دیکھا کہ اسکا گھر عالیشان ہے یہ چاہے کہ گھر مجھے ملجاوے یا کسی کی عورت جمیلہ ہے یہ چاہتا ہو کہ اسکی نہ رہے مجھے ملجاوے تیسرا درجہ حسد کا یہ ہے کہ

زوال کی خواہش نہ کرے مگر جب ناامید ہوجاوے کہ بدون اس سے زائل ہوے اسکو وہ نعمت حاصل
نہین ہوسکتی ہے تو اسوجہ سے اسکے زائل کا خواہشمند ہو اس صورت مین زوال کی خواہش اسکی بالذات
نہین ہی بلکہ بالعرض ہی۔ چوتھا درجہ یہ ہی کہ نعمت کی خواہش کرے مگر باوجود اسکے کہ حصول سے
مایوس ہوجاوے زوال نعمت کی اسکو خواہش نہ ہو یہ چوتھا درجہ غبطہ اور تنافس مین داخل ہے امور دنیا
مین معاف ہی اور امور دین مین مندوب و مستحب ہی اور بسا فرض و واجب ہوجاتا ہے جیسا کہ کسیکو کمال
الایمان دیکھا یا نماز پڑھتے دیکھا حدیث شریف او پر گذر چکی ہی کہ حسد نہین ہی مگر دو امر مین ایک کسی
شخص کو علم دیا جاوے اور وہ رات دن اسکے سیکھنے وسکھانے مین مشغول ہوئے دوسرے مال کہ وہ
خدا کی راہ مین صرف کرتا ہو۔ حسد ایک بڑی سخت بیماری قلب کی ہے اسی وجہ سے حدیث شریف مین
آیا ہی کہ حسد حسنات کو اسطرح کھاجاتا ہی جسطرح آگ لکڑی کو کھاجاتی ہے یعنی حسد سے نیکیان سوخت ہوجاتی
ہین ہابیل کو قابیل نے محض حسد سے قتل کرڈالا قیامت تک اولاد آدم مین جتنے قتل ہوتے ہین سب مین
سے کچھ حصہ قابیل کے نامۂ اعمال مین بھی ہوتا ہی۔ حسد کے اسباب سے بڑا سبب غصہ اور عداوت ہی
بعض وقت محض غصہ سے اور عداوت سے حسد پیدا ہوجاتا ہی کبھی محض عزت کی خواہش سے حسد ہوتا ہے
کسی کو دیکھا کہ وہ زیادہ عزت حاصل کرتا جاتا ہی اسکو بھی عزت کی خواہش ہوئی تو اس غرض سے یہ حسد
کرنے لگتا ہی اسی قسم کا حسد اکثر معاصر مین ہوتا ہی یہ حسد علما مین بہت ہی اسیوجہ سے حدیث شریف مین
آیا ہے کہ چھ آدمی قبل حساب اسکے جہنم مین جاوینگے ان اشخاص سے ارشاد ہوا ہے کہ علماء ہین جو بوجہ
حسد کے جہنم مین جاوینگے کبھی حسد اسوجہ سے ہوتا ہے کہ کسی کو خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اسکی خدمت
گذاری کرین جب انکو اسکی خدمت گذاری کی حاجت نہین ہوتی ہے تو وہ خواہش کرتا ہے کہ وہ حاجتمند
ہوجاوین تاکہ اسکی خدمتگاری کرین کبھی عجب کے باعث حسد ہوتا ہی کبھی اسوجہ سے ہوتا ہی کہ اندیشہ
کرتا ہی کسی شخص کو جس سے مقصود حاصل ہونیکی توقع ہی دیکھا ہے کہ وہ استغنا کرتا جاتا ہے اسکو خوف
ہوتا ہی کہ مقصود فوت نہ ہوجاوے کبھی حب ریاست باعث حسد کا ہوتی ہے جیسے اکثر پیشوایان قومی
مین حسد ہوتا ہی کبھی محض بخل کی وجہ سے حسد ہوتا ہے اور یہ بدترین حسد ہی حسد عموماً امور دنیاوی مین
ہوتا ہی اسواسطے امور دنیاوی اکثر ایسے ہوتے ہین کہ بدون ایک سے زایل ہوئے دوسرے کو نہین ملسکتے
ہین اسواسطے زوال کی تمنا ہوتی ہے مگر امور دینی مین ضیق اور تنگی نہین ہے اسواسطے اسمین زیادہ پرواہ
نہین ہوتی خصوصاً زوال کی خواہش بہت ہی کم ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہین کہ مجھے کسی
پر حسد نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ مین خیال کرتا ہون کہ اگر یہ صاحب نعمت دنیاوی اہل جنت سے ہے تو

نعمت اسکے انعام کے اعتبار سے بہت ہی ادنی درجہ کی ہو اسپر حسد فضول ہے اور اگر وہ اہل نار سے ہو تو اسکی اس عارضی نعمت پر حسد کرنا لا یعقلی ہے

مجھے خود کسی پر حسد نہین ہوتا اسواسطے کہ کسی مین جس نعمت کو دیکھتا ہون یا تو اپنے اوپر بھی اس انعام کو یا اسکے صنف کے انعام کو پاتا ہون خیال ہوتا ہے کہ اپنے پاس بھی نعمت ہے دوسرے پر رشک سے کیا حاصل اگر وہ نعمت خود مین نہین پاتا تو خیال ہوتا ہے کہ وہ ناقص ہے اسواسطے کہ سب سے بڑا نقصان اسمین یہ ہے کہ میری نہین ہے۔ حسد کی عمدہ دوا یہ ہے کہ یقین کرلے کہ اللہ تعالی ہر شے پر قادر ہے اُسنے جو کچھ اسکو دیا ہے اہل سمجھ کے دیا ہے اور جو نہین دیا ہے اسکو اسکے قابل نہین سمجھتا ہے۔ اگر مناسب حال ہوتی تو وہ مبدء فیاض بخل نہ کرتا اس کا نہ دینا مصالح پر مبنی ہے اسکے سوا نہ تو کوئی کسی پر انعام کر سکتا ہے نہ کسی سے چھین سکتا ہے نہ بدون اسکی مرضی کے حاصل کر سکتا ہے نہ زائل کر سکتا ہے۔ پھر حسد سے کیا فائدہ ہے۔

انسان کو چاہئے کہ جب کسی امر کے باعث حسد ہو تو ایسے امور کرے جس سے حسد دور ہو مثلاً محسود سے ربط وضبط بڑھائے اس سے محبت پیدا کرے اس سے اخلاق کرے یہان تک کہ اسکی بھلائی اپنی بھلائی سمجھنے لگے۔

جس شخص سے حسد ہوتا ہے اسکی طرف سے نفرت کا ہونا غیر اختیاری ہے تحت تکلیف نہین ہے مگر چاہیئے کہ حسد دور کرے یہانتک کہ وہ تکلیف بھی جاتی رہے۔ حاسد نعمت کے زوال کی فکر کرتا ہے تو ایسے امور کرنے لگتا ہے جو نہایت مذموم ومعیوب ہوتے ہین یہود نے پہلے تو مسلمانون کو بہکایا اور مسئلہ نسخ پیش کیا جب یہ داؤن نہ چلا تو کہنے لگے کہ تم اگر اللہ کے دین حق پر ہوتے تو وہ تمھاری مدد کرتا تمکو اُحد مین شکست نہوتی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ دین حق اسلام ہے۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا یعنے انکے ساتھ راہ عفو اور درگذر کرنے کی اختیار کرو اور اُنسے مقابلہ نہ کرو انکے ہفوات کا جواب نہ دو مگر یہ اعتراض وغیرہ وقتی ہے دائمی نہین ہے ایک وقت معین ہے۔ امام حسن بصری کہتے ہین مراد اسوقت سے قیامت اور یوم جزا ہے بعض کہتے ہین قوت اسلام ہے یا کثرت مسلمین ہے بعض کہتے ہین کہ مراد اس سے قتال کا حکم ہے کہ اسوقت سوائے جزیہ اور اسلام کے دوسری کوئی بات مقبول نہین ہے قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ
اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور جو کچھ تم آگے بھیجوگے تو اسکو

خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَقَالُوْا
اللہ کے پاس پاؤگے بے شک جو تم کرتے ہو اللہ اسکو دیکھتا ہے۔ اور کہتے ہین

لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ط
اہل کتاب کہ ہرگز داخل نہ ہوگا جنت مین کوئی مگر وہی جو یہودی ہوا یا نصاری ہوا۔

اس جگہ ضروری ہوا کہ جب عفو کرنے کو اور درگذر کرنے کو ارشاد کیا گیا ہی تو اسکے اسباب مہیا کیے جاوین اسواسطے کہ اعداسے عفو کرنا آسان نہین ہی۔ خصوصًا ایسے وقت مین جبکہ اعداء کو قوت و شوکت زائد ہی اسکا آسان طریقہ تعلیم ہوا کہ تم اپنے نفس پر جبر کرو تزکیہ نفس سے یہ امر حاصل ہوسکتا ہے۔ اور تزکیہ نفس اسی طرح حاصل ہوتا ہے کہ خدا کی طرف متوجہ ہوا ور دنیا کی رغبت چھوڑدے نماز سے بڑھکر کوئی عبادت خدا سے قریب کرنے والی نہین ہے اسی طرح دولت سے زیادہ دنیا مین کوئی شے گرفتار کرنے والی نہین ہی اسواسطے انھین دونون عبادتون کا حکم دیا گیا بظاہر زکوۃ سے صدقہ مفروضہ نہین ہے اسواسطے کہ زکوۃ اسوقت تک فرض نہین ہوئی تھی زکوۃ سے مطلقًا صدقہ مراد ہے ظاہر ہی کہ جو صدقہ دیا جاویگا وہ ضرور اللہ کے یہان ملیگا اسکا ملنا یہی ہے کہ اسکا ثواب حاصل ہوگا بعض روایات مین ہی کہ ثواب اسکا مثل اُحد کے یا اُسکے مماثل ہوگا۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا سے تمام امور خیر مراد ہین چاہے وہ نماز ہو یا صدقہ ہو یا دیگر امور ہون جن کو ایمان کے شعبون مین ذکر کیا ہے

دنیا مین انسان جتنے دن زندہ رہے آخر موت ہی اور موت کے بعد جو کچھ ساتھ جاتا ہی وہ اسکا عمل ہے مال واولاد سب دنیا ہی مین رہتے ہین ہان اولاد صالح بھی صدقہ جاریہ سے ہے خصوصًا وہ اولاد جو باپ کیلئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرے اسیطرح جو اوقاف ہین وہ بھی صدقہ جاریہ ہین اور احتیاج سے لوگون کی فضیلت مین تفاوت ہوتا ہی مطلقًا علم افضل ترین صدقہ جاریہ ہے ہی اور پھر پانی ہی پھر مساجد وغیرہ ہین اور جسقدر لوگون کی منفعت کے امور ہین۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کا عطف و دکثیر پر اور ضمیر جمع کی اہل کتاب کی طرف راجع ہی حرف او تقسیم و تفصیل کیلئے ہی تردید مقصود نہین ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ یہود کہتے ہین کہ جنت مین سوائے یہود کے داخل نہ ہوگا اور نصاری

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ہ

یہ اُن کی گڑھی ہوئی باتین ہین کہہ دیجئے کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچ کہنے والے ہو

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

ہان جس شخص اپنی ذات سرا اللہ کیلئے گردن ڈالدی فرمان برداری کی غرض سے درحالیکہ وہ احسان کرنیوالا ہو تو اسکے لئے اجر ہے اسکا اسکے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہ

پروردگار کے نزدیک پھر نہ اُن پر خوف ہو اور نہ وہ رنجیدہ ہون گے۔

بقیہ صفحہ ۲۳۴

کہتے ہین کہ سوائے نصاریٰ کے کوئی جنت مین داخل نہوگا یہ مراد نہین ہو کہ دونون کا کلام ہے کہ یا یہود یا نصاریٰ جنت مین داخل ہون گے۔

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ اُنکی آرزوین ہین یا اُنکی جھوٹی باتین ہین جنت نہ یہودیون کا حق ہو نہ نصاریٰ کا حق ہے اسواسطے کہ یہ دونون شریعتین منسوخ ہو گئی ہین یہ جملہ معترضہ ہو۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ یعنے جو دعویٰ تمہارا ہے اسپر برہان قائم کر دیا تو ابمعنے آتوا کے ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اگر تم سچے ہو اور تمہارا دعویٰ صحیح ہو کہ سوائے یہودی کے یا سوائے نصاریٰ کے کوئی جنت مین داخل نہوگا تو اس دعویٰ پر کوئی دلیل قائم کرو ورنہ دعویٰ بلا دلیل مقابل کو تسلیم نہین ہوسکتا ہے دلیل اسکی اُنکے پاس نہ تھی نہ توراۃ سے اس امر کا ثبوت تھا نہ انجیل سے اسکا ثبوت تھا نہ عقل روا رکھتی ہے کہ یہود یا نصاریٰ کے ساتھ جنت مخصوص ہو جنت تو عمل پر اور ایمان پر موقوف ہو۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ۔ یہ رد ہو اُنکے کلام سابق کی ارشاد ہوتا ہو کہ ہان درحقیقت عقلی اور نقلی دلیل سی مؤید اگر کوئی کلام ہے تو یہ ہو کہ جسنے اپنی ذات سے انقیاد کیا۔ وَجْهَهٗ سے مراد یا تو چہرہ ہو کہ جسنے اشرف اعضاء کو منقاد کر دیا تو پھر دیگر اعضاء کا کیا ذکر ہے۔ یا مراد اس سے ذات ہو یا قصد ہو کہ جسنے منھ کیا کسی امر کی جانب تو وہ قاصد ہوا۔

حاصل یہ ہو کہ جسنے خدا کی قضا و قدر کے روبرو اپنی گردن جھکا دی دل و جان سے وہ وہو محسن کی حالت حاصل کر چکا ہو یعنے تمام اعمال مین اُسنے احسان کیا ہو احسان کی تفسیر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك یہ کہ عبادت کرو اللہ کی گو یا کہ تم اسکو دیکھتے ہو پھر اگر تم نہین دیکھتے ہو تو وہ تمکو دیکھتا ہے اس اخلاص کے ساتھ اُسنے اعمال کئے یہ مرتبہ مجرد اسلام سے بڑھا ہوا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی
اور یہود کہتے ہین کہ نصاری کسی چیز پر نہین ہین اور نصاری کہتے ہین

لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ
کہ یہود کسی چیز پر نہین ہین حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہین ایسا ہی کہا

الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
ان لوگون نے جو بے علم ہین مانند انکے قول کے پھر اللہ انکے درمیان قیامت کے دن حکم کریگا

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝
جسمین وہ اختلاف کرتے ہین۔

بقیہ صفحہ ۲۲۵۔ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ اسکے لئے اللہ کے نزدیک اسکا اجر ہی اجر کا ادنی درجہ جنت ہے لہذا اسکے لئے جنت ہی ظاہر ہے کہ جب اعمال کئے اور اخلاص کے ساتھ تو پھر اسکے لئے اجر کا ہونا عقل و نقل سے ثابت ہوتا ہی چاہے وہ یہود ہون یا نصاری یا عرب جب اسلام لائین اور عمل صالح کرین تو انکو اجر ضروری ہی اور اس اجر کا ثمرہ یہ ہی کہ انکو اطمینان کلی حاصل ہی۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ نہ انکے اوپر کسی قسم کا خوف ہی اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے ظاہر ہی کہ مراد اس سے اُس عالم کا خوف ہی کہ اسدن وہ اپنے اعمال صالحہ اور اسلام کی بدولت مستحق اجر ہون گے اجر ایمان جنت ہی جو ایمان لاویگا جنت مین داخل ہوگا اور اسکو بوجہ اپنے اعمال کے استحقاق جنت کا ہوگا پھر اسکو خوف کس شے کا رہجاویگا۔ خوف عذاب سے نجات پاویگا اور جو وقت اسنے دنیا مین صرف کیا ہی وہ اعمال خیر مین صرف کیا ہی اسوجہ سے اسکو کسی امر کا رنج بھی نہوگا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اس سے کون یہود و نصاری مراد ہین اسمین اختلاف ہی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سے اگرچہ جمع ہی مگر مراد شخص مخصوص یہود کا اور نصاری کا ہی۔ عرب ایک شخص کے فعل کو اسکی قوم کی طرف منسوب کرتے ہین اسی وجہ سے ایک جماعت کہتی ہی کہ مراد یہود سے نافع بن حرملہ ہی کہ اُسنے یہ نصاری سے کہا تھا بعض کہتے ہین مراد اس سے یہود مدینہ طیبہ کے ہین کہ وہ لوگ وفد نصاری سے جو نجران سے آنحضرت کے پاس آئے تھے ان سے کہنے لگے کہ تمھارا دین باطل ہی اور تم ناحق پر ہو تمھارا مذہب کچھ نہین ہی معاذ اللہ عیسی ایسے اور ایسے ہین وفد نجران کے نصاری نے انکے مقابل کہنا شروع کیا کہ تم دین حق پر نہین ہو اسواسطے کہ دین عیسوی نے تمھارے دین کو منسوخ کردیا ہی تم حضرت عیسی کی نبوت کے انکار کرنے کے باعث

کافر ہو گئے تمھارے دین کا کوئی اعتبار نہین یہ بحث طویل ہوئی مسلمان دونون کا تماشہ دیکھتے تھے اسوقت یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہین کہ یہ واقعہ عام یہود اور نصاری کے درمیان ہر وقت پیش آتا رہا جب سے دین عیسوی ہوا یہ کیفیت امم سابقہ کی بیان کی گئی کسی خاص یہودی یا جماعت یہود یا نصرانی یا جماعت نصاری کی حالت نہین ہے ممکن ہے کہ آنحضرت کے وقت مین بھی ایک شخص سے یا جماعت سے اس قسم کی گفتگو آگئی ہو۔

اسکے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل مین جو کفار کہتے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ کے دین کو باطل ہونیکا اتہام لگاتے تھے اس سے جو مزاج مبارک کو صدمہ ہوتا تھا اس صدمہ مین اس سے تسلی ہو گئی کیونکہ جب معلوم ہوجاویگا کہ یہ انکی عادت ہے اور سب مبلغین کو اسیطرح کے تکالیف پہونچائے گئے تو پھر قلب کو تسکین ہو گئی ساتھ ہی اسکے یہود و نصاری کی تقبیح ہے کہ وہ لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہین حالانکہ وہ جانتے ہین کہ دونون اب حق پر نہین رہے۔ انکے مذاہب منسوخ ہو گئے اور اب سوائے دین اسلام کے کوئی دین اعتبار کے قابل نہ رہا وہ نصاری کو کہتے ہین اور نصاری اُن کو یہ دونون کا کہنا نا سمجھی سے نہین ہے بلکہ سمجھ بوجھ کے ہے اسواسطے کہ وہ اگلے انبیاء اور کتب سماویہ سے جان چکے ہین۔

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ سے زیادہ تر اُنکی بُرائی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ توراۃ پڑھنے کے باوجود اس قسم کی بات کہتے ہین حالانکہ اسکے روسے معلوم ہوچکا ہے کہ دین اُنکا خواہ وہ موسوی ہو یا عیسوی منسوخ ہو گیا ہے واقف کار کوئی بیجا بات کرے تو وہ زیادہ قابل گرفت ہے۔ ناواقف تو پھر معذور ہے اُن کی ناواقفیت عذر ہے۔

كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ یہ قول اُن لوگون کا جو نادان ہین مثل اُنہین کے قول کے کہ انکے واقف کار ہونے کے باوجود کہنا انکا مثل ناواقف کے ہے خواہ مراد اُنسے مشرکین عرب ہین کہ انکو علم کتاب نہ تھا یا مخصوص قریش ہین یا اُنکے قبل جو یہود اور نصاری گذرے وہ مراد ہین۔ اُنسے علم کی نفی کرنا اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ یہ قول اسقدر لغو ہے کہ کسی اہل علم کا قول نہین ہوسکتا ہے یا اسوجہ سے کہ انکے علم سے انکو کوئی فائدہ نہین پہونچا ہے لہذا وہ اور بے علم برابر ہین۔ قول کے معنے یہان دل کی بات اور اعتقاد ہے اسپر بھی قول کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس جگہ ان کے قول و اعتقاد کی تشبیہ بے علمون کے قول و اعتقاد سے محض انکی برائی بیان کرنے کی غرض سے ہے کیونکہ باطل پر عالم کو قائم رہنا جاہل سے زیادہ تر قبیح ہے اور ناسخ کے ہوتے ہوئے منسوخ پر

عمل کرنا اس شخص کو جو ناسخ و منسوخ سے واقف ہے اقبح ترین ہی یہود و نصاریٰ جو مخاطب تھے اچھی طرح
کتب سماویہ سے جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان پیدا ہون گے اور ان کی علامت اور نشانیان اُن کو
معلوم تہین اُنھون نے جب آنحضرت کو دیکھا اور دلائل نبوت و براہان صدق اپنر ظاہر کر دئے گئے
تو پھر انکا ایمان نہ لانا اور ہر ایک کو باطل پر بتانا ضرور قابل گرفت ہی۔

اس جگہ مقصود شرع اسلام یہ ہے کہ اسلام دین ناسخ ہے اسکے سوائے کسی دوسرے دین پر
عمل کرنا صحیح نہین ہے سوائے دین اسلام کے سب دین باطل ہین اور باطل پر عمل کوئی شئی نہین ہی
اسمین یہود اور نصاریٰ اور دیگر مذاہب کے سب لوگ داخل ہین غرض غیر مسلم سب باطل پر ہین یہ دوسری
بات ہی کہ بعض لوگ باوجود باطل پر ہونے کے معذور ہین جیسے وہ لوگ جو زمانہ جاہلیت مین تھے اور
کسی نبی کی نبوت ان کو نہین ملی یا بعد انبیاء کی شریعت کے خصوصاً شریعت محمدیہ کے ان کو تبلیغ اسلام
نہین ہوئی وہ بھی گو باطل پر ہین مگر معذور ہین اور انپر تکلیف شرع نہین ہی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ان لوگون کو جن کو تبلیغ اسلام نہین ہوئی معذب نہین سمجھتے ہین بلکہ وہ اُن لوگون کو بھی غیر معذب
سمجھتے ہین جن کو نبوت آنحضرت کی تبلیغ نہین ہوئی ہی بلکہ اس امر کی تبلیغ ہوئی ہے کہ کوئی شخص
فلان نام کا فلان ملک مین نبی کا ذب مدعی رسالت ہوا اور اُسنے شہوت پرستی اور لذائذ نفسانی
اور لوٹ مار ظلم و ستم کی لوگون کو تعلیم دی ہے۔ ظاہر ہی کہ ان اوصاف کے سننے کے بعد پھر وہ
شخص انکے احوال کی تفتیش بھی نہین کر سکتا ہے وہ اپنے نزدیک ایسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ لوگ متنبی
کے متعلق خیال کرتے ہین اور خواہ نخواہ اسکے احوال کی تفتیش نہین کرتے ہین امام کے نزدیک یہ بھی
معذور و غیر معذب ہین بلکہ صنف اول سے زیادہ انکو معذوری ہے اس لحاظ سے وہ جماعت جو دیہاتون
مین ہند کے یا اطراف مین یورپ کے اور جنگلون مین افریقہ کے اور بلاد داخلیہ مین امریکہ کے آباد ہین
وہ معذور ہین برخلاف ان ہندؤن کے کہ جو مسلمانون سے خلا ملا رکھتے ہین بستیون مین آباد ہین یا
دیگر ممالک کے غیر مسلم جن کو اوصاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معلوم ہین اُن تک خبر ہدیٰ پہنچگئی ہے
وہ معذور ہرگز نہین ہین البتہ مسلمان بقدر کفایہ تبلیغ اسلام کے مکلف ہین اُن کو جوابدہ ہونا پڑیگا
کہ عالم کو تبلیغ اسلام کیون نہین ہوئی جب تک اس فرض کو اہل اسلام ادا کرتے رہے اسلام کو ترقی
ہوتی گئی جب سے یہ فرض کم ہو گیا اسلام کو بھی تنزل ہوتا گیا۔

الحاصل اسلام کے سوائے سب مذاہب لاشئے ہین اگرچہ بعض معذور ہین۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى
کون شخص اس سے زیادہ ظالم ہوگا جو خدا کی مساجد مین اسکے نام کے ذکر کرنے سے باز رکھے اور کوشش کرے

فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ
کہ مساجد ویران ہو جاوین انکے لئے نہین ہیگا داخل ہونا مگر یہ کہ وہ خوف زدہ داخل ہونگے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
ان کے لئے دنیا مین شرمندگی ہے اور انکے لئے آخرت مین بڑا عذاب ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ آیت طیطوس بن اسپاؤس رومی کے بارہ مین نازل ہوئی ہے جس نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا اور اسپر قبضہ کرکے وہان کے مردون کو جو بالغ تھے قتل کر ڈالا تھا۔ اور عورتون کو لونڈیان بنایا تھا اور بچون کو غلام کر رکھا تھا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا تھا یہان تک کہ اسمین نجاست اور گندگی کو لاکے ڈالدیا تھا چند دنون مین وہ ایک گھور کی ایسی حالت پر پہونچ گئی تھی آخرکار مسلمانون نے حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اسکو فتح کیا اور وہ مقام بیت المقدس حضرت عمرؓ کے حکم سے صاف کیا گیا اور مسجد بنائی گئی۔ بعض کہتے ہین کہ مساجد سے بیت المقدس مراد نہین بلکہ مسجد حرام مراد ہی اور یہ آیت کفار قریش کی شان مین نازل ہوئی ہے جنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ساتھیون پر ظلم وستم کیا اور مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا آپ کو اور آپ کے ساتھیون کو عبادت کرنے سے نماز پڑھنے سے طواف کرنے سے روک دیا اور مکہ کی مسجد کو اصلی عبادت کرنے والون سے باز رکھا جس سے اسکی ویرانی ہوگئی اسکی آبادی عباد سے تھی۔ بعض کہتے ہین مراد اس آیت سے تمام وہ لوگ ہین جنکے حرکات ایسے ہین کہ وہ مساجد کو اللہ کے ذکر کرنے والون سے رد کتے ہین عام ظالم مراد ہین اور عام مساجد مراد ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ظالم جو مساجد کو اللہ کے نام سے باز رکھے اسوجہ سے کہ وہ اللہ کے ذکر کو پسند نہین کرتا ہے تو اس سے بڑا کوئی ظالم نہین ہے چاہے اسکے مساوی کوئی ظالم ہو یا نہ ہو۔

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ وہ لوگ ایسے ہین کہ انکے لئے سوای اسکے نہین ہے کہ وہ ان مساجد مین خوف زدہ داخل ہون مراد خوف سے یا تو اللہ سے خوف زدہ ہوکر داخل ہون گے یا مسلمانون سے ان کو خوف ہوگا یا یہ کہ علم آلہی مین ہے کہ وہ ایسی حالت پر پہونچ جاوینگے کہ خوف زدہ داخل ہون۔

اس سے وعدہ ایمانداروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو فتح ونصرت حاصل ہوگی اور بیت المقدس اُنکے قبضہ مین آئیگا جیسا کہ واقع ہوا۔ اس قسم کا وعدہ ایک وقت بھی ایسا گذرے تو پورا ہوجاتا ہے چنانچہ مدت تک ایسا ہی رہا۔ کہ یہود و نصاریٰ اسکے اندر جاتے ڈرتے تھے بوجہ رعب اسلام کے چوری چھپے جاتے تھے درمیان مین ایک مدت ایسی گذری جسمین نصاریٰ کا قبضہ ہوگیا اور سلطان صلاح الدین آیوبی نے اسکو پھر فتح کیا اور اب بھی ایسا ہی ہے خدا پھر مسلمانون کو فتح نصیب کرے مگر ان واقعات سے یہ لازم نہین آتا کہ پیشین گوئی صحیح ہونے مین کچھ فرق ہو وہ ہو گئی۔ بعض لوگ کہتے ہین مراد اس جگہ نہی ہے اگرچہ بصورت نفی کے ہے یعنی اس امر کا اہل اسلام کو حکم ہے کہ وہ بیت المقدس کو اپنے قبضہ مین رکھین اور ایسا تسلط جمائے رہین کہ اسمین یہود و نصاریٰ رعب مسلمین سے خائف ہی داخل ہون مگر یہ کہنا قوی نہین ہوا اسواسطے کہ یہ آیت ایسے وقت مین نازل ہوئی ہے جبکہ بیت المقدس پر کسی قسم کا تسلط مسلمانون کو حاصل نہ تھا اسوقت اس قسم کا حکم تکلیف مالایطاق کے مانند ہی ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ مسلمانون کو حکم اسکو قبضہ مین لانیکا بھی اس آیت سے ہوا کہ جبتک قبضہ مین نہ لاوینگے امتثال اس آیت پر نہین ہوسکتا ہے تو یہ موقوف علیہ واجب کا ہوا اور واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہی۔ مگر اس وجوب کے اداء مین تاخیر اسوجہ سے ہوئی کہ اسکے قبضہ کرنے کی قدرت نہ تھی اور وہ رفتہ رفتہ کرکے حاصل ہوئی اور مسلمانون نے قبضہ کرلیا اس امر کو مان لینے کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پھر اگر اسپر قبضہ اہل اسلام کا اُٹھ جاوے تو اہل اسلام کو اسکے قبضہ مین لانے کی فکر مین رہنا چاہئے اور جب تک قبضہ حاصل نہ ہو غافل نہونا چاہئیے۔

مساجد مین غیر مسلم کے داخل ہونے مین ائمہ نے اختلاف کیا ہے امام اعظم فرماتے ہین کہ عام طور پر مسجد مین غیر مسلم کا داخل ہونا روا ہے محض اسکی نجاست اعتقادی اسکے دخول کو مانع نہین ہے اس حکم مین مسجد حرام اور غیر مسجد حرام سب داخل ہین مگر جزیرۃ العرب مین بطور تسلط وغلبہ کے غیر مسلم کا داخلہ انکے نزدیک بھی ناروا ہی وہ اسی آیت سے جواز دخول ثابت کرتے ہین۔ کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ داخل ہونگے مگر خایف وخاشع اور اگر اون کا دخول ہی ناروا ہوتا تو یہ قید بیکار تھی اس قید سے معلوم ہوا کہ انکا دخول اگر خشوع اور خوف کے ساتھ ہو تو وہ ممنوع نہین ہی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بلا ضرورت کسی کافر کو کسی مسجد کے اندر داخل ہونے کو روا نہین سمجھتے ہین وہ کہتے ہین کہ کفار نجس ہین اور نجاست سے مسجد کو پاک رکھنا لازم ہی اور امام شافعی نے حکم کے [illegible] سمجھتے ہین اور علاوہ مسجد حرام

سب مساجد مین جائز کہتے ہین ۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ۔ یہان تنوین تعظیم کی ہے یعنے بہت بڑی خزی اور خزی کے معنے شرمندگی کے ہین مراد اس سے جو امر دون کا قتل ہونا اور انکے بتون کا توڑا جانا اور ان کی لاعقلی اور جہالت کا ظاہر ہونا اور عرب مین تفضیح ان کی ہونا جو امت امی تھی یہ سب دنیاوی عذاب تھا اسکے فرید برآن حکم ہوا کہ جزیہ دین اور اسطور پر کہ اپنے کو چھوٹا ہی بنائے رکھین کسی قسم کی بڑائی نہ دکھا دین اور جو جزیہ نہ دے وہ قتل کر ڈالا جاوے ۔

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور انکے لئے آخرت مین بہت بڑا عذاب ہے جہنم کی آگ سے بڑھکر اور کون عذاب ہے جس سے حرمان رویت الٰہی سے و دخول جنت سے بھی ہوتا ہے۔

اس جگہ قابل سوال یہ بات ہے کہ جب یہ آیت محتمل ہے کہ نہی ہو بصورت خبر کے اور مساجد سے عام مساجد بھی مراد ہین تو چاہئے کہ جس جگہ مسلمانون نے مساجد بنا لیا ہے پھر ان مساجد مین کم سے کم ایسے ظالمون کو تسلط و غلبہ دینا روا نہ ہو۔

اس صورت مین جن ممالک مین مسلمان آباد ہین انھون نے مسجد بنالی ہے اُس ملک پر تسلط حاصل کرنا لازم ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ جن ممالک مین مسلمانون کو کہین غلبہ حاصل نہین ہوا اُن ممالک مین مساجد کا بنانا محض غیر مسلم کی اجازت سے ممکن ہے وہ اجازت دینے والے ہین منع کرنے والے نہین ہین پھر اگر وہان مسلمانون کی بود و باش نہین ہے یا رہے مگر مسجد سے روک دی گئی تو ظاہر ہے کہ بوجہ عدم استطاعت وہ کچھ نہین کر سکتے ہین اسیطرح اس مقام مین جہان غلبہ اسلام ہو چکا ہے اور پھر اسپر استیلائے کفار ہے مگر اتصال دار الاسلام سے وہان باقی ہے اور ایمان و امان سے لوگ آباد ہین اور بعض شعائر اسلام اور احکام دین بھی قائم ہین اس صورت مین وہ ممالک اسلامیہ کے حکم مین ہین اُن کی مساجد اور ان کے ممالک کا انتقاذ کفار کے ہاتھون سے لازمی ہے اور بہ نیت انقاذ کے وہان رہنا ضروری ہے۔ جس طرح بیت المقدس کے قبضہ مین لانیکا حکم تو بوجہ اس آیت کے آنحضرت کے وقت مین ہو اگر اسکی تعمیل حضرت عمرؓ کے وقت مین ہوئی مگر اہل اسلام برابر اس فکر مین رہے کہ وہ بیت المقدس پر قبضہ کرین اسیطرح ان ممالک کے رہنے والون کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ مہلت اور وقت کے منتظر رہین اور جن ممالک مین کسی قسم کا غلبہ اہل اسلام باقی نہین رہا اور اتصال دار الاسلام سے بھی جاتا رہا اور کوئی ایماندار بھی امن سے نہ رہسکا ہو اور کوئی حکم بھی باقی نہ ہو تو وہ کفار کے ملک مین آگیا اسکی مساجد یا اسکی حفاظت یہ ہمارے ذمہ لازم نہین رہی کیونکہ قہر و غلبہ سے ملک حاصل ہوتی ہے جسطرح مسلمانون کے ملک قہر سے حاصل ہوتی ہے

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ
اور اللہ ہی کیلئے ہو مشرق و مغرب تو جس طرف تم رخ کرو ادھر ہی کو اللہ ہے بیشک وہ گنجایش والا ہے اور سب کچھ
عَلِيْمٌ
جانتا ہی

بقیہ صفحہ ۲۴۱ - اسیطرح مسلمانون کی املاک پر کفار کی ملک قہر و غلبہ سے حاصل ہوتی ہے کفار تعمیر مساجد اور
آبادی مساجد کے مکلف نہیں ہین - اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ ایسے ممالک مین کہ جہان کفار حاکم ہین وہ
مسائل کیونکر تصفیہ پا سکتے ہین - جو موقوف حاکم شرع پر ہین اسکا جواب یہ ہے کہ قاضی مسلمانون کا بنایا
ہوا اُن مسائل کا تصفیہ کرسکتا ہی اگر قاضی من طرف کفار ہو اور اسکو لوگون نے بھی قاضی تسلیم کرلیا
ہے تو اسکا تصفیہ بھی صحیح ہی مگر کفار کے ملازم خصوصًا وہ جو قانون غیر مشروع پر حکم دیتے ہین اگرچہ مسلم
ہون انکا حکم ظاہرًا و باطنًا از روے شرع نافذ نہین ہے برخلاف حاکم شرع کے کہ اسکا حکم سوا ے حقوق اموال کے
سب مین ظاہرًا و باطنًا نافذ ہی اگر کسی جگہ قاضی نہ ہو تو علما اس جگہ کے بمنزلہ قاضی کے ہین ان کے
فیصلہ کو بھی شرعًا وہی قوت حاصل ہے جو قاضی کو حاصل ہی اور حکم کو بھی قاضی کا استحقاق ہی ان
لوگون کو اگر قوت استنباط ہی یا احکام فقہیہ مین کسی امام کا مقلد ہے ائمہ اربعہ سے اور اپنے مقتدی کے
حکم کے مطابق انھون نے فیصلہ کیا ہی تو یہ فیصلہ متفق علیہ ہو جاویگا اور اگر غیر مجتہد اور غیر مقلد ہے تو
اگر اس نے خلاف فیصلہ کیا تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا چہ جائیکہ کافر یا اس کا ملازم اُس کا فیصلہ
بالکل نافذ نہین ہی -

لام تملیک کا ہے مراد یہ ہی کہ اللہ کی ملک ہر طرف ہے مشرق ہو یا مغرب اُسکی ملک ساری زمین ہے
یا مشرق و مغرب سے نقطۂ مشرق و مغرب مراد ہی ارض کے کروی ہونے کی وجہ سے ہر نقطہ حرکت مین کسی نہ کسی جگہ
کا مشرق بھی ہی اور مغرب بھی ہے اس سے بھی مقصود کامل مالکیت ہی - اس جگہ یہ سوال ہوتا ہی کہ قرآن شریف
مین اکثر جگہ جہت مین یمین و شمال یا یسار نہین مذکور ہوتا ہے بلکہ مشرق مغرب کا استعمال ہوتا ہی اسکا جواب یہ
ہی کہ اکثر جگہ اس سے مراد عام جہات ہوتے ہین یہ عموم لفظ مشرق و مغرب سے حاصل ہو سکتا ہے جیسا کہ
گذرا نہ کہ جنوب و شمال یا یمین و یسار سے دوسرے علت یہ ہے کہ فصحا ایسے لفظ سے ہمیشہ تحرز کرتے ہین
جن مین ایہام مذموم کا ہو شمال کو عرب منحوس سمجھتے تھے اور اصحاب شمال قرآن مین بھی دوزخ والون
کے لئے مذکور ہوا ہی اس ایہام شوم سے فصحا کے کلام مین اس کا استعمال کم ہوتا ہے اسی کی موافقت
قرآن مین بھی کی گئی -

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا یعنے جس مکان مین تم کعبہ کی طرف رخ کرو تو وہی جہت تمھارے لئے قبلہ ہے جسکے لئے تمکو حکم دیا گیا ہے۔ ثم سے اشارہ مکان بعید کی طرف ہوتا ہے اور وجہ اور جہۃ کے ایک ہی معنے ہین جیسے الوزن او الزنۃ دونون کے ایک ہی معنے ہین اس صورت مین اس جہۃ کی اضافت اللہ کی طرف اسوجہ سے ہے کہ یہ جہت مامور بالسجود اللہ کی طرف سے ہو اور اس جہت مین سجدہ اسکی رضامندی کا باعث ہو۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ وجہ کے معنے ذات کے ہین قرآن مین ارشاد فرماتا ہے کل شئی ہالک الا وجہہ تمام چیزین ہالک ہین سوائے اُسکی ذات کے اس آیت مین وجہ کے معنی ذات کے ہین اسی طرح یہان بھی ذات کے معنی ہوسکتے ہین۔ بعض وجہ کے معنے جاہ کے بھی مراد لیتے ہین۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ تمام کو گھیرے ہوئے بلحاظ ملک اور رحمت کے جاننے والا ہے بندون کے اعمال کا اور انکے مصالح کا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ آیت بطور پیشین گوئی کے ہے مقصود یہ ہے کہ جسطرف مسلمان رُخ کرینگے اُدھر اللہ کی رضامندی اور فتح و نصرت او رجاہ وجلال ہے۔ بعض کہتے ہین کہ تمہید ہے قبلہ کے نسخ ہونے کی اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ خدا کی تنزیہ جہت اور حیز سے ہو کہ جسطرف اور جس جہت کو دیکھو دوسری جہت کو کوئی خاص امتیاز اسکی ذات کے لحاظ سے نہین ہے سب مساوی ہے۔ بعض کہتے ہین کہ صلوۃ مسافر کے بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی ہے اور صلوۃ نفل کے بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر فرض کے علاوہ نماز مین نفل پڑھے تو اسکو اختیار ہے کہ سواری سے اتر کر نماز قبلہ کے رُخ پڑھے اور اگر چاہے تو سواری کے جانور پر بیٹھے بیٹھے جدھر وہ جارہا ہے اُدھر رخ کرکے نماز پڑھے اور اشارہ سے رکوع و سجود کرے۔ مگر ریل گاڑی کا حکم تخت کا اور کشتی کا ہے وقت ابتداء نماز کے رُخ بہ قبلہ ہونا لازمی ہے اور جب تک تحویل قبلہ کا علم نہ ہو جاوے اسی رُخ پر نماز پڑھنا چاہیئے۔ اثنائے نماز مین اگر تحویل قبلہ کا علم ہوگیا تو رخ پھیرنا چاہیئے۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ آیت اُن لوگون کے بارہ مین نازل ہوئی ہے جو اندھیارے مین رخ قبلہ کا بھول گئے اور بہت کوشش کی مگر رُخ نہ معلوم ہوسکا انھون نے اپنی تحری پر ایک رخ تجویز کر لیا اور نماز ادا کی تو اب انکی یہ نماز ادا ہوگئی۔ اسمین اختلاف ہے کہ یہ آیت اس حکم کے بتانے کے لئے نازل ہوئی یا جماعت اہل اسلام نے اسکے موافق عمل کیا اور یہ بطور تصدیق کے اور حکم کے برقرار رکھنے کے نازل ہوئی اسوجہ سے مروی ہوا ہے ایک گروہ صحابہ کا سفر کر رہا تھا راہ مین اُسنے قبلہ کی جہت کو سہو کر ڈالا اُسنے کوشش کی مگر بجائے قبلہ کے دوسرے رُخ پر ہوگئے اونکے نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ سمت غلط تھی انکے حکم کو اس آیت نے واضح کر دیا کہ اُن کی نماز ہوگئی۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور کہتے ہین وہ لوگ کہ اللہ کی اولاد ہے وہ تو پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانون مین اور زمین مین ہے

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰى

سب اسی کی ملک ہے ہر ایک اسکا فرمانبردار ہے جب وہ کسی کام کو پورا کرتا ہے تو اس سے

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۴۳ بعض لوگ کہتے ہین کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام زمین مین خواہ مسافر ہون یا نہون آزاد ہون یا مقید ہون ہم نماز پڑھنے کے مجاز کئے گئے ہین اور تمام زمین ہماری عبادت گاہ ہے واللہ اعلم۔

اس آیت کا عطف وقالوا لن یدخل الجنۃ پر ہے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ اس دعوی سے کہ وہی جنت مین داخل ہون گے شکین یہ دعویٰ کرتے ہین کہ اللہ کی اولاد ہے یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہین اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہین ممکن ہے کہ علاوہ یہود و نصاری کے بھی عام کفار مراد لئے جا سکین اسواسطے کہ ملائکہ کو بنات اللہ بھی کہتے ہین۔

اتخاذ کے معنے یا تو بنانے کے ہین اور عمل کرنیکے ہین یا تصییر کے معنے ہین اگر تصییر کے معنے ہون جسکے ادگرد آتا ہے تو اس صورت مین بعض مخلوقاتہ مفعول ہوگا اور وہ محذوف ہے یعنی بعض مخلوقات کو اللہ کی وہ اولاد اللہ کی کرتے ہین حالانکہ اللہ اس مجانست سے پاک ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کی ولادت اللہ ہوگی اور یہ منافی اسکے وجود وجوب اور وحدت کے ہے اسکا بطلان لازم ہے یا دجود دعوے توحید کے اسکو ثابت کرتے ہین درحقیقت اگلے فقرا اور اہل کشف نے بعض اوصاف آلٰہیہ کو ابن کرکے تعبیر کیا تھا اور بعض اوصاف آلٰہیہ کو ام اور بعض کو جو اسماء ذاتی تھے اب کرکے تعبیر کیا اور مراد اُن کی کشف حقایق اوصاف آلٰہیہ کا تھا کہ بعض اسماء ذاتی ہین بعض صفاتی ہین بعض فعلی ہین اس حقیقت کو تو جاہل یہود اور نادان نصاریٰ نہ سمجھے جبکہ ارباب کشف نے اوصاف فعلیہ کا مظہر اتم سمجھا اور اسکو ظہور کامل کے باعث مصداق اُن اوصاف کا سمجھا اور وہ لفظ جو اُن اوصاف پر بولتے تھے اسپر بھی بولنے لگے اسی کو عین ابن اللہ کہنے لگے اور ابن اللہ کے معنے متعارف سمجھے یہی باعث ہے کہ عزیر کو عیسیٰ کو قدما مین سے بعض بھی ابن اللہ کہتے تھے اور بعد کو آنے والے بھی کہتے تھے لفظ مشترک تھا مگر مقصود بالکل علیحدہ تھا سُبْحٰنَهٗ - پاک ہے وہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ ابن آدم مجھکو شتم کرتا ہے اور اسکا شتم یہ ہے کہ

کہتا ہی کہ میری اولاد ہی مگر اللہ پاک ہی اس سے کہ وہ کسی کو اپنا ساتھی یا اولاد بنائے
بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - بلکہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے وہ سب اسکے عبید مملوک ہین -
كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ - ہر ایک قانت ہی - قنوت کے معنی اطاعت کے ہین مراد یہ ہے کہ ہر ایک مطیع و منقاد اسکے احکام و اوامر کا ہی یا اسی کی عبادت کرتا ہے خواہ بواسطہ ہو یا بلا واسطہ یا قائم بالشہادت ہے - بعض کہتے ہین مراد کل سے عزیر و مسیح و ملائکہ ہین یا اہل طاعۃ ہین بعض کہتے ہین کل مقتضی احاطہ کو ہے سب مراد ہین - بعض کہتے ہین مراد اس سے قیامت کے دن کی حالت ہی بعض کہتے ہین قنوت مسخر ہونے کو کہتے ہین کل مسخر ہین یا ذلیل ہین ظاہر امراد یہی ہے کہ تمام مخلوق اسکے قضاء و قدر کے اندر مسخر ہے بدیع کے معنی مبدع کے ہین بلا مثال سابق پیدا کرنیوالا قضاء کے معنے مضبوطی اور احکام اور اتقان کے ہین اور اصل اسکی ماخوذ فراغت کے معنے سے ہے اسیوجہ سے قضاء و قدر کہتے ہین -
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ - مراد اس سے امر تکوینی ہے یا کلام نفسی حضرت باری کا ہی جو سبب تخلیق عالم ہے -

اس جگہ یہ شبہ ہوتا ہی کہ یقول لہ کن سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ خطاب جس شے سے ہوا وہ موجود تھی ورنہ خطاب کے کوئی معنے نہین ہین اور وہ شے بالذات اگر موجود ہو تو اسکا ہونا تحصیل حاصل ہے لہذا اسکا مادہ موجود ہونا چاہئے اس صورت مین مادہ کی قدامت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ آریہ کا مسلک ہے وہی قرآن کا بھی مقصد ہی اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ مادہ کی قدامت کے خلاف دلائل قائم ہو چکے ہین انسے قطع نظر کرکے حکمای یورپ کے گروہ مین قابل ترین اشخاص مادہ کے متعلق جو رائے قائم کر چکے ہین انپر غور کیا جاوے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مادہ غیر موجود شئے ہے برکلے اور ہیوم کے مسلک کیموافق نارنگی کا چھلکا مثلاً لیجئے اسکے اوصاف کر جو اعراض ہین دور کر دئے جاوین تو پھر وہان کوئی شئے باقی نہین رہتی ہی تو اگر مادہ موجود فی الخارج ہو تو اسکا باقی رہنا ضروری ہے اور اگر مادہ موجود فی الخارج نہین ہے تو غیر موجود ہی ہے اگرچہ وہ ذہنی شئے واقعی ہے جیسے کہ دیتہ مگر جو شئی ذہنی ہو اس سے مستقل موجود فی الخارج مرکب نہین ہو سکتا ہی اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر مادہ موجود مان لیا جاوے تو تمام عالم ذہنی ہو جاوے جیسا کہ بعض حکماء خصوصاً ہیوم و برکلے اسی کے قائل ہین انکے نزدیک ذہن کلی مین کسی امر کا متعقل ہونا اسکے وجود کا سبب ہی اور سوای اسکے کچھ نہین ہے یہ خیال وجود مادہ سے زیادہ تر قریب بصواب ہی اسواسطے کہ اعیان ثابتہ بمنزلہ ذہن کلی کے ہین اور اعیان ثابتہ درحقیقت فعال الٰہیہ

اور صفات فعلیہ ہین یہی صفات فعلیہ مخاطب کن کے ہین انکا ظہور وجود عالم ہے سوائے اسکے کچھ نہین
ہے یہ مرتبہ صفات کا تشبیہ کہلاتا ہے اسکو خطاب کن کا ہوا اور خطاب کرنے والا ذات کا مرتبہ ہے۔
کہ جو تنزیہ کہلاتا ہی لیکن کن یہان پر محض تعلق ذات کا صفات کے ساتھ ہے حکماء سابقین مشائیہ کے نزدیک
گویا وہ قدیم ہے اور وہ جوہر ہے مگر عقل اول کو وہ بھی صادر ذات مبدء فیاض سے سمجھتے ہین اور عقول
عالیہ مین سے عقل فعال مین تمام صور کائنات کا جمع ہونا اور قابل سے موانع کا دفع ہونا اسکے بعد
افاضہ مبدء فیاض سے جہان تخلل نہین ہی کن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اشراقیہ صور کو اعراض سمجھتے
ہین مگر مادہ کو جوہر سمجھتے ہین اسواسطے انکے نزدیک بھی افاضہ صور امر تکوینی کے قائم مقام ہے لیکن
مادہ کا بطلان ہو جانے کی صورت مین سوائے اسکے کوئی چارہ نہین ہے کہ کن کان تامہ سے لیا جاوے
جسکے معنی خلق کے ہین نہ کہ کان ناقصہ ہو جو اسم و فعل کو چاہے اور سبق مادہ کی حاجت پڑے اشاعرہ کے
مذہب کے موافق یہ امر تکوینی تعلق پر دلالت کرتا ہے مگر امر علاوہ تکوینی کے اگر کلامی ہو تو بھی ظاہر ہے
کہ قول سے یہان کلام لفظی مراد نہین لے سکتے ہین کیونکہ کلام لفظی مرتب حادث ہے ذات قدیم اسکا
محل نہین ہو سکتی ہے کیونکہ محل حوادث حادث ہی اس صورت مین سوائے اسکے اور کچھ نہین ہو سکتا ہی
کہ یہ قول کلام نفسی سے ہو۔ اشاعرہ کلام نفسی کے قائل ہین کن کلام نفسی ہو سکتا ہی اسکا ثمرہ تعلق ہے
اور یہی تعلق خلق کا مخلوق کے ساتھ مخلوق کو بلا جعل مرکب کے جعل بسیط سے حیز عدم سے حیز وجود مین
لاتا ہی الحاصل کلام نفسی اگر لفظ کن ہو تو ہو سکتا ہے اور مجرد تعلق امر تکوینی ہے بلا سبق مادہ کے
شئے کو مخلوق کرتا ہے اس سے استدلال سبق مادہ پر عربی کی ناواقفیت سے ہے اسواسطے کہ عربی مین کان
صرف ناقصہ نہین ہوتا ہے جو دو چیزون کے ہونے کو چاہے بلکہ کان تامہ بمعنی خلق کے ہے جسکے معنی پیدا
کرنے کے ہین اسمین دو مفعول کی حاجت نہین ہے اگر ارباب کشف و تصوف کا مذہب لیا جاوے تو
اور بھی واضح ہوتا ہے کہ کان تامہ ہے اور مخاطب مرتبہ تشبیہ ہے اسی کا ظہور وجود عالم ہے اسکا مخفی
ہونا عدم عالم ہے اسی کی تعبیر طور عقول متوسطہ سے ذہن کلی کے نقطے سے ہوتی ہے جسکو حکماء یورپ
بھی تسلیم کرتے ہین۔

یہی مرتبہ قضاء و قدر کا ہے اسیوجہ سے ارشاد فرماتا ہے اِذَا قَضٰٓی اَمۡرًا جب تخلیق کا تصفیہ کر لیتا
ہے تو پھر کوئی امر منتظر باقی نہین رہتا سوائے اسکے کہ اُس سے کہا جاوے اور وہ امر ہو جاوے۔

یہان شبہہ ہوتا ہے کہ اللہ جلشانہ نے عالم کو چھ دن مین پیدا کیا تو اسکی کیا صورت ہی یہ آیت
مقتضی ہے کہ فوراً کتم عدم سے حیز وجود مین شئے آجاوے اسکا جواب یہ ہی کہ اول تو یوم کے معنی مطلق زمانہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

اور جن لوگون کو علم نہین ہے وہ کہتے ہین کاش کیون نہین خدا ہمسے کلام کرتا ہے یا ہمکو کوئی آیت ونشانی نہین دیتا ہے

قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ

ایسی ہی جو لوگ انسے پہلے تھے کہتے تھے انھین کی سی بات انکے قلوب یکسان ہین

بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

ہمنے بیان کردیا اپنی آیات کو اس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۴۶۔ کے ہین اور وہ زمانہ بھی حرکت فلک افلاک یا گردش ارض نہین ہے بلکہ محض تقدیر و اندازہ ہے اسکا اثر حوادث یومیہ پر پڑتا ہے اور بتدریج وہ حوادث زمانہ مین پائی جاتی ہین ظاہر ہے کہ ان حوادث مین تعلق بھی حادث ہے حادث یومی مین آج تعلق ہوا کل گذری ہوئی مین خوشی پیدا ہوئی۔ اس سے کل تعلق ہوا تھا اور آئندہ جب پیدا ہوگی تو تعلق ہوگا۔

فَيَكُوْنُ۔ فا تو یہان تعقیب کی ہے تراخی کی نہین ہے جو امر کن اور فعل یکون کے درمیان مین مدت کی ضرورت ہو ثم ہوتا تو البتہ تراخی و تاخیر کے معنی محتمل ہوتے یہ فا تعقیب سے بھی زیادہ احتمال تعلیل کا رکھتی ہے اور ظاہر ہے علت تامہ سے معلول منفک نہین ہوتا ہے علت و معلول کے درمیان مین تاخیر زمانی ناممکن ہے ہان تقدم و تاخر ذاتی ضروری ہے مگر اس سے مہلت ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ مہلت وہان منفی ہے لہذا یہ شبہہ کہ فا رفیکون کے دلالت کرتی ہے کہ کن کے بعد تھوڑی مدت صرف ہو دفع ہوگیا اسواسطے کہ فا اس صورت مین نفی مہلت و مدت پر دلالت کرتی ہے واللہ اعلم۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ سے مراد یہود کو لیتے ہین اسواسطے کہ گو یہ علم کتاب رکھتے تھے مگر جب انھون نے اسکے مطابق عمل نہ کیا تو وہ اور جاہل برابر ہوگئے اپر لا یعلمون کہنا صحیح ہوگیا۔ مجاہد کہتے ہین کہ مراد انسے نصاریٰ ہین قتادہ کہتے ہین کہ مراد اس سے مشرکین عرب ہین۔

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ۔ کیون نہ ہمسے خدا نے خود کلام کیا اور نہ کہدیا کہ تم اسکے رسول ہو۔

اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ۔ یا ہم کو خود آیت نہ دی گئی جو نشانی ہوتی رسول کے صدق کی جس سے ہم تصدیق کرتے۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ایسے ہی قول ان لوگون کا تھا کہ جو انسے قبل ہوے خواہ مراد انھین کے اسلاف ہین۔ یا دیگر امم حضرت ابراہیم وحضرت نوح کی امت کہ دل ان سب کے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ
ہمنے تم کو بھیجا حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور نسے اصحاب جحیم کے

عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ
بارہ مین سوال نہ ہوگا -

بقیہ صفحہ ۲۴۷ - شقاوت مین یکسان ہین - اس آیت مین قباحت اس قول کی بیان نہین کیگئی اسواسطے کہانکی کم ظرفی اُن کو محسوس نہین ہوسکتی تھی اُسکو سمجھ نہین سکتے تھے کہ وہ اللہ کے کلام کرنے کے قابل نہین نبی بننے کے سزاوار نہین کتاب اور آیات اُنپر اتارے نہین جاسکتے ہین - اسواسطے اس امر پر اکتفا کیگئی کہ وجہ ارسال رسول آگے بیان کی گئی -

مراد حق سے یا صدق ہے کیونکہ صدق معنے مین حق کے قرآن مین وارد ہوا ہے یا مراد اس سے اسلام اور اسکے شرایع ہین یا مراد یہ ہی کہ ہمنے تمھارے رسالت حق کے عبث اور بیکار نہین کی ہے بلکہ اسکا مفاد یہ ہے کہ خوشخبری دیجئے طاعت کرنے والون کو جنت کی اور ڈرائیے نافرمانون کو دوزخ سے لا تسئل کو بعض نے نفی کا صیغہ پڑھا ہے مراد اُس سے یہی ہے کہ آپ کو رسالت عطا کی گئی آپ نے تبلیغ فرمادی - بشارت اور خوف سب دلا دیا اب آپ کے ذمہ کوئی امر نہین رہا بعض نے اسکو بطور نہی کے پڑھا ہے اسکی دو تاویلین ہین - ایک یہ ہے کہ اصحاب جحیم کے اعمال اسقدر عجیب وغریب ہین کہ انکی حالت سے آپ سوال مت کیجئے یا یہ کہ جن کے اصحاب جحیم ہونے کی خبر دیدی گئی ہے - اور جو قطعی جہنمی ہین اُنکے لئے آپ کوئی سوال نہ کیجئے دعا نہ فرمائیے - حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ آنحضرت نے اپنی والدین کے متعلق کہا کہ کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ میری مان باپ کیسے تھے - تو اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ انکے احوال کو مت دریافت کیجئے -

یہان مراد ابوطالب ہون تو یہ روایت ممکن ہے کہ قابل تسلیم ہو حالانکہ آنحضرت کو انکے احوال کی بھی خبر دیدی گئی تھی جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ حضور نے انکے عذاب کی حالت ذکر کی اور اگر مراد اس سے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ ہین تو ظاہر ہی کہ یہ دونون اصحاب جحیم سے نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے صلحاء سے تھے اور ابن عباس کی تفسیر سے انکا نہی ہونا ثابت ہوتا ہی - ممکن ہی کہ یہ ممانعت ابتداء اسلام مین ہو تاکہ دیگر اہل اسلام اپنے والدین کے حالات کا تفحص کرین جب اسلام کو تقویت ہوگئی تو آنحضرت کو آپ کے والدین کی حالت بتا دی گئی ہو واللہ اعلم -

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ

اور ہرگز خوش نہونگے تمسے یہود نہ نصاریٰ جب تک کہ تم انکا دین نہ اختیار کرلو فرما دیجئے اے محمد

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ

اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہی اور اگر تم پیروی کروگے اُنکی خواہشات کی بعد اسکے

الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کہ تمھارے پاس علم آگیا ہے تو پھر اللہ سے بچانے والا نہ تو کوئی دوست ہوگا نہ مددگار رہوگا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

جن لوگون کو ہمنے کتاب دای ہے اور اُسکو وہ اچھی طرح پڑھتے ہین جیسا پڑھنے کا حق ہو تو وہی اسپر ایمان رکھتے ہین

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

جواس کتاب کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ کفر کرنیوالے نقصان مین پڑنیوالے ہین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ یہ آیت قبلہ کی تحویل کیوقت نازل ہوئی یہود و نصاریٰ نے جب دیکھا کہ آنحضرت مدینہ طیبہ مین بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہین توانکو خیال ہوا کہ شاید یہ انکے دین کیطرف مائل ہوجاوین آنحضرت کو ہدایت کردی گئی کہ وہ صرف تحویل قبلہ پر اکتفا نکرینگے وہ تو اسی وقت راضی ہونگے جب بالکل تمکو تمھارے دین سے پھیرلین اور یہ ہونہین سکتا ہے تمکو اللہ نے ہدایت کی ہے وہ ہدایت فنا نہین ہوسکتی ہے ایسی صورت مین وہ راضی نہین ہوسکتے۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ آیت اسوقت اُتری جب آپنے کفار قریش سے صلح کی یا یہود سے صلح کی اس امید پر کہ شاید یہ لوگ صلح کے باعث دین اسلام کی طرف مائل ہون اسواسطے کہدیا گیا کہ یہ صلح کیجئے یا جنگ کیجئے اسلام نہین لائین گے بلکہ یہ تو آپکو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ اگر تم انکی خواہش کی پیروی کروگے خطاب آنحضرت سے ہی مراد اُمت ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ۔ ابن عباس کہتے ہین کہ مراد اس جگہ الذین آتینہم الکتاب سے وہ لوگ ہین جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ کشتی پر آئے تھے کل چالیس آدمی تھے بتیس حبش مرد تھے اور آٹھ رہبان تھے شام کے رہنے والے تھے بحیرا راہب بھی انمین تھا ضحاک کہتے ہین کہ مراد اسے وہ یہود ہین جو ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ عکرمہ کہتے ہین کہ مراد اس سے کل صحابہ ہین بعض کہتے ہین کہ جمیع امت ہو۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو وہ نعمت جسکو مین نے تمپر انعام کیا اور تقیناً مین نے تم کو

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا

فضیلت دی تمام عالمون پر اور ڈرو تم اسدن سے کہ جسمین کوئی شخص کسی شخص کے کام نہین آسکتا

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ کسی شخص سے عوض قبول کیا جاویگا نہ کسی شخص کو شفاعت نفع دیگی اور نہ وہ مدد دئیے جاوینگے۔

بقیہ صفحہ ۲۴۹ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ تلاوت کے معنی وصف کرنیکے بھی ہین اور پڑھنے کے بھی ہین اور ضمیر آنحضرت کیطرف بھی پھر سکتی ہی اور کتاب کی طرف بھی۔ کلبی کہتے ہین کہ آنحضرت کی توصیف کرتے ہین جیسا توصیف کرنیکا حق ہی اور کوئی وصف پوشیدہ نہین کرتے اور بعض نے کتاب کیطرف ضمیر راجع کی ہی ابن مسعود کہتے ہین یتلونہ حق تلاوتہ جیسا کہ نازل ہوا ویسا پڑھتے ہین تحریف نہین کرتے جو قرآن مین حلال ہی اسکو حلال اعتقاد کرتے ہین جو حرام ہوا ہی اسکو حرام سمجھتے ہین۔ امام حسن بصری کہتے ہین محکمات پر عمل کرتے ہین متشابہات پر ایمان لاتے ہین اور وہ اسکا علم اسکے عالم کے تفویض کرتے ہین مجاہد کہتے ہین اتباع کرتے ہین پوری اتباع جو حق ہے اتباع کرنیکا وہ بجالاتے ہین واللہ اعلم۔

بنی اسرائیل کو پہلے انکے انعامات کا ذکر کرکے ترغیب دیگئی کہ ایمان لاؤ پھر ان کو خوف دلایا گیا اور ان کی تمام امیدین منقطع کردی گئین صاف کہدیا گیا کہ نہ تو کسی سے کسیکو از خود نفع پہونچسکتا ہی بلکہ ہر شخص اپنے کئے کا گرفتار ہے نہ سفارش قبول ہوتی ہی نہ عوض لیا جاسکتا ہی نہ کسی دوسری طرح مدد پہونچائی جاسکتی ہی اسکے بعد حضرت موسیٰ کے قصص مذکور ہوے اور انمین نعمتون کا ذکر اور بنی اسرائیل کی ناشکر گزاری کا ذکر انکی خطائین اسپر سزائین ذکر کی گئین اور ضمن مین اسکے ہر طریقہ پر نصیحت کیگئی اگلون کے قصون سے نصیحت کیگئی پھر انکے خود احوال مذکور ہوے انکی گستاخیان اعتراضات ذکر ہوے رسالت کے مراتب و منازل کی خواہش اور اسکی استدعا بلکہ تمردانہ لہجہ مین اسکی تحقیر کرنے پر ارسال رسول کی ضرورت اور انکے استعداد سے بالاتر ہونیکو ظاہر کرکے پھر ان کو ترغیب و ترہیب بعنوان بالا کی گئی۔

اول مرتبہ اسی مضمون کی جو آیت ذکر ہوئی ہے اسکے بعد متبر حکایات قدماء بنی اسرائیل کے ہین۔ اب پھر اسکے ہم معنے آیت کا نازل ہونا محض انکے خود حالات کیطرف متوجہ کرنیکی غرض سے بھی اسواسطے کہ اس آیت کے بعد پھر جو ارشاد کیا جاویگا وہ بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل کو دونون کیلئے ہوگا اور حضرت

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

اور یاد کرو اسوقت کو کہ جب جانچا ابراہیم نے اپنے رب کو ابراہیم کو اسکے رب نے تو اُسنے ان کلمات کو پورا کیا کہا اے پروردگار کہ

اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

مین تمکو لوگون کیلئے امام بنانا چاہتا ہون کہا ابراہیم نے اور میری ذریت کو امام بنائیگا کہا رب نے میرا یہ عہد ظلم کرنیوالون کو نہ ملیگا۔

بقیہ صفحہ ۲۵۰۔ ابراہیم کے واقعات کے ضمن مین ذکیر ہوگی۔ گویا انکے خاص واقعات کی ابتدا و انتہا مین انکے اوپر جو کچھ کیا گیا ہی بالاجمال ان کو یاد دلایا گیا ہی اور جو کچھ اُن کو پیش آنیوالا ہے وہ ظاہر کر دیا گیا ہی مگر باوجود تکرار کے ایک لطف خیز تفنن عبارت مین کیا گیا ہی تاکہ بے اعتنائی سے نہ سنین اور تکرار سے بیزار نہون پہلے کہا گیا تھا لَا تَنْفَعُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اِس جگہ لا یوخذ منہا عدل ولا تنفعہا شفاعۃ ذکر کیا گیا ہی ظاہر ہے کہ اصل نجات اسی صورت مین ہے کہ بلا معاوضہ کے رہائی ہوجاوے اور بالمعاوضہ رہائی اصل نہین ہی اصل مقدم ہی فرع پر اسواسطے طریقہ ادا مین بھی مقدم ہوے لیکن اس نسق کو اختیار کر کے ہمین اس جانب اشارہ ہی کہ بعض لوگون کو محبت مال کی ہی تو وہ مقدم کرتے ہین اسے کہ وہ کسی دوسرے شفیع کا احسان اُٹھائین ان دونون مزاجون کی حالت کیجانب اشارہ کرنیکی غرض سے دو اسلوب بیان اختیار کیے گئے۔ ممکن ہی کہ اس جانب بھی اشارہ ہو کہ اسلاف بنی اسرائیل مین محبت مال کی زائد تھی اسواسطے انکے ذکر کرتے وقت سفارش مقدم کی گئی جو انکے مقتضی حال کے مناسب تھی اور آنحضرت کے زمانہ کے بنی اسرائیل مین بوجہ صحبت اہل عرب کے مال کی محبت سے زائد انکو عبرت اور احسانمندی کو بار سمجھنے کی استعداد ہوگئی تھی اسواسطے انکے مناسب حال یہی اسلوب تھا فضیلت انکی ظاہر ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت مین موجود تھے اور حضور کی شرف صحبت سے فائز ہوے اس سے زیادہ فضیلت کیا ہوگی خیر القرون مین تھے لیکن اصل ثمرہ فضیلت کا اُنھون نے پایا جنھون نے نعمت مہداۃ کو قبول کیا ورنہ فضیلت دینی مین شک نہین چاہیے ظرف کی عدم صلاحیت کے باعث وہ نعمت نقمت ہوجائے۔

پھر اللہ جلشانہ اپنے بندون کو عموماً اور بنی اسرائیل کو خصوصاً حضرت ابراہیم ؑ کے اقوال ذکر کرکے تحریص کرتا ہی کہ اتباع ایسے رسول کی لازم ہی جو دعوت ابراہیم ہی اور قدم بقدم حضرت ابراہیم کے ہی اور شریعت ابراہیمی لایا ہی اسی اسلام کی دعوت کرتا ہی۔ جس اسلام کی دعوت ابراہیم علیہ السلام نے کی ہی اسکے قبول کرنےمین پیش قدمی کرو حب ریاست مانع نہو اسواسطے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اسکے نزدیک بزرگ تر وہی ہی جو پرہیزگار اور اللہ سے ڈرنیوالا ہبت ہی ریاست و امامت کا اللہ نے ابراہیم

وعدہ کیا ہی۔ مگر اسمین ایک شرط ہی وہ یہ کہ حدود سے تجاوز نہ کرو تعصب چھوڑ دو جو خدا کا بھیجا ہوا ہے اسکو مانو بالخصوص ایسی صورت مین کہ وہ احکام ابراہیمی ہوںچاتا ہی اور تم ابراہیم علیہ السلام پر فخر کرتے ہو ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے طواف کا حکم دیا اسکے طاہر رکھنے کیلئے ارشاد فرمایا اسکے مناسک بتائے وہی سب آنحضرت بھی تعلیم فرماتے ہین جب وہی ملت ابراہیمی ہے تو پھر تمکو قبول کرنے مین کیا باک ہی عطف اس جگہ قصہ کا قصہ پر ہے اوپر کے قصص کا جو مقصود ہے وہی اس قصہ کا ہے وہی تحریض اسلام قبول کرنے پر ہے۔

آذ اس جگہ یا تو قال جو آگے ہی اسکے متعلق ہے یا فعل مضمر موخر ہے یا فعل مضمر مقدم ہے اوراذ کر یا اذکروا ہے یا ذکروا سوقت کو جب مبتلا کیا ابتلار کے معنے جانچنے کے ہین کسی کے حال کو دریافت کرنے کے ہین ابراہیم لفظ عجمی ہے اسکو بعض ابراہام بھی کہتے ہین بعض ابراہیم پڑھتے ہین قبل اسکے کہ یہ لفظ نام رکھا جاوے رب رحیم کے معنون مین مستعمل تھا۔ سب سے پہلے تارخ کے فرزند کا نام رکھا گیا۔ تارخ حضرت نوح کی اولاد مین ہین اسطرح کہ تارخ بن ناحور بن ارغو بن اشروع بن شالخ بن فالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح یہ نمرود بن کنعان بن کراش بن سام بن نوح کے زمانہ حکومت مین پیدا ہوے شب جمعہ عاشورا تھی نمرود ضحاک کی طرف سے سواد عراق کا حاکم تھا اور بڑا متکبر اور خود بین تھا سب سے پہلے تاج اسی نے سر پر رکھا ہے طوفان نوح سے ولادت ابراہیم علیہ السلام مین بارہ سو بیالیس برس کا زمانہ گذرا اور حضرت آدم کے وقت سے تین ہزار آٹھ سو سینتالیس سال گذرے اور زمانہ ہجرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ولادت حضرت ابراہیم دو ہزار آٹھ سو ترانوے سال بعد ہے اس حساب سے حضرت ابراہیم کی ولادت کو تقریبًا چار ہزار دو سو چونتیس سال گذرے ہین۔

حضرت جب پیدا ہونے والے تھے پہلے سے نمرود کو اسکے زمانہ کے کاہنوں نے خبر دی تھی کہ تھاری اس شہر مین ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے تمھاری ہلاکت ہونیوالی ہے وہ شہر یا تو بابل عراق کا تھا یا کوثی ایک مقام سواد کوفہ مین ہی وہ تھا یا کسکر تھا اور بعض حرّان کہتے ہین اور کہ یہ مقام مملکت سے نمرود کے باہر تھا مگر ابراہیم کے چچا آزر نے انکو لیکے ملک نمرود مین سکونت اختیار کی تھی کاہنوں سے یہ سن کے نمرود کو بڑی وحشت ہوئی کہ وہ لڑکا میرے شہر مین پیدا ہوگا اور مجھے ہلاک کریگا حکم دیدیا کہ کوئی شخص اپنی عورت سے مجامعت نہ کرے بلکہ ساتھ بھی نہ رہے بجز اس زمانہ کے کہ عورت غیر طاہرہ ہو کیونکہ وہ ایسی حالت مین مجامعت سے پرہیز کرتے تھے جب اسکی وحشت بڑھی تو اُسنے حکم دیا کہ سب لوگ باہر شہر کے چلے جاوین خصوصًا اس شب کو جبکہ کاہنوں نے اسکو خبر دی کہ وضع حمل اس شب کو ہو گا وہ سب مردون کو لیکے نکل گیا اسکو تارخ پر بڑا اعتماد تھا

اتفاق سے اسکو شہر مین کسی ضرورت سے کسی شخص کو بھیجنا پڑا سب سے زیادہ معتمد تارخ تھے اُن کو بھیجا اور کہا کہ تم کسی طرح اپنے گھر نہ جانا یہ بھی اسکو معلوم تھا کہ انکے زوجہ غیر طاہرہ ہی اعتماد کے ساتھ اطمینان بھی تھا اتفاق سے ضرورت جلد پوری ہو گئی وقت تھا تارخ اپنے گھر مین گئے دیکھا عورت طاہر ہو چکی ہی مجامعت کی نطفہ رہگیا بڑی کوشش نمرود نے کی مگر قضائے الٰہی سے مجبوری تھی جب سب ایام آئے تمام عورتون کو اچھی طرح جانچا گیا کوئی حمل نہین معلوم ہوا اور برابر ماہ باہ جانچ ہوتی تھی لیکن ام ابراہیم صغیر السن تھین اور حمل بھی کچھ اسطرح کا تھا کہ محسوس نہ ہو سکا جب حمل پورا ہو گیا حضرت ابراہیم تولد ہوئے تو اسوقت حضرت جبرئیل نے آکے تمام مراسم ولادت ادا کئے آپ کی والدہ نے ایک تہ زمین حصہ مین آپ کو جنا جب آپ زمین پر تشریف لائے تو اسدن آزر آپکے چچا نمرود کے پاس بیٹھے تھے نمرود کے تخت کے چرچرانیکی آواز آئی اور نمرود نے سُنا کہ کوئی ہاتف کہتا ہی تعس من کفر باللہ ابراھیم برباد ہو گیا وہ جس نے خدا کے ابراہیم کا انکار کیا نمرود نے خواب مین اُسی شب کو دیکھا کہ والد ابراہیم کے رانون کے درمیان سے ایک نور خارج ہوا ہے جسنے اطراف واکناف کو روشن کر دیا ہے زمین وآسمان پر اسکی روشنی ہے اور کوئی شخص کہنے والا کہتا ہے جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زھوقا لوگون نے دیکھا کہ بُت اوندھے مُنہ گر پڑے یہ سب واقعات نمرود کو متعجب کرنے کیلئے کافی تھے چنانچہ اُسنے آزر سے دریافت کیا کہ ابراہیم کون ہے انھون نے لاعلمی ظاہر کی اور واقعی اسکو علم بھی نہین تھا انکی بیوی نے بالکل پوشیدہ کر دیا تھا نمرود نے آزر سے خواب اپنا بیان کیا انھون نے جواب دیا کہ مین چونکہ بتون کی عبادت بہت کرتا ہون اور وہ مقبول ہو گئی ہے اسواسطے یہ خواب آپنے دیکھا ہے نمرود بیوقوف بہت زائد تھا اسنے یہ تعبیر قبول کر لی۔ الحاصل خدا نے اُس ظالم سے حضرت ابراہیم کو پوشیدہ رکھا بعض کہتے ہین کہ جب ابراہیم کے والد کو خبر ہوئی تو حاملہ کو ایک مقام برس ہے کوفہ کی سرزمین مین وہان بھیجدیا۔

یہان اس امر کو ذکر کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہی کہ تارخ واآزر ایک شخص ہین یا دو اور والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون ہین قرآن شریف مین آزر نام ابراہیم کے والد کا کہا گیا ہی اور مفسرین اور مورخین تارخ نام بتاتے ہین بعض تو کہتے ہین کہ ایک ہی شخص ہے اور بعض کہتے ہین دو شخص ہین انمین سے تارخ والد ابراہیم ہین اور یہ وفات کر گئے اسکے بعد ابراہیم تولد ہوے اور اُن کو آزر نے پرورش کیا اور آزر ہی نمرود کے رشتہ دار اور خواص احباب سے تھے اور بُت پرست تھے مگر حضرت ابراہیم انکو باپ کہتے تھے موافق محاورہ کے اور لوگ بھی انھین کو باپ سمجھتے تھے آزر نے اُنکو اپنے فرزند کے طور پر رکھا تھا۔ اسی رشتہ سے سارہ بنت کنعان بن آزر کیساتھ حضرت ابراہیم کا نکاح ہوا ہی بہر حال ہم آزر کو جو بُت پرست تھے

حضرت ابراہیم کا محاورہ کے لحاظ سے اب سمجھتے ہین حقیقتہً باپ حضرت ابراہیم کے مشرک نہ تھے جیسا کہ علماء متبحرین نے اسکی تحقیق کی ہے۔

حضرت ابراہیم کی والدہ نے حضرت کو زمین کے غار مین پوشیدہ کردیا تھا مگر بار بار آتی جاتی تھین بیان کرتی ہین کہ حضرت ابراہیم کی انگلیون سے انکے مناسب غذا نکلتی تھی اسی سے وہ پرورش پاتے تھے اس مدت مین بہت اختلاف ہو کہ جس مدت غار مین رہے بعض کہتے ہین صرف دس ماہ رہے اور نشو ونما انکا دس برس کے ایسے لڑکے کا ہوگیا بعض کہتے ہین کہ سات برس رہے بعض کہتے ہین کہ تیرہ برس رہے بعض کہتے ہین کہ سترہ برس رہے پھر باہر نکلے دیکھا اُنھون نے بکریون کو اونٹ کو گھوڑون کو دریافت کیا کہ یہ کیا ہین سب کو مان نے بتایا اسکے بعد اُنھون نے کہا کہ اِنکا رب کون ہو مان نے اسکے مالک کو بتایا پوچھا کہ میرا رب کون ہو اُسنے کہا کہ مین ہون اُنھون نے دریافت کیا کہ تمھارا رب کون ہو اُسنے جواب دیا کہ آزر ہو اُنھون نے فرمایا کہ آزر کا رب کون ہو اُسنے جواب دیا کہ نمرود ہو۔ اُنھون نے فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہو تو مان نے ڈانٹا کہ اسکا رب کون ہوگا مگر ابراہیم علیہ السلام کو اس جواب سے اطمینان نہین ہوا۔ آزر سے مان نے ابراہیم کے سوالات کہے آزر نے بھی آخر مین سمجھایا اور ڈانٹا مگر حضرت ابراہیم کو تشفی نہین ہوئی شب کیوقت نکالے گئے تھے اور مان باپ کو کواکب کی تعظیم کرتے دیکھا تھا یا دن گذر کے شب کو آئے تھے کہ مشتری کو دیکھا یا زہرہ کو دیکھا اسوقت چاند طلوع نہین ہوا تھا اُنھون نے تارہ کو روشن دیکھ کے کہا کہ یہ رب ہے پھر جب غروب ہوا چاند نکلا تو کہنے لگے کہ یہ رب ہو جب وہ بھی ڈوب گیا اور سورج نکلا تو کہا یہ بڑا ہو یہ رب ہے مگر خدا نے ان کو عقل سلیم اور ملکہ نبوت عطا فرمایا تھا ان تعینات مین گرفتار نہین ہوے۔ متلاشی رب الارباب کے تھے آخر بالقاء الٰہی فرمایا اِنی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض اور مان باپ سے کہا کہ مین خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرونگا وہی ایک رب ہے۔ اس جگہ ایک شبہہ ہوتا ہو کہ حضرت ابراہیم نے قبل بعثت کے شرک کیا اسکا جواب یہ دیا جاتا ہو کہ شرک نہین کیا بلکہ یہ استفہام ہے اور بصورت یہ انکار ہے کیونکہ تمام قوم نمرود اور آزر کواکب اور قمر و شمس کی پرستش کرتے تھے انکے شبہہ کے رد کرنے کی غرض سے یہ صورت اختیار کی مگر حضرات اہل تحقیق فرماتے ہین کہ ظہور حضرت حق ابراہیم کے پیش نظر تھا اور اس ظہور کے باعث اپنی دید و قرب کے اعتبار سے مراتب کی ترقی کرتے گئے اور ہوتے ہوتے تعین سے لاتعین تک پہونچ گئے کوکب و قمر و شمس کو رب نہین کہا تھا باوجود اسکے یہ قول انکا ابتداء مراتب کے لحاظ سے تھا اللہ نے خود ہدایت فرمادی ووجدک ضالا فھدیٰ اللہ نے راہ راست پر لگا دیا یہی فطرت سلیمہ کا مقتضی ہو

آزر نے حضرت ابراہیم کو اپنے طریقہ کی تعلیم دینا چاہی مگر کچھ اثر نہ ہوا آزر بت بناتا تھا اسکی تجارت کرتا تھا
حضرت ابراہیم جب جوان ہوگئے تو ان کو بت بنا کے دیتا کہ فروخت کر لاؤ وہ لیجاتے اور پکار کے کہتے کہ
کون ایسی چیز کو لیگا کہ جو نفع مند نہین ہو ضرر رسان ہو کوئی نہ خریدتا جب واپس ہوتے تو بتون کو پانی مین
جھکاتے اور اُنسے مخاطب ہو کے کہتے کہ اب پانی پیو یہ کہنا محض لوگون کو اُن کی عقل کے خلاف حرکات
کرنے پر تنبیہ کرنے کا تھا۔ جب یہ حالت لوگون نے دیکھی تو اُن کو ڈرایا کہ اگر اس قسم کی گستاخی بتون کے
ساتھ کروگے تو تمکو سخت نقصان پہونچیگا تم جنون مین مبتلا ہو جاؤگے اور سخت سے سخت بیماری لاحق
ہوگی مگر حضرت ابراہیم جواب دیتے لا اخاف ما تشرکون بہ مین اُنسے نہ ڈرونگا جن کی وجہ سے
تم لوگ شرک کرتے ہو آخر حضرت ابراہیم نے تبلیغ شروع کردی آزر سے اور اپنی قوم سے کہا ما ھٰذہ
التماثیل التی انتم لہا عاکفون۔ کیا ہین یہ تماثیل جن کے لئے تم عکاف کئے ہو انھون نے کوئی جواب
نہین دیا مگر کہنے لگے کہ ہمنے اپنے اگلون کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ یہ لوگ ہر سال ایک میلہ کرتے
تھے سب باہر چلے جاتے تھے بتون کیلئے کھانا رکھ جاتے تھے جب واپس آتے تھے تو اسی کھانے کو
تبرک کرکے کھاتے تھے حضرت ابراہیم کو بھی لیجانا چاہا مگر آپنے عذر کیا یا راستہ سے واپس آگئے کہ سقیم
ہین سقم کیا تھا پاؤن مین کچھ ضرب آگئی تھی یا طاعون کا اندیشہ بتایا۔ طاعون سے وہ بہت ڈرتے تھے
اُن کو چھوڑ دیا مگر لوٹتے لوٹتے ایسے الفاظ کہے کہ جو ایک شخص نے سنے اور سب سے کہدیا بتون کی بُرائی
تھی یہ پہلے بت خانہ مین پہونچے سات بت تھے ایک بت دوسرے سے بڑا تھا اور مختلف دہات کا تھا
سب سے بڑا جو بت تھا وہ سونیکا تھا سب کے پاس گئے اور کہا کہ کھانا کھاؤ وہ کیسے کھاتا تبر سے توڑتے
گئے یہانتک کہ تبر کو بڑے بُت کے ہاتھ مین لگا دیا اور چلے آئے جب لوگ واپس آئے اور اُنھون نے
دیکھا کہ بُت ٹوٹے پڑے ہین تو اسوقت اس شخص نے جسنے حضرت ابراہیم سے بتون کے متعلق سُنا تھا
کہا کہ ابراہیم نامی نے اسکو توڑا ہے آپ بلائے گئے آپنے فرمایا کہ بڑے گرنے انمین سے یہ حرکت کی
ہے اسکو غصہ آیا کہ میری موجودگی مین لوگ چھوٹے چھوٹے بت پوجتے ہین اُنھون نے کہا کہ بھلا وہ کیا توڑتا
اسکو کیسے قدرت ہوئی آپنے فرمایا کہ جو اپنا نفع نقصان نہین کرسکتا ہے وہ تمکو کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے باہم
غور کرکے خود بھی اپنے فعل کو فضول سمجھنے لگے اور ابراہیم علیہ السلام کی اس تنبیہہ کا یہ اثر ہوا بجائے اسکے
کہ ان کو مانتے ان کو جلانے کی فکر کی لکڑیان جمع کی گئین ہر شخص بقدر وسعت جمع کرتا تھا بلکہ اس عرصہ
مین جو مراد ہوتی اور اسکی منت مانی جاتی تو یہی کہ اگر یہ کام ہوگیا تو اتنی لکڑی جمع کی جاویگی ایک ماہ یا
چالیس دن برابر لکڑی ڈھوئی گئی اور اُسکے گرد ایک دیوار بنائی گئی جس کا طول ساٹھ گز کا تھا کم سے کم

تیس گز کا تھا پھر اسمین آگ دہکائی مروی ہی کہ پرند آگ پر سے گذر نہین سکتا تھا جو گذرتا جل جاتا یہانتک کہ پوری لپک سے اسکے سب تنگ آگئے حضرت ابراہیم کو قید کر دیا تھا قید سے لائے گئے اسوقت حضرت ابراہیم کی عمر صرف سولہ برس کی تھی بعض کا خیال ہی کہ آگ کا واقعہ تیس برس کے سن مین ہوا مگر یہ روایت کرتے ہین کہ تیرہ برس قید رہے اسکے بعد آگ مین جلائے جانے لگے۔

حضرت ابراہیم کو منجنیق مین بٹھا کے اس دیوار پر سے آگ مین ڈالا اسوقت ملاء اعلی مین سخت اضطراب تھا ہوا کے موکل فرشتہ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اگر فرمائیے تو آپ کی مدد کرون آپنے کہا کہ حسبی اللہ ونعم الوکیل اسکے بعد حضرت جبرئیل مع فرشتون کے آئے اور اُنھون نے عرض کی الک حاجۃ کیا آپ کو کوئی ضرورت ہی آپ نے فرمایا کہ اما الیک فلا لیکن تمھاری ضرورت تو مجھے نہین ہے اسوقت حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ سل ربک اپنے پروردگار سے عرض کیجئے فرمایا علمہ بحالی حسبی عن سوالی۔ اُسکا علم میرے حال کو کفایت کرتا ہی میرے سوال سے جب ہوا مین آئے تھے اُسوقت یہ گفتگو حضرت جبرئیل سے ہوئی لیکن جب باندھے جانے لگے تو فرمایا لا الہ الا انت سبحانک لک الحمد لک الملک لا شریک لک جب یہ استقامت ظاہر ہوئی رحمت حق جوش مین آئی حضرت جبرئیل کے ذریعے سے ارشاد ہوا آگ کو کونی بردا وسلاما علی ابراھیم اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر پھر وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی بلکہ مشہور ہے کہ تھوڑی مدت تمام آگ دنیا کی سرد ہوگئی ایک دن رات کسی نے کچھ پکایا نہین نہ آگ سے کوئی کام لیا جا سکا۔

حضرت ابراہیم جسوقت زمین پر آئے تو وہان بجائے آگ کے ایک ٹھنڈا چشمہ پانی کا جاری ہوگیا گلاب ونرگس کے پھول نکل آئے سات دن تک حضرت ابراہیم اسمین رہے۔ مشہور ہے کہ رغضہ نامی نمرود کی لڑکی نے حضرت ابراہیم کا حال اوپر سے دیکھا وہ اُتری حضرت ابراہیم سے کہا کہ مین آپکے پاس آنا چاہتی ہون آپنے فرمایا لا الہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ کہہ تو تجھکو یہ آگ گزند نہ پہونچائیگی۔ اسنے کہا اور حضرت ابراہیم کے پاس پہونچگئی اس واقعہ سے قوم پر اور نمرود پر سخت اثر ہوا ناچار ہوکے کہنے لگے حضرت ابراہیم سے کہ اگر تمکو آگ نہین اثر کرتی ہے تو باہر چلے آؤ حضرت ابراہیم اس آگ کے درمیان سے باہر نکل آئے نمرود کو تعجب ہوا اور شرمندگی بھی ہوئی اسنے حضرت ابراہیم سے کہا کہ تمھارے رب کی یہ قدرت دیکھ کے ہمکو اسکا اعتراف ہوا ہم چاہتے ہین کہ قربانی پیش کرین حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ بلا ایمان کی قربانی قبول نہ ہوگی اسنے ایمان قبول کرنے سے انکار کیا باوجود اسکے کہ وہ گائے کی پرستش کرتا تھا چار ہزار گائین اُسنے قربان کین۔

پھر حضرت ابراہیم کو چین سے رہنے نہین دیا اور طرح طرح کے مزخرفات کرتا تھا باوجود اسکے ایک خلقت نے ایمان قبول کیا اور سب سے پہلے حضرت لوط بن ہاران نے اور سارہ بنت ہاران نے ایمان قبول کیا حضرت سارہ کے ساتھ آپ کا عقد ہوگیا بعض کہتے ہین کہ ہاران بن آزر آپ کے حقیقی بھائی تھے اسوقت تک بھتیجی کے ساتھ عقد درست تھا مگر یہ صحیح نہین معلوم ہوتا ہے بلکہ آزر چچا حضرت ابراہیم کے تھے اور یہ چچازاد بھائی کی لڑکی تھین ناچار ان سب کو لیکے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی اسوقت عمر حضرت ابراہیم ع کی پچھتر برس کی تھی حران مین آکے آزر مرگیا پھر حضرت بعلبک مین آئے کچھ دن کیلئے مصر مین بھی گئے اور رہے وہان اسوقت فرعون سنان بن علوان تھا سام بن نوح کی اولاد سے وہان سے پھر شام واپس آئے مقام سبع مین ارض فلسطین کے قیام کیا حضرت لوط نے سدوم مین قیام کیا اور وہان کے نبی ہوئے۔

حضرت سارہ کے متعلق واقعہ ملک اردن مین پیش آیا وہان کا حاکم بہت عیاش تھا اسنے حضرت سارہ کا حسن وجمال سنکے حکم دیا کہ اسکے پاس ایک شب لائی جاوین حضرت ابراہیم لاچار تھے زبردستی لوگ لیگئے مگر اسکو قدرت نہو سکی حضرت ابراہیم کو خود تمام حال انکا دکھائی دیتا تھا جب وہ مقاربت کرنا چاہتا اسکے ہاتھ پیر رہجاتے آخر اُسنے واپس کیا اور ہاجرہ جو قبطی شہزادی تھی بطور لونڈی رہتی تھی اسکو حضرت سارہ کو دیا حضرت ابراہیم کے اسوقت تک اولاد نہوئی تھی حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کے سامنے پیش کیا چنانچہ حضرت اسمعیل تولد ہوے انکے ذبح کرنے کا حکم ہوا کعبہ کے بنانیکا حکم ہوا ختنہ کا حکم ہوا ان سب امور مین حضرت ابراہیم نے امتثال امر کیا اور کمال صبر و استقلال ظاہر فرمایا کہ جو آیندہ نسلون کے لئے سنتہ ابراہیمی ہوگیا ان سب واقعات کی تفاصیل اپنے اپنے محل پر ہونگی

اس جگہ مشہور قرأت یہ ہے کہ ابراہیم ربہ ابراہیم منصوب ہے اور ربہ مرفوع ہے معنے یہ ہین کہ حضرت ابراہیم کو اُنکے رب نے آزمایا چاہئے تھا کہ فاعل مقدم کیا جاتا مگر اضمار قبل الذکر ہوجاتا اسواسطے مؤخر کیا گیا مگر حضرت ابن عباس و حضرت ابو الشعثاء و حضرت امام ابوحنیفہ نے واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات مین ابراہیم کو مرفوع اور ربہ کو منصوب پڑھا ہے معنے یہ ہوے کہ یاد کرو اسوقت کو جبکہ ابراہیم نے اپنے رب کو آزمایا ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مفہوم کو ان الفاظ سے نہین کہہ سکتے تھے سوء ادبی کا احتمال تھا مگر خدا کو فرمانے مین کوئی سوء ادبی نہین ہے اسی سوء ادبی کے لحاظ سے ایک جماعت فقہاء کی اس قرأت کو ناجائز کہتی ہے بلکہ بعض نے تو اسقدر مبالغہ کیا ہے کہ کہدیا جو اسطرح پڑھے گا وہ کافر ہوجاویگا حالانکہ اسمین کفر کی بات نہین خصوصاً جبکہ قرأت اسطرح مروی ہے اور فقہاء مین سے امام ابوحنیفہ

یہ قرأت مروی ہی ظاہرا مناسبت بھی معلوم ہوتی ہی اس بنا پر ابتلاء کے حقیقی معنے ہونگے۔ ابتداء کے
معنے دریافت حال اور جانچ کے اعتبار سے حضرت ابراہیم کا موت کے حقیقت کو دریافت کرنا جب اولاد
کو غیر ذی زرع مقام پر ڈال آئے تو اُن کی پرورش کی دعا کرنا اور بھی مختلف اوقات کی دعائین ایسی ہی
ہین کہ جن کو اللہ جلشانہ نے ابتلی سے تعبیر کیا ہے یہ ظاہر ہے کہ اللہ کے اوصاف کا تفحص اور اسکی جانچ ایک
متدین کیلئے ضروری ہی اور یہ منافی اسکے بھی نہین ہے کہ کہا جاوے کہ اس صورت مین شک ہوگا حالانکہ
شک کا ہونا ایمان کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے بہر حال اگر ابراہیم فاعل ہون اور رب
مفعول ہو تو اس صورت مین کلمات سے وہی دعائین اور تحقیق حق مراد ہے جو وقتاً فوقتاً حضرت ابراہیم
نے کین کیونکہ کلمات جمع کلمہ کی ہی کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہین مگر جملہ پر بھی بولا جاتا ہی اور کبھی معانی پر بھی بولا
جاتا ہے بلکہ کبھی ذات پر بولا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہی روح اللہ و کلمتہ حضرت عیسی پر کلمہ کا لفظ بولا گیا ہی یہان
معانی مراد ہین اور وہ معنی وہی دعائین اور تحقیقات ہین یہ تو وہ صورت ہے کہ جب ابراہیم کو مرفوع
پڑھا جائے اگر منصوب پڑھا جاوے تو اسوقت مراد کلمات سے چند امور محتمل ہین قریب تیرہ قول کے اس
بارہ مین منقول ہوئے ہین بعض نے کلمات سے بھی آگے کے مذکورات کو لیا ہے انمین سے امامت ہی اور
بناء کعبہ ہے اور اسکے مناسک ہین حضرت ابن عباس کہتے ہین کہ وہ دس باتین تھین کلی کرنا ناک مین
پانی لینا داڑھی بڑھانا مونچھین گھٹانا مانگ نکالنا اور بغل کے بالون کو دور کرنا ناخون کاٹنا زیر ناف بالونکو
دور کرنا استنجا پانی سے کرنا ختنہ کرنا بعض کہتے ہین کواکب اور قمر و شمس کے روبرو آنے اور باوجود قوم کے
تعظیم کرنے کے ابراہیم علیہ السلام انکی پرستش سے محفوظ رہے انکا اس طریقہ پر سامنے لایا جانا گویا ابتلا رہے اور
اسکے ساتھ کبر سنی مین ختنہ کرنا ہی مروی ہوا ہی کہ سوا سو برس کی عمر مین ختنہ کا حکم دیا گیا اور آپنے کیا
اسکے علاوہ آگ مین ڈالا جانا حضرت کے صاحبزادہ کو قربان کرنیکا حکم ہجرت کو کوفے سے شام کی جانب یہ
سب مراد کلمات سے ہین غرضکہ تمام اقوال سے یہ اقوال زائد معتبر ہین انسب سے زائد شامل یہ ہے
کہ قرآن شریف مین تین یا چار آیتون مین ان سب کلمات کو ذکر کر دیا گیا یعنے دو مین آیہ التائبون
العابدون الآیہ اور قد افلح المومنون کی آیات اور ان المسلمین والمسلمات
و من یقنت کے آیات اور سورہ معارج کے آیات مین جن اوصاف کا ذکر ہے وہ مراد ہین ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ اوصاف جنمین ہون گے وہی امامت کا مستحق ہی حضرت ابراہیم نے اس امتحان مین کامیابی
حاصل کی یا اللہ نے اُن کو پورا اطمینان دلادیا فاتمھن پس اُسنے پورا کیا ان کلمات کو اس جملہ مین چار
احتمال ہین اول یہ کہ ابراہیم منصوب ہو اسوقت مراد یہ ہی کہ حضرت ابراہیم نے ان کو پورا کیا اور انکو ادا کیا

جب کہ ان کی ادائی کے لائق تھا دوسرے یہ مرفوع ہو اور اتم کا فاعل اللہ ہو مراد اس جگہ اس صورت
مین یہ ہوگی اللہ نے ان کو قوت عطا فرمائی اور ان اوصاف کے حاصل کرنے کی سہولت دی بدون اسکے
کوئی کچھ نہین کر سکتا ہے تیسرے ابراہیم مرفوع ہو اور ضمیر ان کی طرف پھرتی ہو تو اس صورت مین مراد یہ
ہوگی کہ ابراہیم نے آزمایش مین پورا ادب ملحوظ رکھا اور تمام شروط اجابت بجالائے چوتھے ضمیر اتم کی رب
کی طرف ہو اور وہ منصوب ہو اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ اللہ تعالی نے ان سب کلمات کو پورا کردیا
یعنی قبول فرمایا اور عطا کیا قال انی جاعلک للناس اماما فرمایا پروردگار نے کہ ہم تمکو لوگون
کیلئے امام بنانا چاہتے ہین یہ استیناف بیانی ہے گویا کہا گیا کہ پھر جب پورا کردیا اُسنے کلمات کو تو کیا ہوا
اسکا جواب دیا گیا اللہ نے ابراہیم کو لوگون کا امام بنادیا الناس سے یا تو مراد تمام لوگ ہین جو حضرت
ابراہیم کے بعد ہوے خواہ مومن ہون یا کافر یا مراد لوگون سے صرف وہی لوگ ہین جو حضرت ابراہیم کیوقت
مین تھے یا مراد الف لام سے الناس کے عہد ہے اور مراد اُس سے جو بہترین لوگ ہین یعنی انبیای کرام
علیہم السلام ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاے مابعد کے اب اور پیشوا ہین خود ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اولاد ہونے کو انکے مشابہ ہونے کو فخر سے ظاہر فرماتے ہین حضرت ابراہیم کی
اتباع کو اپنا دین بتاتے ہین دوسرے نبی کا کیا ذکر ہے۔ امامت حضرت ابراہیم کی عام ہو یا خاص تمام
ادیان پر آپکے تعلیم کا اثر موجود ہے اسواسطے یہ بحث بیکار ہے کہ عام ہے یا خاص ہے امام کے معنے پیشوا
کے ہین اور امام تسبیح کا بھی ہوتا ہی اُس تاگے کو بھی امام کہتے ہین جو مزدورون کے آلہ مساحت مین بندھا
ہوتا ہے امام نماز کا بھی ہوتا ہے سفر کا بھی ہوتا ہے اچھا بھی ہوتا ہے بُرا بھی ہوتا ہے امام مذہب کا بھی
ہوتا ہے قسم کا بھی ہوتا ہے عام بھی ہوتا ہے مگر مراد یہان امامت سے نفس رسالت ہی جو اصلی امامت ہی
کہ اسکے اوپر دوسری کوئی امامت نہین ہی اس امامت کے متعلق حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ یہ امر میرے
لئے خاص ہی یا میری ذریت بھی شامل ہی ذریت اولاد صغار کو کہتے ہین مگر پھر عام صغار و کبار دونون پر
بولی جانے لگی قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي فرمایا میری ذریت بھی کیا امام بنائی جاویگی ارشاد ہوا کہ ہان
مگر میرا عہد ظالم نہ حاصل کرسکین گے یعنی ظالم امام نہ ہوگا مراد اس جگہ عہد سے یہی عہد امامت ہی جسکا
تذکرہ ہورہا ہے بعض نے اور عہد مراد لیا ہے مگر سباق اسکے خلاف ہے فرمایا کہ امامت خواہ نبوت ہو
یا اوسکی نیابت ہو ظالم کو یعنے مشرک کو نہین ملسکتی ہے ظاہر ہے کہ شرک سے بڑھکر کیا ظلم ہے ان
الشرك لظلم عظيم اور شرک و کفر حکماً یکسان ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت کی صلاحیت
کافر نہین رکھتا ہی اہل تشیع اور دیگر فرق اسلامیہ اس سے عصمت نبوت ثابت کرتے ہین اور اہل تشیع

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ
اور یاد کرو اسوقت کو جب ہمنے اُس گھر کو اجتماع کی جگہ اور جائے پناہ بنایا اور لوگونکو حکم دیا کہ ابراہیم کی جگہ کو نماز

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ
پڑھنے کی جگہ بناؤ اور عہد لیا ہمنے ابراہیم اور اسمعیل سے کہ وہ میرے گھر کو طاہر کریں

لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝
طواف کرنیوالون کے لئے اور اعتکاف کرنیوالون کیلئے اور رکوع کرنیوالون کے لئے اور سجدہ کرنیوالون کے لئے

بقیہ صفحہ ۲۵۹۔ اس سے خلافت خلفا کی ناروا ہونے پر دلیل لاتے ہین۔ مگر ظاہر ہے کہ مشرک اُس کو کہتے ہین کہ جسمین بالفعل شرک ہو جو تائب ہو جاوے وہ مشرک نہین کہلاتا ہے اب اگر کوئی کہے کہ نبی شرک کرے مگر توبہ کرے یا خلفار کا شرک ثابت ہو جاوے اور پھر توبہ بھی ثابت ہو جاوے تو انپر لفظ ظالم بمعنے مشرک کا اطلاق کیونکر صحیح ہوگا۔ اسیطرح وہ بھی استدلال صحیح نہین جو بعض فقہائے شافعیہ کہتے ہین کہ جو فاسق ہو وہ امام نہین ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ توبہ کرنے کے بعد امام ہو سکتا ہے مگر یہان امامت سے مراد نبوت ہے اور نبوت پر اس مسئلہ مین قیاس امامت کا صحیح نہین اسواسطے کہ عصمت نبی کیلئے شرط ہے بادشاہ اسلام کیلئے شرط نہین ہے البتہ وقت انعقاد عدل کو مقرر کرنا ضروری ہی لیکن اگر فاسق کو مقرر کیا تو وہ بھی امام ہو جاویگا اسواسطے کہ کافر نہین ہی غیر کافر یہان مراد نہین ہے یہ اختلاف انعقاد مین ہے اور بقا مین بھی آیا فاسق معزول ہو جاتا ہے یا مستحق عزل ہوتا ہے ہم لوگ مستحق عزل سمجھتے ہین اور بعض فقہا معزول سمجھتے ہین اسیطرح یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ ظالم کا عہد کوئی لازم الایفا نہین ہی مگر ظاہر ہے کہ یہان مراد صرف عہد امامت ہی نہ کہ مطلق تمام عہود حالانکہ بالعموم عہود کے ایفاء کرنے کا وجوب نصوص صحیحہ سے ثابت ہی اسکے خلاف اس آیت سے ثابت نہین ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔

اُس آیت کا عطف واذ ابتلی پر ہے اور اذ کر یا اذکروا محذوف ہی یہانسے حضرت ابراہیم کی شریعت کا رکن اور مرکز نقل تبایا جاتا ہے کہ وہ بیت اللہ ہے البیت سے مراد کعبہ ہے جسطرح النجم سے مراد ثریا ہے مثابہ اور مثاب مثل مقامتہ اور مقام کے مصدر میمی ہے اور تا زیادہ ہے یا مبالغہ کی ہے ثوب کے معنے رجوع کرنے کے اور ثواب پانیکے ہین الناس مین الف لام یا تو جنس ہے یا عہد ہے یا استغراق مراد اس سے تمام لوگ ہین یا اطاعت کرنے والے یا حج کی غرض سے آنیوالے۔ امنا جائے امن مراد ہے پہلے ہر جگہ لوگ

قتل وغارت کر دیے جاتے تھے مگر حد حرم مین اور شہر حرم مین قتل نہین ہوتا تھا یا یہ عذاب آلہی سے محفوظ ہو جانے کی جگہ ہے جو وہان داخل ہوا وہ امن مین آگیا فساق المکہ خشو الجنتہ اتخذ وا یا تو ماضی ہے کہ کہا گیا مقام ابراہیم سے وہ لوگ نماز کی جگہ قائم کرین یا امر ہے مطلب یہ ہو کہ تم لوے امت محمدی مقام ابراہیم کو مصلے بناؤ اس جگہ مختصراً بیت اللہ اور مقام ابراہیم کے کچھ حالات جان لینا چاہیے۔ بیت سے مراد خانۂ کعبہ ہے قرآن مین ارشاد فرماتا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارک وھدی للعالمین فیہ ایات بینات مقام ابراھیم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے عبادتگاہ مکہ مین خدا کا گھر ہے اسکے پہلے کوئی عبادتگاہ روے زمین پر نہ تھی عترت طاہرہ سے روایات مین وارد ہوا ہے کہ قبل خلقت آدم علیہ السلام کے جب زمین بنائی گئی ہے تو اُسوقت پہلے پہل حصہ زمین کا وہی بنایا گیا ہے جہان کعبہ بنا ہے پھر فرشتونکے گروہ مین اس امر کا اعلام کیا گیا کہ یہ کعبہ ہوگا اور جب اِنّی جاعل فی الارض خلیفہ کی ندا ہوئی اور فرشتون نے اعتراض کیا اسپر اعتراض ہوا فرشتون نے اسکی معافی چاہی نماز پڑھی اور طواف بیت المعمور کا کیا خطا معاف ہوئی اُسپر ارشاد ہوا کعبہ بنایا جائے تاکہ انسان اگر خطا کرے تو اسکے طواف سے اسکی خطا معاف کی جاویگی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کی تعمیر انسان کی خلقت کے بھی پہلے سے ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم نے اس جگہ عبادت خانہ تعمیر کیا بعض حضرت شیث کو کہتے ہین حضرت نوح کے طوفان کے وقت تک برابر اسکی تعمیر رہی اسکے بعد یہ ایک ٹکرے کی ایسی زمین ہوگئی چنانچہ حضرت ہود سے یعرب نے زیارت کے وقت کہا کہ اسکی تعمیر کی جائے تو حضرت ہود نے کہا کہ یہ ایک بڑے مرتبہ کے نبی کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر سے چالیس برس قبل مکہ کو بنایا جب حضرت ابراہیم نوے برس کے قریب پہونچے تو حضرت اسمعیل پیدا ہوے پھر حضرت اسحق ہوئے اور حضرت سارہ کے حکم کیموافق حضرت ہاجرہ اپنے لڑکے کے ساتھ مکہ مین آکے بسین اور چند دنون کی بعد مین کے اقوام مین سے عمالقہ کا ایک گروہ آکے آباد ہوا اور حضرت اسمعیل جوان ہوگئے ان کی شادی اس قوم کی لڑکی سے ہوئی ایک بار حضرت ابراہیم ان کو دیکھنے آئے مگر وہ مکان پر نہ تھے ان کی زوجہ نے حضرت ابراہیم سے بد خلقی کی حضرت ابراہیم نے کہا کہ جب آئین تو کہنا کہ تمھارے چوکھٹ دروازہ کی درست نہین ہے چنانچہ ویسا ہی کہا گیا تو حضرت اسمعیل سمجھ گئے اُنھون نے کہا وہ ابراہیم میرے والد تھے انکی خوشی تمھارے رکھنے مین نہین ہو اسواسطے تمکو طلاق ہی اسکے بعد دوسرا عقد کیا حضرت ابراہیم پھر ملنے آئے تو اس دوسری زوجہ نے خاطر مدارات کی ایک پتھر پر پیر رکھکے دوسرا پیر دھلایا اور جب حضرت آئے اور

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

اور یاد کرو اسوقت کو کہ جب کہا ابراہیم نے اے رب اس شہر کو جگہ امن کی کردے اور اسکے رہنے والونکو رزق دے

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

میوون کے وہ لوگ اس روزی سے حصہ پائین کہ جو ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت کے ساتھ ارشاد کیا اللہ نے اور وہ جنہون نے کفر کیا

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

تو اُسکو تھوڑا نفع ہوگا پھر وہ لاچار عذاب نار کیطرف جائے گا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۶۱۔ کھانا پیش کیا مگر حضرت ابراہیم ٹھہرے نہین واپس جانے لگے اور فرمایا کہ جب اسمٰعیل آئین تو کہنا کہ اب تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اچھی ہے چنانچہ حضرت اسمٰعیل کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ وہ حضرت ابراہیم تھے اور یہ مقصود ہے کہ اب جو بیوی ہے وہ اچھی ہے جس پتھر پر قدم حضرت ابراہیم نے رکھا تھا وہی مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم سے لوگون نے پورا حرم بھی مراد لیا ہے بیت اللہ کو جس پتھر پر کھڑے ہوکے بنایا ہے اسکو بھی مراد لیا ہے جس پتھر پر کھڑے ہوکے ندا کی ہے کہ حج کرو اسکو بھی مقام ابراہیم کہتے ہین۔ ممکن ہے کہ پتھر ایک ہی ہو پہلے ملصق کعبہ کے تھا پھر سیل کی وجہ سے بہ گیا اسکو حضرت عمر نے اوس جگہ پر رکھدیا جہان اب ہے یہ مقام ابراہیم کہلاتا ہے اسپر قدم کا نقش بھی بنایا ہے مگر اب مٹ چلا ہے۔

اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ابراہیم و اسمٰعیل دونون کو حکم دیا گیا کہ وہ میرے گھر کو جو بوجہ تعظیم کے اللہ کا گھر کہلایا طاہر رکھو شرک سے نجاست سے بخور دینے سے مگر مقصد اس سے محض گھر نہین بلکہ عبادت کرنے والے ہین طواف و اعتکاف کا حکم بھی آگے آتا ہے۔

حضرت ابراہیم نے جب اپنی اہل و ولد کو چھوڑا تو اسوقت دیکھا کہ یہ غیر آباد ہے اور یہان کوئی کھانے پینے کا سامان نہین ہے اس لئے دعا کی چنانچہ دونون دعائین اللہ نے قبول کین حرم امن ہوگیا اب کوئی قاتل نفس بھی ہو تو بھی قتل نہین کیا جاسکتا ہے حضرت احمد بن حنبل کے نزدیک کسی حال مین وہ نہ قتل کیا جاسکتا ہے نہ اسپر کوئی سختی ہوسکتی ہے حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب مین وہ قتل نہین کیا جاویگا کسی حال مین بلکہ وہ اسقدر تنگ کیا جاویگا کہ نکل جائے اور جب حد حرم سے باہر ہوجائے گا تو قصاص لیا جاویگا۔ حضرت امام شافعی کے نزدیک اگر تنگ کرنے پر بھی نہ نکلے تو قتل کیا جاویگا مگر معصوم الدم کو کسی قسم کا گزند نہین پہونچایا جاسکتا ہے بلکہ جانور بھی شکار نہین کئے جاسکتے ہین۔

حضرت ابراہیم نے دعائے امامت مین ذریت کو عام رکھا تھا تو اسکے متعلق ارشاد ہوگیا کہ کوئی

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا

اور یاد کرو اسوقت کو جب بلند کیا ابراہیم نے خدا کے گھر کی بنیادون کو اور اسمٰعیل نے

تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

پھر کہا ان دونون نے کہ قبول کر ہم سے یقیناً تو سننے والا جانتے والا ہی اے پروردگار ہمکو اپنا فرمانبردار بنا

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ

اور ہمارے اولاد سے ایک جماعت فرمان بردار تیری رہیو اور ہمکو تعلیم کر احکام حج کو اور ہمارے توبہ قبول کر

عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ

یقیناً تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اے پروردگار ہماری اولاد مین سے ایک

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

رسول بھیج جو تیری آیات اُن کو سنائے مین اور ان کو علم و حکمت کی تعلیم دین

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور اُن کو پاک کرین یقیناً تو ہی زبردست جاننے والا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۶۲۔ عاصی فائدہ نہین اُٹھا سکتا ہے اسلئے نزدیکان رابیش بود حیرانی کے قاعدہ سے حضرت ابراہیم نے اس جگہ ایماندارون کی قید کردی ارشاد ہوا کہ جسمانی انعام ہے اسمین نیک و بد کی تفریق نہین ہے بخلاف امامت کے کہ اسمین صلاحیت کی حاجت ہی جسطرح طبیب غیر صحیح کو پرہیز بتاتا ہے اسی طرح بعض روحین بعض انعامات روحانی اور رزق انوار کے قابل نہین ہوتا ہے تو وہ سرفراز نہین ہوتا مگر رزق جسمانی مین کوئی تفریق نہین ہے۔

یہان سے حضرت ابراہیم کے عمل صالح بنائے بیت اللہ کو ذکر کیا ہے کہ یہ گھر بنایا ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام کا ہی اور انکی مدد کو انکے فرزند اسمٰعیل حاضر تھے جب دیوارین بلند کرنے لگے تو اپنے عمل کی قبولیت کی دعا کی اور خواہش کی کہ ہمارے اعمال مقبولہ ہون ہماری اولاد مین ایک جماعت حق پر ہے۔ ہماری توبہ قبول ہوتی رہے اسکے بعد اپنی اولاد سے ایک رسول کے ظہور کی خواہش کی اسمین اشارہ ہی کہ درستی امت کی ہر شخص کے اعمال صالحہ پر ہے اور ایک جماعت دیندار کے موجود ہونے پر ہی اور اس جماعت کے شیرازہ کیلئے ایک سردار ہونے پر ہے چنانچہ اولاد اسمٰعیل مین یقیناً وہ حمد تھے

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ

اور کون ہی وہ جو ابراہیم کی ملت سے لوٹ جاوے مگروہی جو پورا احمق ہی اور ہمنے ابراہیم کو دنیا مین منتخب کرلیا

اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ اِذْ

اور تحقیقا وہ آخرت مین نیک لوگونمین سے ہی یاد کرو اسوقت کو جب کہا اسنے انکے پروردگار رنے کہ فرمانبردار ہوجا

قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَوَصّٰى بِهَآ

تو اُسنے کہا کہ مین فرمانبردار ہون دونون جہان کے پالنے والے کا اور یاد کرو اسوقت کو جبکہ وصیت کی

اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

ابراہیم نے اپنی اولاد کو اور یعقوب نے اے بیٹون اللہ نے تمہارے لئے دین کو منتخب کردیا

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ

تو مرتے دم تک مسلمان ہی رہو

بقیہ صفحہ ۲۶۳ - انکے اوصاف کیلئے دعا کی تاکہ جسقدر لوگون کی تعلیم مقصود ہو اسکے لئے وہ کافی ہون ادنی طبقہ کیلئے آیات اللہ اور حکم خداوندی کا پہونچانا کافی ہے متوسط کیلئے علم وحکمت تاکہ علماء ومجتہدین قائمقام رسول ہمیشہ ہوتے رہین اور کمل اولیاء کے نفوس کی طہارت لفظ یزکیہم سے تعلیم عقول عالیہ کی جانب اشارہ ہی خدانے یہ دعائین قبول کین اور ایسا ہی رسول ظاہر ہوا۔

اُدہر جب ظاہر کردیا کہ دین ابراہیم وہی ہے جسکو آنحضرت لائے اور ارشاد فرماتے ہین تواب بتایا جاتا ہے کہ منکر اس دین کے اس دین مین نقصان نہین بتاتے بلکہ خواہ نخواہ حسد کے سبب سے یہ سب مخالفت ہی ورنہ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے ہمیشہ اس دین کی تلقین کی اور عہود ومواثیق لئے۔ اب انکار بجز حماقت وحسد کے اور کس سبب سے ہی اسکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فطرت کی طرف اشارہ ہوا کہ جیسے اللہ نے دلائل اپنے وجود اور وحدانیت کے ظاہر کئے یا ان کو القا ہوا یا وحی نازل کی کہ اسلام لاؤ تو انھون نے بلاچون وچرا اسلام قبول کرلیا اور اسکی وصیت کی پھر صرف انھون نے نہین بلکہ یعقوب نے کہ جو اسرائیل ہین اور بنی اسرائیل سب انھین کی اولاد ہین ان کو چاہیے کہ انکی پیروی کرین ایمان قبول کرین کچھ عذر نہ کرین اور وصیت کو اپنے بزرگون کی پورا کرین اسکو رائگان نہ کرین۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ
کیا تم گواہ و موجود تھے اسوقت جب یعقوب کو موت آئی اور جب کہا انھون نے اپنے بیٹون سے

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ
کہ کسکی عبادت کروگے میرے بعد تو انھون نے کہا کہ تمھارے معبود کی اور تمھارے باپون کے

اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّ
معبود کی کہ جو ابراہیم و اسمعیل و اسحق ہین وہ معبود ایک ہی ہے اور

نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ
ہم اسکے فرمانبردار ہین یہ گروہ ہے کہ گذر گیا اسکے لئے وہ ہے جو اُسنے کمایا

مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا
اور تمھارے لئے وہ ہے جو تمنے کمایا تم سے انھون نے جو کیا اسکے سوال نہوگا اور کہتے ہین وہ لوگ کہ یہود ہو جاؤ یا

اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
نصاری ہدایت پاجاؤ کہدو کہ بلکہ ملت ابراہیم کہ جو سیدھی راہ پر تھے وہی ہدایت ہے اور وہ شرک کرنیوالون مین نہ تھے۔

حضرت یعقوب کی وصیت سے یہود اپنے دین پر قائم ہونے کی دلیل لاتے تھے ارشاد ہوا کہ اسوقت تم کہان تھے وصیت حضرت یعقوب کی تمھارے عمل کے بالکل خلاف ہے انھون نے تو اسلام لانے کی وصیت کی اس جگہ حضرت اسمعیل کو آبا مین شمار کرنے کی وجہ محاورہ اور طریقہ عرب ہے کہ عم کو بھی اب کہتے ہین اور الٰہًا واحدًا کہنے سے اس شبہہ کو دفع کر دیا کہ انکے ہر ایک شخص کا ایک ایک خدا نہین ہے بلکہ ان سب کا ایک ہی خدا ہے اسی کی ہم پرستش کرین گے۔

اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب نے وصیت کی یا نہین کی تمکو اسپر بھروسہ نہ کرنا چاہئے خود اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ اپنی عقل پر زور دینا چاہیے ہر شخص اپنے کئے کا گرفتار ہے۔

یہود کہتے تھے کہ یہود ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ اور نصاری کہتے تھے کہ نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ تو اسکا جواب دیدیا گیا ہے کہ ہدایت اتباع ابراہیم علیہ السلام سے ہوسکتی ہے کیونکہ ابراہیم راہ راست پر تھے حنیف کہتے ہین لنگڑے کو جسطرح سلیم کہتے ہین اس شخص کو جسکو سانپ یا بچھو نے گزند پہونچایا ہو اور بصیر کہتے ہین نابینا کو لیکن مراد اس سے وہ ہے کہ سیدھا اور درست کھڑا ہو اور ٹھیک چل سکے

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ
کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور جو اُترا ہماری جانب اور جو ابراہیم اور

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ
اسمعیل و اسحق اور یعقوب اور انکی اولاد کی جانب اور جو دیا گیا موسےٰ اور

عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ
عیسیٰ کو اور جو دیا گیا انبیاء کو انکی رب کیطرف سے ہم نہین تفریق کرتے ہین انکے درمیان کسی ایک سے بھی

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ
اور ہم اسکے فرمانبردار ہین پس جبکہ تم ایمان لائے وہ بھی تمھاری طرح ایمان لائین تو راہ راست پر آگئے

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۭ
اور اگر انحراف کرین تو وہ ضدپر ہین اللہ انکے مقابل کافی ہے اور وہ سُننے والا جاننے والا ہے

بقیہ صفحہ ۲۶۵ - یہ ظاہر ہے کہ راہ مستقیم اور جادۂ قویم ایک ہے وہ دین حنفی حضرت ابراہیم کا ہے اور حضرت ابراہیم مشرک نہ تھے کہ وہ خدا کی ذات مین کسی کو شریک نہ کرتے تھے نہ انکے نزدیک کوئی اسکا ساتھی تھا نہ اسکی کوئی اولاد تھی نہ اسکی کوئی زوجہ تھی جیسا کہ بعد کو یہود ونصاریٰ خدا کے متعلق کہنے لگے ہین -

اس آیت شریف سے مقصود یہ ہے کہ تمھارا یہ دعویٰ کہ یہودیت یا نصرانیت دین ابراہیمی ہے غلط ہے۔ اور جو دین ابراہیمی نہین وہ ہدایت بھی نہین ہوسکتا ہے لہذا تمھارا یہ کہنا خلاف واقع ہے -

اسباط سے اولاد حضرت یعقوب مراد ہین اور صحف منزل من اللہ ہین تورات وانجیل وزبور وقرآن اور صحف آدم ونوح وابراہیم اور جو اسمٰعیل پر نازل ہوا خواہ مقروء ہو یا غیر مقروء سب پر ایمان لانا ضروری ہے اور مرتبۂ نبوت کے اعتبار سے کل انبیاء برابر ہین اگر ایک کا منکر ہوا تو سب کا منکر ہے چاہے وہ حضرت سلیمان ہون یا حضرت رسالتمآب ہون البتہ جن کی نبوت مین شک ہے شل ذوالقرنین اور لقمان اور خضر وغیرہ انکی نبوت کا انکار کفر نہین ہے۔ اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے اگر ایمان لائے تو بہت اچھا ہے ورنہ تم انکی مخالفت سے نہ ڈرو اللہ ضرور انکے شر کو دفع کردیگا اور تمکو غالب کردیگا وہ تمھارا حامی ومددگار ہے اسکی مدد کافی ہے - ویسا ہی ہوا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

اللہ کا رنگ ہی اور کونسا رنگ اللہ کے رنگ سے اچھا ہے اور ہم اسکی عبادت کرنیوالے ہین۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

کہدو کہ کیا تم جھگڑتے ہو اللہ کے بارہ مین حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہمارے لئے ہمارے اعمال ہین

اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ

تمہارے لئے تمہارے اعمال ہین اور ہم اسکے ساتھ اخلاص رکھتے ہین۔ کیا تم کہتے ہو کہ یقیناً ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا

اور اسمعیل اور اسحق و یعقوب اور ان کی اولاد یہودی تھے

اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ

یا نصاری کہدو کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور اس شخص سے زیادہ کون ستمگار ہے

كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

جسکے پاس شہادت ہو اسکو وہ پوشیدہ رکھے اللہ کے سامنے اور اللہ غافل نہین اس سے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ

جو وہ کرتے ہین یہ گروہ ہے کہ جو گذر گیا انکے لئے وہی جو انھون نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہی جو تمنے کمایا اور

لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

تم انھون نے جو کیا ہے اس سے پوچھے نہ جاؤ گے۔

عیسائی جسوقت کسی کو اپنے دین مین لاتے تو حوض مین غوطہ دیتے مگر عرب مین بجائے اسکے پانی چھڑکتے پانی مین رنگ ڈالتے اللہ فرماتا ہے کہ یہ کوئی رنگ ہے رنگ حقیقتہً دین اسلام ہے کہ جو اللہ کا رنگ ہے وہ سب سے اچھا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ناواقفیت سے آدمی کچھ کہے تو وہ عذر بھی ہو تم واقف ہو تمہارے علم مین ہے کہ یہ بزرگان دین نہ یہود تھے نہ نصاریٰ تم اسکے خلاف دعوے کرتے ہو اور شہادت کو چھپاتے ہو تم سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ دیدہ و دانستہ اللہ کے دئے ہوئے علم کو ظاہر نہین کرتے بلکہ اسکے خلاف کہتے ہو۔

پہلی آیت "ملک امتہ کی گویا خطاب مسلمانون سے تھا اس آیت کے مخاطب یہود اور نصاریٰ ہین تو یہ تکرار فضول نہین ہے بلکہ تاسیس ہے خدانے اُنسے کہا کہ تم اپنے کردار کے جوابدہ ہو تم سے کیا مطلب کہ وہ یہود تھے یا نصاریٰ حالانکہ یہود و نصاریٰ دونون ناحق پر ہین لہذا اسلام قبول کرو کہ وہ حق ہے ۔

تمام شد
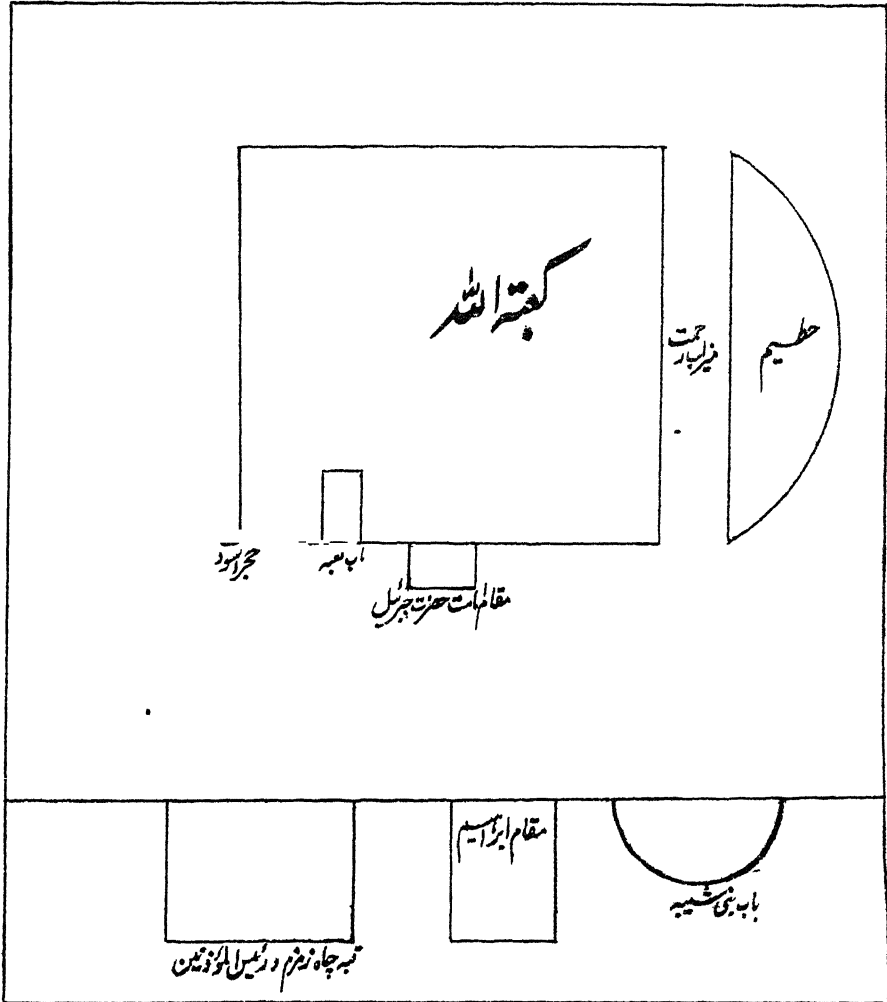
باہتمام حاجی حافظ خواجہ قطب الدین احمد مالک مطبع نامی پریس لکھنؤ مین چھپی
بار اول ۔ ماہ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ مطابق مئی ۱۹۲۵ء